قرآنی واقعات

تالیف ریاض الحق ایڈووکیٹ

تصحیح وتنقیح حافظ فاروق احمد



مکتبہ قدوسیہ

قرآنی واقعات

تالیف

ریاض الحق ایڈووکیٹ
متولی جامع مسجد غلہ منڈی لیاقت پور

تصحیح وتنقیح

حافظ فاروق احمد

مکتبہ قدوسیہ
غزنی سٹریٹ ◎ اردو بازار ◎ لاہور ◎ پاکستان
Tel: +92-42-37230585

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت
کی
نشر و اشاعت
کے لیے
کوشاں

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔۰۰ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر ....

اہتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

اشاعت ـــــ ۲۰۲۲ء

مکتبہ قدوسیہ — قدوسیہ اسلامک پریس
رحمان مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار ○ لاہور پاکستان
Tel: +92-42-37230585 , 0321-4460487
maktaba_quddusia@yahoo.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دو سبق آموز نصیحتیں

① تھوڑے اور عارضی مزے کے لیے کبھی گناہ نہ کرنا، اس لیے کہ مزہ ختم ہو جائے گا جبکہ گناہ دنیا میں، قبر میں، حشر میں اور آخرت کی کٹھن گھاٹیوں میں باقی رہے گا۔ اگر اللہ کی رحمت شامل حال نہ ہوئی تو یہ گناہ جہنم میں پہنچا کر رہے گا۔

② تھوڑی سی مشقت کی خاطر کبھی نیک عمل نہ چھوڑنا، اس لیے کہ یہ مشقت ختم ہو جائے گی، لیکن اس نیک عمل کی برکات دنیا میں، نزع میں، قبر میں، حشر میں اور آخرت کی تمام گھاٹیوں میں ساتھ رہیں گی اور اللہ کی رحمت سے یہ نیکی جنت میں داخلے کا سبب بن جائے گی۔ ان شاء اللہ

نوٹ:

اللہ کے فضل و کرم سے قرآن کریم کے متعلق آپ کے ہاتھوں میں میری یہ تیسری کتاب ہے۔ اس سے قبل دو کتابیں: ① ''کسی خاص فرد یا واقعہ پر نازل ہونے والی آیات قرآنی'' اور ② ''اللہ کا پیغام اپنے بندوں کے نام'' شائع ہو چکی ہیں۔ جو کہ طلباء میں بالخصوص کالج اور یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس اور آئمہ مساجد میں کافی مقبول رہی ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں التجاء ہے کہ رب العالمین شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین!

ریاض الحق
لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی أشرف الأنبیاء والمرسلین

اما بعد!

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ﴾(یوسف: 03)

''ہم آپ کے سامنے بہترین واقعات بیان کررہے ہیں اس وجہ سے کہ ہم نے آپ کی جانب یہ قرآن وحی کے ذریعے نازل کیا اور یقیناً آپ اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھے۔''

قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ واقعات وقصص پر مشتمل ہے۔لازماً یہ تاریخی واقعات ہیں اوران میں معجزات کا تذکرہ بھی ہے جنہیں علماءفن نے علمِ تذکیر بایام اللہ کا نام دیا ہے، دراصل یہ علمِ تاریخ ہےاوراسی کو اصطلاح میں علمِ قصص بھی کہا جاتا ہے۔قصص جمع ہے قصہ کی ۔ یہ ایک لازوال اور ناقابل تردید تاریخ ہے جس کو قرآن کریم مختصراً بیان کرتا ہے۔اس میں جناب سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آخرالزماں پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مخصوص انبیاء کرام علیہم السلام اور بہت سی اقوام کے احوال و واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

ان واقعات کے بیان کرنے کے مقاصد میں سے ایک غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو مضبوط کرنے کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوتسکین وتشفی دی گئی ہے کہ حق و باطل کی اس لڑائی میں حق کو فتح حاصل ہوگی اور باطل سرنگوں ہوگا۔اس باب میں اللہ کی سنت ناقابلِ تغیر وتسخیر ہے۔

مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾(سورۂ ھود: 20)

''رسولوں کے تمام احوال و واقعات ہم آپ کے سامنے آپ کے دل کی تسکین کے

لئے بیان فرمارہے ہیں۔ آپ کے پاس اس سورت میں بھی حق پہنچ چکا جو مومنوں کے لیے نصیحت ووعظ ہے۔"

اسی کے ساتھ ساتھ ایک بڑی غرض لوگوں کے لیے انذار وتبشیر اور عبرت آموزی ہے۔ چنانچہ جہاں ایک طرف آخری نبی ﷺ کے مخاطبین کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ کوئی نئی دعوت نہیں ہے، بلکہ پچھلی دعوتوں ہی کی تجدید اور ان کا اتمام وتکمیل ہے، تو دوسری طرف منکرین کو خبردار کیا گیا ہے کہ سنت اللہ کے مطابق انہیں بھی ایک دن اسی انجامِ بد ہلاکت خیزی سے دوچار ہونا پڑے گا جس سے ان سے پہلے کی سرکش قومیں دوچار ہو چکی ہیں۔

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾(یوسف:111)

"یقیناً ان واقعات کے بیان کرنے میں عقل مند ودانا لوگوں کے لیے نصیحت اور عبرت ہے۔ یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں اور یہ ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرنے والا ہے، اور ہدایت ورحمت ہے ایمان دار لوگوں کے لیے۔"

﴿وَلَقَد تَّرَكْنٰهَا آيَةً فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾(قمر:15)

"اور بیشک ہم نے اس واقعہ کو نشانی بنا کر باقی رکھا پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔"

میں نے اللہ کی رضا، قرآن کی محبت، روزِ محشر حصولِ شفاعت کی نیت سے قرآن سے شغف رکھنے والوں کی دلچسپی کے لیے زیرِ نظر کتاب "قرآنی واقعات آیات واحادیث کی روشنی میں" کے اندر قرآنی واقعات کو بہت مختصر لیکن نہایت سادہ انداز، آسان الفاظ اور عام فہم اسلوب میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ عامۃ الناس کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہوسکے۔ تفصیلی واقعات کے لیے کتبِ تفسیر کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس سب کچھ کے باوجود مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا بخوبی احساس وادراک ہے۔

﴿مَآ أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ﴾(نسآء :79)

''تمہیں جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔''

اس لیے یہ سب اللہ کی توفیق، رحمت، فضل اور اس کی مہربانی سے ممکن ہوا، اس پر بارگاہِ رب العالمین سجدہ شکر بجالاتا ہوں اور اس کتاب میں پائی جانے والی کوتاہیاں بلاشبہ میری کم مائیگی کا شاخسانہ ہیں۔ جس پر باری تعالیٰ سے معافی کا طلبگار ہوں۔

فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق ''مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ'' ''جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی ناشکرا ہے۔'' کے تحت میں جناب مولانا حافظ فاروق احمد صاحب کا شکریہ ادا نہ کرنا بخل سمجھتا ہوں کہ جن کی خصوصی کاوش، محنت اور عرق ریزی سے یہ کتاب طباعت کے مراحل تک پہنچی، اللہ تعالیٰ ان کو ان کی محنت کا وافر بدلہ عطاء فرمائے۔

آخر میں بارگاہِ رب العالمین میں دعا گو ہوں کہ ربّ کریم میرے اس نذرانہ عقیدت کو اپنی جناب میں قبول فرما کر آخرت میں میرے لیے، میری والدہ محترمہ، میرے والدِ مکرم، میرے بھائی، ہماری بڑی بہن اور میرے مرحوم بیٹے .... کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

العبد

ریاض الحق ایڈووکیٹ

متولی جامع مسجد غلہ منڈی

لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

15/05/2022

03008670724

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورہ فاتحہ کی فضیلت

قرآن کریم کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے "اعوذ باللہ" لازمی پڑھ لیں۔ جس کا مطلب ہے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے اِسے تعوذ کہا جاتا ہے۔

اہمیت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾

(النحل: 98)

"جب قرآنِ حکیم کی تلاوت کرو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے۔"

اِس سے شیطان مردود بھاگ جاتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاتا ہے کیونکہ بندہ شیطان کا مقابلہ نہیں کرسکتا وہ نہ تو حسنِ سلوک کو مانتا ہے اور نہ ہی بُرے سلوک کو۔ اِس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو تباہ و برباد کردے۔ وہ بندے کا ازلی دشمن ہے، اِسی نے ہمارے باپ جناب آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوایا تھا۔ اِس نے خود اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود بابا آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بھی جنت سے نکال دیا۔ اِس وقت شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا اور اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو آگاہ کردیا تھا کہ دیکھو شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ میں تمہیں تھوڑے عرصہ کے لیے دنیا میں بھیج رہا ہوں اگر تم نے شیطان کی بجائے میرے حکم کے مطابق زندگی بسر کی تو میں تمہیں اِسی جنت میں لے آؤں گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن اور رحیم ہے "اعوذ باللہ" کے بعد "بسم اللہ" لازمی پڑھی جائے۔ بندہ جب بھی کوئی کام کرے تو وہ بسم اللہ لازمی پڑھے گویا وہ عہد کرتا ہے کہ میں یہ کام اللہ تعالیٰ کا نام لے کر شروع کررہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت سے ہی یہ کام مکمل کرسکوں گا۔

بسم اللہ کی فضیلت:

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ آیت مجھ پر نازل ہوئی یا مجھ سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام پر نازل ہوئی جب انھوں نے ملکہ بلقیس کو خط لکھا اور اس خط کے شروع میں ''بسم اللہ'' لکھی۔ اس کے لکھنے سے یا پڑھنے سے کام میں برکت ہوتی ہے۔ دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

سورہ فاتحہ کا ترجمہ اور فضیلت

تعارف:

یہ مکی سورت ہے۔ اس میں ایک رکوع اور سات آیات ہیں۔ یہ سورت سب سے پہلے ایک ہی دفعہ مکمل نازل ہوئی، یہ واحد سورت ہے جو دو دفعہ نازل ہوئی ایک دفعہ مکہ میں ایک دفعہ مدینہ پاک میں۔ یہ سورت ایک مکمل دعا ہے اِس میں اللہ تعالیٰ نے مانگنے کا طریقہ بتلایا ہے اِس سورت میں بندہ اپنے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے۔ اِس سورت کے کئی نام ہیں، جس میں مشہور فاتحہ ہے جِس کے معنی کھولنے والی، افتتاح کرنا (Opening) قرآن کی ابتداء بھی اِسی سورت سے ہوتی ہے۔

اس سورہ مبارکہ کے اور بھی کئی نام ہیں۔

مثلاً:

سورۃُ الشفاء:

اس کی تاثیر سے روحانی اور جسمانی شفا حاصل ہوتی ہے۔

اُمُّ القرآن:

یہ قرآن مجید کی اصل ہے۔ اور قرآن مجید کے سب علوم اس میں جمع ہیں۔

تعلیم المسئلة:

اس میں اللہ تعالی نے بندوں کو سوال کرنا سکھایا ہے۔

السّبعُ المَثانی:

اس کی سات آیات ہیں اور وہ بار بار پڑھی جاتی ہیں۔

سورۃ الحمدِ:

اس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔

سورة الكافيه :

کفائت کرنے والی۔

سورة الكنز :

یہ سورۃ مبارکہ خزانہ ہے۔ (سابقہ تمام الہامی کتابوں کا خلاصہ قرآن مجید، قرآن مجید کا خلاصہ سورہ فاتحہ ہے۔)

الاساس :

بنیاد

الصَّلٰوة :

نماز، یعنی اس کے بغیر نماز نہیں ہے۔

حدیث :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے نماز میں یہ سورت نہیں پڑھی اُس کی نماز ناقص اور ادھوری ہے۔ (صحیح مسلم)

سورت اور اس کا ترجمہ:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾(1)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾(2)﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾(3)﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾(4)﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾(5)﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾(6)﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ﴾(7)

''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' ''سب طرح کی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔'' ''بڑا مہربان نہایت رحم والا۔'' ''جزا وسزا کے دن کا مالک۔'' ''اے پروردگار ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' ''ہمیں سیدھے رستے پر چلا۔'' ''ان لوگوں کے رستے جن پر تو اپنا فضل وکرم کیا نہ ان کے جن پر غصے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے۔'' آمین!

سورہ فاتحہ کی فضیلت کے ضمن میں واقعہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک مہم پر روانہ کیا۔ مہم سے واپسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک بستی کے قریب ٹھہر گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھوک کی وجہ سے بستی کے لوگوں سے کھانے کا تقاضا کیا مگر بستی والوں نے انکار کر دیا۔ اِسی دوران اِس بستی کے سردار کو کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا۔ اِس پر وہاں کا ایک آدمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آیا کہ تم میں سے کوئی اِس زہریلے جانور کے ڈسے کا علاج کر سکتا ہے؟ اِس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہمارے پاس اِس کا علاج موجود ہے مگر تمہارے قبیلہ والوں نے ہماری مہمان نوازی سے انکار کیا لہٰذا ہمارے ساتھ معاوضہ طے کرو۔ ہم پھر علاج کریں گے۔ قبیلہ والوں نے معاوضہ کے طور پر تیس بکریاں دینی طے کیں۔ تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امیر تھے، اِن کے سردار کے پاس گئے۔ اور سورت فاتحہ پڑھنی شروع کی اور اپنا لعابِ دھن زخم پر لگاتے گئے۔ اِس طرح سانپ کے زہر کا اثر ختم ہو گیا قبیلہ والوں نے معاوضہ کے طور پر بکریاں دے دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکریاں لے کر مدینہ پاک میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور تمام قصہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے صحیح سورت پڑھی ہے اور معاوضہ کے طور پر جو بکریاں لی ہیں اُن میں میرا حصہ بھی نکالو۔ (صحیح البخاری)

روایت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص دوزخ کے انیس دروغوں سے بچنا چاہتا ہے وہ بسم اللہ پڑھا کرے۔ دوزخ کے دروغے انیس (۱۹) ہیں۔ اور بسم اللہ کے حروف بھی انیس (۱۹) ہیں۔ بسم اللہ کا ہر حرف دوزخ کے داروغوں سے نجات دلائے گا۔

②۔ سورۃ البقرۃ کی فضیلت

آیت الکرسی:

اِس سورت میں ایک آیت جس کو آیت الکرسی کہا جاتا ہے وہ تمام آیات کی سردار ہے۔

روایت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس گھر میں سورۃ البقرۃ پڑھی جائے وہاں

شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔ اگر اِس کی پہلی چار آیات آیت الکرسی اور آخری تین آیات رات کو کوئی پڑھ کر سو جائے تو وہاں شیطان تین دن تک داخل نہیں ہوسکتا۔

روایت:

حضرت ب اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں سورہ البقرہ کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرے نزدیک میرا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اُس نے بدکنا شروع کر دیا۔ جب میں خاموش ہوگیا تو وہ بھی آرام سے کھڑا ہوگیا۔ حتیٰ کہ تین دفعہ ایسے ہی ہوا۔ جب میں سورہ البقرہ کی تلاوت کرتا تو وہ بدکنا شروع کر دیتا اور جب میں خاموش ہو جاتا تو وہ بھی سکون سے کھڑا ہو جاتا میرا چھوٹا بیٹا پاس ہی لیٹا ہوا تھا۔ آخر حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے تلاوت بند کر دی، اور بچہ کو گود میں اُٹھا لیا کہ کہیں گھوڑے کے بدکنے سے بچہ کو نقصان نہ ہو۔ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے سورہ البقرۃ پڑھنے سے فرشتے بہت نزدیک آگئے تھے۔ گھوڑا اُن کو دیکھ کر بدک رہا تھا۔

میدانِ حشر:

میدانِ حشر میں جب کوئی سایہ نہ ہوگا تو جو شخص بھی سورۃ البقرہ اور سورہ آل عمران سے پیار کرے گا یعنی تلاوت کرے گا تو یہ دونوں سورتیں بادل بن کر اُس پر سایہ کریں گی۔

آخری دو آیات:

سورۃ البقرۃ کی آخری دو (۲) آیات اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے وقت اپنے عرش کے نیچے خاص خزانہ سے عنایت کی تھیں۔ معراج کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تحفہ پانچ نمازوں کا دیا تھا۔ اور دوسرا تحفہ سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کا دیا تھا۔

اِسی لیے اِس سورت کو قرآن کی چوٹی بھی کہا جاتا ہے قرآن کی یہ سب سے لمبی سورت ہے جس میں چالیس رکوع اور ۲۸۶ دوسو چھیاسی آیات ہیں۔

غیب پر ایمان

صاحب تقویٰ لوگوں کی صفت:

﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

يُنْفِقُوْنَ﴾(البقرۃ:03)

"جو غیب پر ایمان لاتے اور آداب کے ساتھ نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

حدیث:

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: صحابہ رضی اللہ عنہم میری زندگی میں میرے ساتھی ہیں۔ اُن کا مقام بہت بلند ہے مگر جو مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائے اُن لوگوں کا بھی مقام بہت بلند ہے۔

حضور ﷺ نے ایک دفعہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ ایمان لانے میں کون افضل ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ فرشتے۔ اِس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیوں نہ ایمان لائیں جبکہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے پابند ہیں۔

اِس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: انبیاء کرام علیہم السلام افضل ہوں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیوں نہ ایمان لائیں جبکہ اُن پر ہر وقت وحی نازل ہوتی ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام نے وحی پر ہر حال میں عمل کرنا ہوتا ہے۔ اِس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ پھر اِس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں گے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور ہر وقت وحی کے متعلق مطلع کرتا رہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے اِس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غور سے سنو سب سے افضل وہ لوگ ہیں: جو تمہارے بعد آئیں گے اور بغیر دیکھے ایمان لائیں گے۔

منافقین مدینہ

منافقین مدینہ کے کچھ اوصاف بد:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾(البقرۃ:13)

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں بھلا جس طرح بیوقوف ایمان لے آئے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟ سن لو کہ یہی بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔"

واقعہ:

رسول اللہ ﷺ جب تک مکہ میں تھے تو وہاں صرف دو (۲) ہی فریق تھے ایک فریق آپ کی جان کا دشمن تھا اور دوسرا فریق آپ ﷺ پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار تھا۔ مگر جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پاک تشریف لے گئے تو وہاں دو (۲) قبیلوں اوس اور خزرج کی اکثریت نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور کچھ لوگوں نے جب دیکھا کہ اکثریت نے اسلام قبول کر لیا ہے تو انہوں نے مجبوری کے تحت کلمہ پڑھ لیا مگر دل سے وہ اسلام نہ لائے اور ہر کام میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے۔ اُن کے یہودیوں اور کافروں سے بدستور تعلقات تھے۔ قرآن حکیم میں اِن لوگوں کو منافق کہا گیا ہے۔ اِن کا سربراہ عبداللہ بن اُبی تھا۔ جس کو منافق اعظم کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اِس کے متعلق بے شمار آیات نازل ہوئی ہیں۔

منافقت کی وجہ:

ہجرت سے قبل مدینہ کا نام یثرب تھا وہاں دو قبیلے اوس اور خزرج تھے جو اپنے آپ کو کہتے تھے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں۔ مگر یہ دونوں قبیلے آپس میں ہر وقت جنگیں کرتے رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے کچھ عرصہ قبل اِن دونوں قبیلوں کی زبردست جنگ ہوئی جس میں بے شمار افراد قتل ہو گئے تو انہوں نے آپس میں صلح کر لی اور ایک مشترکہ بادشاہ بھی چن لیا جس کا نام عبداللہ بن اُبی تھا۔ ابھی اُس کی تاج پوشی ہونی تھی سونے کا تاج سنار کے پاس بننے کے لیے دیا ہوا تھا۔ کہ اِسی دوران رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لے گئے اور جب دونوں قبیلوں کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنا رہبر و رہنماء تسلیم کر لیا تو اِس کی تاج پوشی کا پروگرام نہ ہو سکا۔ عبداللہ بن اُبی اور اِس کے ساتھیوں کو اِس بات کا دکھ تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ آپ حضور ﷺ کی وجہ سے میں بادشاہ نہ بن سکا۔ لہٰذا وہ اپنے قبیلے کی اکثریت کو دیکھ کر مسلمان تو ہو گیا مگر دل میں کفر رہا اور اِس کو جب بھی موقع ملتا حضور ﷺ کی مخالفت کرتا۔ یہودیوں اور کافروں سے مل کر حضور ﷺ کے خلاف باتیں کرتا رہتا مگر رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر ان باتوں کا انکار

کر دیتا۔ اِس طرح جب تک آپ حضور ﷺ مکہ میں رہے صرف دو (۲) گروہ تھے ایک گروہ آپ کا حامی اور دوسرا گروہ آپ کا سخت مخالف۔ مگر جب مدینہ پاک میں آئے تو تین گروہوں سے واسطہ پڑا۔ ایک گروہ آپ کا حامی، دوسرا گروہ آپ کا مخالف اور تیسرا گروہ منافقین کا جو آپ کے پاس آتا تو آپ کا حامی بن جاتا اور کافروں کے پاس جاتا تو مسلمانوں کی مخالفت کرتا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش

جناب آدم علیہ السلام کی تخلیق اور فرشتوں سے مکالمہ:

﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(البقرۃ:20)

''اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں انہوں نے کہا کیا تو ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت وخون کرتا پھرے اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابھی انسان کو نہیں بنایا تھا۔تو اس کے بنانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کی تمام بنیادی ضروریات جو اُس کو قیامت تک درکار ہونی تھیں دنیا میں زمین کے اندر رکھ دیں۔اور نام بتانے کا مقصد یہ تھا کہ قیامت تک انسان نے جو بھی ایجادات کرنی ہیں۔وہ بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کے دماغ میں محفوظ کر دیا اب اُسی دماغ کو لے کر نئی ایجادات کر رہا ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی ہدایات اور نبی بھی بھیج رہا ہے کہ اے اولاد آدم! اگر تم میری ہدایات پر عمل کرو گے اور انہی ہدایات کے تابع رہ کر زندگی بسر کرو گے تو میں تمہیں اِسی جنت میں لے آؤں گا لیکن اگر تم نے اپنے ازلی دشمن شیطان کی پیروی کی اور شیطان کے حکم کے تابع زندگی گزار دی تو پھر جہنم بھی تیار ہے،جس میں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے شیطان کے کہنے پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہوگئی مگر اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے توبہ کے الفاظ دہرائے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی توبہ کو قبول کرلیا۔مگر شیطان نے اُلٹا مطالبہ کر دیا کہ تو مجھے قیامت تک مہلت دے تاکہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں۔میں تیرے بندوں پر دائیں سے بائیں سے آگے سے اور پیچھے سے حملہ کرتا رہوں گا۔

سورہ اعراف، آیت:۱۷۔

حدیث قدسی:

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم شیطان سے کیسے بچ پائیں گے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی آئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان نے چاروں طرف کا نام لیا ہے دائیں بائیں آگے اور پیچھے لیکن اوپر اور نیچے کا نام نہیں لیا۔ جب انسان سے غلطی ہو جائے تو وہ جب بھی اوپر کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے گا توبہ کرے گا تو میں اُس کے ہاتھ نیچے آنے سے پہلے ہی توبہ قبول کرلوں گا، اِسی طرح جب میرا بندہ سجدہ میں جا کر مجھ سے جو دعا کرے گا میں اُس کے سر اُٹھانے سے قبل ہی اُس کی دعا اور توبہ قبول کرلوں گا۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

سورہ البقرہ آیت: ۴۷ تا ۶۰ کا مفہوم:

بنی اسرائیل کون تھے؟ بنی اسرائیل کے معنی ہیں: اسرائیل کی اولاد۔ اسرائیل کے معنی ہیں: عبداللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام۔ آسمانوں پر آپ کا نام اسرائیل تھا اور زمین پر آپ کا نام یعقوب تھا۔ یہ لقب اللہ تعالیٰ نے خود عطا کیا تھا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آسمانوں پر احمد ہے اور زمین پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ جس کی بشارت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی تھی کہ تمہارے ہاں ایک بیٹا ہوگا جس کا نام اسحاق ہوگا اور وہ نبی ہوگا اور ایک پوتا ہوگا جو حضرت اسحاق علیہ السلام کا بیٹا ہوگا اور اُس کا نام یعقوب ہوگا۔۔ وہ بھی نبی ہوگا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جس میں ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے وہ بھی نبی تھے۔ اِس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یہودا تھا۔ اور اِسی نام کی وجہ سے یہ قوم اپنے آپ کو یہودی کہلواتے ہیں۔ اور یہودیوں کے ملک کا نام اسرائیل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

ایک روایت کے مطابق بنی اسرائیل میں ستر (70) ہزار نبی ہوئے اور آخری نبی حضرت عیسیٰ u تھے۔ بنی اسرائیل نے اکثر نبیوں کی مخالفت کی اور کئی انبیاء علیہم السلام کو قتل بھی کیا۔

بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ کے طور پر بغیر باپ کے پیدا کیا تھا۔ آپ علیہ السلام کی والدہ کا نام حضرت مریم علیہا السلام تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے پر بنی اسرائیل نے حضرت مریم علیہا السلام سے پوچھا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا جو ابھی بمشکل دو دن کے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوت گویائی عطاء فرمائی آپ نے فرمایا: میں بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت دی۔ حکمت دی اور بے شمار معجزات عطا کیے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ باتیں سن کر بنی اسرائیل نے آپ پر اور حضرت مریم پر کوئی الزام یا تہمت نہیں لگائی بلکہ آپ کا احترام اور عزت کی مگر یونہی آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبوت کے فرائض

ادا کرنے شروع کیے اور لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا جانے لگا۔ تو بنی اسرائیل نے آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ پھر نہ صرف آپ پر بلکہ آپ کی والدہ پر بھی ناجائز اولاد ہونے کا الزام عائد کرنے لگے۔

دو (۲) گروہ:

اِس طرح بنی اسرائیل کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حامی جو نصاریٰ کہلانے لگا۔ بعد میں وہ اپنے آپ کو عیسائی کہلوانے لگا۔ دوسرا گروہ آپ کا سخت مخالف جو آپ پر الزامات لگانے لگا اور روم کے بادشاہ سے آپ کے لیے پھانسی کا حکم لے آئے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیا۔ اور یہی گروہ بعد میں اپنے آپ کو یہودی کہلوانے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کی سب سے زیادہ مخالف یہودیوں نے کی اور اِن کی نسبت عیسائیوں نے کم کی۔

نعمتیں:

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تمام قوموں پر فضیلت عطا کی۔

① فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلم کی انتہا کر دی وہ اِن کے لڑکوں کو قتل کر دیتا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلائی۔

② حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں جب بنی اسرائیل روانہ ہوئے تو راستہ میں سمندر تھا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو راستہ دے دیا اور فرعون اور اِس کی فوج کو غرق کر دیا۔

③ بنی اسرائیل نے جب سمندر پار کر لیا اور فرعون سے نجات حاصل کر لی تو کوہ طور کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس روز کے لیے اپنے پاس بلالیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپس آ کر ملامت کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کو قتل کر دیا گیا اور باقی لوگوں نے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کر لی اور بنی اسرائیل کو معاف کر دیا۔

④ بنی اسرائیل کے سرداروں نے جن کی تعداد ستر (۷۰) کے قریب تھی موسیٰ

علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ جب تک ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کروایا جاتا ہمیں آپ کی بات کا یقین نہیں ہے۔ جب یہ سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ کوہ طور پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اِن کو موت دے دی۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو زندہ کر دیا۔ اور معاف کر دیا۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کیا۔ ابن کثیر میں ہے کہ یہ ایک سفید رنگ کا بادل تھا۔ جو وادی تیہہ میں ان کے سروں کے اوپر سایہ کیے رہتا تھا۔ یہ عام بادلوں سے زیادہ سایہ دیتا۔ قیامت کے دن بھی وہی بادل سایہ کرے گا۔ غزدہ بدر کے دن بھی اِسی بادل سے فرشتے نازل ہوئے تھے۔ قیامت کے روز بھی اِسی بادل سے فرشتے آئیں گے۔

⑥ بنی اسرائیل جب سمندر عبور کر کے صحراء میں آئے تو وہاں کچھ نہ تھا۔ اِن کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ سایہ تو اللہ تعالیٰ نے بادلوں کا کر دیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانے کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اِن کے لیے آسمان سے من وسلویٰ کا انتظام کر دیا۔

من:

یہ ایک گوند کی قسم کا تھا جو اِن کے گھروں کی چھتوں پر اوس کی طرح گرتا یہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوتا۔ لوگ اِس کو اکٹھا کر کے کھاتے تھے۔ یہ مکمل خوراک کا کام کرتا تھا اس سے پیاس بھی بجھ جاتی۔

سلویٰ:

یہ ایک قسم کا پرندہ تھا۔ جو چڑیا سے زیادہ بڑا تھا۔ سرخی مائل ایک ہوا چلتی۔ ہوا چلنے سے تمام پرندے جمع ہو کر اِن کے گھروں کے نزدیک اکٹھے ہو جاتے۔ بنی اسرائیل اِس کو پکڑ لیتے اور بھون کر کھا لیتے۔

چشمے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کے لیے پانی کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِس پتھر پر اپنا عصا مار تو اِس پتھر سے پانی کے بارہ (۱۲) چشمے نکلے۔ بنی اسرائیل کے بارہ (۱۲) قبیلے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے چشمے سے پانی پینے لگ گیا۔ یہ ایک چوکور پتھر

تھا جو ہر وقت اِن کے ساتھ رہتا جب قافلہ روانہ ہوتا تو اِس پتھر کو ایک بیل پر لاد کر لے جاتے اور جہاں قافلہ کا پڑاؤ ہوتا تو اِس پتھر کو وہیں رکھ دیتے۔موسیٰ علیہ السلام اِس پر اپنا عصا مارتے تو اِس سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلتے۔

ابن کثیر کے مطابق یہ پتھر طور کے پہاڑ کا تھا جو ایک ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ چوڑا تھا۔

نافرمانیاں:

جب بنی اسرائیل من وسلویٰ سے تنگ آ گئے تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گیہوں، ساگ، ،دال ،کھیرا،لہسن اور پیاز کا مطالبہ کر دیا۔

بنی اسرائیل کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کا قتل

بنی اسرائیلیوں کی خودسری:

﴿وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآىِٕهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ﴾(البقرۃ:61)

’’اور جب تم نے کہا:اے موسیٰ!ہم سے ایک ہی کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا تو اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز وغیرہ جو نباتات زمین سے اگتی ہیں ہمارے لئے پیدا کر دے۔انہوں نے کہا کہ عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو اگر یہی چیزیں مطلوب ہیں تو کسی شہر میں جا اترو وہاں جو مانگتے ہو مل جائے گا اور آخر کار ذلت و رسوائی اور محتاجی و بے نوائی ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور اس کے نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے یعنی اس لئے کہ نافرمانی کئے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اِس قوم کی طرف جتنے بھی نبی بھیجے تو اِس قوم نے اکثریت کی نافرمانی اور بعض کو قتل بھی کر دیا۔قرآن مجید میں اِن انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ نہیں ملتا جن کو قتل کیا گیا البتہ انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں اِن کی قدرے تفصیل موجود ہے۔

(۱) حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک کا نام یہودا اور دوسرے کا نام سامریہ رکھ لیا اور انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف جنگیں کرنی شروع کر دیں۔

اللہ کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام:

بنی اسرائیل نے ایک بت جس کا نام اِس قوم نے بعل رکھ لیا اور اِس بت کی عبادت شروع کر دی تو اللہ کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام نے مخالفت کی اور قوم کو سمجھاتے رہے کہ اللہ

تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ جس پر اسرائیل کے بادشاہ نے اپنی مشرک بیوی کی فرمائش پر اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام کو ملک سے باہر نکال دیا اور آپ کو پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی جب یہ بادشاہ فوت ہوا تو حضرت الیاس علیہ السلام نے واپس آکر دوبارہ تبلیغ کا کام شروع کیا۔

نبی میکاہ:

اللہ تعالیٰ کے ایک اور نبی حضرت میکاہ نے اپنی قوم کو بت پرستی سے منع کیا تو قوم نے اس نبی کو بھی جیل میں نظر بند کر دیا۔

اللہ کے نبی زکریا علیہ السلام:

جب یہودی ریاست یہودا میں بدکاری اور بت پرستی عام شروع ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اِن کی طرف حضرت زکریا علیہ السلام کو بھیجا مگر قوم نے ہیکل سلیمانی کے سامنے اِس اللہ تعالیٰ کے نبی کو سنگسار کر دیا۔

نبی یرمیاہ:

بنی اسرائیل کی ایک ریاست سامریہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے تباہ ہو گئی تو بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت یرمیاہ نے یہودا ریاست میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کہ بت پرستی اور بداعمالیوں سے باز آجاؤ ورنہ تمہارا حشر بھی سامریہ ریاست جیسا ہوگا جس پر یہودا ریاست کے بادشاہ نے اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یرمیاہ کو گندھے کنویں کے اندر اُلٹا لٹکا دیا۔ وہیں پر آپ کی شہادت ہوئی۔

نبی عاموس:

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی حضرت عاموس علیہ السلام کو اِس قوم کی طرف مبعوث فرمایا جس نے آکر بنی اسرائیل کی اصلاح کرنے کی کوشش کی اور جب نبی نے اِس قوم کو بت پرستی سے روکا تو قوم نے ملک سے نکال دیا۔

اللہ کے نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام:

حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ انھوں نے جب قوم کو اِن کی بداخلاق حرکتوں، بداعمالیوں اور بت پرستی سے روکا جس پر بادشاہ نے

اپنی کافر معشوقہ کے کہنے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا اور اِن کا سر مبارک ایک تھال میں رکھ کر اپنی کافر معشوقہ کے سامنے پیش کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ کے تحت بغیر باپ کے پیدا کیا تھا۔ آپ نے بھی اِس قوم کو اِن کی بداعمالیوں سے منع کیا تو لوگ روم کے بادشاہ سے پھانسی کا حکم لے آئے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول کرتے ہوئے زندہ آسمان پر اُٹھالیا۔

بنی اسرائیل کے لیے یوم سبت کا قانون

بنی اسرائیلیوں کا ہفتہ کے دن اللہ کی نافرمانی:

﴿وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ﴾ (البقرۃ:65)

”اور تم ان لوگوں کو خوب جانتے ہو جو تم میں سے ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے میں حد سے تجاوز کر گئے تھے تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل وخوار بندر ہو جاؤ۔“

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے جمعہ کا دن مقرر کیا تھا۔ مگر بنی اسرائیل نے خود اپنے لیے ہفتہ کا دن چن لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے طور پر بنی اسرائیل پر یہ پابندی لگا دی کہ ہفتہ کے دن وہ کوئی دنیا کا کام نہیں کریں گے۔ حتی کہ کھانا پکانا، شکار کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور یہ پابندی اِس حد تک تھی کہ نہ خود کام کریں اور نہ ہی ملازموں سے کرواسکتے ہیں۔ اور جو کوئی یہ کام کرے گا تو وہ واجب القتل ہے۔

بنی اسرائیل کی رہائش سمندر کے کنارے پر تھی۔ لہٰذا اُن کا خوراک کا دارومدار شکار پر تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اِن کی آزمائش کی کہ ہفتہ کو سمندر میں سب سے زیادہ مچھلیاں آتیں جبکہ چھ دن بہت کم آتیں۔ ہفتہ کو پابندی تھی وہ پکڑ نہیں سکتے تھے۔ اور باقی چھ دن اِن کے ہاتھوں میں شکار بہت کم آتا۔ لہٰذا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کے لیے یہ طریقہ نکالا کہ وہ ہفتہ کو کنڈی لگا دیتے۔ جس میں مچھلی پھنس جاتی اور اتوار کو وہ باہر نکال لیتے۔ اِس کے بعد انہوں نے اور طریقہ نکالا کہ سمندر سے چھوٹی چھوٹی نالیاں بنا کر باہر آ کر

بڑے بڑے تالاب بنالیے۔ بنی اسرائیل ہفتہ کے دن مچھلیاں تو نہ پکڑتے مگر جالیاں لگا کر مچھلیوں کو نالیوں کے ذریعہ اپنے حوضوں میں جمع کر لیتے اور نالیوں کو بند کر دیتے تا کہ مچھلیاں واپس سمندر میں نہ جا سکیں اور اتوار کو اُن تمام مچھلیوں کو نکال لیتے۔

اِس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرنے لگے۔

تین گروہ:

اس فعل پر اسرائیل کے تین گروہ بن گئے۔

ایک گروہ وہ تھا: جو کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کر رہا تھا، ان کی جرأت اس قدر بڑھی کہ اب وہ ہفتہ کے روز بھی مچھلیاں پکڑنے لگا۔

دوسرا گروہ وہ تھا: جو اِن نافرمانوں کو منع کر رہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔ ورنہ قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔

تیسرا گروہ وہ تھا: جو دوسرے گروہ کو کو کہتا تھا کہ اِن نافرمانوں کو مت سمجھاؤ کیونکہ یہ تمہاری بات نہیں مانیں گے اور اللہ تعالیٰ اِن کو عذاب دے گا۔ مگر دوسرا گروہ جواب دیتا کہ ہم تو اِن کو اللہ تعالیٰ کا حکم یاد کروا رہے ہیں کہ ہفتہ کو شکار سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہوا ہے اور یہ تبلیغ کا کام ہم کرتے رہیں گے۔ یہ تبلیغ کا کام کر کے ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ایک گروہ کے سوا نافرمانی کرنے والوں کی شکلیں سور اور بندروں کی بنا دیں۔

اِس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک گروہ جو تبلیغ کر رہا تھا واضح طور پر بَری کر دیا۔ جو گروہ نافرمانی کر رہا تھا۔ اُن کی شکلیں بندروں اور سور کی بنا دیں اور تیسرا گروہ جو نافرمانی نہیں کرتا تھا اور نہ ہی تبلیغ کا کام کرتا تھا، بلکہ تبلیغ کا کام کرنے والوں کو بھی روکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سکونت اختیار کی۔

قاتل کی تلاش۔۔؟

بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم:

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ﴾﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ﴾﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ﴾﴿قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾﴿وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾(البقرۃ:67تا73)

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔ وہ بولے کیا تم ہم سے ہنسی کرتے ہو؟ موسیٰ نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ نادان بنوں۔''انہوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے التجا کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ وہ گائے کس طرح کی ہو۔ موسیٰ نے کہا پروردگار فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچھڑی بلکہ انکے درمیان یعنی جوان ہو سو جیسا تم کو حکم دیا گیا ہے ویسا کرو۔'' ''انہوں نے کہا اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ ہم کو یہ بھی بتا دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰ نے کہا پروردگار فرماتا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہو کہ دیکھنے والوں کے دل کو خوش کرنے والی ہو۔'' ''انہوں نے کہا: آپ پروردگار سے پھر درخواست کیجئے: ہمیں بتا دے کہ وہ کس طرح کی ہو کیونکہ بہت سی گائے ہمیں ایک دوسرے کے مشابہ معلوم ہوتی ہیں اور اللہ نے چاہا تو ہمیں ٹھیک بات معلوم ہو جائے گی۔'' ''موسیٰ نے کہا کہ اللہ فرماتا ہے کہ وہ گائے کام میں لگی ہوئی نہ ہو۔ نہ تو زمین

جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو، بے عیب ہو اس میں کسی طرح کا داغ نہ ہو۔ کہنے لگے اب تم نے سب باتیں درست بتا دیں غرض بڑی مشکل سے انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا جبکہ وہ ایسا کرنے والے لگتے نہ تھے۔''''اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تو اس میں باہم جھگڑنے لگے۔ حالانکہ جو بات تم چھپا رہے تھے اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔''''چنانچہ ہم نے کہا کہ اس گائے کا کوئی سا ٹکڑا مقتول کو مارو۔ اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔''

امیر آدمی کے قتل کا واقعہ:

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ایک شخص نہایت امیر تھا۔ اُس کے پاس بے شمار دولت تھی اور اُس کی صرف ایک ہی لڑکی تھی۔ اُس امیر آدمی کا ایک ہی بھتیجا تھا جو اُس امیر آدمی کی دولت کو چھیننا چاہتا تھا۔ جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو اُس نے اپنے چچا کو قتل کر دیا۔ اور قتل کا الزام دوسرے لوگوں پر لگا دیا تاکہ وہ چچا کی لڑکی سے شادی کر کے چچا کی تمام دولت کا مالک بن جائے۔ رواج کے مطابق اُس وقت قوم بند قلعہ میں رہتی تھی اِس لڑکے نے اپنے چچا کی لاش کو قلعہ کے مین دروازہ کے باہر پھینک دیا اور الزام قلعہ والوں پر لگا دیا۔ قلعہ والوں نے اِس قتل سے لاتعلقی ظاہر کی اور تاوان دینے سے انکار کر دیا۔ اُس وقت اہلِ قلعہ اور لڑکے کے خاندان میں جنگ تک نوبت پہنچ گئی تو معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک گائے کو ذبح کرو اور اُس کے گوشت کے ایک ٹکڑے سے لاش کو ضرب لگاؤ۔ وہ قتل ہونے والا شخص زندہ ہو جائے گا اور تمہیں بتا دے گا کہ اُس کو کس نے قتل کیا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گائے کو ذبح کر کے اُس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لاش کے ساتھ لگاؤ تو قوم نے کہا: اے موسیٰ! آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں۔ اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: احکامِ الٰہی میں مذاق کرنا جاہلانہ عمل ہے اور میں ایسے اعمال سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ یہ سن کر قوم نے مطالبہ کر دیا کہ ہمیں بتایا جائے کہ وہ گائے کس قسم کی ہونی چاہیے۔

جوں جوں قوم گائے کے متعلق مزید نشانیاں پوچھتی رہی۔ اللہ تعالیٰ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اُن کو وہ نشانیاں بتاتے رہے۔ یہ تمام نشانیاں ایک ایسی گائے میں پائی جاتی تھیں جو گائے ایک غریب اور یتیم بچے کی ملکیت تھی۔

گائے کے مالک یتیم بچہ کا واقعہ:

گائے کا مالک ایک یتیم بچہ تھا۔ اُس کا والد فوت ہو چکا تھا۔ وہ شخص نہایت نیک اور توحید کا قائل تھا۔ اُس بزرگ ہستی کی صرف ایک گائے ہی تھی جو اُس کی ملکیت میں تھی۔ جب یہ شخص فوت ہونے لگا تو اِس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ میری صرف یہ ایک ہی گائے ہے۔ میرا بچہ ابھی نابالغ ہے جب یہ بچہ بالغ ہو جائے تو اِس کے سپرد کر دینا۔ اور گائے کو جنگل میں چھوڑ دیا۔ جب کوئی غیر آدمی اِس کی طرف جاتا تو بھاگ جاتی اور جب یہ بچہ جاتا تو گائے خود بخود اِس کے پاس آجاتی۔ یہ گائے انتہائی خوبصورت تھی کہ بنی اسرائیل کے لوگ اِس کی عبادت کرنے کی طرف مائل تھے۔

والد کی وصیت:

اِس بچے کے والد نے فوت ہوتے وقت وصیت کی: اے میرے بچے! ہر کام میں اپنی ماں کی خدمت کرنا اور کسی بھی کام کے کرنے سے پہلے اپنی ماں سے مشورہ ضرور کرنا بالخصوص گائے کو اپنی ماں کے مشورہ یا اجازت کے بغیر فروخت نہ کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکم:

تمام نشانیاں دیکھ کر قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ نے جو نشانیاں بتلائی ہیں۔ یہ گائے ہم نے تلاش کر لی ہے اور وہ گائے ایک یتیم بچے کی ملکیت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ گائے خرید کر اِس گائے کو ذبح کرو اور اِس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر لاش پر ضرب لگاؤ۔ وہ بتا دے گا کہ میرا قاتل کون ہے۔ بنی اسرائیل والے اپنے دل میں اِس گائے کی عبادت کرنے کے لیے تیار تھے، اور وہ پہلے گائے کو ذبح کرنے پر تیار نہ تھے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی کیا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے انکار نہ کر سکے اور بچے کے پاس خریدنے کے لیے چلے گئے۔

بچہ کی آزمائش:

گائے کو فروخت کرنے کے حوالے سے اس بچے کے والد کی چونکہ وصیت تھی اس لیے گائے کی خریداری کے لیے بنی اسرائیل کے لوگوں کے آنے سے پہلے ہی ایک فرشتہ انسانی شکل میں اِس لڑکے کے پاس آیا اور کہا: یہ گائے مجھے فروخت کر دو میں تمہیں بہت بڑی رقم دینے کے لیے تیار ہوں اس پر لڑکے نے کہا: میں اپنی والدہ سے مشورہ کیے بغیر فروخت نہیں کروں گا۔ فرشتے نے اِس گائے کی رقم اصل قیمت سے دوگنا کر کے بتائی لیکن لڑکے کے انکار کرنے پر بھی وہ فرشتہ رقم اور زیادہ کرتا رہا مگر لڑکا اِس بات پر بضد رہا کہ میں اپنی والدہ سے مشورہ کے بغیر فروخت نہیں کروں گا۔ آخر فرشتے نے لڑکے کو دعائیں دیں اور چلا گیا۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ کا اِس لڑکے سے امتحان لینا مقصود تھا جس میں وہ کامیاب رہا۔

گائے فروخت کر دی:

بنی اسرائیل گائے میں خاص دلچسپی رکھتے تھے اور ذبح کرنے پر رضا مند نہ تھے۔ مگر جب واضح نشانیاں آ گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم سنا دیا تو قوم کے لیے خریدنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہا تو وہ لڑکے کے پاس گئے لڑکے نے اپنی والدہ سے مشورہ کیا، اپنی والدہ کے مشورہ کے مطابق لڑکے نے گائے کے وزن کے برابر سونا طلب کیا۔ جو بنی اسرائیل نے اِس لڑکے کو دے کر گائے خرید لی اور اِس گائے کو ذبح کر کے اِس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لاش پر مارا تو وہ زندہ ہو گیا اور بتایا کہ میرا قاتل میرا بھتیجا ہے۔ جو مجھے قتل کرنے کے بعد میری بیٹی سے شادی کر کے میری تمام دولت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ یہ سن کر قوم نے اِس قتل کے بدلہ میں قاتل کو بھی قتل کر دیا۔

قصہ کا نتیجہ:

① گائے چونکہ اللہ تعالیٰ کی سپردگی میں تھی اور بچہ بھی یتیم تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سپرد ہونے کی وجہ سے اِس یتیم کو زیادہ سے زیادہ قیمت مل گئی۔

② بنی اسرائیل اِس گائے سے خاص عقیدت رکھتے تھے اور خوف زدہ تھے کہ اگر گائے ذبح کر دی تو کوئی آفت آ جائے گی۔ جب گائے کو ذبح کرنے سے کچھ نہ ہوا تو اُن کی عقیدت بھی ختم ہو گئی۔

③ لوگوں کا عقیدہ پختہ ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے مردہ کو زندہ کر سکتا ہے۔ اور اِسی طرح قیامت کے روز بھی مردوں کوزندہ کرے گا۔

④ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بنادیا کہ قاتل کسی بھی اپنے مقتول کی جائیداد کا وارث نہیں ہوسکتا۔

⑤ قاتل کا پتہ چل گیا ورنہ خون خرابہ کا خطرہ تھا۔

یہودیوں کی مقدس کتاب میں نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ

آخر الزماں پیغمبر ﷺ کی آمد سے قبل یہودیوں کی مقدس کتاب میں یہ بات موجود تھی کہ آخری نبی دنیا میں آنے والا ہے۔ یہودیوں کی کتاب مقدس میں رسول اللہ ﷺ کا نام اور آپ ﷺ کی نشانیوں کا تذکرہ بھی درج تھا۔ اِسی وجہ سے جب بھی یہودیوں کی غیر یہودی یعنی اوس اور خزرج قبیلوں (جو اپنے آپ کو دین ابراہیمی پر) سے جنگ ہوتی تو یہودی کہتے کہ ہمارے ایک آخری نبی آنے والے ہیں۔ ہم اُن کی قیادت میں تمہارے خلاف جنگ کریں گے اور تمہیں شکست دے کر پورا بدلہ لیں گے۔

چنانچہ یہ دونوں قبیلے خوف زدہ بھی تھے۔ مگر جب اِن قبیلہ کے لوگوں نے سنا کہ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا اعلان کیا ہے تو انہوں نے یہودیوں سے حضور ﷺ کی تمام نشانیوں کے متعلق بھی سنا ہوا تھا تو وہ یہودیوں کے ایمان لانے سے پہلے ہی حضور ﷺ پر ایمان لے آئے۔

قرآن مجید کی گواہی:

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ:89)

''اور جب اللہ کی طرف سے ان کے پاس کتاب آ گئی جو ان کے پاس موجود آسمانی کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اور وہ اس سے پہلے ہمیشہ کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے۔ پھر جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب ان کے پاس آ پہنچی تو اس سے منکر ہو گئے پس کافروں پر اللہ کی لعنت۔''

﴿بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ

مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ وَ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾ (البقرة:90)

"جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا وہ بہت بری ہے یعنی اس جلن سے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی مہربانی سے نازل فرماتا ہے اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب سے کفر کرنے لگے تو وہ اس کے غضب بالائے غضب میں مبتلا ہو گئے اور کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔"

یہودیوں کو یقین تھا کہ آخری نبی کا تعلق بھی حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کے خاندان سے ہوگا اور وہ بھی اسرائیلی نبی ہوں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے قبل جتنے بھی نبی آئے جن کی تعداد تقریباً ستر ہزار کے قریب تھی۔ وہ سب بنی اسرائیلی تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔

یہودیوں نے جب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (آخری نبی) کا تعلق بنی اسرائیل سے نہیں ہے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت شروع کردی۔ حالانکہ انہوں نے حضور ﷺ میں وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تھیں جو اُن کی کتاب میں موجود تھیں۔

اوس اور خزرج کے لوگ جو حضور ﷺ پر ایمان لانے سے قبل اپنے آپ کو دین ابراہیمی پر کہتے تھے۔ اِن یہودیوں سے کہتے ہم تو ایمان لے آئے ہیں۔ تم ایمان کیوں نہیں لائے تو یہودی اِن کو کہتے کہ ہمیں کچھ شک ہے حالانکہ اُن کو پورا یقین تھا کہ آپ نبی ہیں۔ اِسی وجہ سے یہ نہ کہتے کہ آپ نبی نہیں ہیں، پھر کہتے: کچھ شک ہے۔ اس طرح یہودی اہل مدینہ کے مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے اور یہ بھی کہتے کہ اگر ہمیں یقین ہوتا تو ہم پہلے ہی ایمان لے آتے۔

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی گواہی:

حضرت صفیہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا ایک مشہور یہودی عالم کی بیٹی تھی، انہوں نے اسلام قبول کیا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کرلیا۔ اُن کا فرمان ہے کہ ابھی میں مسلمان نہ ہوئی تھی

کہ میرے والد اور چچا (وہ بھی یہودی عالم تھے) کے درمیان گفتگو ہوئی میں نے خود سنی وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے والد رسول اللہ ﷺ کو ملنے گئے اور رسول اللہ ﷺ سے کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ وہاں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں۔ جب وہ گھر واپس آئے تو میرے چچا بھی آگئے اور اِن کے درمیان مندرجہ گفتگو ہوئی:

چچا:...... بھائی جان آپ رسول اللہ ﷺ سے مل کر آئے ہیں کیا وہ واقعتاً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو ہماری کتابوں میں جو نشانیاں لکھی ہوئی ہیں وہ اُن میں موجود ہیں۔

والد:...... خدا کی قسم وہ واقعتاً اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں۔ تمام نشانیاں اُن میں موجود ہیں۔ میں نے خود دیکھی ہیں۔

چچا:...... بھائی جان آپ کو پورا یقین ہے کوئی شک شبہ تو نہیں؟

والد:...... ہاں مجھے پورا یقین ہے۔

چچا:...... بھائی جان آپ کا اسلام لانے کے متعلق کیا خیال ہے۔

والد:...... آپ کو پتہ ہے کہ اگر وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہوتے تو ہم فوری اسلام لے آتے۔ مگر آپ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ اِس لیے میں اُن پر کبھی ایمان نہ لاؤں گا کیونکہ اب نبوت بنی اسرائیل سے نکل کر بنی اسماعیل میں چلی گئی ہے، میں مرتے دم تک مخالفت کرتا رہوں گا اور اُن کی کوئی بات پوری نہ ہونے دوں گا۔

یہودیوں کی جبرائیل علیہ السلام سے دشمنی

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (البقرۃ:97)

''کہہ دو کہ جو شخص جبرائیل کا دشمن ہو (اس کو غصے میں مر جانا چاہیے) کیونکہ اس نے تو یہ کتاب اللہ کے حکم سے تمہارے دل پر نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔''

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ:98)

''جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے کافروں کا اللہ دشمن ہے۔''

واقعہ:

ایک دفعہ یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم عبداللہ بن صوریا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ سے مختلف سوال کرتا رہا، آپ ﷺ نے تمام سوالوں کے تسلی بخش جواب دیے۔ گو اُن کو پہلے بھی حضور ﷺ کی نبوت کا یقین تھا۔ مگر اب اُس کو اور بھی پختہ یقین ہو گیا۔ سوال و جواب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب تو تمہیں پورا یقین ہے۔ لہٰذا ایمان لے آؤ مگر وہ یہودی عالم صرف آپ کے بنی اسماعیل ہونے کی بنا پر ایمان لانے کو تیار نہ تھا تو اُس نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کر دیا کہ اب آپ بتائیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر وحی آتی ہے تو فرمائیں کہ کون سا فرشتہ آپ پر وحی لے کر آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جیسے باقی تمام پیغمبروں (علیہم السلام) پر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) وحی لے کر آتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی یہی فرشتہ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) وحی لے کر آتا رہا۔ اور حضرت جبرائیل (علیہ السلام) مجھ پر وحی لے کر آتے ہیں۔

اِس پر یہودی عالم نے کہا کہ یہ فرشتہ تو ہمارا پرانا دشمن ہے۔ یہ فرشتہ جب بھی وحی لے کر آتا ہے تو ہمارے لیے کوئی نہ کوئی عذاب ہی لے کر آتا ہے اب بھی اِس فرشتہ نے بنی

اسرائیل کی بجائے بنو اسماعیل کی طرف وحی لے کر یا۔ اگر آپ کی طرف کوئی اور فرشتہ وحی لے کر آتا تو ہم فوری ایمان لے آتے لہٰذا اِس فرشتہ کی موجودگی میں ہم ایمان نہیں لائیں گے۔

مقامِ ابراہیم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ مقام ابراہیم کو اپنا جائے نماز (مصلی) بنالو۔ مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہوکر بیت اللہ تعمیر کیا تھا، یہ پتھر بیت اللہ کے دروازے کے سامنے یعنی حجرِ اسود والے کونے پر بیت اللہ سے کچھ فاصلے پر نصب ہے۔

مقام ابراہیم کے سامنے نماز:

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرۃ:125)

''اور تم مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ۔ یعنی اس کے سامنے کھڑے ہوکر نماز ادا کرو۔''

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سواری پر بیٹھتے ہوئے اِسی پتھر پر آپ نے اپنا پاؤں رکھا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے آپ کے سر کا مسح کیا تھا۔ اِس پتھر پر آپ کے پاؤں کے نشان واضح ہیں۔ لیکن یہ روایت معتبر ہے کہ یہ دونوں پتھر ایک حجر اسود جو خانہ کعبہ کے کونے میں لگا ہوا ہے۔ اور دوسرا یہ پتھر ہے جس پر آپ کے پاؤں مبارک کے نشانات ہیں۔ دونوں جنت کے پتھر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

① فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف مکمل کرلیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پتھر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ کیا یہی وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہی وہ پتھر ہے اِس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر کیوں نہ ہم اِس کو جائے نماز بنالیں۔ اِس کے تھوڑی بعد یہ آیت نازل ہوئی، اس پتھر کو مقام ابراہیم کہا جاتا ہے، اس آیت کے نزول کے بعد یہ طریقہ جاری ہوگیا کہ جو شخص بھی بیت اللہ کا طواف کرتا ہے، سات چکر پورے کرنے کے بعد وہ مقامِ ابراہیم کے سامنے کھڑے ہوکر دو رکعت نماز ادا کرتا ہے تب ہی اس کا طواف مکمل شمار ہوتا ہے۔

② حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ کاش اللہ تعالیٰ آپ کو امہات المومنین کے بارے پردہ کا حکم فرمادیں۔ اِس پر پردہ کے بارے میں آیات نازل ہوئیں۔

③ جب رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں سے ناراض تھے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بھی ایک بیٹی رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں تھیں آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سے جا کر کہا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی رحمت کو ﷺ تمھاری نسبت بہتر بیویاں عطا کر دے۔ اِس پر بھی آیات نازل ہوئیں۔

④ بدر کے قیدیوں کے بارے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ جنگی قیدیوں سے فدیہ نہ لیا جائے بلکہ اِن کو قتل کر دیا جائے اور مہاجرین میں جس کا رشتہ دار قیدی بنا ہے وہی مہاجر اپنے رشتہ دار قیدی کو قتل کرے۔ تب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات کا نزول ہوا جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے عین مطابق تھیں۔

⑤ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک منافق اعظم عبداللہ بن اُبی کا جنازہ پڑھانے لگے ہیں تو آپ نے عرض کی کہ رسول اللہ ﷺ اِس منافق کا آپ ﷺ جنازہ نہ پڑھائیں، مگر رسول اللہ ﷺ نے جنازہ پڑھ دیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیات نازل کیں کہ آئندہ کسی منافق کا جنازہ نہ پڑھایا کریں۔

خانہ کعبہ کی تعمیر:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ۸۶ سال کے تھے تو آپ کے ہاں بی بی ہاجرہ سے ایک بچہ (جس کا نام حضرت اسماعیل علیہ السلام رکھا) پیدا ہوا، اس سے قبل آپ کی پہلی بیوی حضرت سارہ سے کوئی اولاد نہ تھی۔ بعد میں جب آپ کی عمر سو (۱۰۰) سال کی تھی تو حضرت سارہ سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے جس کی بشارت اور نام بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتوں نے دی جو اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط کو تباہ کرنے کے لیے بھیجے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بی بی ہاجرہ اور اپنے ننھے دودھ پیتے بیٹے جنابِ اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور عرب کی ایک بے آب و گیاہ وادی میں واپس چل دیے۔ (جہاں انہی کی وجہ سے مکہ شہر آباد ہوا) جب ابراہیم علیہ السلام انہیں وہاں چھوڑ کر واپس پلٹے تو سیدہ ہاجرہ نے پوچھا: آپ ہمیں یہاں کس کے سہارے پر چھوڑ کر جا رہے

ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا اور صرف اوپر کی طرف اشارہ کیا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کیا ہے) یہ سن کر بی بی ہاجرہ نے کہا: تب اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس جاتے ہوئے جب ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے انہیں بی بی ہاجرہ اور بچہ اُن کو نظر نہیں آرہے تھے، وہاں ٹھہرے اور کھڑے ہو کر یہ دعا کی:

دعا:

﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ﴾ (البقرة:)

"اے ہمارے رب! میں اپنی بیوی بچے کو ایک غیر آباد اور ویران جگہ اور تیرے برگزیدہ گھر کے پاس چھوڑ آیا ہوں تا کہ وہ نماز قائم کریں۔ لوگوں کے دلوں کو اِن کی طرف جھکا دے۔ اور اِن کو پھل کی روزی دے تا کہ یہ تیرا شکر ادا کر سکیں۔"

صفا مروہ کی سعی:

بی بی ہاجرہ کے پاس ایک مشکیزے میں تھوڑا سا پانی اور خوراک تھی کچھ عرصہ تو وہ استعمال کرتی رہیں۔ جب پانی بھی ختم ہو گیا تو بی بی ہاجرہ کو فکر لاحق ہوئی کہ بچہ پیاس سے رو رہا ہے اور خود بھی پیاسی تھیں۔ لہٰذا آپ نے قریبی پہاڑ پر چڑھ کر چاروں طرف دیکھا کہ شاید کوئی آبادی اور قافلہ نظر آجائے جس سے پانی اور خوراک حاصل کر لے۔ جب آپ کو کچھ نظر نہ آیا تو آپ جس پہاڑی پر موجود تھیں وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک اور پہاڑی تھی اُس کی طرف چل پڑیں کہ شاید دُوسری پہاڑی سے کوئی قافلہ نظر آجائے۔ آپ جب پہاڑ سے چلیں تو جب تک حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر آتے رہے آپ آہستہ چلتی رہیں اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر نہ آئے تو آپ بھاگ کر دوسری پہاڑی کی طرف لپکیں اور تھوڑے فاصلہ پر جا کر جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر آنے لگے تو پھر آہستہ چلنا شروع کر دیا۔ اِس طرح آپ نے سات چکر مکمل کر لیے تو انہوں نے دیکھا کہ اسماعیل علیہ السلام کے پاس پانی موجود ہے، خوشی کی حالت میں جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پہنچیں دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں کے نیچے سے پانی چشمے کی طرح نکل رہا ہے اور وہ پانی زمین پر تیزی سے پھیلنے لگا۔ آپ نے

چاروں طرف زمین پر ہاتھ مار کر کہا: زم زم۔ یعنی ٹھہر جا۔ ٹھہر جا) پانی وہیں رُک گیا اِس طرح آپ خود بھی پانی پیتیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتیں اور ان کو وہ پانی بھی پلاتیں۔ اب یہاں بیت اللہ ہے۔ وہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی، جب بارش ہوتی تو آپ اُس پر چڑھ جاتی بارش کا پانی پہاڑی سے ہٹ کر بہتا رہتا۔

روایت:

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے جن دو پہاڑیوں کے سات چکر لگائے (اب اُن کے نام صفا اور مروہ ہیں) آخری چکر پر آپ نے ایک غیبی آواز سنی کہ میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ فرشتے نے اپنا پَر زمین پر مارا تو وہاں سے پانی نکل آیا۔ فرشتے نے کہا: فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے خاوند اور بیٹے کے ہاتھوں اِسی جگہ اپنا گھر تعمیر کروائے گا۔

قافلہ کی آمد:

بی بی ہاجرہ کو وہاں رہتے ہوئے ابھی کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ وہاں سے بنو جرہم قبیلے کا گزر ہوا، انہوں نے دیکھا کہ کچھ آبی پرندے وہاں اُڑ رہے ہیں۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ تو جنگل ہے اور پانی کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا۔ پرندوں کو دیکھ کر انہوں نے وہاں ایک آدمی بھیجا کہ دیکھ کر آئے کہ وہاں کیا ہے؟ آدمی نے آکر اپنے قافلہ والوں کو کہا کہ وہاں پانی کا ایک چشمہ ہے اور اُس کا پانی بھی نہایت میٹھا ہے۔ چنانچہ وہ قافلہ یہاں آکر آباد ہو گیا اور حضرت بی بی ہاجرہ سے اجازت طلب کی، آپ نے رہائش کی اجازت دے دی مگر فرمایا کہ پانی پر میرا ہی قبضہ رہے گا۔ قافلہ والوں نے بی بی ہاجرہ کی اِس شرط کو قبول کر لیا۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو اِسی قبیلہ میں شادی کر لی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حکم پر اپنی بیوی کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالمگیر دعوت پھیلانے پر معمور کیا تھا۔ آپ نے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے شرقِ اردن میں اپنے حقیقی بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو، شام اور فلسطین میں اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو مقرر کیا اور عرب میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مقرر کیا، آپ

نے اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کعبہ کی تعمیر کی۔ جسے اسلام کا مرکز قرار دیا گیا۔

آپ کی نسل کی دو شاخیں ہیں۔ ایک نسل حضرت اسحاق علیہ السلام سے اور ایک نسل حضرت اسماعیل علیہ السلام سے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت داود، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے علاوہ بھی بے شمار دوسرے نبی (علیہم السلام) آئے جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بنی اسرائیل بھی تھا۔ اِس وجہ سے یہودیوں کا ملک اسرائیل کہلاتا ہے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یہودا تھا۔ جس وجہ سے بنی اسرائیلی اپنے آپ کو یہودی کہلاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اِس وجہ سے جو بنی اسرائیلی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے وہ اپنے آپ کو عیسائی کہلانے لگے اور جن بنی اسرائیلیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی وہ اپنے آپ کو یہودی کہلوانے لگے۔

قبلہ کی تبدیلی کا حکم

﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾(البقرۃ:144)

"(اے نبی ﷺ) آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں، تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔"

تبدیلی قبلہ کا حکم:

قبلہ کی تبدیلی سے قبل حضور ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب مکہ میں رہے تو آپ ﷺ ہمیشہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ اِس طرح آپ کے سامنے خانہ کعبہ ہوتا اور بالکل سیدھ میں بیت المقدس بھی تھا۔ مگر جب آپ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ پاک تشریف لے گئے تو آپ اگر اپنا چہرہ مبارک بیت المقدس کی طرف کرتے تو خانہ کعبہ بالکل پچھلی طرف ہوتا جس سے آپ کو کوفت ہوتی لہٰذا آپ کی خواہش تھی کہ کعبہ بیت اللہ بن جائے۔ آخر ایک دن وحی آئی سورہ البقرہ آیت :۱۴۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی (ﷺ) ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ (ﷺ) آسمان کی طرف اپنا چہرہ مبارک کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم آج ہی بیت اللہ کو قبلہ مقرر کرتے ہیں۔ جیسے آپ ﷺ کی خواہش ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ ابھی بیت اللہ کی طرف اپنا رخ کر لیں اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے رخ بیت اللہ کی طرف کر لیں۔

قبلہ تبدیل:

قبلہ تبدیلی کی وحی ظہر کی نماز کے وقت نازل ہوئی جب حضور ظہر کی نماز میں دو رکعت نماز پڑھا چکے تھے کہ کعبہ کی تبدیلی کا حکم آ گیا۔ آپ ویسے ہی کعبہ کی طرف گھوم گئے جس مسجد میں آپ نماز پڑھا رہے تھے، اُس کو مسجد قبلتین بھی کہا جاتا ہے یہ واقعہ غزوہ بدر سے دو ماہ قبل 15 رجب بروز سوموار کو ہوا۔ رسول اللہ ﷺ اُس دن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ کی دعوت پر تشریف فرما تھے۔ کہ ظہر کا وقت ہو گیا لہٰذا آپ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوری اپنے رخ بیت اللہ کی طرف کر لیے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جگہ پر اطلاع اُس وقت پہنچی جب وہ لوگ نماز پڑھتے ہوئے رکوع کی حالت میں تھے۔ لوگوں نے اِسی حالت

میں اپنا رخ پھیر کر بیت اللہ کی طرف کر لیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بنو سلمہ میں جب اطلاع ملی لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ لوگوں نے اِسی حالت میں اپنا رخ پھیر لیا۔

فضیلت:

دراصل پہلے بنی اسرائیل کو تمام قوموں پر اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہوئی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے اُن سے یہ فضیلت چھین لی اور یہ فضیلت اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو دے دی بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے وہ قبلہ تبدیل کر کے بیت اللہ کو مقرر کر دیا۔

اسلام کی خاطر اپنا مال اور جان قربان کرنا

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾ (البقرة:207)

"اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔"

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی ہے۔

واقعہ:

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے کے لیے مکہ سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، کفارِ مکہ نے ان کا پیچھا کیا۔ کفار کو تعاقب کرتا دیکھ کر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے بلند آواز میں منادی کے انداز میں کہا: اے کفار کی جماعت! اگر تم مجھ پر حملہ کرنے کی نیت سے آئے ہو تو یاد رکھنا میں تم سب سے اچھا تیر انداز ہوں اور تلوار چلانے میں تم سے زیادہ مہارت رکھتا ہوں۔ اس لیے میں تمہیں مال چھپانے کی جگہ بتا دیتا ہوں، واپس جاؤ، وہاں سے وہ مال حاصل کرلو اور میرا راستہ چھوڑ دو، کفار اس بات متفق ہوئے اور وہاں سے واپس پلٹ گئے، لیکن انہوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ کر تم نے یہ سب کچھ مکہ میں حاصل کیا اور کمایا ہے، اس لیے ان کی بیوی، بچے چھین لیے اور لباس اتروالیا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اس حال میں مدینہ منورہ پہنچے کہ ان کے بدن پر ستر ڈھانپنے کے لیے ایک ٹاٹ کے ٹکڑے کے سوا کچھ نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا یہ سودا بہت فائدہ مند ہے، اس لیے کہ انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنا سب کچھ کفار کے ہاتھوں لٹا دیا تھا۔

حرمت والے مہینے میں جنگ کرنا

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾(البقرة:217)

''لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی بابت سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیئے کہ ان میں لڑائی کرنا بڑا گناہ ہے، لیکن اللہ کی راہ سے روکنا، اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا، اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے یہ فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے، یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کردیں۔اورتم میں سے جولوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہوجائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہوں گےاور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔''

واقعہ:

یہ آیت ایک مخصوص واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہِ رجب کے آخری ایام میں ایک آٹھ افراد پر مشتمل لشکر مکہ اور طائف کے درمیان بھیجا کہ وہ قریش کی حرکات کا مشاہدہ کرکے آئیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ جنگ نہ کرنا۔مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ قریش کا ایک چھوٹا سا تجارتی قافلہ جا رہا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن پر حملہ کر دیا اور ایک کافر کو قتل کرکے اُن کا مال واسباب اکٹھا کرکے روانہ ہوگئے اور باقی آدمیوں کو بھی قید کرکے ساتھ لے آئے۔ یہ واقعہ ماہِ حرام میں ہوا تھا۔ اِن مہینوں میں جنگ کرنے پر پابندی ہے۔

لہٰذا کفار نے اِس واقعہ کو بہت اُچھالا کہ دیکھو کیسے مسلمان ہیں۔ ماہِ حرام میں بھی جنگ کرنے سے باز نہیں آئے۔ مدینہ پاک میں رسول اللہ ﷺ نے بھی اِس واقعہ پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اکٹھا کیا ہوا مال بھی لینے سے انکار کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اِس واقعہ کو بُرا سمجھا مگر جب کفار نے شور مچایا تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی باتوں کا اِس آیت میں جواب دیا کہ مسلمانوں کے متعلق تو باتیں کرتے ہو، اپنا عمل بھی دیکھو۔

نبی حضرت شموئیل اور بنی اسرائیل کی گفتگو

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ﴾(البقرة:246)

''کیا آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی جماعت کو نہیں دیکھا، جب انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ کسی کو ہمارا بادشاہ بنا دیجیے، تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ پیغمبر نے کہا کہ ممکن ہے جہاد فرض ہو جانے کے بعد تم جہاد نہ کرو، انہوں نے کہا بھلا ہم اللہ کی راہ میں جہاد کیوں نہ کریں گے؟ ہم تو اپنے گھروں سے اجاڑے گئے ہیں اور بچوں سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ پھر جب ان پر جہاد فرض ہوا تو سوائے تھوڑے سے لوگوں کے سب پھر گئے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔''

بنی اسرائیل کی قوم جب ناشکری میں انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اِس قوم پر ایک سخت اور ظالم قوم عمالقہ مسلط کر دی۔ بنی اسرائیل سے اکثر علاقے چھین لیے۔ عمالقہ قوم نے اِن پر ظلم کیا بے شمار اسرائیلی قتل کیے، لاکھوں کو غلام بنایا۔ مذہبی مقامات کو گرا دیا گیا۔ اِن حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل حضرت شموئیل جو اللہ کے نبی تھے موجود تھے، نبی اِن کو اللہ تعالیٰ کا حکم سناتے مگر یہ قوم عملی طور پر نافرمان ہو چکی تھی۔ ویسے حضرت شموئیل علیہ السلام کافی ضعیف العمر ہو چکے تھے تو بنی اسرائیل نے اکٹھے ہو کر اپنے نبی سے عرض کی کہ آپ کافی ضعیف العمر ہو چکے ہیں لہٰذا ہم پر کسی جوان کو بادشاہ مقرر کر دیں۔ جس پر نبی نے فرمایا کہ بادشاہ تو نبی کی ذات ہے یہ قوم جاہلیت میں اِس حد تک جا چکی تھی کہ اِن کو خلافت اور بادشاہ کے فرق کا علم ہی نہ تھا۔ قوم نے کہا کہ اگر ہم پر کوئی جوان بادشاہ مقرر ہو گیا تو ہم جنگ کریں گے نبی حضرت شموئیل علیہ السلام کو اِن کی فطرت کا پتہ تھا اِس لیے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ تمہیں جنگ کا کہا جائے اور تم انکار کر دو اِس پر بنی اسرائیل نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے

کہ ہم جنگ سے انکار کریں جبکہ دشمن نے ہمارے علاقہ پر قبضہ کیا ہوا ہے۔

طالوت کا بادشاہ مقرر ہونا

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾(البقرة:247)

”اور انہیں ان کے نبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا دیا ہے تو کہنے لگے بھلا اس کی ہم پر حکومت کیسے ہوسکتی ہے؟ اس سے تو بہت زیادہ حقدار بادشاہت کے ہم ہیں، اس کو تو مالی کشادگی بھی نہیں دی گئی۔ نبی نے فرمایا سنو، اللہ تعالیٰ نے اسی کو تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اسے علمی اور جسمانی برتری بھی عطا فرمائی ہے،بات یہ ہے کہ اللہ جسے چاہے اپنا ملک دے، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔“

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾(البقرة:248)

”ان کے نبی نے انہیں پھر کہا کہ اس کی بادشاہت کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلجمعی ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کا بقیہ ترکہ ہے، فرشتے اسے اٹھا کر لائیں گے۔ یقیناً یہ تو تمہارے لئے کھلی دلیل ہے اگر تم ایمان والے ہو۔“

جب بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے یہ مطالبہ کیا کہ ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی کی کہ کل صبح جو شخص تمہارے سامنے سے گزرے وہی تمہارا بادشاہ ہوگا۔ چنانچہ دوسرے دن ایک شخص صبح کے وقت آپ کے سامنے سے گزرا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ یہی شخص بنی اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ جس کا نام طالوت تھا۔ جس پر نبی نے اپنی قوم

سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ مگر قوم نے انکار کر دیا کہ یہ شخص کیسے بادشاہ ہو سکتا ہے یہ تو نہایت غریب آدمی ہے۔ آپ کو تو چاہیے تھا کہ ہم سرداروں میں سے کسی کو بادشاہ مقرر کرتے۔ طالوت ایکنہایت غریب کمہار کا بیٹا تھا۔ اپنے باپ کا گمشدہ گدھا تلاش کرتے کرتے اُدھر آنکلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کر دیا۔

بنی اسرائیل کے طالوت پر الزامات:

بنی اسرائیل نے بھی وہی الزامات لگائے تھے جو مکہ کے کافر رسول اللہ ﷺ پر لگا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسے نبی بنا دیا آپ نہایت غریب اور یتیم ہیں۔ دولت اِس کے پاس نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اگر نبی بنانا ہوتا تو ہم مکہ اور طائف کے سرداروں میں کسی کو نبی بنایا ہوتا۔ اور لوگ اِس سردار کے کہنے پر تمام لوگ مسلمان ہو جاتے۔

بنی اسرائیل کے لیے نشانی:

جب بنی اسرائیل والے طالوت پر رضا مند نہیں ہو رہے تھے تو نبی حضرت شموئیل علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے جس کی نشانی یہ ہے کہ اِس کے زمانہ میں تمہیں وہ گمشدہ صندوق جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات ہیں مل جائے گا۔ یہ صندوق عمالقہ قوم نے بنی اسرائیل سے حملہ کے وقت چھین لیا تھا۔

طالوت کون تھا:

قرآن نے اِس کا نام طالوت لکھا ہے یہ قبیلہ یمین کے ایک غریب کمہار کا بیٹا تھا۔ عمر اس کی تیس سال کی تھی۔ یہ انتہائی خوبصورت اور نوجوان دراز قد تھا۔ بنی اسرائیل اِس کے کندھے تک آتے تھے۔ اِن کا والد گدھے پر بار برداری کا کام کرتا تھا۔ ایک دن اِن کے والد کا گدھا گم ہو گیا تو اِس غریب کا بیٹا اِس گدھے کی تلاش میں ادھر آنکلا اور اللہ تعالیٰ نے اِس کو بنی اسرائیل کی بادشاہی کے لیے چن لیا۔

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب آگ کی تلاش میں تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہیں نبوت کے لیے چن لیا ہے۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ نے گدھے تلاش کرتے ہوئے طالوت کو بادشاہت کے لیے منتخب

لیا۔ (بائبل میں اِس کا نام ساؤل لکھا ہے)

بنی اسرائیل نے بھی وہی الزامات لگائے جو مشرکین مکہ حضور ﷺ پر لگا رہے تھے کہ آپ نہایت غریب ہیں۔ طالوت پر بھی وہی کہا گیا کہ یہ تو نہایت غریب ہے مگر جب نبی نے نشانی بتلائی کہ گمشدہ صندوق مل جائے گا تو پھر اس کو بادشاہ تسلیم کرلیا۔

تبرکات سے بھرا صندوق:

حضرت شموئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا ہے اُس کی نشانی یہ ہے کہ طالوت کے زمانہ میں وہ متبرک صندوق جو عمالقہ قوم کے قبضہ کے وقت گم ہوگیا تھا وہ واپس مل جائے گا۔ اِس متبرک صندوق میں بنی اسرائیل کی مذہبی نشانیاں تھیں۔

① صندوق میں تختیاں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیں تھیں جن میں قوم کے لیے ہدایت تھی۔

② اِس صندوق میں توریت کا اصل نسخہ تھا جو خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکھوا کر لاوی خاندان کے سپرد کیا تھا۔

③ اِس صندوق میں من سلویٰ کی ایک ایک بوتل بھر کر رکھی گئی تھی تاکہ آنے والی نسلیں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس قوم پر کیا عنایات کیں یہ من وسلویٰ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد صحرا میں آسمانوں سے نازل کیا تھا۔

④ اِس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ عصا بھی تھا جو ایک عظیم معجزہ تھا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں پکڑتے تو عصا ہوتا اور اگر زمین میں پھینک دیتے تو وہ اژدھا بن جاتا۔

اِس صندوق کو بنی اسرائیل والے بڑا متبرک سمجھتے تھے جب تک یہ صندوق اِن کے پاس رہا یہ ہمیشہ فاتح رہے اور جب یہ صندوق اِن سے چھین لیا گیا تو بنی اسرائیل کو شکست ہونے لگی بنی اسرائیل والے اِس کو فتح کا نشان سمجھتے تھے۔

صندوق گم کیسے ہوا:

بنی اسرائیل والے جب اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہو گئے اور اپنے نبی کی بات ماننے سے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ایک ظالم قوم (عمالقہ) کو اِس پر مسلط کر دیا۔ جس نے اِس قوم کے

ہزاروں افراد کو قتل کیا۔ ہزاروں کو غلام بنایا۔ اور یہ صندوق بھی فاتح قوم نے اِن سے چھین لیا۔ عمالقہ قوم نے بنی اسرائیل سے یہ صندوق چھین کر ایک بت خانہ میں بت کے نیچے رکھ دیا۔ مگر جب عمالقہ کے لوگ صبح بت خانہ میں گئے تو دیکھا کہ صندوق بت کے اوپر ہے۔ اِسی طرح بت خانہ کے پجاری ہر روز اِس صندوق کو بت کے نیچے رکھتے مگر جب جاتے تو وہ صندوق بت کے سر کے اوپر ہوتا۔ آخر تنگ آ کر پجاریوں نے وہ صندوق نزدیک ایک بستی میں بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِس بستی میں طاعون کی بیماری پھیل گئی۔ بستی والوں نے بیماری کی وجہ اِس صندوق کے آنے کو سمجھا۔ انہوں نے اِس صندوق کو ایک بیل گاڑی پر رکھا اور بستی کے باہر اُس کو ہانک دیا۔ کہ جس طرف چاہے چلی جائے یہ گاڑی بغیر مالک کے جا رہی تھی۔ کوئی بیلوں کو ہانکنے والا نہ تھا اِسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ وہ صندوق ایک زبردست فرشتوں کی تحویل میں ہے۔ اور یہی گاڑی چلتے چلتے بنی اسرائیل کے علاقہ میں پہنچ گئی۔ جس کو بنی اسرائیل نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اِس طرح حضرت شموئیل علیہ السلام نے جو قوم سے وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوا۔

صندوق کا ملنا:

بنی اسرائیل کو جب صندوق مل گیا تو بنی اسرائیل نے اِس مقدس صندوق کو بیت المقدس کے تہہ خانہ میں رکھ دیا اور اِس کی حفاظت پر انتہائی اہم مذہبی رہنما مقرر کر دیے جو ہر وقت اِس صندوق کے پاس رہتے۔ اِسی دوران بنی اسرائیل کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اِس قوم پر عذاب کی شکل میں بخت نصر ظالم بادشاہ کو مقرر کر دیا جس نے لاکھوں افراد کو قتل کیا اور اکثر کو غلام بنا کر اپنے ملک لے گیا اور بیت المقدس کو تباہ کر دیا جس سے وہ صندوق اور اِس پر مقرر تمام مذہبی رہنما بھی ملبے کے نیچے دب کر مر گئے صرف ایک دیوار بچی جس کو بنی اسرائیل (یہودی) دیوار گریہ کہتے ہیں۔ اب بھی یہودی اِس دیوار کو ہاتھ لگا کر روتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔ اُن کا پختہ اردہ ہے کہ عیسائیوں اور غیر مسلمانوں کی مدد حاصل کر کے بیت المقدس کو دوبارہ شہید کر دیا جائے اور نیچے سے وہی صندوق نکال لیا جائے۔

طالوت کی سربراہی میں بنی اسرائیل کا جنگ کرنا

﴿فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾

(البقرۃ:249)

"جب (حضرت) طالوت لشکروں کو لے کر نکلے تو کہا سنو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے، جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میرا نہیں اور جو اسے نہ چکھے وہ میرا ہے، ہاں یہ اور بات ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔ لیکن سوائے چند کے باقی سب نے وہ پانی پی لیا، طالوت مومنین سمیت جب نہر سے گزر گئے تو وہ لوگ کہنے لگے آج تو ہم میں طاقت نہیں کہ جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر یقین رکھنے والوں نے کہا، بسا اوقات چھوٹی اور تھوڑی سی جماعتیں بڑی اور بہت سی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غلبہ پالیتی ہیں، اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔"

﴿وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾(البقرۃ:250)

"جب ان کا جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے دعا مانگی کہ اے پروردگار! ہمیں صبر دے، ثابت قدمی عطاء کر اور قوم کفار پر ہماری مدد فرما۔"

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جس سے حضور ﷺ کو تسلی دینا بھی مقصود ہے کہ طالوت کے لشکر کی تعداد انتہائی کم تھی مگر پھر اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح یاب ہوئے۔ کیونکہ فتح اور شکست تعداد پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتی ہے۔

نبی حضرت شموئیل نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کر دیا اور قوم نے بھی وعدہ کیا تھا کہ ہم جنگ کریں گے۔ چنانچہ طالوت کی سرکردگی میں

بنی اسرائیل کا لشکر چلا تو طالوت نے لشکر سے فرمایا کہ دیکھو راستہ میں تمہارے لیے ایک آزمائش آئے گی۔ آزمائش یہ ہوگی کہ راستہ میں دریا آئے گا۔ کوئی شخص اِس سے پانی نہ پیئے۔ ہاں اگر کوئی بہت زیادہ پیاسا ہو تو وہ ایک آدھ گھونٹ پانی پی سکتا ہے اور اگر کسی نے زیادہ پانی پیا تو وہ ہمارا ساتھی نہیں ہے۔ میرا ساتھی صرف وہ ہوگا جو پانی دریا کا نہ پیئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے۔ جب یہ لشکر چلا تو سوائے چند ایک کے تمام لشکر نے پیٹ بھر کر پانی پی لیا۔ اور اِس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی۔ ایک روایت کے مطابق جن لوگوں نے پانی نہ پیا اُن کی تعداد ۳۱۳ تین صد تیرہ تھی۔ اور یہی تعداد غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تھی۔ چنانچہ طالوت اِن افراد کو ساتھ لے کر جنگ کے لیے روانہ ہو گیا۔ چنانچہ یہ لوگ جالوت کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے پانی پیا تھا انہوں نے جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر جو خالص مسلمان تھے انہوں نے کہا کہ ہم حملہ کرتے ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اقلیت اللہ تعالیٰ کی مدد سے اکثریت پر غالب آجاتی ہے۔ طالوت نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اور جالوت دشمن جس نے اپنا تمام جسم لوہے کی زرہ میں چھپایا ہوا تھا اور اُس کی صرف دو آنکھیں ہی ننگی تھیں۔ طالوت کے لشکر میں ایک لڑکا جس کا نام داود تھا اپنی غلیل سے جالوت کی آنکھوں کا نشانہ لیا اور غلیل کا وہ بنٹا جالوت کی آنکھوں میں گھس کر دماغ میں گھس گیا جس کی وجہ سے جالوت کی موت واقع ہوگئی۔ اور طالوت کو اللہ تعالیٰ نے فتح دے دی، اللہ تعالیٰ نے داود کو سلطنت اور حکمت عطا کی اور باقی چیزوں کا بھی علم عطا کیا۔

داود کون تھا؟

﴿فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾(البقرة:251)

''چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے جالوتیوں کو شکست دے دی ،اور داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں جالوت قتل ہو،اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو مملکت وحکمت اور جتنا کچھ چاہا علم بھی عطا فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو زمین

میں فساد پھیل جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر بڑا فضل وکرم کرنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے داود کو بادشاہ بنایا۔ سلطنت عطا کی حکمت عطا کی اور جن جن چیزوں کا چاہا علم عطا کیا۔

واقعہ:

جب طالوت جنگ کے لیے روانہ ہوا تھا تو حضرت داود ایک نوجوان جو اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ یہ ماہرنشانہ باز تھا۔ ان کے پاس اپنی غلیل تھی جس سے یہ اپنی بکریوں کی حفاظت کرتے تھے۔ جو بھی درندہ آپ کی بکریوں پر حملہ آور ہوتا حضرت داؤد کا دعویٰ تھا کہ میں اِس غلیل سے شیر کی آنکھوں کا نشانہ لیتا ہوں اور یہ میری غلیل کا بنٹا درندہ کی آنکھوں میں گھس کر درندہ کے دماغ کو چیر دیتا ہے جس سے درندہ مر جاتا ہے۔

جب طالوت اور کافر جالوت کی فوجوں کا آمنا سامنا ہوا، تو وہاں اپنی بکریوں کو چراتے ہوئے حضرت داؤد پہنچ گئے اور طالوت کی فوجوں میں شامل ہو گئے۔ اِس وقت جالوت نے اپنا تمام جسم لوہے سے ڈھکا ہوا تھا۔ صرف اُس کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ اسی اثنا میں کافر جالوت نے جنگ کی عام دعوت دی۔ حضرت داؤد ایک ماہر نشانہ باز تھے۔ لہٰذا انہوں نے ماہر نشانہ باز ہونے کی حیثیت سے جالوت کی آنکھوں کا نشانہ لیا تو حضرت داؤد کی غلیل کا بنٹا جالوت کی آنکھوں میں گھس کر اُس کے دماغ میں چلا گیا اور جالوت فوری مر گیا اِس طرح طالوت کی فوجوں کو فتح نصیب ہوگئی۔

معجزات:

اِس فتح کے بعد طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی داود سے کر دی طالوت کے بعد داود سلطنت کا بادشاہ بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو نہ صرف بادشاہت دی بلکہ منصب نبوت سے سرفراز کیا اور مقدس کتاب زبور دی، حکمت اور علم بھی عطا کیا۔ نبوت کے ساتھ بے شمار معجزات بھی عطا کیے۔ جب لوہا آپ کے ہاتھ میں آجاتا تو وہ نرم ہو جاتا تھا۔ جس سے آپ زرہیں بناتے تھے اور اپنی روزی کا سامان بناتے۔ دوسرے معجزات میں اللہ تعالیٰ نے پرندے اور پہاڑ آپ کے ماتحت کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی آواز دی کہ جب آپ اپنی مقدس کتاب پڑھتے تو پرندے اور پہاڑ بھی ساتھ جھومنے لگتے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت

﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ (البقرۃ:255)

''اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کرسکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔''

اِس آیت کو آیۃ الکرسی کہا جاتا ہے۔ اردو زبان میں کرسی سے مراد حکومت اور اقتدار لیا جاتا ہے۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ حدیث میں اِس آیت کو قرآن کی افضل ترین آیت قرار دیا گیا ہے۔

آیت کا پس منظر:

اِس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جتنی بھی مقدس کتابیں اور یہ قرآن نازل کیا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے قانون کے متعلق آپس میں اختلاف نہ کرتے۔ مگر میں کسی پر جبر نہیں کرتا۔ دو (۲) راستے اِن کو دکھا دیے ہیں۔ ایک سیدھا راستہ اور ایک اُلٹا راستہ ہے جو دوزخ کی طرف جاتا ہے اور انسان کو خود مختار بنا دیا ہے۔ اب انسان کی مرضی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے تابع چلے یا شیطان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس تمام اختیارات ہیں۔ اُس کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہلتا اور تمام

صفات اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے چونکہ انسان کو خود مختار بنایا ہے۔ لہٰذا اِس سے حساب کتاب صرف قیامت کے روز ہی لے گا۔

اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے رحمٰن اور رحیم ہے وحدہ لاشریک ہے۔ آخرت کا بھی مالک ہے الغرض اللہ تعالیٰ کی ذات علم کے اعتبار سے ہر جگہ اور ہر طرف موجود ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ

﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (البقرة:259)

''یا اس شخص کے مانند کہ جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی، وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا سو سال کے لئے، پھر اسے اٹھایا، پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، فرمایا بلکہ تو سو سال تک رہا، پھر اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ بالکل خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ، ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں تو دیکھ کہ ہم ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ میں مرنے کے بعد زندہ بھی کروں گا۔

جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے ہمیشہ سے یہ بحث رہی ہے کہ جب انسان مرجائیں گے تو مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں لوگ یہی کہتے تھے کہ مرنے کے بعد ہڈیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر اللہ تعالیٰ دوبارہ کیسے زندہ کرے گا۔ اِس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں دیا کہ جب تمہارا وجود ہی نہیں تھا تو اُس وقت میں نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے

پیدا کر دیا اب تو انسان کا وجود ہے اب میرے لیے کون سی مشکل ہے کہ دوبارہ زندہ کروں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ہوجا تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو مشاہدہ کراتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ قرآن میں بیان کیا ہے اِس کا مقصد صرف کفار کو یقین دلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے دوبارہ زندہ کر دے گا۔

واقعہ:

قرآن میں اگرچہ نام نہیں لکھا مگر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام ہی تھے جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ ایک دفعہ آپ اپنے گدھے پر سوار ہوکر اور گھر سے تازہ کھانا پکوا کر جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بستی آئی جس کو بخت نصر بادشاہ نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ لوگوں کو قتل کر دیا اور اُن کی ہڈیاں تک بوسیدہ ہوگئیں تھیں۔ اللہ کے نبی نے دل میں سوچا کہ بستی تباہ ہوگئی ہے۔ ہڈیاں بوسیدہ ہوگئی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اِن کو کیسے دوبارہ زندہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کے یہ الفاظ سن کر اُن کی جان قبض کر لی اور اُن کو سو (۱۰۰) سال تک یونہی پڑا رہنے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کیا تو پوچھا کہ بتاؤ تم کتنا عرصہ سوئے رہے تو حضرت عزیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ چند گھنٹے یا ایک روز۔

اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چند گھنٹے نہیں بلکہ تم سو سال تک سوئے رہے ہو۔ اب تم اپنا کھانا دیکھو وہ بالکل تروتازہ ہے۔ اور گدھے پر نظر ڈالو۔ وہ مر چکا ہے اُس کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو چکی ہیں۔ اب اپنے گدھے کو غور سے دیکھو کہ میں اسے کیسے دوبارہ زندہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں کے سامنے مشاہدہ کروایا کہ ہڈیاں اپنی اپنی جگہ اکٹھی ہو رہی ہیں لیکن۔ گوشت الگ اُن پر جمع ہورہا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ہوجا تو گدھا اپنی اصلی حالت میں زندہ ہوگیا۔ اِس طرح حضرت عزیر علیہ السلام پر حقیقت ظاہر ہو گئی تو آپ نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے روز زمین سے انسان ایسے نکلیں گے جیسے بارش کے بعد زمین سے فصل اُگتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (البقرة:260)

''اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا تمہیں ایمان نہیں؟ جواب دیا ایمان تو ہے لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی، فرمایا چار پرندے لو، ان کے ٹکڑے کر ڈالو، پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں پکارو، تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمتوں والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب تو مردہ کو کیسے زندہ کرے گا۔ اِس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے خلیل کیا تجھے یقین نہیں ہے آپ نے عرض کی یقین تو ہے پر میں دل کی تسلی چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام علم الیقین سے عین الیقین چاہتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ شک تھا اور نہ ہی آپ کا ایمان کمزور تھا۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے نبیوں کو ایسے اسرار ورموز دکھاتا رہتا ہے تاکہ میرے نبی خود دیکھیں اور لوگوں کو بتا سکیں کہ میں نے خود دیکھا ہے اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے معراج کے موقعہ پر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام منظر دکھا دیے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ قیامت کے روز کیسے حساب کتاب ہوگا۔

واقعہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے خلیل چار پرندے لے لو اور اُن کو شروع سے لے کر جوان ہونے تک اپنے آپ سے مانوس کرلو۔ جب یہ پرندے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مانوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اِن کو ذبح کر دو اور اِن کا گوشت ایک دوسرے سے ملا کر سامنے پہاڑ پر بکھیر دو اور واپس اپنی جگہ پر آ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ کرو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندوں کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر آ گئیں اُن پر گوشت بھی آ گیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر زندہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کندھوں پر آ کر بیٹھ گئے۔

گناہوں کی معافی

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾(البقرة:284)

''آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے۔تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپاو، اللہ تعالیٰ اس کا حساب تم سے لے گا۔ پھر جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں اُس کا بھی حساب لیا جائے گا۔

روایت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے طواف کے دوران آپ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ سرگوشی میں کیا پوچھیں گے۔آپ نے فرمایا کہ سرگوشی میں صرف ایمان والوں سے پوچھیں گے اُن کو اپنے پاس بلائیں گے اور اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ تو نے یہ یہ گناہ کیا۔فلاں گناہ کیا یعنی تمام اُس کے چھوٹے چھوٹے گناہ یاد کراتے جائیں گے اور وہ شخص تسلیم کرتا جائے گا۔ اور وہ شخص یہ سمجھ جائے گا کہ اب میرا ٹھکانہ دوزخ ہی ہے۔اب اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ دیکھ میں نے دنیا میں تیرے اِن گناہوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔اور اب بھی پردہ میں رکھتا ہوں۔اب میں اِن گناہوں کو معاف کر کے اس کے بدلہ میں نیکیاں عطا کرتا ہوں۔اب جا تو جنّت میں چلا جا۔ اِس کے برعکس اللہ تعالیٰ کا فروں کو سرِعام رسوا کرے گا۔

سورہ البقرہ کی آخری دو ② آیات کی فضیلت

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾(البقرة:285)

''رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔''

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾(البقرة:286)

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما، اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔''

اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ اپنے نبی کے دل پر نازل فرمایا مگر یہ دو آیات اللہ تعالیٰ نے معراج کے وقت اپنے نبی ﷺ کو تحفہ میں دیں۔ ان دونوں سورتوں میں دعائیں ہیں۔

① معراج کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو جو تین تحائف عطا کیے اُن میں یہ دو آیات بھی شامل تھیں۔ اِس کے علاوہ نماز اور توحید والوں کے لیے بخشش۔

② اگر کوئی مسلمان رات کو سوتے وقت تین رات مسلسل آیت الکرسی اور یہ دو آیات پڑھے تو وہاں شیطان نہیں آسکتا۔

③ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو نور عنایت کیے ہیں۔ ایک سورہ فاتحہ اور دوسری یہ آخری آیات۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تخت کے نیچے خاص خزانہ سے عطا کیے ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ

آل عمران آیت: ۳۵-۵۵ کا مفہوم:

﴿إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾(آل عمران :35)

''جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانی، تو میری طرف سے قبول فرما، یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ آیات اُس وقت نازل ہوئی تھیں جب نجران سے وفد جن کا مذہب عیسائی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کرنے لگا۔ عیسائی چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر باپ کے پیدا کیا تھا۔ اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت بتادی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اِس کے علاوہ کچھ نہ تھے بلکہ اللہ کے بندے اور رسول علیہ السلام تھے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کا نام حنہ تھا اور والد کا نام حضرت عمران تھا۔ اِن کے کوئی اولاد نہ تھی۔ جناب حنہ بانجھ تھی۔

ایک دن اِن دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تو ہمیں اولاد دے تو ہم اسے بیت المقدس کے لیے وقف کر دیں گے۔ وہ صرف تیرے گھر کے لیے مخصوص ہوگا۔ اِس دعا کو اللہ تعالیٰ نے منظور کر لیا اور حضرت حنہ حاملہ ہوگئیں۔ ان کو اُمید تھی کہ میرے ہاں لڑکا ہوگا تو اُسے بیت المقدس کے لیے وقف کر دے گی۔ ان کی امیدوں کے برعکس ان کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی۔

پیدائش حضرت مریم علیہا السلام:

بیٹی کی پیدائش پر حضرت حمنہ نے دعا کی کہ میں اب بھی اپنی مراد پوری کروں گی۔ اُنہوں نے نومولود بیٹی کا نام مریم رکھا اور بیٹی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا اور اس لڑکی کو نذر کے طور پر قبول فرمالیا اِس طرح حضرت مریم علیہا السلام کو

بیت المقدس کے علماء کے پاس چھوڑ کر چلی گئیں۔

سپردگی:

حضرت مریم علیہا السلام کو جب خدام کے سپرد کر دیا گیا تو اُن کے درمیان اختلاف پیدا ہو گئے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ اِس کا سربراہ بنے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ اور رشتہ میں حضرت مریم علیہا السلام کے خالو تھے اِس لیے حضرت زکریا علیہ السلام کی خواہش تھی کہ یہ میری سپردگی میں رہے آخر خدام کے درمیان فیصلہ ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔

قرعہ اندازی:

① تمام خدام نے اپنے اپنے قلم ایک جگہ رکھ دیے اور ایک بچے کو بھیجا کہ وہ ایک قلم اُٹھالے۔ جب بچہ قلم لایا تو وہ حضرت زکریا علیہ السلام کا تھا۔

② خدام نے کہا کہ اب ہم دوسری دفعہ قرعہ اندازی کریں گے لہٰذا تمام خدام نے فیصلہ کیا کہ اب ہم اپنے اپنے قلم دریا میں بہا دیتے ہیں جو قلم پانی کے اُلٹے رخ پر جائے گا تو وہ حضرت مریم کا سرپرست ہوگا۔ اِس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کے اُلٹ رخ پر چلا گیا۔

③ خدام کے اصرار پر تیسری دفعہ قرعہ اندازی کی گئی کہ اب تمام قلم پانی میں رکھ دیے گئے کہ جو قلم پانی کے بہاؤ کے الٹی طرف پر جائے گا وہ بچی کی کفالت کا ذمہ دار ہوگا۔ اِس موقعہ پر بھی حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کے رُخ پر چلنے لگا، باقی کے سب قلم پانی کے اُلٹے رخ پر چلے گئے۔ اب تمام خدام نے متفقہ طور پر حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کا کفیل تسلیم کرلیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی زیرِ کفالت میں:

حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کو ایک کمرہ الگ دے دیا تا کہ وہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکیں۔ آپ ہر وقت حضرت مریم کا خیال رکھتے۔ حضرت مریم ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتیں۔ ایک دفعہ حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسمی پھل ہیں تو آپ نے حضرت مریم سے پوچھا: یہ پھل کہاں سے آئے ہیں۔ تو حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا: یہ میرے رب نے مجھے عطاء کیے ہیں اللہ تعالیٰ جب بھی دیتا ہے تو بے حساب روزی دیتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام اولاد کی نعمت سے محروم تھے، انہوں نے مریم علیہا السلام کے پاس بغیر موسم کے پھلوں کو دیکھا، ان کے ایمان و یقین میں مزید پختگی آئی، اُسی وقت انہوں نے اللہ سے

دعا کی: اے اللہ! مجھے بھی نیک اولاد عطا فرما! بیوی بانجھ، خود بڑھاپے کی دہلیز پر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو اُسی وقت شرف قبولیت سے نوازا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش:

ایک روز حضرت مریم علیہا السلام عبادت میں مصروف تھیں آپ نے یکدم خوف محسوس کیا۔ آپ نے ایک فرشتہ کو انسانی شکل میں دیکھا تو فوری کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو نیک ہے۔ فرشتہ نے فوری جواب دیا کہ ڈرو نہیں میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور تجھے ایک نیک بیٹے کی بشارت دیتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا کہ میرے ہاں بیٹا کس طرح پیدا ہوگا کہ مجھے تو آج تک کسی مرد نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔ اِس پر فرشتہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ نہایت آسان کام ہے۔ وہ جو کام کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے ہو جا، وہ ہو جاتا ہے۔

دردِزہ:

حاملہ ہونے پر حضرت مریم علیہا السلام بیت المقدس سے کچھ فاصلہ پر ایک جگہ جس کو آج کل بیت اللحم کہا جاتا ہے چلی گئیں اور وہاں جاتے ہی آپ کو دردِزہ شروع ہو گیا تو آپ نے ایک کھجور کے تنے کا سہارا لیا۔ حضرت مریم نے دل میں کہا: کاش! میں ایسا وقت آنے سے پہلے ہی مر چکی ہوتی اور لوگ مجھے بھول چکے ہوتے۔

یہ سن کر ایک فرشتہ کی آواز آئی کہ مریم فکر نہ کر تمہارے پاؤں کے نیچے سے ایک چشمہ جاری ہے اب ذرا ایک کھجور کے تنے کو ہلاؤ، اس سے تازہ اور پکی ہوئی کھجوریں گریں گی، اسے کھاؤ، پانی پیو اور اپنے بیٹے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو اور تمام غم بھول جاؤ اگر کوئی آدمی اِس بچہ کو دیکھ کر تم سے کچھ پوچھے تو اِس بچہ کی طرف اشارہ کر دینا اور اشارہ ہی سے کہہ دینا کہ میں نے اللہ کی منت مانگی ہے کہ میں کسی سے بات نہ کروں گی۔

حضرت مریم کا بستی میں واپس آنا:

حضرت مریم جب بستی میں واپس آئیں تو لوگوں نے کہا کہ یہ تم کیا لے کر آ گئی ہو۔ نہ

ہی تمہاری ماں بدکار تھی اور نہ ہی تمہارا باپ بدچلن تھا۔ مگر حضرت مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا، اِس پر لوگوں نے کہا کہ ہم اِس سے کیا بات کریں یہ تو بچہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب:

لوگوں کے سوال پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب حکمت اور نبوت عطا فرمائی ہے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں مجھے والدہ کے ساتھ نیکی کا حکم دیا گیا ہے۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے۔ مجھے بدنصیب اور سرکش نہیں بنایا ہے۔ ایک بچہ کی زبان سے سن کر لوگ حیران ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اِس بچہ کی حفاظت اور تربیت فرمائی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ مبارک:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میری ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی آپ کا قد درمیانہ، رنگت سفید اور زلفیں کندھوں تک پھیلی ہوئی۔ (صحیح البخاری)

نبوت کا اعلان:

آپ جب جوان ہوئے بنی اسرائیلی ہر برائی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ حتیٰ کہ یہودی بادشاہ ہیرڈوشن نے اپنی کافر اور فاحشہ محبوبہ کے کہنے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا اعلان کرنے کے بعد قوم کو بُرے کاموں سے روکا تو بادشاہ اور حکومت کے کارندے اور امراء پریشان ہو گئے۔ روم کے بادشاہ نے پھانسی کا حکم نامہ جاری کیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بحفاظت آسمانوں پر اٹھالیا۔

بشارت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد (ﷺ) ہوگا۔ میں بھی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ایک نبی ہوں۔ اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات:

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اُس وقت کے حساب سے معجزات عطا فرمائے تاکہ ہر نبی کو

شریعت پر عمل کرنے اور کرانے میں آسانی ہو۔ (ا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا کر سب کو حیران کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کے مقابلے کا معجزہ عطا کیا۔ اِسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حالات کے مطابق معجزات عطا فرمائے۔

① آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردہ کو زندہ کرتے تھے۔

② آپ پیدائشی اندھے کو آنکھیں اور کوڑھی کو شفا دیتے تھے۔

③ آپ مٹی کا پرندہ بنا کر پھونک مارتے تو وہ اُڑ جاتا۔

④ آپ یہ بھی بتا دیتے کہ آج تم کیا کھا کر آئے ہو کیا خرچ کیا اور گھر میں کیا ذخیرہ کیا۔

⑤ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور پنگھوڑے میں لوگوں سے بات کی۔

⑥ آپ کو زندہ آسمانوں پر اُٹھالیا گیا۔

⑦ قربِ قیامت کے نزدیک آپ دوبارہ زمین پر آئیں گے۔

⑧ دجال کو قتل کریں گے اور روضہ رسول میں دفن ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم:

① توحید پر ایمان لاؤ۔

② انبیاء (علیہم السلام) کی تصدیق کرو۔

③ آخرت پر ایمان لاؤ۔

④ فرشتوں پر ایمان لاؤ۔

⑤ اخلاق حسنہ اختیار کرو۔

⑥ برائیوں سے بچو۔

⑦ دنیا کی محبت دل سے نکال دو۔

⑧ تورات اور انجیل پر عمل کرو۔

⑨ آپ یہ بھی بتا دیتے کہ جتنے بھی معجزات مجھے عطا ہوئے ہیں۔ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اِس میں میرا کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ تعلیم سن کر یہودی آپ کے مخالف ہو گئے اور آپ کا مذاق اُڑاتے۔ اِن تمام حالات کے باوجود یہودی آپ کا مذاق اُڑاتے مگر حضرت عیسیٰ بدستور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے۔ اِس طرح آپ کے کافی حمایتی پیدا ہو گئے۔ یہ مددگار

زیادہ تر غریب اور مزدور تھے۔

مددگاروں کا مطالبہ:

ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حامیوں نے مطالبہ کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لیے آسمان سے کھانا نازل کرے تا کہ ہم معاشی طور پر مضبوط ہو کر دین کی زیادہ خدمت کر سکیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا:

مددگاروں کے مطالبہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار ہمارے لیے آسمان سے ایک دسترخوان نازل کرتا کہ اُس کا آنا ہمارے لیے باعث مسرت ہو۔ تیرے غضب کا مظہر نہ ہو۔ ہمیں غیبی رزق سے شاد کر۔

اللہ تعالیٰ کا جواب:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی میں تیری دعا کو قبول کرتا ہوں۔ آسمان سے دسترخوان بھی بھیج دوں گا مگر اِس کے بعد جو میری نافرمانی کرے گا پھر میں ایسا عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دیا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازش:

جب آپ نے دین کی سربلندی کے لیے کام کیا تو بنی اسرائیل کے سرداروں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی اور روم کے بادشاہ کو آپ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ اور بادشاہ کو کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے معجزات کے ذریعہ آپ کی حکومت چھینا چاہتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کروا کر پھانسی کا حکم دے دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمانوں پر اُٹھالیا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا سوال:

﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ﴾ (المائدة: 116)

اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے سوال کریں گے: (اے عیسیٰ!) کیا تو نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ دونوں کو معبود بنالو۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب:

﴿قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ (المائدة :116)

"عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے: اے اللہ! تو پاک ہے، میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں لوگوں سے وہ بات کہوں جس کا کہنا میرے لیے جائز نہیں ہے، اگر میں نے یہ بات لوگوں سے کہی ہے تو تو اس کو بخوبی جانتا ہے، اس لیے کہ تو میرے دل کی بات کو جانتا ہے جبکہ میں تیرے دل کی بات کو نہیں جانتا، بے شک تو دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔"

بنی اسرائیل کی سرکشی:

① حضرت عیسیٰ کے لیے پھانسی کا حکم لے آئے۔

② حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بادشاہ نے اپنی کافر محبوبہ کے کہنے پر شہید کیا اور آپ کا سر مبارک ایک تھال میں رکھ کر اپنی محبوبہ کو پیش کیا۔

③ حضرت زکریا علیہ السلام کو جب شہید کرنے کا پروگرام بنایا تو آپ بھاگ کر ایک درخت کے تنے میں چھپ گئے۔ لوگوں نے درخت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ جس سے حضرت زکریا کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔

④ بنی اسرائیل کے اپنے بقول بیت المقدس کے سامنے جو پتھر تھا۔ بخت نصر بادشاہ کے کہنے پر کہا کہ ہم نے اس پتھر پر چالیس انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا۔

نجران کے عیسائیوں کا وفد

﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾(ال عمران:61)

''اس لئے جو شخص آپ کے پاس اس علم کے آجانے کے بعد بھی آپ سے اس میں جھگڑے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلالیں، پھر ہم عاجزی کے ساتھ التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔''

نجران کا علاقہ مکہ اور یمن کے درمیان واقع ہے۔ آنے والا وفد (۷۳) تہتر افراد پر مشتمل تھا۔ اِن کے پاس ایک لاکھ جنگی آدمی تھے۔ یہ سب عیسائی تھے یہ ساٹھ (۶۰) آدمیوں پر مشتمل ایک وفد حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ جس میں چوبیس (۲۴) سردار تھے۔ اِن میں تین آدمی اِس علاقہ کے حاکم تھے۔

(۱) عاقب:...... یہ ایک عہدہ تھا۔ یہ حکومت کا کاروبار چلاتا تھا۔

(۲) سید:...... اِس عہدہ کا آدمی سیاسی امور سرانجام دیتا تھا۔

(۳) اسقف:...... یہ ایک روحانی عہدہ تھا۔ یہ مذہبی امور کا انچارج تھا۔ اِس وفد نے مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ اِس وقت مکہ فتح ہو چکا تھا۔ اور دور دراز سے لوگ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے آرہے تھے تاکہ آپ سے مل کر کوئی سمجھوتہ کر سکیں۔ جب یہ وفد آیا تو آپ ﷺ نے اِن کو اسلام کی دعوت دی۔

عیسائیوں کا عقیدہ:

عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے اور حکومت چلانے میں تین میں تیسرے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ۔ (۲) حضرت مریم۔ (۳) حضرت عیسیٰ۔

اِس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے سورہ مریم کی تلاوت کی مگر عیسائیوں کے وفد نے ماننے سے انکار کر دیا۔ عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ (۲) آپ زندہ ہیں۔ (۳) مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ عیسائی آپ کے معجزات کو بنیاد بنا کر یہ

کہتے تھے کہ آپ اللہ کے بیٹے ہیں جبکہ دوسرا گروہ کہتا تھا کہ خود اللہ تعالیٰ ہیں۔ جب وفد نے تمام باتوں کا انکار کیا۔

عیسائیوں کا وفد تمام نشانیاں رسول اللہ ﷺ میں دیکھ چکا تھا اور اُن کو دل میں یقین تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اور قرآن کے متعلق بھی اُن کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے اِس کے باوجود بھی وفد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ماننے سے انکار کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کو مباہلہ کی دعوت دی۔ آپ نے اپنے ساتھ اپنا خاندان حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی۔

جس کے جواب میں وفد نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ ہمیں سوچنے کی مہلت دیں۔ انھوں نے علیحدگی میں جا کر مشورہ کیا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک نبی آنے والے ہیں۔ اور ہماری کتابوں کے مطابق یہی نبی ہیں۔ تو اگر ہم نے اِن کے ساتھ مباہلہ کیا تو ہماری قوم تباہ ہو جائے گی لہٰذا انھوں نے مباہلہ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آپ کی شرائط پر جس میں جزیہ دینا، سال میں ایک دفعہ دو ہزار کپڑے کے جوڑے دینے اور کپڑوں کے ساتھ ایک سو باون گرام (۱۵۲) گرام چاندی دینا بھی قبول کر لی۔ اِس کے بدلہ میں اُن کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔ آپ حضور ﷺ نے اُن کے ساتھ جزیہ کی وصولی کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ ان سے جزیہ وصول کر کے لائیں۔ جب وفد واپس گیا تو اسلام تیزی سے پھیلنا شروع ہو گیا۔ وفد کے واپس جاتے ہی اُن کے سردار سید اور عاقب بھی مسلمان ہو گئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اُن لوگوں کی اکثریت مسلمان ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ پر یقین ہونے کے باوجود کفر پر قائم رہنا

﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (ال عمران :86)

”اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے ہدایت دے سکتا ہے، جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کا

ارتکاب کیا، رسول ﷺ کے حق ہونے کی گواہی دی اور ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں۔اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

واقعہ:

ایک روایت میں ہے کہ کافروں کے سردار علقمہ کے دو بیٹے ابوحارثہ اور کرز نجران سے مدینہ پاک کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں کرز کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی تو اُس نے کہا کہ ہلاک وہ جو دور والا ہے اور جس کی طرف ہم جا رہے ہیں۔ اِس پر اُس کے بھائی ابوحارثہ نے کہا کہ تیری ماں ہلاک ہو جائے تو نے یہ الفاظ کیوں کہے؟ تجھے پتہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی (ﷺ) ہیں۔ اِس پر کرز نے کہا کہ تمہیں یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی (ﷺ) ہیں تو پھر تم آپ (ﷺ) پر ایمان کیوں نہیں لاتے اِس پر ابوحارثہ نے کہا کہ اگر ہم ایمان لے آئے تو روم کے بادشاہ سے جو ہمیں مراعات مل رہی ہیں وہ سب ہم سے چھین لے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اِسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ وہ حق کو جان چکے ہیں، مگر پھر بھی کفر پر قائم ہیں۔

غزوہ اُحد

﴿وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾(آل عمران:121)

''اے نبی!اس وقت کو بھی یاد کرو جب صبح ہی صبح آپ اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو میدان جنگ میں لڑائی کے مورچوں پر باقاعدہ بٹھا رہے تھے اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔''

سورہ آل عمران: آیت نمبر:122 تا 127:

''جب تمہاری دو جماعتیں پست ہمتی کا ارادہ کر چکی تھیں،اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور مددگار ہے۔ اور اسی کی پاک ذات پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔'''' جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے عین اس وقت تمہاری مدد فرمائی تھی جب کہ تم نہایت گری ہوئی حالت میں تھے، اس لئے اللہ ہی سے ڈرو (نہ کسی اور سے) تاکہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہو۔'''' (اور یہ شکر گزاری باعث نصرت وامداد ہو) جب آپ مومنوں کو تسلی دے رہے تھے، کیا آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر اللہ تعالیٰ کا تمہاری مدد کرنا تمہیں کافی نہ ہوگا۔'''' کیوں نہیں، بلکہ اگر تم صبر و پرہیز گاری کرو اور یہ لوگ اسی دم تمہارے پاس آجائیں تو تمہارا رب تمہاری امداد پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا، جو نشان زدہ ہوں گے۔'''' اور یہ تو محض تمہارے دل کی خوشی اور اطمینان قلب کے لئے ہے، ورنہ مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے۔'''' (اس امداد الٰہی کا مقصد یہ تھا کہ اللہ) کافروں کی ایک جماعت کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر ڈالے اور (سارے کے سارے) نامراد ہو کر واپس چلے جائیں۔''

غزوہ بدر میں کفار قریش کو زبردست شکست ہوئی اور اُن کے ستر کے قریب سردار مارے گئے جس میں ابوجہل بھی شامل تھا۔ اِس بات کا کفار کو بڑا دکھ تھا۔ اب انہوں نے دوسری جنگ یعنی اُحد کے لیے بڑی تیاری کی اور جنگ کرنے میں سب سے سرگرم ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل، خالد بن ولید اور صفوان بن امیہ تھے۔ اِن سب کے قریبی عزیز غزوہ بدر میں قتل

ہو گئے تھے۔ سردار ابوسفیان نے غزوہ بدر میں شرکت نہیں کی تھی کیونکہ وہ اُس قافلہ کی قیادت کر رہا تھا جس کی وجہ سے غزوہ بدر ہوئی تھی۔ اور اُس تجارتی قافلہ میں ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا سامان تھا۔ لہٰذا مکہ کے کافروں نے یہ طے کیا کہ یہ تمام سامان تیاری پر خرچ کیا جائے جو جنگ مسلمانوں کے خلاف لڑنی ہے۔ اِس کے علاوہ بھی لوگوں نے دل کھول کر خرچ کیا۔

شاعر:

ابو غرہ مکہ کا مشہور شاعر تھا۔ اور غزوہ بدر میں قید ہو گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اُس کو اِس شرط پر رہا کیا تھا کہ وہ آئندہ اپنی شاعری سے کافروں کے جذبات مسلمانوں کے خلاف نہیں اُبھارے گا۔ اور نہ ہی اپنی شاعری مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے گا۔ مگر اِس نے بھی وعدہ خلافی کی۔

کعب بن اشرف:

یہ یہودی تھا۔ بنونضیر قبیلہ کا سردار تھا۔ یہ غزوہ بدر کے بعد مکہ گیا اور کافروں کو بدلہ لینے کے لیے اُبھارا اور جنگ کی صورت میں کافروں کی مدد کا وعدہ کیا۔

قبیلوں کی مدد:

کافروں کے دوسرے قبائل جن میں بنوکنانہ اور بنوتہامہ نے بھی قریش کی مدد کا وعدہ کیا اِس طرح کچھ عرصہ قبل قریش بڑی مشکل سے ایک ہزار فوج تیار کر سکے تھے۔ اب انہوں نے دوسرے کفار کی مدد سے تین ہزار کی فوج تیار کی۔ قریش نے اپنی فوج میں عورتوں کو بھی شریک کیا جو زور دار طریقے سے اشعار کہتیں اور اُن اشعار میں قتل ہونے والے سرداروں کا ذکر کرتیں۔ تا کہ موجودہ فوج جوش وخروش سے جنگ لڑے اور بھاگنے نہ پائے۔

تیاری کے ساتھ روانگی:

کافروں کی فوج میں تین ہزار افراد تھے۔ دو سو گھوڑے تھے۔ گھوڑ سواروں کا امیر خالد بن ولید تھا۔ اور اُس کا نائب عکرمہ بن ابوجہل تھا۔ لشکر کی قیادت سردار ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔

قریش کا یہ لشکر غرور، تکبر، نخوت اور غصہ سے بھرا ہوا مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

اِس لشکر کی روانگی کی اطلاع حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک خفیہ خط کے ذریعے رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی، آپ اِس وقت مسجد قبا میں تشریف فرما تھے۔ آپ اطلاع ملتے ہی مدینہ پاک تشریف لائے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ اور جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ انصار کا ایک دستہ جس میں حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اسید بن حضیر تھے یہ تینوں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت پر مقرر ہوئے۔ اور مہاجرین کی طرف سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

راستہ میں ابوء مقام پر رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی قبر آئی تو سردار ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی قبر ہے، اِس کو اکھیڑ دیا جائے مگر کافروں کے لشکر پر اِس وقت اتنا خوف طاری تھا کہ انہوں نے اِس رائے کو مسترد کر دیا۔ اور آگے جا کر مدینہ کے شمال میں ایک ویران جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔

مدینہ منورہ کا دفاع:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورہ کیا کہ جنگ مدینہ کے اندر رہ کر یا باہر نکل کر لڑی جائے اِس میں عبداللہ بن اُبی کا اصرار تھا کہ جنگ مدینہ کے اندر رہ کر لڑی جائے اِس طرح ہم اپنا بہتر دفاع کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا خواب سنایا کہ گائیں ذبح کی جا رہی ہیں۔ آپ کی تلوار کی نوک شکستہ ہو چکی ہے اور آپ کا ہاتھ اپنی محفوظ زرہ کے اندر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تلوار کی نوک شکستہ سے مطلب یہ ہے کہ خاندانِ نبوت کا کوئی فرد شہید ہوگا۔ اور محفوظ سے مراد ہے کہ مدینہ پاک محفوظ رہے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت کا یہ خیال تھا کہ جنگ کھلے میدان میں لڑی جائے جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ کھلے میدان میں جنگ کے حامیوں میں وہ نوجوان جو کمسن ہونے کی وجہ سے غزوہ بدر میں حصہ نہ لے سکے تھے، وہ پیش پیش تھے، تاکہ یہ جوان کھلی جگہ پر اپنے جنگی جوہر دکھا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس تجویز کو قبول فرمالیا اور اپنی زرہ پہن کر باہر تشریف لے آئے آپ کو باہر آتے دیکھ کر نوجوانوں نے سوچا کہ شاید ہماری اِس تجویز سے رسول اللہ ﷺ ناراض نہ ہو گئے ہوں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ حضور (ﷺ) ہم اپنی کھلے میدان والی رائے واپس لیتے ہیں۔ اور آپ ﷺ جو حکم فرمائیں ہم اُسی

پر راضی ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نبی ایک دفعہ تلوار ہاتھ میں لے لے تو وہ واپس نہیں ہو سکتی۔ اِس کھلی جگہ جنگ کرنے کو منافق اعظم عبداللہ بن اُبی نے پسند نہ کیا اور اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر جنگ سے علیحدہ ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی جنگی تیاری:

یہ فیصلہ کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لے گئے آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے اندر جا کر دوہری زرہ پہنی اور تیار ہو کر باہر آگئے۔ تو حضرت سعد بن معاذ اور حضرت حضیر نے دوبارہ آپ سے گزارش کی کہ حضور ﷺ ہم نے کھلی جگہ پر جنگ کا مشورہ دیا تھا مگر ہم اپنی تجویز واپس لیتے ہیں۔ آپ جس جگہ حکم کریں ہم عمل کریں گے مگر آپ نے وہی جواب دیا جو آپ نوجوانوں کو دے چکے تھے۔ کہ جب نبی ایک دفعہ لباس پہن لیتا ہے تو وہ اُس کو اُتارتا نہیں ہے جب تک جنگ کا فیصلہ نہ ہو جائے۔

اسلامی فوج کی ترتیب:

آپ نے فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ (۱) حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو مہاجرین کا پرچم دیا۔ (۲) قبیلہ اوس کا پرچم حضرت حضیر کو دیا۔ (۳) حضرت خباب کو قبیلہ خزرج کا پرچم دیا۔ یہ دونوں اصحاب انصار سے تھے۔ اِس طرح ایک ہزار کا لشکر رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں جس میں ایک سو پچاس زرہ پوش بھی تھے روانہ ہوا۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ زرہ میں ملبوس آپ کی حفاظت کے لیے آپ کے آگے آگے تھے۔ آپ سیدھے کوہِ اُحد کی طرف چلے اور آپ نے چھوٹے بچوں کو واپس کر دیا۔

منافقوں کی واپسی:

یہ اسلامی لشکر جب کفار کی فوج کے قریب پہنچ گیا جہاں سے کافر آپ کی فوج کو دیکھ رہے تھے تو منافق اعظم عبداللہ بن اُبی نے بغاوت کر دی کہ میری بات نہیں مانی اور اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر واپس ہو گیا۔ اُس کا مطلب تھا کہ سردار ابوسفیان دیکھ لے اور مسلمانوں کے حوصلے بھی پست ہو جائیں۔ اِس موقعہ پر حضرت عبداللہ بن حرام نے سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔

لشکر اُحد کے دامن میں:

اِن منافقوں کے جانے کے بعد قبیلہ اوس کے بنو حارثہ اور خزرج کے بنوسلمہ نے بھی واپس جانے کا ارادہ کیا جس کا ذکر قرآن میں ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مدد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سمجھانے پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے پر راضی ہو گئے اور واپس نہ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر اب سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ آپ نے اُحد پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ ڈالا۔ اِس طرح آپ کے سامنے مدینہ پاک تھا اور پشت پر اُحد پہاڑ تھا۔ آپ کے ایک طرف کا راستہ کھلا تھا وہاں چھوٹی سی پہاڑی تھی اِس جگہ سے دشمن آپ کی پشت سے حملہ کر سکتا تھا۔ آپ نے وہاں پچاس تیر انداز حضرت جبیر کی قیادت میں مقرر کر دیے اور سختی سے فرما دیا کہ تم نے ہرگز یہاں سے نہیں ہلنا خواہ تم دیکھو کہ جانور ہماری بوٹیاں اُچک کر لے جا رہے ہیں اور جب تک میں حکم نہ دوں تم نے وہاں سے نہیں ہلنا۔ اگر ہم مالِ غنیمت بھی اکٹھا کر کے لوٹ رہے ہوں پھر بھی تم نے یہ جگہ نہیں چھوڑنی۔ آپ نے باقی صحابہ کی ترتیب فرمائی اور پورے زور سے جنگ کرنے کی تلقین کی۔ آپ نے اپنی تلوار ابودجانہ کے سپرد کی اور فرمایا کہ اِس کا حق ادا کرنا۔ اور ساتھ ہی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاکید فرمائی کہ جنگ میں پہل نہ کرنا۔

دشمن کی فوج:

کافروں کی فوجوں کا کمانڈر ابوسفیان تھا۔ گھوڑ سواروں کا سربراہ خالد بن ولید تھا۔ اور پیدل فوج کا کمانڈر صفوان بن امیہ تھا۔

آغاز ہی میں ابوسفیان نے انصار سے کہا کہ تم جنگ سے علیحدہ ہو جاؤ ہماری جنگ ہمارے چچازاد بھائیوں سے ہے۔ مگر انصار نے اس مشورہ کو رد کر دیا
لیکن سردار ابوسفیان کی یہ تجویز نہ مانی۔

ابو عامر:

اوس قبیلہ کا سردار جو زمانہ جاہلیت میں بھاگ کر قریش کے پاس چلا گیا تھا۔ جبکہ اوس کا باقی قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے بھی اپنے قبیلہ پر زور دیا کہ وہ جنگ میں حصہ نہ لے مگر قبیلہ والے نہ مانے قریش کی عورتیں بھی گیت گا کر اپنے مردوں میں جوش پیدا کر رہی تھیں اور

خاص طور پر ابوسفیان کی بیوی ہندہ تو گیت گا کر اپنے جوانوں کو حوصلہ دے رہی تھی۔

غزوہ اُحد:

جب یہ دونوں فوجیں میدان میں آمنے سامنے ہوئیں تو کافروں کی طرف سے مقابلہ کے لیے کافر طلحہ بن ابی طلحہ اپنے اونٹ پر مقابلہ کے لیے نکلا اِس کے مقابلہ پر مسلمانوں کی طرف سے حضرت زبیر نکلے اور ایک ہی وار میں کافر کا صفایا کر دیا۔ جس پر مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ اِس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی تو کافروں کی طرف سے پہلا پرچم بردار طلحہ جب قتل ہوا تو کافروں کی طرف سے عثمان بن ابوطلحہ نے پرچم سنبھال لیا۔ جس کو حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایک ہی وار میں قتل کر دیا۔ اِس کے بعد اِس خاندان کے کئی افراد نے پرچم سنبھالا مگر سب قتل کر دیے گئے۔ تو ایک حبشی غلام نے جھنڈا سنبھال لیا مگر وہ بھی قتل ہو گیا تو کسی نے جھنڈا نہ اُٹھایا۔

مسلمانوں کا جوش:

اِس جنگ میں مسلمانوں کا جوش عروج پر تھا۔ ابو دجانہ جس کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کی تلوار تھی۔ اپنے پورے جوش سے کافروں پر حملہ کر رہے تھے۔ اور سر پر سرخ پٹی بندھی ہوئی تھی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا پھوپھی زاد بھائی اور قریشی تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلوار مانگی مگر رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو نہ دی اب میں دیکھتا رہا کہ ابو دجانہ اِس تلوار سے کیا کرتا ہے۔ مگر میں نے دیکھا کہ ابو دجانہ نے تلوار کا حق ادا کر دیا۔ اُس کی زد میں جو بھی کافر آیا اُس کو قتل کر دیا۔ ایک دفعہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی اُس کی زد میں آئی مگر اُس کو عورت سمجھ کر اُس پر وار نہ کیا۔

دوسری طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی کافروں پر وار کر رہے تھے۔ اور کافروں کو قتل کر رہے تھے مگر عین لڑائی کے دوران ایک حبشی غلام جس کا نام وحشی تھا۔ اس نے چھپ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر تیر چلایا جس سے آپ شہید ہو گئے۔

وحشی غلام:

یہ ایک کافر جبیر کا غلام تھا۔ جس نے اِس حبشی غلام پر شرط لگا دی کہ اگر تم رسول اللہ

ﷺ کے چچا حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو شہید کردو گے تو میں تمہیں آزاد کردوں گا۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اُس کو آزادی مل گئی۔ اِس جنگ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق، حضرت زبیر، حضرت مصعب، حضرت طلحہ اور بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حصہ لیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ایک منافق ابو عامر جس کو رسول اللہ ﷺ نے فاسق قرار دیا تھا کا بیٹا تھا، یہ منافق ابو عامر بھاگ کر مدینہ سے مکہ چلا گیا تھا۔ اور دشمنوں سے مل کر جنگ کر رہا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے ساتھ سوئے ہوئے تھے۔ کہ آپ کو جنگ کی خبر ہوئی تو آپ وہاں سے بھاگ کر جنگ میں شریک ہو گئے اور اِسی حالت میں شہید ہو گئے۔ شہید کو چونکہ غسل نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا فرشتوں نے اِس کو غسل دیا، کیونکہ آپ اپنی بیوی سے صحبت کر چکے تھے۔ اور نہانے کا وقت نہ تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھانے لگے تو اُس وقت بھی آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔

کافروں کو شکست:

جنگ کے دوران خالد بن ولید نے تین بار کوشش کی کہ مسلمانوں کی پشت سے حملہ کریں۔ مگر پہاڑی پر موجود پچاس تیر اندازوں نے اُس کے ہر حملہ کو ناکام بنا دیا۔ لہٰذا کافر اپنا سامان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اور ساتھ ہی عورتیں بھی بھاگ نکلیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان کہ ہم نے عورتوں کی پازیب جو پاؤں میں باندھی ہوئی تھیں، اُن کی آوازیں سنیں۔

تیر اندازوں کی غلطی:

جب کافروں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ نکلے تو مسلمانوں نے مالِ غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ اُن کو دیکھ کر پہاڑی پر بیٹھے تیر اندازوں نے بھی مالِ غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ اِس طرح تیر اندازوں کے کمانڈر حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف دس (۱۰) تیر انداز رہ گئے۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے اُن کو کافی روکا اور رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی سنایا۔ مگر اُن کا کہنا تھا کہ جب کافروں کو شکست ہو گئی ہے تو اب یہاں رُکنا فضول ہے۔ خالد بن ولید نے جب دیکھا کہ پہاڑی پر صرف دس (۱۰) آدمی رہ گئے ہیں تو اُس نے مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر

دیا۔ دس (۱۰) تیر اندازوں کو شہید کر دیا۔ اور جو کافر بھاگ رہے تھے وہ بھی واپس آگئے اور اُنھوں نے بھی مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں میں افراتفری پیدا ہوگئی اور مسلمان کافروں کے نرغہ میں آگئے۔

مسلمانوں کا لشکر:

اِس افراتفری میں کچھ کمزور قسم کے مسلمان بھاگ کر مدینہ کی طرف چلے گئے اور پھر ایسی افراتفری پھیلی کہ مسلمان ہی مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے۔

اِسی دوران یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ دراصل حضرت مصعب شہید ہوئے تھے اور اُن کی شکل رسول اللہ ﷺ سے کافی ملتی تھی۔ یہ افواہ سن کر مسلمان بددل ہوگئے۔ اور اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ مگر دوسری طرف حضرت انس اور دوسرے صحابہ یہ اعلان کر رہے تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ لہٰذا انہوں نے زور سے کافروں پر حملہ کیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ جو صحابہ بھاگ رہے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کا سن کر ایک جگہ آرام سے بیٹھ گئے تھے۔ انھوں نے بھی دشمن پر حملے شروع کر دیے۔ اِسی طرح مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں تو وہ واپس آکر رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کے گرد لڑائی:

افراتفری کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف نو صحابہ کرام رہ گئے تھے جن میں سات انصاری اور ۲ مہاجرین میں سے تھے۔ جب دشمن قریب آئے تو صحابہ کرام مقابلہ کرتے۔ اِسی طرح اِن میں سات انصاری شہید ہو گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے گرد صرف دو مہاجرین رہ گئے جن میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص تھے۔ یہ دیکھ کر دشمن نے لگاتار حملے کیے اور ایک کافر عتبہ نے آپ ﷺ کو ایک پتھر مارا جس سے آپ ﷺ کا ایک دندانِ مبارک شہید ہوگیا۔ اور آپ ﷺ کا نچلہ ہونٹ بھی زخمی ہو گیا۔ ایک اور کافر عبداللہ بن قمہ نے آپ کو تلوار کا زخم لگایا اور ساتھ ہی نعرہ لگایا کہ میں قمہ کا بیٹا ہوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تجھے توڑے۔

بددعا:

رسول اللہ ﷺ نے جب فرمایا: اللہ تجھے توڑے تو جب قمہ اپنے گھر مکہ پہنچا تو بکریاں چراتے ہوئے ایک پہاڑ پر گیا جہاں ایک پہاڑی بکرے نے ٹکر ماری جس سے یہ پہاڑ سے نیچے گر کر ہلاک ہوگیا۔

رسول اللہ ﷺ کا دفاع:

جنگ کے دوران جب رسول اللہ ﷺ کے گرد صرف دو صحابی رہ گئے تو یہی آپ ﷺ کا دفاع کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت سعد کو تیر دے رہے تھے اور وہی تیر چلا رہے تھے جبکہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہوگئے اور دشمن کو للکار رہے تھے۔ اِس وجہ سے دشمن آپ کے قریب نہ آسکا۔ حضرت طلحہ اُن تمام تیروں کو جو دشمن آپ حضور ﷺ پر چلا رہے تھے اپنی ڈھال پر روک رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو کوئی نقصان نہ ہونے دیا۔ ایک موقعہ پر ایک کافر نے حضرت طلحہ کو تیر مارا جس سے آپ کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں اور آپ کے منہ سے ہائے کا لفظ نکلا۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طلحہ اگر تو ہائے کی بجائے اللہ اکبر کہہ دیتا تو فرشتے ہمارے اتنے قریب آچکے تھے کہ تمہیں زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیتے۔ اِس دن حضرت طلحہ کو پینتالیس (۴۵) زخم آئے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی زندہ شہید دیکھنا چاہتا ہے تو وہ حضرت طلحہ کو دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی غیبی امداد کی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام آپ حضور ﷺ کی طرف سے جنگ کر رہے تھے۔ جب لوگوں کو پتہ چل گیا کہ رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں، تو صحابہ کرام آپ ﷺ کے اردگرد جمع ہونے شروع ہوگئے اور سب سے پہلے آپ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے پھر باقی صحابہ بھی آگئے۔

حضرت ابوعبیدہ نے اپنے دانتوں سے آپ کے چہرہ مبارک سے زرہ کی کڑیاں نکالیں جس سے حضرت ابوعبیدہ کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے خون نکل رہا تھا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان نے آپ حضور ﷺ کا خون اپنے منہ سے چوس لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِس کو تھوک دو مگر حضرت مالک نے اِس کو تھوکنے کی بجائے اِس کو پی لیا اِس طرح حضرت مالک کے خون میں رسول اللہ ﷺ کا خون بھی شامل ہوگیا۔

کافر ابی بن خلف کا قتل:

یہ کافر جب مکہ میں تھا تو رسول اللہ ﷺ کو کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پال رکھا ہے میں اِس پر بیٹھ کر نعوذ باللہ آپ کو شہید کروں گا۔ چنانچہ اُحد کی جنگ میں وہ آپ کی طرف حملہ کرنے کی نیت سے بڑھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے نیزہ لے کر اُس کو زخم لگایا۔ جس کی وجہ سے وہ شور مچاتا ہوا واپس چلا گیا اور کہتا تھا کہ میں مر گیا۔ ابوسفیان نے زخم دیکھ کر کہا کہ زخم تو معمولی ہے۔ مگر وہ کہتا کہ اگر رسول اللہ ﷺ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔ اور وہ مکہ کے راستہ ہی میں مر گیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا:

اُحد پہاڑ پر چڑھتے ہوئے حضرت طلحہ نے حضور اکرم ﷺ کو کندھے پر اُٹھا لیا اور پہاڑ پر چڑھنے میں مدد کی اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طلحہ نے جنت خرید لی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب پہاڑ پر چڑھ گئے تو خالد بن ولید نے پہاڑ پر چڑھ کر رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر دشمن کے ایک حصہ کو تیر چلا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے حصہ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روک لیا۔ اور پہاڑ سے نیچے اُترنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سفیان کے سوال جواب:

اِس جنگ میں مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ لیکن مورخین کو اِس سوال کا جواب آج تک نہیں ملا کہ کفار کو فتح ہوئی یا مسلمانوں کو شکست ہو گئی تھی۔ اِس کے باوجود مسلمانوں کو مکمل کچلے بغیر کافر واپس چلے گئے۔ کافر واپس جاتے ہوئے اُونچی جگہ پر کھڑے ہو گئے تو سردار ابو سفیان نے کہا: کیا تم میں (۱) حضرت محمد ﷺ زندہ ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے حکم پر کسی نے جواب نہ دیا۔ (۲) ابوسفیان نے دوبارہ پوچھا کہ کیا تم میں ابو قحافہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ اِس کا بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ (۳) ابوسفیان نے تیسری مرتبہ چلا کر کہا کہ کیا تم میں عمر بن خطاب زندہ ہیں اِس کا بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ تو ابوسفیان نے خود ہی اُونچی آواز سے کہا کہ اچھا ہوا سب سے چھٹکارا مل گیا اِس بات پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور اُونچی آواز سے کہا کہ اے اللہ کے دشمن یہ تینوں زندہ ہیں۔ اِس پر ابوسفیان نے کہا کہ جن مقتولوں کا مثلہ ہوا ہے میں اِس سے بری الذمہ ہوں۔ نہ ہی میں نے اِس کا حکم دیا اور نہ ہی

میں نے اِس کا بُرا منایا۔ اور اپنے بت کا نعرہ لگایا کہ یا ھبل۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِس کو جواب دو کہ اللہ تعالیٰ بڑا اور برتر ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہمارے شہید جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں۔ اِس پر ابوسفیان نے کہا کہ اگلے سال مقابلہ بدر میں ہوگا۔

مسلمانوں کی ناکامی کی وجہ:

سب سے بڑی وجہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی۔ رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازوں کو حکم دیا تھا کہ تم نے اپنی جگہ نہیں چھوڑنی چاہے کیسے ہی حالات ہوں۔ مگر تیر اندازوں نے مالِ غنیمت کو دیکھ کر اُس کو اکھٹا کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کو فتح ہو گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی خلاف ورزی کر دی۔ اور دنیا کے مال کی غرض سے مالِ غنیمت کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔

آیت نمبر: ۱۵۲ میں شکست کی وجہ اللہ تعالیٰ نے فرما دی، اللہ تعالیٰ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا۔ ابتداء میں تم ہی قتل کر رہے تھے، مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور آپس میں اختلاف کیا، اللہ تعالیٰ نے وہ چیز دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مالِ غنیمت) تم نے اپنے سردار کے حکم کے خلاف ورزی کی۔ تم میں کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ لوگ آخرت کے تب اللہ تعالیٰ نے تمہیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا۔ کیونکہ مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نظر عنایت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اتباع

﴿اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ ﴿اَلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾(ال عمران :73-172)

”جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو قبول کیا اس کے بعد کہ انہیں پورے زخم لگ چکے تھے، ان میں سے جنہوں نے نیکی کی اور پرہیز گاری برتی ان کے لئے بہت زیادہ اجر ہے۔“ ”وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔“

سورہ آل عمران : آیت نمبر :75-174:

”(نتیجہ یہ ہوا) اللہ کی نعمت وفضل کے ساتھ یہ لوٹے، انہیں کوئی برائی نہ پہنچی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی پیروی کی، اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“ ”یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو۔“

واقعہ:

جب ابوسفیان غزوہ اُحد میں جنگ جیت چکا تھا مگر اچانک اُس نے واپسی کا ارادہ کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا کہ ابھی اپنے ہتھیار نہ اُتارو۔ ہوسکتا ہے کہ ابو سفیان راستہ ہی سے واپس آ جائے اور دوبارہ آ کر حملہ کر دے لہٰذا ہمیں اُس کا پیچھا کرنا ہے۔ یہ سن کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے۔ اُس وقت صحابہ زخمی تھے۔ تھک گئے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا خدشہ بالکل درست ثابت ہوا۔ ابوسفیان نے راستہ میں دوسرے کفار سے مشورہ کیا کہ ہم سے سخت حماقت ہوگئی ہے۔ ہمیں چاہیے تھا کہ مسلمانوں کو بالکل کچل دیتے اور اب بھی موقعہ ہے کہ ہم واپس جا کر حملہ کریں اور ابھی ابوسفیان واپس آنے کا پروگرام ہی بنا رہا تھا کہ اُس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر تمہارے

پیچھے آ رہے ہیں۔ اور مخبر نے یہ بھی ابوسفیان اور دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ مسلمان غصہ سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور بہت ہی پرجوش ہیں۔ جنگ کے لیے مکمل تیار ہیں۔ ابوسفیان نے یہ باتیں سن کر مدینہ پر حملہ کرنے کا پروگرام ختم کر دیا۔ اور واپس مکہ چلا گیا۔ دوسری دفعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اُس وقت آزمائش کی کہ جب ابوسفیان نے اُحد کے مقام پر مسلمانوں کو للکارا تھا کہ اگلے سال بدر کے مقام پر مقابلہ ہوگا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مطلع کیا کہ قریش کے مقابلہ کے لیے بدر کے مقام پر جانا ہے۔ اِسی اثناء میں مدینہ کے منافقین نے یہ افواہ پھیلا دی کہ ابوسفیان ایک بہت بڑا لشکر لے کر بدر کے مقام کی طرف آ رہا ہے اُن کا خیال تھا کہ مسلمان اِس سے خوف زدہ ہو جائیں گے اور بدر کی طرف نہ جائیں گے۔ مگر تمام صحابہ جو مومن تھے رسول اللہ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا اور بدر کی طرف روانہ ہو گئے مگر ابو سفیان خوف کے مارے مقابلہ پر نہ آیا۔

یہودیوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾

(آل عمران:181)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول بھی سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں، ان کے اس قول کو ہم لکھ لیں گے۔ اور ان کا انبیا کو بلا وجہ قتل کرنا بھی، اور ہم ان سے کہیں گے کہ جلنے والا عذاب چکھو۔''

روایت:

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہودیوں کے مدرسہ میں گئے اور مدرسہ کے عالم سے کہا کہ تم ایمان لے آؤ کیونکہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا نشانیاں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی موجود ہے۔ یہ سن کر عالم نے کہا کہ تمہارا اللہ تو ہمارا محتاج ہے ہم اُس کے محتاج نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہم سے قرضہ مانگ رہا ہے۔ اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرضہ نہ مانگتا۔ یہودی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ کا اللہ تو ہمارا محتاج ہے۔ قرضہ ہم سے مانگ رہا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال نہیں کرتے بلکہ وہ ہم سے بھیک مانگ رہا ہے۔

دوسرا انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تمہارا خدا ہمیں تو سود سے روکتا ہے اور خود ہم سے سود پر رقم مانگ رہا ہے۔ خود کہتا ہے کہ مجھے قرض دو میں دوگنا کر کے واپس کروں گا۔ اِس طرح وہ خود سود ادا کرررہا ہے۔ اگر غنی ہوتا تو ہم سے سود پر قرض کا تقاضا کیوں کرتا۔

یہ باتیں سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور یہودی کے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر شکایت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام قصہ بتلا دیا مگر یہودی مکر گیا کہ میں نے یہ نہیں کہا۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ میری آیتوں کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اِس سے پہلے یہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی قتل کرتے رہے۔

یہودیوں کا انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا

﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾(آل عمران:183)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی رسول کو نہ مانیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے پہلے تمہارے پاس جو رسول دیگر معجزوں کے ساتھ یہ بھی لائے جسے تم کہہ رہے ہو تو پھر تم نے انہیں کیوں مار ڈالا ہے۔"

بنی اسرائیل کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون تھا کہ اگر کسی دو فریقوں میں اختلاف ہو جاتا تو وہ اپنی قربانی رکھتے اُوپر سے آگ آتی وہ آگ جس کی قربانی کو کھا جاتی تو اُس کی بات سچی ہو جاتی اور جس کی قربانی پڑی رہتی تو وہ جھوٹا ہو جاتا ہے۔ جیسے بابا آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں اختلاف ہوا تو دونوں نے اپنی اپنی قربانی رکھی اوپر سے آگ آئی جس نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا اور اِس طرح قابیل جھوٹا ثابت ہوا مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے بعد بھی قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔

بنی اسرائیل کے زمانہ میں بھی جب قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئی اور کھلے عام بت پرستی ہونے لگی اُس زمانہ میں ایک قوم بعلبک تھی جو ایک بت جس کا نام بعل تھا۔ اُس کی پوجا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف حضرت الیاس علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ مگر قوم نے انکار کر دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی نہیں ہو۔ اور شرط رکھ دی کہ اگر نبی ہو تو اپنی قربانی پیش کرو اگر تمہاری قربانی منظور ہوئی تو ہم تمہیں نبی مان لیں گے چنانچہ حضرت الیاس علیہ السلام نے قوم کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک بیل کو ذبح کر کے رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُوپر سے آگ بھیجی اور وہ قربانی کو کھا گئی۔ مگر قوم نے یہ نشانی دیکھ کر بھی انکار کر دیا کہ آپ اللہ کے نبی نہیں۔ اور جا کر بادشاہ کو شکایت کی کہ یہ شخص ہمیں بت کی عبادت کرنے سے منع کرتا ہے۔ بادشاہ بھی عیش پرست تھا۔ اُس کی ایک محبوبہ کافر تھی۔ اُس بادشاہ نے اپنی کافر

محبوبہ کے کہنے پر آپ کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ مگر آپ بھاگ کر پہاڑوں پر چلے گئے اور وہیں پناہ لی۔

یہودیوں کا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنا

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا﴾(النسآء: 51)

”کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا؟ جو بت کا اور باطل معبود کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔“

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودی اہل کتاب ہیں اور اِن کے پاس علم بھی ہے سب جانتے بھی ہیں مگر پھر بھی یہ کہتے ہیں۔ مکہ کے کافر جو بت پرست ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پیروکاروں یعنی مومنوں سے بہتر ہیں۔

واقعہ:

اِس آیت کا ایک مقصد ہے کہ جب کافر کسی بھی بات کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ مجھ پر جو کلام نازل ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ چھپ کر یہودیوں سے جا کر پوچھتے تھے۔ یا یہودی سردار بھی مکہ کے کافروں میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف نفرت پھیلاتے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ اِسی طرح ایک دفعہ یہودی قبیلہ کا سردار کعب بن اشرف مکہ میں آیا۔ (اِس سردار کو بعد میں رسول اللہ ﷺ نے قتل کرا دیا) تو مکہ کے لوگوں نے اِس سردار سے پوچھا کہ تم اہل کتاب ہو اور زیادہ علم رکھتے ہو۔ ہمیں بتاؤ تو سہی کہ ہمارا دین بہتر ہے کہ اِن مسلمانوں کا۔ اِس پر کعب بن اشرف نے جواب دیا کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہت بہتر ہے۔ اور ساتھ ہی کافروں کی خوشامد کرنے لگا کہ تم صلہ رحمی کرتے ہو۔ اونٹنیاں ذبح کر کے مسافروں کو کھلاتے ہو۔ حاجیوں کو کھانا کھلاتے ہو اور پانی بھی پلاتے ہو۔ غلاموں کو آزاد کرتے ہو۔ تمہارے مقابلہ میں مسلمانوں نے بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ہے۔ لہٰذا تم ہر حال میں اُن سے بہتر ہو۔

رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بول کر فیصلہ کرانا

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا﴾(النسآء:105)

''یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تا کہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔''

سورہ نسآء آیت نمبر: 106 تا 113:

''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو بے شک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا، مہربانی کرنے والا ہے۔'''' اور ان کی طرف سے جھگڑا نہ کرو جو خود اپنی ہی خیانت کرتے ہیں، یقیناً دغاباز گنہگار اللہ تعالیٰ کو اچھا نہیں لگتا۔'' وہ لوگوں سے تو چھپ جاتے ہیں، (لیکن) اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے، وہ راتوں کے وقت جب کہ اللہ کی ناپسندیدہ باتوں کے خفیہ مشورے کرتے ہیں اس وقت بھی اللہ ان کے پاس ہوتا ہے، ان کے تمام اعمال کو وہ گھیرے ہوئے ہے۔'''' ہاں تو یہ ہو تم لوگ کہ دنیا میں تم نے ان کی حمایت کی لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن ان کی حمایت کون کرے گا؟ اور وہ کون ہے جو ان کا وکیل بن کر کھڑا ہو سکے گا؟'''' جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا، مہربانی کرنے والا پائے گا۔'''' اور جو گناہ کرتا ہے اس کا بوجھ اسی پر ہے۔ اور اللہ بخوبی جاننے والا اور پوری حکمت والا ہے۔'''' اور جو شخص کوئی گناہ یا خطا کر کے کسی بے گناہ کے ذمے تھوپ دے، اس نے بہت بڑا بہتان اٹھایا اور کھلا گناہ کیا۔'''' اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحم تجھ پر نہ ہوتا تو ان کی ایک جماعت نے تو تجھے بہکانے کا قصد کر ہی لیا تھا، مگر دراصل یہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کرتے ہیں، یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب وحکمت اتاری ہے اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا، اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی ﷺ کی رہنمائی فرمائی کہ کچھ منافق قسم کے

مسلمان جھوٹ بول کر اور اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر اپنے حق میں فیصلہ کرانا چاہتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر معظم ﷺ کو حقیقت ظاہر کر دی اور مسلمانوں کو تنبیہ کی کہ توبہ کرو اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔

واقعہ:

انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص ابیرق بن بشر نے ایک دوسرے شخص کی زرہ چرالی ۔ جب اِس انصاری کو چوری کا پتہ چلا تو اِس نے شک ظاہر کیا کہ میری زرہ ابیرق نے چرائی ہے۔ اِس بات کا ابیرق کو پتہ چلا تو اُس نے اپنی زرہ ایک یہودی کے سامان میں رکھ دی۔ جب تمام لوگوں کے سامان کی تلاشی لی گئی تو زرہ یہودی کے سامان سے نکلی جب یہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو یہودی نے انکار کیا کہ مجھے اِس زرہ کا کوئی علم نہیں ہے۔ جس شخص کی زرہ چوری ہوئی ہے اُس نے بھی شک ابیرق پر کیا ہے۔ ابیرق کا تمام قبیلہ مسلمان ہو چکا تھا۔ لہٰذا قبیلہ کے تمام لوگ قسم اُٹھا کر ابیرق کی صفائی دینے لگے اور اپنے مسلمان ہونے کا واسطہ بھی دیا کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہم پر یقین کریں اور یہ یہودی ہے ابھی رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ نہ کیا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق کر دیا۔ بنی ظفر کا یہ شخص بھاگ کر کافروں کے پاس چلا گیا اور اسلام کی مخالفت کرنے لگ گیا۔

دوسرا واقعہ:

ایک اور بھی واقعہ ہوا کہ ایک منافق نے کسی مسلمان کے گھر میں چوری کر کے آٹا چرالیا۔ بوری میں ایک سوراخ تھا۔ جس سے آٹا راستہ میں گرتا گیا اور آٹا کا نشان اُس کے گھر تک آگیا۔ جب اِس منافق کو پتہ چلا کہ آٹے کے نشان میرے گھر تک آگئے ہیں تو اُس نے فوری آٹا اپنے گھر سے اُٹھا کر ایک یہودی کے گھر امانتاً رکھ دیا اور آٹے کے نشان یہودی کے گھر پر بھی چلے گئے۔ صبح اُس مسلمان نے کھوج نکالا تو آٹے کے نشانات اِس منافق کے گھر تک آگئے مگر اُس نے انکار کیا اور اُس کے دوسرے نشانات دیکھاتا ہوا یہودی کا گھر دکھا دیا۔ مگر یہودی نے انکار کیا اور کہا کہ فلاں شخص یہ آٹا میرے گھر میں امانتاً رکھ گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کیس گیا تو منافق کا قبیلہ مسلمان ہو چکا تھا لہٰذا اُنہوں نے قسمیں اُٹھا کر اِس منافق کی صفائی دی اور یہودی کے خلاف گواہی دی جس پر یہ آیات نازل ہوئیں اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا

النساء آیت: ۱۲۵

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ (النسآء: 125)

''باعتبار دین کے اس سے اچھا کون ہے؟ جو اپنے کو اللہ کے تابع کر دے اور ہو بھی نیکو کار، ساتھ ہی یکسوئی والے ابراہیم کے دین کی پیروی کر رہا ہو اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنالیا ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں حضرت نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا۔ کیونکہ اُس نے میرے حکم کی پیروی کی۔

واقعہ:

ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں اناج ختم ہو گیا تو آپ اناج لینے کے لیے موصل میں اپنے دوست کے پاس گئے۔ مگر آپ کو وہاں سے غلہ نہ ملا تو آپ وہاں سے خالی ہاتھ واپس آگئے۔ واپس آتے وقت خیال آیا کہ گھر والوں کی تسلی کے لیے اِن بوریوں میں ریت بھر لیتا ہوں گھر والے یہ خیال کریں گے کہ غلہ آگیا ہے۔ اور آپ جان بوجھ کر گھر دیر سے آئے تاکہ وہ زیادہ دیر ہونے کی وجہ سے سو جائیں۔ جب آپ گھر آگئے تو سب سوئے ہوئے تھے۔ آپ نے ریت سے بھری بوریوں کو گھر میں رکھا اور خود بھی سو گئے۔ جب صبح آپ کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ سب گھر والے خوش ہیں اور روٹیاں پک رہی ہیں۔ آپ کے پوچھنے پر گھر والوں نے بتایا کہ ہم نے بوریوں سے غلہ نکال کر کھانا پکایا ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے بوریوں میں ریت کی بجائے غلہ بھر دیا ہے گھر والوں نے جب آپ سے پوچھا کہ اتنا غلہ کہاں سے لائے ہو تو آپ نے بتایا کہ میں یہ غلہ اپنے دوست (اللہ تعالیٰ) سے لایا ہوں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو خلیل اللہ بنالیا۔

یہودیوں کا اپنے نبیوں علیہم السلام کو قتل کرنا

﴿وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾(النسآء:157)

''اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا حالانکہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے ان (عیسیٰ) کا شبیہ بنا دیا گیا تھا۔ یقین جانو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں، انہیں اس کا کوئی یقین نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے انہیں قتل نہیں کیا۔''

رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں یہودی سب سے آگے تھے۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے حالانکہ انہوں نے نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے معاملہ کو شک والا بنا دیا۔

اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اِس آیت سے قبل فرمایا کہ تم تو اپنے انبیاء علیہم السلام کو بھی جو بنی اسرائیلی تھے۔ قتل کرتے رہے ہو۔ ہر نبی کی تم نے مخالفت کی۔

واقعات:

یہودیوں کی اپنی مذہبی کتاب تلمود میں یہ واقعات لکھے ہوئے ہیں کہ بخت نصر بادشاہ نے جب بیت المقدس فتح کیا اور ہیکل سلیمانی کی سیر کرنے لگا تو عین قربان گاہ کے سامنے ایک دیوار پر تیر کا نشان نظر آیا اور اِس کے ساتھ ایک پتھر رکھا ہوا تھا۔ بخت نصر بادشاہ نے یہودیوں سے پوچھا کہ یہ کیسا نشان ہے تو انہوں نے بے شرمی سے جواب دیا کہ اِس جگہ ہم نے اپنے نبی حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کیا تھا کیونکہ وہ ہمیں بُرے کاموں سے روکتا تھا۔

② حضرت یرمیاہ بھی بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ کے متعلق قوم نے کہا کہ یہ ہمارے نبی بھی تھے بُرے کاموں سے بھی روکتے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اگر تم نے اِن بُرے کاموں سے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ تمہارے اُوپر ایک ظالم بادشاہ مسلط کر دے گا۔ اِس پر یہودیوں نے اِس کو قوم کا غدار قرار دیا اور قید کر دیا۔

③ حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ انہوں نے بھی بنی اسرائیل کو بُرے کاموں سے روکا اور بادشاہ کے دربار میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی جو نافرمانیاں ہوتی تھیں۔ قوم کو تنبیہ کی۔ بادشاہ نے اپنے نبی کی اس بات کا بُرا منایا اور آپ کو قید کر دیا۔ بادشاہ کی محبوبہ جو کافر تھی۔ اُس کی فرمائش پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور آپ کا سر مبارک تھال میں رکھ کر اپنی کافر محبوبہ کو پیش کیا۔

④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اِس قوم یعنی بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ آپ نے ہی پنگھوڑے میں قوم کو بتایا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا کیا تھا۔ جب تک آپ نے تبلیغ کا کام شروع نہ کیا تھا۔ آپ کی عزت کرتے تھے۔ مگر جب آپ نے لوگوں کو بُرے کاموں سے روکا تو قوم نے آپ کی والدہ پر زنا کا الزام لگا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بُرے القابات سے پکارنے لگے۔ اِس وقت یہ علاقہ روم کے ماتحت تھا لٰہذا بنی اسرائیل نے روم کے بادشاہ سے شکایت کی یہ شخص تمہارے تخت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اِس پر روم کے بادشاہ نے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھانسی کا حکم دے دیا۔ پہلے آپ کو قید کر دیا گیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی جگہ آپ کے سب سے بڑے مخالف جو پھانسی دلوانے میں پیش پیش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنا دی لوگوں نے اِس شخص کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر پہلے اِس کے منہ پر تھوکا اور پھانسی کے تختہ پر لے جایا گیا جبکہ وہ شور مچا رہا تھا کہ میں حضرت عیسیٰ نہیں ہوں۔ مگر لوگوں نے اِس کو پھانسی دے دی۔

اخلاقی حالت:

لوگوں کی اخلاقی حالت اِس حد تک گر چکی تھی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام قید میں تھے تو آپ کے ساتھ ایک ڈاکو بھی قید تھا جس کا نام برابا تھا۔ اِسی دوران ایک خوشی کا تہوار آیا تو بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ عوام بتائیں کہ آج میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو رہا کروں یا برابا ڈاکو کو تو بنی اسرائیل کی قوم نے بادشاہ سے کہا کہ برابا ڈاکو کو رہا کر دیں اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو پھانسی دیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کی

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ (المآئدة:11)

''اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا ہے اسے یاد کرو جب کہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اِس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ یہودی قبیلہ بنی نضیر کے پاس گئے۔ وجہ یہ تھی کہ ایک شخص نے غلطی سے دوسرے قبیلہ کا آدمی قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا یہودی قبیلۂ بنی نضیر سے یہ معاہدہ تھا کہ اگر یہودی قبیلہ اور مسلمانوں میں سے کوئی آدمی دوسرے قبیلہ کا قتل کر دے تو اُس کو دیت دینی پڑے گی مگر وہ دیت نصف یہودی اور نصف مسلمان دیں گے۔ لہٰذا اِسی سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ یہودی قبیلہ سے نصف دیت لینے گئے تھے۔ یہودیوں کے دل میں فتور آ گیا اور خفیہ طور پر مشورہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک خاص سکیم بنا کر شہید کر دیا جائے۔ چنانچہ یہودیوں نے کہا کہ آپ تشریف رکھیں کچھ کھا پی لیں۔ ہم ابھی ادا کرتے ہیں۔ در پردہ انہوں نے مشورہ کیا اور آپ کو ایک دیوار کے ساتھ بٹھا دیا گیا اور مشورہ کے مطابق، ایک شخص نے چھت پر جانا تھا اور ایک بڑا پتھر لے کر آپ پر چھت سے گرانا تھا۔ اُن کا منصوبہ تھا کہ آپ شہید ہو جائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بروقت آگاہ کر دیا۔ تو آپ فوری وہاں سے اُٹھ کر واپس تشریف لے گئے اور آپ حضور ﷺ نے یہودیوں کے اِس منصوبہ کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی مطلع کر دیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ ہی واپس آ گئے۔ اِسی واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ہاتھ روک دیئے تھے۔

بنی اسرائیل کا فلسطین میں داخل ہونے سے انکار

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ﴾

(المآئدۃ:20)

''اور یاد کرو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا، اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا ذکر کرو کہ اس نے تم میں سے پیغمبر بنائے اور تمہیں بادشاہ بنا دیا اور تمہیں وہ دیا جو تمام عالم میں کسی کو نہیں دیا۔''

سورہ المآئدۃ: آیت نمبر: 21 تا 26:

''اے میری قوم! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے، اور اپنی پشت کے بل روگردانی نہ کرو، کہ پھر نقصان میں جا پڑو۔'' ''انہوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰ وہاں تو زور آور سرکش لوگ ہیں اور جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم تو ہرگز وہاں نہ جائیں گے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں پھر تو ہم (بخوشی) چلے جائیں گے۔'' ''دو لوگوں نے جو اللہ سے ڈرنے والے تھے، جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہا کہ تم ان کے پاس دروازے میں تو پہنچ جاو، دروازے میں قدم رکھتے ہی یقیناً تم غالب آجاو گے، اور تم اگر مومن ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔'' ''قوم نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں ہیں تب تک ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے، اس لئے تم اور تمہارا پروردگار جا کر دونوں ہی لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔'' ''موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے الٰہی! مجھے تو بجز اپنے اور میرے بھائی کے کسی اور پر کوئی اختیار نہیں، پس تو ہم میں اور ان نافرمانوں میں جدائی کر دے۔'' ''ارشاد ہوا کہ اب زمین ان پر چالیس سال تک حرام کر دی گئی ہے، یہ خانہ بدوش ادھر ادھر سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ اس لئے تم ان فاسقوں کے بارے میں غمگین نہ ہونا۔''

اِن آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اپنی قوم کو وہ احسانات گنوائے جو اللہ تعالیٰ نے اِس قوم پر فرمائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس قوم میں تقریباً ستر (۷۰) ہزار نبی پیدا کیے۔ اِس

قوم کو اپنا محبوب بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا، مثلاً فرعون سے نجات دی، بادلوں کا سایہ کیا، آسمانوں سے من وسلویٰ اُتارا۔ پتھر سے پانی کے بارہ چشمے نکالے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اِن احسانات کو بتا کر اپنی قوم کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فلسطین جو تمہارا علاقہ ہے، اُس میں گھس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دیں گے۔

واقعہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے (بارہ قبیلے تھے) بارہ قبیلوں کے سرداروں کو جن کی تعداد بھی بارہ ہی تھی ان کو فلسطین کے اندر بھیجا تا کہ وہ اُن کے حالات معلوم کر کے آئیں۔ بارہ سردار جب تمام حالات معلوم کر کے آئے تو انہوں نے مجمع عام میں کہا کہ وہاں بہت خوشی ہے۔ دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ مگر وہاں جو لوگ آباد ہیں بہت زبردست ہیں۔ طاقت ور اور قدر آور ہیں۔ ہم تو اُن کے مقابلہ میں ٹڈے معلوم ہوتے ہیں۔ ہم نے وہاں ایک قبیلہ عناق کو دیکھا جو بہت جبار ہے۔ لہٰذا ہم میں اُن سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ یہ سن کر لوگ کہنے لگے: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام! تو ہمیں یہاں لا کر قتل کرانا چاہا ہے۔ اِس سے بہتر تھا کہ ہم مصر میں ہی رہ جاتے۔ اب بھی بہتر ہے کہ ہم واپس مصر چلے جائیں۔

اِن سرداروں میں صرف دو سردار ایسے تھے جن کے نام حضرت یوشع اور حضرت کالب تھے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم حملہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں فتح دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ہم اِس ملک پر قبضہ کر لیں گے۔

قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اِن دو سرداروں کی بات ماننے سے انکار کر دیا بلکہ کہا کہ اِن دو سرداروں کو سنگسار کر دو۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ ہم باز آئے اِن دودھ اور شہد کی نہروں سے۔ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب جاؤ اور جا کر اُن سے جنگ کرو۔ جب تم یہ تمام ملک خالی کرالو تو پھر ہمیں بلا لینا۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حکم نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے چالیس سال تک فلسطین کو بنی اسرائیل پر حرام کر دیا۔ اِس دوران یہ نسل ختم ہوگئی۔ نئی نسل جوان ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہو گئے تو بنی اسرائیل نے حضرت یوشع کی قیادت میں فلسطین کو فتح کیا۔

واقعہ:

غزوہ بدر کے موقعہ پر جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ مہاجرین تو پہلے ہی جنگ کے لیے تیار تھے۔ مگر آپ انصار یعنی مدینہ کے لوگوں سے رائے لینا چاہتے تھے۔ اُس وقت حضرت سعد بن معاذ جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ اُٹھ کر عرض کی کہ اللہ کے رسول (ﷺ) ہم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کا نبی (ﷺ) تسلیم کیا ہے۔ ہم نے اپنے تمام دوست قبیلوں اور رشتہ داروں (جو ابھی تک کافر ہیں) سے بھی تعلقات ختم کر دیے ہیں۔ پھر آپ نے اِس واقعہ کی طرف اشارہ کیا کہ ہم حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جائے اور جنگ کرے ہم بعد میں آ جائیں گے۔ بلکہ ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ آپ حکم دیں ہم اپنے گھوڑے بھی سمندر میں ڈال دیں گے۔ آپ جو فیصلہ کریں ہم عمل کریں گے۔

ہابیل اور قابیل کا قصہ

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾

(المائدة :27)

سورہ المآئدۃ: آیت نمبر:28 تا 31:

’’آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا کھرا کھرا حال بھی انہیں سنا دو، ان دونوں نے ایک نذرانہ پیش کیا، ان میں سے ایک کی نذر تو قبول ہوگئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے مار ہی ڈالوں گا، اس نے کہا اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔‘‘ ’’اگر تو میرے قتل کے لئے دست درازی کرے لیکن میں تیرے قتل کی طرف ہرگز اپنے ہاتھ نہ بڑھاوں گا، میں تو اللہ تعالیٰ پروردگار عالم سے خوف کھاتا ہوں۔‘‘ ’’میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنے گناہ اپنے سر پر رکھ لے، اور دوزخیوں میں شامل ہو جائے، ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔‘‘ ’’پس اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا، جس سے نقصان پانے والوں میں سے ہوگیا۔‘‘ ’’پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی نعش کو چھپا دے، وہ کہنے لگا، ہائے افسوس! کیا میں ایسا کرنے سے بھی گیا گزرا ہوگیا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنا دیتا؟ پھر تو (بڑا ہی) پشیمان اور شرمندہ ہوگیا۔‘‘

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کس طرح بابا آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے حقیقی بھائی کو قتل کیا اور دوزخ کا حق دار ہو گیا اِس طرح وہ دنیا میں پہلا قاتل کہلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کو تمام انسانیت کو قتل کرنے کے برابر قرار دیا۔ کیونکہ جن دنوں یہ آیات نازل ہوئیں، یہودی بھی رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے درپے تھے۔

واقعہ:

اللہ تعالیٰ نے جب بابا آدم علیہ السلام اور اماں حوا کو زمین پر اُتارا تو آبادی میں اضافہ درکار تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اماں حوا علیہا السلام کے دو (۲) بچے پیدا ہوتے تھے ایک لڑکا اور لڑکی

صبح کے وقت اور ایک لڑکا اور لڑکی شام کے وقت پیدا ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جو لڑکا صبح پیدا ہوتا اُس کا نکاح اُس لڑکی سے ہوتا جو شام کو پیدا ہوتی۔ اور جو لڑکی صبح پیدا ہوتی اُس کا نکاح اُس لڑکے سے ہوتا جو شام کو پیدا ہوتا۔ جو اکٹھے پیدا ہوتے وہ حقیقی بہن بھائی تصور ہوتے۔ اِسی طرح بابا آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جو خوبصورت تھی۔ شام کو ہابیل پیدا ہوئے جس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جو اتنی خوبصورت نہ تھی۔ جب شادی کرنے کا موقع آیا تو قابیل نے کہا کہ میں تو اُس لڑکی سے شادی کروں گا جو میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے مگر بابا آدم علیہ السلام نے کہا کہ جو تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے وہ تیری بہن ہے مگر وہ نہ مانا آخر اُس نے کھل کر کہہ دیا کہ میں ہابیل کو قتل کر دوں گا۔ مگر ہابیل نے کہا کہ بے شک تو مجھے قتل کر دے گا مگر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہ کروں گا۔ قتل کرنے سے پہلے بابا آدم علیہ السلام نے دونوں بیٹوں کو بلایا اور فرمایا کہ اچھا تم اِس طرح کرو کہ اپنی اپنی قربانیاں رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آگ آئے گی جن کی قربانی آگ کھا جائے وہ حق پر ہے اور جس کی قربانی پڑی رہے وہ غلط راستہ پر ہے۔

قربانی:

جناب آدم کے فرمان کے مطابق دونوں نے اپنی اپنی قربانی رکھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی قربانی کو کھا گئی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ہابیل کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ مگر قابیل نے اِس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور ہابیل کو قتل کر دیا۔ اِس کا بہانہ قابیل نے بنایا اور ہابیل کو کہا کہ والد نے تمہارے حق میں دعا کی تھی جبکہ میری مخالفت کی تبھی میری قربانی منظور نہ ہوئی ہے۔

دفن کرنا:

ہابیل کو قتل کرنے کے بعد قابیل کو سمجھ نہ آئی کہ اب میں اپنے بھائی کو کس طرح دفناؤں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے جنھوں نے قابیل کے سامنے لڑائی کی اور ایک کوے نے دوسرے کو مار دیا۔ اِس کے بعد مارنے والے کوّے نے زمین کو کھودا اور مردہ کوا اُس میں دبا دیا اور اُس کے اوپر مٹی ڈال دی۔ یہ دیکھ کر قابیل نے کہا کہ افسوس مجھے تو اتنی بھی عقل نہیں کہ میں اپنے بھائی کی میت کو چھپا سکتا۔ مجھ سے تو کوا ہی عقلمند تھا اور پھر وہ افسوس کرنے لگا۔

نبی اکرم ﷺ یہودیوں کے فیصلے کرنے یا اعراض کرنے میں اللہ کی طرف سے بااختیار

﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (المآئدة:42)

''یہ کان لگا لگا کر جھوٹ کے سننے والے، اور جی بھر بھر کر حرام کے کھانے والے ہیں، اگر یہ تمہارے پاس آئیں تو تمہیں اختیار ہے خواہ ان کے آپس کا فیصلہ کرو خواہ ان کو ٹال دو، اگر تم ان سے منہ بھی پھیرو گے تو بھی یہ تم کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، اور اگر تم فیصلہ کرو تو ان میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً عدل والوں کے ساتھ اللہ محبت رکھتا ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو اختیار دیا کہ اگر یہودی آپ ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آئیں تو آپ ﷺ کو اختیار ہے کہ اِن کے فیصلہ کریں یا انکار کر دیں اگر فیصلہ کریں تو حق کے ساتھ کریں۔ دراصل یہودی حضور ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آتے مگر یہ فیصلہ کر کے آتے کہ اگر حضور ﷺ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا تو قبول کریں گے ورنہ انکار کر دیں گے۔

واقعہ:

خیبر میں یہودیوں کا ایک معزز خاندان تھا۔ اِس خاندان کے ایک مرد اور عورت کے ناجائز تعلقات ہو گئے تورات کی رُو سے اِس کی سزا رجم تھی۔ اِس طرح دونوں کو رجم کرنا تھا۔ یہودی اِس سزا کو اِس خاندان پر نافذ نہ کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرواتے ہیں اگر انہوں نے رجم کے علاوہ فیصلہ کیا تو قبول کر لیں گے اور اگر انہوں نے بھی رجم کا فیصلہ دیا تو انکار کر دیں گے۔

جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے رجم کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر یہودیوں نے فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

تمہارے مذہب میں اِس کی سزا کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں اِس کی سزا کوڑے مارنا اور اِس کو گدھے پر سوار کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس بارے اُن کے علماء سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہمارے مذہب میں کوڑے مارنا اور گدھے پر سوار کرنا ہے۔

یہودیوں کے علماء میں ایک بہت بڑا یہودی عالم جس کا نام عبد اللہ بن صوریا تھا وہ بالکل خاموش رہا وہ کچھ نہ بولا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس عالم ابن صوریا کو فرمایا: تمہیں اُس رب کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں فرعون سے نجات دلائی، سمندر کو پار کرایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قسم دیتا ہوں۔

جس کو اللہ تعالیٰ نے شریعت دی بتاؤ کہ تمہارے مذہب میں کیا سزا ہے۔ اِس پر ابن صوریا نے کہا کہ اگر آپ مجھے اتنی قسم نہ دیتے تو میں کبھی نہ بتاتا۔ یہودی عالم نے بتایا کہ ہمارے ہاں بھی رجم کا ہی قانون ہے مگر جب کوئی بڑے خاندان کے لوگ یہ حرکت کرتے تو اُس کے لیے قانون بدل دیا جاتا اُس کو کوڑے مارے جاتے اور گدھے پر سوار کر دیا جاتا اور اگر کوئی غریب آدمی جرم کرتا تو اُس کو رجم کر دیا جاتا۔ اِس طرح عام لوگوں کے دلوں میں بڑے لوگوں کے خلاف نفرت پیدا ہونے لگی تو علماء نے اللہ تعالیٰ کا قانون ہی تبدیل کر دیا اور سب لوگ جب یہ زنا کا جرم کرتے تو اُن کو کوڑے مارے جاتے اور گدھے پر سوار کر دیا جاتا۔

کفار کا آذان سن کر مذاق کرنا

﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ﴾(المآئدة:58)

''اور جب تم نماز کے لئے پکارتے ہو تو وہ اسے ہنسی کھیل ٹھہرا لیتے ہیں۔ یہ اس واسطے کہ بے عقل ہیں۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب تم آذان دیتے ہو تو یہ کفار اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

واقعہ:

ایک نصرانی مدینہ پاک میں تھا۔ موذن جب آذان میں اشہدان محمد رسول اللہ کہتا تھا تو کہتا کہ آذان دینے والا جل جائے اور موذن کو کذاب کہتا۔ ایک دفعہ اِس کی خادمہ گھر میں آگ لائی تو آگ اِس کے گھر میں پھیل گئی وہ شخص اور اِس کا خاندان گھر ہی میں جل کر راکھ ہو گیا۔

واقعہ:

جب مکہ فتح ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر جا کر اذان دو تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سوار ہو کر خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اُس وقت کفار بھی ایمان لے آئے تھے۔ مگر ابھی اُن کے دل میں ایمان داخل نہ ہوا تھا۔ حضرت بلال کی اذان سن کر عتاب بن سید کہنے لگا کہ والد خوش قسمت تھا جو یہ الفاظ سننے سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ اور اذان کو غصہ دلانے والی آواز کہا۔ حارث کہنے لگا کہ اگر میں اِس کو سچا مانتا تو پھر میں بھی تسلیم کر لیتا۔ ابوسفیان بولا۔ میں یہ اذان سن کر کچھ نہ کہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کنکریاں بھی ہماری باتیں رسول اللہ ﷺ کو جا کر بتلا دیں گی۔ ابھی انہوں نے اپنی باتیں ختم ہی کیں تھیں کہ رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ اور فرمایا کہ تم نے ابھی ابھی یہ باتیں کی ہیں۔ یہ سن کر عتاب اور حارث بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی چوتھا شخص نہ تھا۔ جس پر ہم شک کرتے کہ اِس نے جا کر آپ ﷺ کو بتلایا ہے۔

واقعہ:

حضرت عبداللہ بن محریز جب شام کے سفر پر جانے لگے تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ حنین سے واپس آ رہے تھے۔ راستہ میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے موذن کو حکم دیا کہ اذان دو۔ اس نے جب اذان دینی شروع کی تو ہم لوگ مذاق کرنے لگے۔ اِس مذاق کا رسول اللہ ﷺ کو پتہ چل گیا، حضور ﷺ نے صحابی کو بھیج کر ہمیں بلایا: اور پوچھا کہ تم میں سب سے اُونچی آواز کس کی تھی۔ سب لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے روک لیا اور فرمایا کہ اُٹھو اذان دو۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے حکم دیا تو میرے نزدیک آپ کی ہستی سب سے بُری تھی۔ لہٰذا میں مجبوری کی حالت میں کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے اذان کے الفاظ بتاتے اور مجھے حکم دیتے کہ اب اِن الفاظ کو اُونچی آواز میں کہتے جاؤ۔ جب میں اذان سے فارغ ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے چاندی سے بھری ہوئی تھیلی دی اور میرے حق میں دعا کی کہ اللہ تجھے برکت دے اِس کے بعد میری کیفیت ہی بدل گئی اور اب حضور کریم ﷺ میرے نزدیک محبوب ترین ہستی بن چکے تھے۔ میں نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ مجھے خانہ کعبہ کا موذن مقرر کر دیں۔ آپ نے اجازت دے دی اور میں خانہ کعبہ کا موذن بن گیا۔

نبی ﷺ کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے ذمہ

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾

(المآئدۃ:67)

''اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی، اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی ﷺ! آپ میرا پیغام لوگوں تک پہنچاؤ۔ لوگوں کے شر سے بچانا میرا کام ہے اور یہ لوگ آپ ﷺ کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

واقعات:

یہ آیت نازل ہونے سے قبل صحابہ کرام پہرہ دیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے باہر آکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اب تمہیں پہرہ دینے کی ضرورت نہیں ہے اب میری حفاظت اللہ تعالیٰ کریں گے۔ (نوٹ: حفاظت پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھی اب اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا)

① کافر آپ پر جادو کرتے تو آپ سورہ موذتین پڑھتے جس سے جادو کا اثر ختم ہو جاتا۔

② آپ کو کافروں نے گوشت میں زہر ملا کر کھلانے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بروقت آگاہ کر دیا۔

③ ایک دفعہ آپ ایک درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے اور اپنی تلوار درخت کے ساتھ لٹکا دی۔ ایک کافر آیا۔ آپ کی تلوار اُٹھائی اور کہا کہ آپ کو میری تلوار سے کون بچائے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے میرا اللہ بچائے گا۔ یہ سن کر وہ گھبرا گیا اور تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور نیچے گر گئی۔

④ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ غزوہ سے واپس آتے ہوئے ایک کنواں پر تشریف فرما تھے کہ قبیلہ

نجار کا ایک آدمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو میں انہی سے تلوار لے کر اِن کو شہید کر دوں گا۔ وہ شخص آپ کے پاس آیا اور آپ سے تلوار مانگی آپ نے اُس کو دے دی۔ اُس شخص نے بری نیت سے تلوار اُوپر اُٹھائی تو اُس کے ہاتھوں پر لرزہ طاری ہو گیا اور تلوار نیچے گر گئی ایسے بے شمار واقعات ہیں، ایسے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔

بے مقصد اور فضول سوالات کرنا ممنوع ہے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ (المآئدۃ:101)

''اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں اور اگر تم زمانہء نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔ گزشتہ سوالات اللہ نے معاف کر دیئے اور اللہ بڑی مغفرت والا بڑے حلم والا ہے۔

﴿قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ﴾ (المآئدۃ:102)

''ایسی باتیں تم سے پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں، پھر ان باتوں کے منکر ہو گئے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو منع فرما دیا کہ جب قرآن نازل ہو رہا ہے تو فضول قسم کے سوال نہ کرو۔ تم سے پہلے بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے اِس قسم کے سوال کرنے پر ایک گروہ کفر میں مبتلا ہو گیا۔

واقعات:

لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات ایسے فضول سوالات پوچھتے جس کی نہ دین میں ضرورت ہوتی اور نہ ہی دنیا میں تبھی اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ اگر حق بتا دیا جائے تو تمہیں ناگوار گزرے گا۔

① ایک دفعہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ بتائیں میرا باپ کون ہے حالانکہ اِس سوال کی نہ دین میں ضرورت ہے اور نہ ہی دنیا میں تبھی اللہ تعالیٰ نے تمام کو فرما دیا کہ

ایسے فضول سوال نہ پوچھا کرو۔

② جب اللہ تعالیٰ نے حج کو فرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے مومنوں کو فرمایا کہ تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔ اِس پر ایک شخص اُٹھا اور پوچھا کہ کیا ہر سال فرض کر دیا ہے آپ خاموش رہے۔ اُس شخص نے دوبارہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: افسوس ہے تم پر۔ اگر میری زبان سے ہاں نکل جاتا تو ہر سال فرض ہوجاتا تو تم لوگ نافرمانی کرنے لگتے۔رسول اللہ ﷺ نے ہر بات کا کھوج لگانے سے بھی منع فرمایا۔

حدیث:

حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو چیز پہلے حرام نہ تھی مگر اِس کے سوال کرنے پر وہ حرام قرار دے دی گئی۔

بنی اسرائیل کا واقعہ:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ کوئی بھی گائے پکڑ کر ذبح کر دیتے تو اُن پر کوئی پابندی نہ تھی۔مگر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوالات شروع کر دیے کہ گائے کیسی ہونی چاہیے۔ جیسے جیسے سوال پوچھتے رہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کی تفصیل بتاتے رہے آخر اُن کو وہی گائے ذبح کرنی پڑی جو سب سے خوبصورت تھی اور یہ قوم اپنے دل میں اُس کی عبادت کرتی تھی۔ اور وہی گائے خرید لی اور اُس کے وزن کے برابر سونا بھی دیا۔ یہ تمام واقعہ سورہ البقرہ میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوال اور جواب

﴿قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ (المائدۃ:114)

''عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی: اے اللہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما! وہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد کے ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جائے، اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور تو ہم کو رزق عطا فرما دے اور تو سب عطا کرنے والوں سے اچھا ہے۔''

سورۃ المآئدۃ: آیت نمبر 115 تا 118:

''حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل کرنے والا ہوں، پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد ناحق شناسی کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔'' اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ اللہ کے معبود قرار دے لو عیسیٰ عرض کریں گے کہ میں تو تجھ کو منزہ سمجھتا ہوں، مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں، اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھ کو اس کا علم ہوگا۔ تو، تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔'' ''میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو تو نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو، تو ہی ان پر مطلع رہا۔ اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے۔'' ''اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو، تو زبردست ہے حکمت والا ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان سوالات اور جوابات ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ سے دعا کہ یا اللہ اے میرے رب، ہمارے لیے آسمان سے ایک دسترخوان نازل کر جو ہمارے لیے اور اگلے پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو ہم کو رزق دے تو بہترین رزاق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں دسترخوان تم پر نازل کرنے والا ہوں مگر اِس کے بعد تم میں سے جو کفر کرے گا اُس کو ایسی سزا دوں گا جو کسی کو نہ دی ہوگی۔ مفسرین کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کو فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے یہ سن کر قوم نے توبہ کر لی اور اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے سبحان اللہ میرا یہ کام نہ تھا۔ کہ میں وہ کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو اِس بات کا علم ہوتا۔ آپ تو یہ بھی جانتے ہیں کہ میرے دل میں کیا ہے مگر میں نہیں جانتا جو آپ کے دل میں ہے۔ آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے مالک ہیں۔ میں نے اُن کو اِس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا۔ یہ کہ رب کی بندگی کرو وہی تمہارا اور میرا رب ہے میں تو اِن لوگوں کا اِس وقت تک نگران تھا جب میں اِن کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا آپ اُن کے نگران ہیں۔ آپ ہی ساری چیزوں پر نگران ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشہور دعا اللہ تعالیٰ سے:

اب اگر آپ اِن کو سزا دیں گے تو یہ آپ ہی کے بندے ہیں۔ (آیت: ۱۱۸) اور اگر آپ معاف کر دیں گے تو آپ غالب اور دانا ہیں۔

کفار مکہ کا حضور ﷺ سے سلوک

﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ (الانعام:33)

"ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں، سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔"

مکی دور میں جب تک حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا تو کفار مکہ آپ کو صادق اور آمین کہتے تھے۔ بلکہ لوگ آپ ﷺ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ کبھی کسی نے آپ کو کوئی طعنہ نہ دیا۔ جونہی آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو کفار نے آپ پر بہتان تراشی شروع کر دی۔ شروع میں آپ کو ہر قسم کا لالچ دینے کی بھی کوشش کرتے رہے۔ مگر جب آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام زور شور سے اُن کو سنانا شروع کیا تو اُن کی مخالفت میں بھی تیزی آگئی جس سے حضور اکرم ﷺ کو بہت صدمہ ہوتا۔ کہ کفار مکہ نہ تو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور نہ ہی حضور ﷺ کی رسالت کو تسلیم کر رہے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اِس آیت میں اپنے نبی ﷺ کو لگا تار تسلی دے رہے ہیں کہ اے میرے نبی ﷺ یہ لوگ آپ ﷺ کی تو مخالفت کر ہی نہیں رہے یہ تو میری آیات کا انکار کر رہے ہیں۔

واقعہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل خود حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دیکھو ہم نے کبھی آپ کو جھوٹا نہیں کہا آپ نے ہمیشہ ہی سچ بولا ہے ہم نہ ہی آپ کی ذات کے مخالف ہیں۔ آپ یہ جو کلمات بول رہے ہیں اور ہمارے معبودوں کو غلط کہہ رہے ہو ہم اِس کے مخالف ہیں۔ آپ یہ کلمات کہنا چھوڑ دو پھر ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

واقعہ:

غزوہ بدر کے موقعہ پر ایک کافر اخنس بن شریق تنہائی میں ابو جہل سے ملا اور کہا کہ دیکھو کہ اب ہم صرف دونوں ہیں کوئی تیسرا نہیں ہے سچ بتاؤ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو سچا سمجھتے ہو تو ابو جہل نے کہا کہ خدا کی قسم میں حضرت محمد (ﷺ) کو بالکل سچا سمجھتا ہوں وہ صادق اور

آمین بھی ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔ اگر ہم اِن کو نبی مان لیں گے تو سب کچھ تو بنو ہاشم کے پاس چلا جائے گا باقی قریش کے پاس کیا رہ جائے گا۔ اِس لیے جب تک زندگی ہے ہم اِن کی مخالفت کرتے رہیں گے۔

اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی ﷺ! یہ لوگ آپ کی تو مخالفت کر ہی نہیں رہے یہ لوگ تو میری آیات کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہٰذا آپ صبر کریں۔

حضرت عکرمہ کا اسلام لانا

﴿بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ﴾ (الانعام: 41)

”بلکہ خاص اسی کو پکارو گے، پھر جس کے لئے تم پکارو گے اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤ گے۔“

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار پر جب کوئی مصیبت آتی ہے۔ اور کوئی امید نہیں رہتی تو مجھے ہی پکارتے ہیں۔ اور جب وہ مصیبت دور کر دیتا ہوں تو پھر مجھے بھول کر اپنے بتوں کی عبادت شروع کر دیتے ہیں۔ اِسی طرح جب ابرہہ ہاتھی ساتھ لے کر خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے آیا تو سب کفار نے بتوں کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی اور جب اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو تباہ کر دیا تو کفار اپنے بتوں کو چھوڑ کر صرف چھ سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مگر پھر بتوں کی عبادت شروع کر دی۔ اِسی قسم کا ایک واقعہ جناب عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے متعلق لکھا ہے۔

واقعہ:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ اِس طرح لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے جن دس (۱۰) آدمیوں کے قتل کا حکم دے رکھا تھا اُن میں میں بھی شامل تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عکرمہ بھاگ کر سمندر کے کنارے چلے گئے تا کہ وہاں سے کوئی کشتی لے کر ملک شام کی طرف بھاگ جائیں۔ حضرت عکرمہ کشتی میں سوار ہو گئے جب کشتی سمندر میں گئی تو اُس وقت سمندر میں سخت قسم کا طوفان آ گیا اور ملاح کو خطرہ پیدا ہو

گیا کہ اب کشتی ڈوب رہی ہے تو ملاح نے سب لوگوں سے کہا کہ اب تم سب اپنے اپنے خداؤں کو یاد کرو تاکہ کشتی باحفاظت کنارے پہنچ جائے۔ سب لوگوں نے اپنے اپنے خداؤں کو یاد کرنا شروع کردیا۔ مگر طوفان میں اور تیزی آگئی۔ اور بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی۔ اب ملاح نے تمام لوگوں سے کہا کہ اب تمام لوگ اپنے اپنے خداؤں کی عبادت کرنا چھوڑ دو اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ بات سن کر اور سمندر کا منظر دیکھ کر حضرت عکرمہ کی آنکھیں کھل گئیں اور اُس کے دل نے آواز دی کہ اگر یہاں ایک اللہ بچا سکتا ہے تو کسی اور جگہ کیوں نہیں بچا سکتا۔ اور یہی بات تو وہ شخص کہہ رہا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو جس کی ہم مخالفت کر رہے ہیں۔ اور اُن کے خلاف جنگیں کر رہے ہیں۔

چنانچہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے دل میں تہیہ کرلیا کہ اگر میں اِس طوفان سے بچ گیا تو سیدھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اسلام قبول کرلوں گا۔ دوسری طرف حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا۔ حضرت عکرمہ کی بیوی نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اگر آپ میرے خاوند حضرت عکرمہ کو امان دیں تو میں اُس کو لے آؤں تاکہ وہ بھی اسلام قبول کرلے اِس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عکرمہ کو امان دے دی۔

اِس کے بعد حضرت عکرمہ کی بیوی اُس کو لینے کے لیے سمندر کی طرف چل پڑی۔ راستہ میں حضرت عکرمہ اُن کو مل گئے اور اُن کے ساتھ ہی واپس آگئے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عکرمہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے عکرمہ نے اِس وقت اپنے دل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کرلیا اور تمام بقایا زندگی جہاد کرتے گزار دی بلکہ ایک موقعہ پر حضرت عکرمہ کو یہ کہا بھی گیا تم ہر جنگ میں حصہ لے رہے ہو اب کچھ دیر آرام کرلو۔ اِس پر حضرت عکرمہ نے جواب دیا کہ میری زندگی جتنی جنگ کرتے گزری ہے اب اُس سے زیادہ وقت میں اسلام کے حق میں جنگیں کرتا ہوا گزاروں گا۔ آخر آپ جنگ یرموک میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا قصہ

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾(الانعام:74)

''''اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں۔''

سورۃ الانعام: آیت نمبر: 75 تا 82:

''اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔'''' پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے مگر جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔'''' پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرے رب نے ہدایت نہ دی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاوں گا۔'''' پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔'''' میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یکسو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'''' اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کیا، آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا ہے اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے، کیا تم پھر بھی خیال نہیں کرتے۔''

اِن آیات اور قرآن کی دوسری سورتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ اِس لیے

اِن تمام آیات کا خلاصہ یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علاقہ بابل جو عراق میں واقع ہے قرآن میں آپ کے والد کا نام آذر آیا ہے مگر مفسرین کا خیال ہے کہ کیونکہ آپ کی پرورش چچا کے ہاں ہوئی تھی اور چچا کو بھی باپ کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ اِس حساب سے آذر آپ کا حقیقی والد نہیں تھا بلکہ حقیقی چچا تھا۔ جس کی سرپرستی میں آپ نے پرورش پائی۔ آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ آذر نمرود کی حکومت کا وزیر مذہبی اُمور تھا۔ اُس زمانہ میں بت پرستی عام تھی اور ہر جگہ بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ لوگ اُن بتوں کو نذرانے دیتے تھے اور گھروں میں بھی رکھے ہوئے تھے۔

نمرود بادشاہ:

اِس ملک کا بادشاہ نمرود تھا۔ جو خود مختار تھا۔ اور اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ اُس کا حکم تھا کہ میری پوجا کرو اور میرے ہی حکم کی تعمیل کرو۔ اُس کا فرمان تھا کہ میرے ہی ہاتھ میں عزت اور ذلت ہے اور میرے ہی ہاتھ میں زندگی اور موت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش ایک مذہبی گھرانہ (بت پرستی) میں ہوئی۔ گھر میں بھی بت خانہ تھا۔ یہ تمام بت خانے اِس کے والد کی نگرانی میں چلتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو نبوت، ذہانت اور حکمت دے رکھی تھی۔ لہٰذا آپ شروع ہی سے بت پرستی کے خلاف تھے۔ بتوں کو بہت بُرا سمجھتے تھے۔ اور اُن کا ایمان تھا کہ یہ بت نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں، اور نہ کسی کو نقصان دے سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ نے اصل خدا کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے ستاروں کو دیکھا، چاند اور سورج کو دیکھا اور جب سب غروب ہوگئے تو آپ نے کہا کہ یہ خدا نہیں ہیں۔ کیونکہ اِن کی ہستی تو غروب ہونے کے بعد ختم ہوگئی ہے۔ لہٰذا آپ نے کہا کہ میرا خدا وہی ہے جو اِن سب کو بنانے والا ہے اور جو کبھی غروب نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ سے قائم ہے۔

یہ قوم اُس زمانہ میں چاند، سورج اور ستاروں کی بھی عبادت کرتی تھی اِن کو صابی کہا جاتا تھا۔

تبلیغ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے والد آذر کو تبلیغ کی کہ ایک اللہ کی عبادت

کرو جو سب کا رب ہے۔ یہ نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ ہی یہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان دے سکتے ہیں۔ یہ قوم شیطان کی پیروی کر رہی ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ آجائے۔

والد کا غصہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے جب اپنے بتوں کے خلاف باتیں سنیں تو اُس نے کہا کہ میں تمہیں سنگسار کر دوں گا۔ اگر تم بھلائی چاہتے ہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں اپنے رب سے تمہارے حق میں دعا کروں گا جو مجھ پر بڑا رحیم ہے۔ میں اپنے رب سے نا اُمید نہیں ہوں۔ اور ساتھ ہی کہا کہ یہ قوم گمراہی میں مبتلا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوم سے خطاب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ تم سب گمراہی میں مبتلا ہو یہ بت نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ نہ سنتے ہیں اور نہ ہی دیکھ سکتے ہیں۔ اِس پر قوم نے کہا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اِسی طرح عبادت کرتے دیکھا ہے۔ اِس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم سب میرے دشمن ہو۔ میں تو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔ جس نے مجھے پیدا کیا۔ وہی مجھے کھلاتا ہے۔ وہی مجھے پلاتا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ مجھے قیامت کے دن بخش دے گا۔ مگر قوم نے ایک خدا کو ماننے سے انکار کر دیا اور بت پرستی جاری رکھی۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے بتوں کی خبر لوں گا جب تم موجود نہ ہوں گے۔

بتوں کو تباہ کرنا:

اِس ملک میں ایک میلہ لگتا تھا۔ جس دن میلا لگا سب لوگ اِس میلہ میں شرکت کے لیے چلے گئے۔ اِن کے ویران بت خانے میں کوئی بھی موجود نہ تھا۔

آپ لوگوں کی غیر موجودگی میں اِس بت خانہ میں گھس گئے آپ نے دیکھا کہ بتوں کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے ہوئے ہیں، آپ نے بتوں کو طنزیہ کہا کہ تم اِن کو کھاتے کیوں نہیں ہو۔ اور کلہاڑا لے کر تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا اور آخر میں ایک بڑے بت کو بچالیا اور کلہاڑا اِس کے کندھوں پر رکھ دیا۔ اور وہاں سے تشریف لے گئے۔

لوگوں کی واپسی:

جب قوم میلہ سے واپس ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ تمام بُت ٹوٹے ہوئے ہیں اور کلہاڑا ایک بت کے کندھے پر رکھا ہوا ہے اُن کو سمجھ نہ آئی کہ یہ کس کی حرکت ہے۔ اِن میں ایک نوجوان نے کہا کہ ایک نوجوان جس کا نام ابراہیم علیہ السلام ہے وہ ہمارے بتوں کے خلاف باتیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اِن کی عبادت نہ کرو۔ یہ سب فضول بت ہیں۔

چنانچہ یہ مقدمہ بادشاہ نمرود کے سامنے پیش ہوا تو اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا اور پوچھا کہ یہ تم نے حرکت کی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اِس بڑے بت سے پوچھو۔ جس کے کندھے پر کلہاڑا ہے۔ اگر یہ بول سکتے ہیں۔ یہ سن کر وہ شرمندہ ہوئے اور کہا کہ یہ تو بول نہیں سکتے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے دل میں سوچا کہ ہم ہی ظالم ہیں۔ اور سروں کو نیچا کر کے کہنے لگے کہ یہ تو بول بھی نہیں سکتے۔ اِس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اگر یہ بول نہیں سکتے تو تمہیں کیا نفع دے سکتے ہیں۔ نصیحت بھی کی اور ملامت بھی کی۔

آگ میں ڈالنا:

جب قوم کو کوئی جواب نہ آیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اِس کو آگ میں پھینک دیا جائے اِس کو جلا کر راکھ کر دو اور اپنے معبودوں کا ساتھ دو۔

لوگ کئی روز تک ایندھن جمع کرتے رہے۔ بلکہ اگر کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تو وہ منت مانتا کہ اگر میری تکلیف رفع ہوگئی تو میں اتنا ایندھن لا کر دوں گا۔ جب بے شمار ایندھن جمع ہو گیا تو اِس کو آگ لگائی گئی اب اِن کے سامنے مسئلہ تھا کہ اتنی بڑی آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیسے پھینکا جائے۔ تو انہوں نے ایک منجنیق تیار کی۔ اُس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رکھا اور کئی آدمیوں نے جھولا دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا۔ مگر آپ ذرا بھی نہ گھبرائے۔

روایت:

ایک مشہور روایت ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے پاس آکر عرض کی کہ میں آپ کی کس طرح مدد کروں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے

مدد کی ضرورت نہیں ہے میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔

روایت:

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ تجھے کبھی کوئی کام جلدی میں بھی کرنا پڑا ہے جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ دو دفعہ ایک دفعہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جا رہا تھا۔اور دوسری دفعہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکا جا رہا تھا۔تو میں نے جلدی میں جا کر اُس کے نیچے اپنا پر رکھ دیا اور آہستہ سے کنویں میں ایک خشک جگہ پر رکھ دیا۔

آگ کا ٹھنڈا ہو جانا:

جب آپ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ سلامتی والی بن جا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جس رسی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باندھا گیا تھا وہ بھی جل گئی مگر آپ علیہ السلام بالکل سلامت رہے۔آپ کے اردگرد وہی آگ پھول بن گئی۔

والدہ کا ملنا:

ابن کثیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ والدہ نے جب یہ منظر دیکھا تو اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا میں بھی تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کہ آگ میری والدہ کے لیے بھی سلامتی والی بن جائے۔تو آپ کی والدہ نے آپ کے پاس جا کر آپ کا سر اور منہ چوما۔جس پر آپ نے دعا کی کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہی کارساز ہے۔

نمرود سے مناظرہ:

نمرود بادشاہ جو اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا۔اور لوگ اِس کے ساتھ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ جب نمرود کو بتایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام نامی شخص ہمارے بتوں کی توہین کرتا ہے اور اُس کو آگ میں بھی پھینکا گیا مگر آگ نے اُس کا کوئی نقصان نہیں کیا ہے تو اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دربار میں بلایا اور کہا کہ تو نے میرے ملک میں فتنہ پھیلا رکھا ہے تیرا رب کون ہے؟ اِس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا ہے کہ میرا رب وہ ہے جو واحدہ لاشریک ہے زندگی دیتا ہے اور موت بھی اُسی کے اختیار میں ہے۔

یہ سن کر مفسرین نے لکھا ہے کہ نمرود نے بھی جیل سے دو قیدی منگوائے جن میں ایک کو موت دینی تھی اور ایک کو رہا کرنا تھا۔ مگر نمرود نے کہا کہ یہ کام تو میں بھی کرتا ہوں۔ دیکھو جس کو موت دینی تھی اُس کو رہا کر دیا اور جس کو رہا کرنا تھا اُس کو پھانسی دے دی۔

اِس پر قرآن مجید میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا مغرب سے نکال کر دِکھا۔ تو نمرود لاجواب ہو گیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملک سے نکلنے کا حکم دے دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شام روانگی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ پہلے تو میرا والد ہی مخالف تھا اب تو ساری قوم اور بادشاہ بھی مخالف ہو گیا ہے تو آپ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اِس وقت تک صرف آپ کی بیوی حضرت سارہ اور آپ کا بھتیجا حضرت لوط علیہ السلام ہی آپ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ لہٰذا آپ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور فلسطین کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپ فلسطین پہنچے تو وہاں قحط پڑا ہوا تھا۔ اِس جگہ رہنا مشکل ہو گیا تو آپ وہاں سے ہجرت کر کے مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

خلیل اللہ کیسے بنے:

ابن کثیر میں ہے کہ فلسطین میں قحط تھا۔ گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا تو آپ بوریاں لے کر ایک دوست کے پاس گئے کہ کچھ غلہ لے آئیں۔ مگر جب دوست کے ہاں گئے تو وہاں بھی کچھ نہ ملا۔ آپ نے بوریوں کو خالی لانے کی بجائے اُس میں ریت بھری تا کہ گھر والوں کو تسلی ہو جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دن بھر کے تھکے ہوئے سو گئے۔ اور بوریاں ایک طرف رکھ دیں۔ آپ جب صبح اُٹھے تو گھر والے روٹیاں پکا رہے تھے۔ اور اناج ملنے پر خوش تھے۔ آپ فوری سمجھ گئے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جب گھر والوں نے پوچھا کہ یہ اناج کہاں سے ملا تو آپ نے فرمایا کہ میرے دوست نے دیا ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام اگر تو مجھے دوست سمجھتا ہے تو میں بھی تیرا دوست ہوں۔ جس پر آپ علیہ السلام کو خلیل اللہ کا خطاب ملا۔

مصر روانگی:

فلسطین میں چونکہ قحط تھا۔ جس کی وجہ سے آپ مصر تشریف لے گئے تو اپنی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام سے فرمایا کہ یہاں کا بادشاہ بڑا ظالم ہے جو بھی خوبصورت عورت ہو اُس کو اپنے پاس بلاتا ہے۔ اگر اُس کا خاوند ہو تو قتل کر دیتا ہے اگر کوئی دوسرا رشتہ ہو تو کچھ نہیں کہتا۔ لہٰذا بادشاہ کو یہی بتلانا کہ میں اُس کی اسلامی بہن ہوں۔

بادشاہ نے حضرت سارہ کو اپنے پاس بلایا اور بُرے ارادہ سے اُس کے نزدیک ہونے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اُس کا ایک ہاتھ شل ہو گیا۔ بادشاہ نے حضرت سارہ سے کہا کہ دعا کرو کہ میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے تو میں تمہیں رہا کر دوں گا۔ جب بادشاہ کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا تو اُس کے دل میں پھر فتور آ گیا دوبارہ پھر اُس کے ساتھ یہی ہوا تیسری دفعہ ایسا ہونے پر اُس کو یقین ہو گیا کہ اِس کے پاس کوئی غیبی طاقت ہے۔ لہٰذا بادشاہ نے اپنی بیٹی (یا نوکرانی) حضرت سارہ کو خدمت کے لیے دے دی اور بعد میں اُس کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نکاح کر دیا۔

اولاد ہونا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت سارہ سے کوئی اولاد نہ تھی۔ اور نہ ہی اولاد ہونے کی توقع تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بی بی ہاجرہ سے ایک بیٹا عطاء کیا جس کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا۔ اِس کے بعد آپ نے مصر کو خیر باد کہہ دیا اور فلسطین واپس چلے گئے۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت بی بی سارہ سے بھی ایک بیٹا عطاء کر دیا جس کی اطلاع خود اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کے ذریعہ آپ کو دی اور نام بھی بتلا دیا کہ اِس کا نام اسحاق رکھا اور ایک پوتا ہوگا جس کا نام یعقوب رکھنا۔ آپ کی اولاد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تقریباً ستر ہزار نبی ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد بنی اسماعیل کہلائی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سب سے آخری نبی اور انبیاء (علیہم السلام) کے امام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور اِس کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۵ سال تھی۔ اور جب اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو ۱۰۰ سال تھی۔

اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت محمد ﷺ کا خاندان

﴿وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَى مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾(الانعام:124)

''اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے، اس موقع کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کسے منصب نبوت سے سرفراز کرے گا۔ عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کیا ہے اللہ کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی اور ان کی شرارتوں کے مقابلے میں سخت سزائیں۔''

جب کفار نے رسول اللہ ﷺ سے یہ تقاضا کیا کہ ہم کو وہی نشانیاں دکھائی جائیں جو آپ دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں بہتر جانتا ہوں کہ میں نے کس کو تخت نبوت متمکن کرنا ہے اور کس سے رسالت کا کام لینا ہے۔

مکہ کے مشرکین یہی بار بار کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے نبی ہی بنانا ہوتا تو مکہ اور طائف کے سرداروں میں سے کسی سردار کو بنا دیتا جس سے اسلام جلدی پھیل جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو نبی بنانے کے لیے یہی ایک یتیم رہ گیا تھا۔ جو نہ ہی رئیس ہے نہ ہی سردار اور نہ ہی اِس کے پاس دولت ہے۔

مگر جب رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی بات ہوتی تو کفار بھی گواہی دیتے کہ آپ ﷺ صادق اور امین ہیں۔ حتیٰ کہ ابوسفیان کو شاہِ روم ہرقل کے دربار میں تسلیم کرنا پڑا کہ آپ ﷺ کا خاندان اعلیٰ ہے۔ اور آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ جب ہرقل نے آپ کی صداقت اور سچ بولنے کا سنا تو آپ ﷺ کی نبوت کو بھی تسلیم کر لیا۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اولادِ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پسند فرمایا۔ اولادِ اسماعیل میں بنو کنانہ کو پسند فرمایا۔ بنو کنانہ میں قریش کو پسند فرمایا اور بنو قریش میں بنو ہاشم کو پسند فرمایا اور بنو ہاشم سے مجھے پسند فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سب سے بہتر

زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت دی۔

ایک دفعہ لوگوں کی باتیں آپ تک پہنچیں تو آپ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں کون ہوں تو لوگوں نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے مجھے بہتر بنایا ہے۔

مشرکوں کا عقیدہ

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾(الانعام:136)

''اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کیے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے، پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی، اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ کیا برا فیصلہ وہ کرتے ہیں۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مشرکوں نے میرے شریک بنا رکھے ہیں۔ جب فصل تقسیم کرتے ہیں۔ بہترین حصہ میرے شریکوں کو دیتے ہیں۔ اور سب سے ناقص فصل مجھے دیتے ہیں (یعنی میرے بندوں کو دیتے ہیں) کیونکہ یہ میری نسبت بتوں سے زیادہ خوف زدہ ہیں۔

واقعہ:

مشرک جب فصل کاشت کرتے تو ایک حصہ بتوں کا رکھتے اور ایک حصہ اللہ تعالیٰ کا رکھتے، مگر اِس میں چالاکی یہ کرتے کہ جب پانی لگاتے وقت بتوں والے کھیت کا پانی خدا کے لیے نامزد کھیت میں چلا جاتا تو وہ کھیت جو خدا کے لیے رکھا ہوتا اُس کی تمام فصل بتوں کو دے دیتے۔

دوسری حرکت یہ کرتے کہ فصل کو گھر میں لاتے وقت اگر خدا کے حصہ سے فصل نیچے گر جاتی تو وہ اُٹھا کر بتوں کے حصہ میں رکھ دیتے اور اگر بتوں کے حصہ کی فصل گر جاتی تو وہ واپس بتوں کے حصہ میں رکھتے اور خدا کے حصہ کی بھی اتنی فصل نکال کر بتوں کے حصہ میں

رکھتے۔

اگر کبھی خشک سالی آجاتی تو بتوں کو پورا حصہ دیتے اور خود خدا کے حصہ سے کھا جاتے۔ دراصل اُن کو بتوں سے خوف آتا تھا کہ یہ ہمارا نقصان کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اُن کو کوئی خوف نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر پابندیاں

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾(الانعام:151)

''آپ کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن (یعنی جن کی مخالفت) کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے، وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراو، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ، اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔''

سورۃ الانعام: آیت نمبر: 152، 453:

''اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے، اور ناپ تول پوری پوری کرو، انصاف کے ساتھ،، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو، ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔'''' اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم

پرہیزگاری اختیار کرو۔"

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں جن پر عمل کرنا فرض ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (۲) والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (۳) غربت کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو۔ (۴) بے حیائی کے قریب بھیمت جاؤ۔ (۵) جس کو اللہ تعالیٰ نے منع کیا جاندار کو قتل نہ کرو۔ (۶) یتیم کا مال نہ کھاؤ۔ (۷) ناپ تول میں انصاف کرو۔ (۸) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ (۹) ہمیشہ حق اور انصاف کی بات کرو۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو۔

حدیث قدسی:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا۔ اور میری ذات سے اُمید رکھے گا۔ میں تیری خطاؤں کو معاف کرتا رہوں گا خواہ وہ کیسی ہی ہوں۔ کوئی پرواہ نہیں کروں گا۔ اگر تو زمین بھر کر بھی گناہ لائے گا۔ میں تیرے پاس اتنی ہی بخشش اور مغفرت لے کر آؤں گا۔ بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوگا۔ اگر تو اتنی خطائیں لے کر آئے کہ آسمان تک بھر گئی ہوں، پھر تو میرے آگے توبہ اور استغفار کرے تو میں تجھے بخش دوں گا۔

حدیث نبوی ﷺ:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے پاس حضرت جبرائیل (علیہ السلام) آئے اور مجھے خوشخبری دی کہ آپ (ﷺ) کی اُمت میں جو شخص بھی میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا کہ اگر اُس نے زنا کیا ہو۔ اُس نے کہا: ہاں! گو اُس نے زنا اور چوری کی ہو، پھر میں نے یہی سوال دہرایا تو اُس نے کہا: ہاں! گو اُس نے شراب نوشی بھی کی ہو۔

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الانعام:162)

"کہو میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ رب العالمین کے لیے ہے۔"

روح کو قبض کرتے وقت کافر کی حالت

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ﴾ (اعراف:37)

سو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتائے، ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ کتاب سے ہے وہ ان کو مل جائے گا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے آئیں گے تو کہیں گے کہ وہ کہاں گئے جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہو گئے اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب فرشتے جان قبض کریں گے تو پوچھیں گے کہ کہاں ہیں وہ میرے شریک مگر وہ گم ہو جائیں۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کافر کی روح قبض کی جاتی ہے اور فرشتے لے کر آسمانوں کی طرف جاتے ہیں۔ تو یہ فرشتے جس فرشتوں کی جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ فرشتوں کی جماعت پوچھتی ہے کہ یہ کس خبیث کی روح ہے یہ فرشتے اِس کا سب سے بُرا نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں خبیث کی روح ہے یہ جب روح لے کر آسمان پر جاتے ہیں تو آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر اِس کو وہیں سے زمین پر پھینک دیا جاتا ہے اور اِس کا نام سجین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اِس کی روح جسم میں پہنچا دی جاتی ہے اور دو فرشتے آ کر اُس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ تیسری دفعہ اِس سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے اِس کا پتہ نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِس کے نیچے آگ کا بستر بچھا دیا جاتا ہے۔ اور دوزخ کی ایک کھڑکی اِس کی طرف کھول دی

جاتی ہے قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے اور پسلیاں ایک دوسرے کے اندر گھس جاتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں جب مومن کی روح نکلتی ہے، فرشتے اِس کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور آسمان کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

خبیث روح کے لیے کھولتا ہوا پانی، لہو اور زقوم کا درخت اُس کی خوراک ہوگی۔ جبکہ نیک آدمی کے لیے جنت کی تمام نعمتیں ہوں گی۔

اعراف کے لوگ

﴿ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴾(اعراف:46)

''اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ لوگ، ہر ایک کو ان کے نشانیوں سے پہچانیں گے،اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے،السلام علیکم!ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے امیدوار ہوں گے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اعراف پر موجود ہوں گے یعنی جنت اور دوزخ کے درمیان جو دیوار ہوگی اُس پر موجود ہوں گے اور یہ لوگ جنت میں جانے کے اُمیدوار ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انتظار کررہے ہوں گے۔ اِن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے۔ ابھی اِن کا فیصلہ نہیں ہوا۔ یہ اعراف والے لوگ جنت کی طرف دیکھیں گے۔ اور وہاں کچھ لوگوں کو پہچان لیں گے۔ یہ اُن کو کہیں گے کہ سلامتی ہو تم پر کہ تم جنت میں چلے گئے۔ ہم ابھی جنت میں داخل تو نہیں ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں۔

اِس کے بعد یہ اعراف والے دوزخ کی طرف دیکھیں گے تو فوری یہ کہیں گے کہ یا اللہ ہم کو اِن کے ساتھ شریک نہ کرنا۔ اور اِن میں کچھ لوگوں کو پہچان لیں گے۔ اور اُن کو کہیں گے کہ آج کے دن جو تمہارا بڑا گروہ تھا۔ وہ کسی کام نہ آیا۔ اور جو لوگ جنت میں ہیں، اُن کے متعلق تم کہتے تھے۔ کہ قیامت کے روز یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خالی رہیں گے۔ اور اِن کو جنت میں کوئی حصہ نہ ملے گا۔

جنت اور دوزخ والوں کی گفتگو

﴿وَنَادَى أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ﴾(اعراف:50)

''اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے، کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا

اور ہی کچھ دے دو، جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے۔ جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لئے بندش کردی ہے۔"

اِس آیت میں جنت اور دوزخ والوں کی گفتگو کا اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب تمام حساب کتاب ہو جائے گا۔ جب تمام لوگ جنت اور جہنم میں چلے جائیں گے۔ تو دوزخ والے جنت والوں سے کہیں گے۔ کہ تھوڑا سا پانی ہم پر ڈال دو۔ ہم آگ میں جھلسے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمہیں دیا ہے اِس میں تھوڑا سا حصہ ہمیں بھی دو۔ مگر جنت والے جواب دیں گے کہ یہ جنت کی نعمتیں تم پر اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہیں کیونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کے منکر تھے اور تم تو آخرت کا یقین ہی نہ کرتے تھے۔

------۞۞۞------

حضرت نوح علیہ السلام اور قوم نوح کا قصہ

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾(اعراف:59)

''ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں، مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔''

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد چوتھے نبی اور دوسرے رسول ہیں۔ قرآن میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر تینتالیس (۴۳) مرتبہ آیا ہے۔ بعض سورتوں میں تفصیل کے ساتھ بھی ذکر آیا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔

قوم نوح:

قوم نوح بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ توحید کی منکر تھی۔ ہر قبیلے نے اپنے اپنے بت تراش کر رکھے ہوئے اور اُن کے مختلف نام رکھے ہوئے تھے۔ (۱) ود (۲) سواع (۳) یغوث (۴) یعوق (۵) نسر۔

اِس قوم نے ہر بت کے ذمہ علیحدہ علیحدہ کام لگا رکھے تھے۔ اور انہی بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ اور انہی سے مرادیں مانگتے تھے۔

بتوں کے نام رکھنے کی وجہ:

مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے جو بتوں کے نام رکھے اِن ناموں کے لوگ تھے۔ جو بہت نیک تھے۔ اور اُس وقت کے لوگ اِن کی بہت عزت کرتے تھے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور توحید کے قائل تھے۔ اِن میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اُس کے چاہنے والے بہت غمگین ہو جاتے۔ اور اُس بزرگ کو یاد کر کے روتے آخر شیطان نے اُن کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا۔ ایسے رونے کا کیا فائدہ اُن کی تصویریں بنا کر گھروں میں رکھ لو۔ اور اِن تصویروں کی عبادت کیا کرو۔ بعد میں پھر شیطان نے وسوسہ ڈالا۔ کہ اب اِن تصویروں سے کچھ نہیں ہوگا۔ بہتر ہے اُن کی پتھروں سے شکلیں بنا لو اُن کے بت بنا کر گھروں

میں رکھ لو۔ اِن کی عبادت کرو اور اپنی مشکلات اِن کو بتایا کرو اور اِن سے ہی اپنی حاجات پوری کیا کرو۔

قوم کو دعوت:

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو بتلایا کہ یہ بت فضول ہیں۔ یہ تمہاری کوئی حاجت پوری نہیں کر سکتے۔ تم ایک اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ قوم نافرمان نکلی اور کھل کر آپ کی مخالفت کرنے لگی اور کہنے لگے کہ ہم نے تو اسی طرح اپنے آباؤ اجداد کو عبادت کرتے دیکھا ہے۔ یہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کا مذاق اُڑانے لگی اور کہا کہ کیا ایک تو ہی رہ گیا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا۔ ہم تجھ سے برادری کے حساب سے اور مالی طور پر زیادہ مضبوط ہیں۔ ہم کیوں تمہاری پیروی کریں جبکہ ہم تجھے نبی ہی نہیں مانتے۔

جن لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی پیروی کی وہ نہایت غریب تھے۔ اور جو آپ کی مخالفت کر رہے تھے۔ وہ برادری کے حساب سے اور مالی طور پر طاقت ور تھے۔ بالکل یہی اعتراض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین بھی کرتے تھے کہ آپ کی پیروی کرنے والے یا تو غلام ہیں۔ یا نہایت غریب ہیں۔ غلاموں میں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت یاسر رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔ اور مخالفین میں ابوجہل، ابوسفیان، ولید، عتبہ اور شیبہ تھے جو قوم کے سردار تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام پر بھی آپ کی قوم یہی کہہ رہی تھی۔ لہٰذا آپ نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی مگر چند غریب آدمیوں کے علاوہ آپ پر کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ آخر تنگ آ کر حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم اللہ پر ایمان نہ لائے تو تم پر عذاب آ جائے گا۔ جس پر قوم نے کہا کہ لے آؤ وہ عذاب جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔ جس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو کہا کہ عذاب لانا تو میرے بس میں نہ ہے مجھے تو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو کوئی اُس کو روکنے والا نہ ہوگا۔

قوم نے جب کہا کہ تم ہمارے بتوں کی توہین کرتے ہو جس کی وجہ سے تمہارا دماغ ٹھیک نہیں رہا۔ تم گمراہ ہو گئے ہو ہم تمہیں بستی سے نکال دیں گے۔

قوم سے مایوسی:

حضرت نوح علیہ السلام جب قوم کو سمجھا کر تھک گئے آپ نے ساڑھے نو سو سال قوم کو سمجھایا۔ مگر قوم ہر دفعہ مخالفت کرتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ میرے نبی جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی ایمان نہ لائے گا۔ آپ مایوس نہ ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی مشہور دعا:

تمام قرآن میں جو سب سے سخت بددعا اپنی قوم کے متعلق حضرت نوح علیہ السلام نے کی وہ کسی اور نبی نے نہیں کی۔ اس سے کچھ نرم بددعا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے متعلق کی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب کریم! تو روئے زمین پر کسی ایک کافر کو بھی نہ چھوڑ۔ اگر تو چھوڑے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔ اور ان سے اولاد بھی نافرمان ہی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا حکم:

اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے نبی تیری دعا قبول کر لی گئی ہے۔ اب ہماری نگرانی میں ایک کشتی تیار کرو اور ظالم لوگوں کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا۔ کیونکہ وہ غرق کیے جانے والے ہیں۔

کشتی تیار کرنا:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی تیار کرنی شروع کی۔ ابن کثیر کے مطابق کشتی کی لمبائی دو ہزار ہاتھ اور چوڑائی چھ سو ہاتھ تھی۔ کشتی کے تین درجے تھے۔ پہلا حصہ مویشیوں کے لیے۔ دوسرا حصہ انسانوں کے لیے اور تیسرا حصہ پرندوں کے لیے مخصوص تھا۔ اوپر کا حصہ ڈھکا ہوا تھا۔

لوگوں کا مذاق:

جب آپ کشتی تیار کر رہے تھے تو لوگ آپ کو دیکھ کر مذاق کرنے لگے اور کہا کہ پہلے اپنے آپ کو رسول کہتے تھے۔ اور اب بغیر پانی کے کشتی بنا رہے ہو۔ مگر آپ فرماتے کہ جب پانی والا عذاب آئے گا تو اُس وقت تم لوگوں کو پتہ چلے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ہر جاندار کا جوڑا جوڑا اُس میں رکھ لیا۔ اور جتنے بھی مومن آپ پر ایمان لائے تھے اُس پر سوار

ہو گئے۔ حتیٰ کہ نباتات اور غلہ بھی اُس میں رکھ لیا۔ کشتی اللہ کے حکم کے مطابق ہر طرح سے تیار ہو گئی۔

پانی کا طوفان:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب سے پہلے ایک تنور سے پانی نکلا۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان سے پانی برسانا شروع کر دیا اور تمام روئے زمین چھپ گئی۔

حضرت نوح کے بیٹے کا قصہ:

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی کی لہروں پر جا رہی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنا بیٹا کنعان نظر آ گیا۔ جو لہروں پر ہاتھ مار رہا تھا۔ اور کسی اُونچی جگہ کی تلاش میں تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام نے بحیثیت باپ اپنے بیٹے کو پکارا کہ ادھر آ جاؤ اور اِس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ کافروں کا ساتھ چھوڑ دو۔ مگر بیٹے نے جواب دیا کہ میں ابھی کسی اُونچی جگہ پر چلا جاؤں گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ آج کوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر نہیں بچ سکتا۔ اِسی دوران ایک لہر آئی، وہ باپ اور بیٹے کے درمیان حائل ہو گئی، اس کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان پانی میں غرق ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب! یہ میرا بیٹا ہے، میرے خاندان کا فرد ہے، تو احکم الحاکمین ہے۔

اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے نبی علیہ السلام! یہ تیرا بیٹا تیرے خاندان کا فرد نہیں ہے، یہ کافر ہے۔ تیرے خاندان کے فرد صرف اہل ایمان ہی ہیں اور میرے حضور کسی کافر اور نافرمان کے بارے میں سفارش نہ کرنا۔ اگر یہ جانتے ہوئے بھی سفارش کی تو تیرا شمار جاہلوں میں سے ہو جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فوری اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔

دعا:

اے میرے رب کریم تیری مدد کے سہارے اِس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں تجھ سے سوال کروں جس کا مجھ کو علم نہ ہو۔ اور اگر تو نے مجھ کو نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں نقصان پانے والوں میں شمار ہوں گا۔

پانی کا خشک ہونا:

جب تمام کام اپنے انجام کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش تھم گئی۔ زمین نے پانی

اپنے اندر جذب کر لیا۔ اس طرح یہ کشتی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع چل رہی تھی جودی پہاڑ دجلہ کے کنارے اور موصل شہر کے مضافات میں جا کر ٹھہر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ اب کشتی سے اُتر جاؤ۔ ہماری طرف سے تم پر برکتیں اور تمہارے ساتھیوں پر بھی ہوں گی یہ کشتی دس (۱۰) محرم کو کنارے پر لگی حضرت نوح علیہ السلام نے اُس دن شکرانہ کے طور پر روزہ رکھا۔ ۱۰ محرم کو بنی اسرائیل بھی روزہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسلمان نو (۹) اور دس (۱۰) محرم کو روزہ رکھیں۔ یہ روزے نفلی ہیں۔

بیوی کافر:

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی جس کا نام ورعلہ لکھا گیا ہے وہ کافر تھی۔ اور آپ کی ہر بات کافروں تک پہنچاتی تھی۔ آپ کی بیوی اور ایک بیٹا جو کافر تھے اِس طوفان میں غرق ہو گئے۔

جنتی بیوی اور کافر بیوی:

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے مگر آپ کی بیوی کافر تھی۔ اِسی طرح حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے مگر آپ کی بیوی کافر تھی۔ وہ بھی آپ کی باتیں کافروں تک پہنچاتی تھی۔ اِن دونوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں واضح طور پر فرما دیا۔ اِس کے برعکس فرعون جس کو تاریخ اسلام میں کافر اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اِسی کا مقابلہ تھا۔ قرآن میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ اور فرعون کا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے جس کو چاہے اپنی رحمت میں لے لے۔ فرعون کی بیوی جناب آسیہ جنتی ہیں، جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں بہت سے مرد کامل اور مکمل ہوئے جبکہ عورتوں میں صرف حضرت مریم علیہا السلام اور آسیہ علیہا السلام۔

یہ پیغمبروں علیہم السلام کے تمام واقعات اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف تسلی دینے کی خاطر بتلائے ہیں کہ آپ سے پہلے بھی تمام نبیوں کو اِن تکلیفوں سے واسطہ رہا ہے لیکن کامیابی آخر میرے رسولوں کے حصہ میں آئی ہے۔ لہٰذا آپ بھی صبر کریں کامیاب آپ ہی ہوں گے۔

حضرت ھود علیہ السلام اور قوم عاد

﴿وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾(اعراف:65)

"اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، سو کیا تم نہیں ڈرتے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود اور قوم عاد کا ذکر فرمایا ہے۔ جبکہ اِس سے قبل حضرت نوح علیہ السلام اور قومِ نوح کا ذکر فرما چکے ہیں۔

قوم عاد:

یہ قوم یمن اور الاحقاف میں رہائش پذیر تھی۔ ایک وسیع رقبہ کی مالک تھی عیش عشرت کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کو تمام نعمتیں دے رکھی تھیں اِن کے قد تقریباً سوفٹ لمبے تھے (۷۰ ہاتھ) ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے لیے اونچے محل تیار کر رکھے تھے۔ اِس قوم کا ایک سردار تھا جس کا نام عاد تھا۔ اِس کے نام کی وجہ سے یہ قوم عاد کہلائی۔ یہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد ہے۔

بت پرستی:

یہ قوم توحید کو بھول چکی تھی۔ اپنے اپنے بت رکھے ہوئے تھے۔ اُن کی عبادت کرتے تھے اور اِن بتوں سے ہی فریاد کرتے تھے۔ اپنے کمزوروں پر ظلم کرتے تھے، غرور اور سرکشی میں مبتلا تھے۔

حضرت ھود علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ نے اِس قوم کے ایک فرد حضرت ھود علیہ السلام کو اِس قوم کی اصلاح کے لیے نبی مبعوث فرمایا۔ تا کہ اِس قوم کی اصلاح ہو سکے۔ حضرت ھود علیہ السلام نے اِس قوم کو سمجھایا کہ اللہ ایک ہے اِن پتھروں کے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت نہ کرو جن کو تم نے خود بنایا ہے۔ اِن کی تم عبادت کرتے ہو۔ یہ تو نہ سن سکتے ہیں۔ اور نہ ہی بول سکتے ہیں۔ نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان دے سکتے ہیں۔

اگر تم نے عبادت کرنی ہے تو ایک اللہ تعالیٰ کی کرو۔ جو وحدہ لاشریک ہے۔ وہی ہستی خالق اور مالک ہے۔ زندگی اور موت اُسی کے ہاتھ میں ہے روزی رساں بھی وہی ہے۔ اے

میری قوم اگر تم نے میری بات نہ مانی تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر کوئی عذاب نہ آ جائے۔

قومِ عاد کا جواب:

یہ نصیحت سن کر قومِ عاد نے جواب دیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور باقی تمام خداؤں کو چھوڑ دیں ہم نے تو اپنے آباء واجداد کو اِن بتوں کی عبادت کرتے دیکھا ہے۔ اور قوم نے مطالبہ کیا کہ اگر تم سچے ہو تو لے آؤ عذاب جس کی ہمیں بار بار دھمکی دی جا رہی ہے اِس پر حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا کہ عذاب لانا میرے بس میں نہیں ہے وہ تو جب اللہ تعالیٰ چاہے گا آ جائے گا۔ میں تو تم سے کوئی معاوضہ نہیں لیتا، اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرو۔ وہ تمہاری طاقت میں اضافہ کرے گا۔ مگر قوم نے کہا کہ ہم اپنے بتوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔

حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے بھی ایک دن مرنا ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور تم سے حساب لے گا مگر قوم نے اِس کا مذاق اُڑایا انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب ہم مر گئے اور ہمارا جسم مٹی میں مل گیا تو وہ کیسے زندہ ہوگا۔ آخر قوم نے کہا کہ تم ہماری طرح کے آدمی ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی بھیجنا ہوتا تو اُس کے ساتھ فرشتے بھیجتا۔ اور فرشتے آ کر ہمیں بتاتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔

عذاب:

جب قوم نافرمان ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے شروع میں اِس قوم پر بارشیں برسانی بند کر دیں۔ ملک میں قحط سالی پیدا ہوگئی۔ مگر قوم پر کوئی اثر نہ ہوا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا، جس کو دیکھ کر لوگ خوش ہو گئے کہ یہ بادل بارش برسائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کا عذاب بھیجا، اِس بادل سے لگاتار آٹھ (۸) دن اور سات راتیں تیز ہوا چلتی رہی ہے۔ اِس قوم نے اپنے محل جو پہاڑوں کے اندر بنا رکھے تھے۔ یہ ہوا پہاڑوں کے اندر اُن کے محلوں میں داخل ہو جاتی وہ لوگ ہوا کے زور سے دیواروں سے ٹکراتے ہوئے باہر آ جاتے اور باہر آتے تمام مر جاتے۔ ہوا اِن کو اُٹھا کر اوپر لے جاتی اور وہ زور سے زمین پر گرتے تو وہیں فوراً مر جاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ایسے مرے ہوئے تھے جیسے کھجور کے تنے زمین پر پڑے ہوئے ہوں۔

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود

﴿وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾(اعراف:73)

"اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔انہوں نے فرمایا اے میری قوم!تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی ہے۔یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کہ کہیں تم کو دردناک عذاب نہ آ پکڑے۔"

قوم عاد پر جب عذاب آیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن میں اپنے نبی حضرت ھود علیہ السلام اور باقی وہ مومن لوگ جو نبی پر ایمان لے آئے تھے،اُن کو بچالیا۔اُن سے جو اولاد ہوئی وہ قوم ثمود کہلائی۔یہ بھی عرب کی ایک قدیم قوم ہے۔قوم عاد کے بعد یہ سب سے مشہور ہے۔

قوم ثمود:

اِس قوم کا علاقہ الحجر تھا۔جو آج بھی ہے یہ علاقہ مدینہ اور تبوک کے درمیان ہے جسے مدائن صالح کہا جاتا ہے۔یہی جگہ اِس کا دارالخلافہ ہے۔قدیم زمانہ میں اِس کو الحجر کہتے تھے۔ یہ پہاڑی علاقہ اور لوگوں نے پہاڑ تراش کر اِس میں محل بنائے ہوئے تھے۔شہر کی آبادی کوئی چار پانچ لاکھ کے قریب تھی،حجاز کے تجارتی قافلے یہاں سے گزرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ پاک سے تبوک تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں یہ مقام آیا تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ جگہ دکھلائی اور وہ کنواں بھی دکھلایا یہاں حضرت صالح کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔آپ نے ہدایت کی کہ اگر کسی نے پانی پینا ہے تو اِس کنواں سے لو جس کنواں سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی۔باقی کسی کنواں سے پانی نہ پینا۔

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے کسی اور کنواں سے پانی لے کر آٹا گوندھا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے وہ تمام آٹا جانوروں کو کھلانے کا حکم دیا۔آپ ﷺ نے ایک پہاڑی کا وہ درہ دکھلایا جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی آکر پانی پیا کرتی تھی اور اِس کنواں کا تمام پانی پی جاتی تھی۔اور

دوسرے دن باقی تمام جانور پانی پیتے تھے۔ آپ نے اِس مقام پر ٹھہرنے سے منع فرمایا بلکہ فرمایا کہ جلدی یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ سیرگاہ نہیں ہے بلکہ عبرت کا مقام ہے۔

اونٹنی کا معجزہ:

یہ قوم شرک میں مبتلا تھی۔ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے، ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے اِس قوم کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو اپنا نبی بنا کر بھیجا تو حضرت صالح علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں کو سنانا شروع کیا تو قوم نے آپ کو بھی وہی جواب دیا جو باقی قومیں اپنے انبیاء علیہم السلام کو دے چکی تھیں۔ کہ آپ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں، ہم وہی کریں گے جیسے ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو کرتے دیکھا۔ ہم اتنے سارے خداؤں کو چھوڑ کر کیسے ایک اللہ کی عبادت کریں۔ ہاں البتہ اگر آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور قوم نے مطالبہ کیا کہ اگر اِس پہاڑ سے حاملہ اونٹنی آئے اور ہمارے سامنے آ کر وہ ایک بچہ کو جنم دے۔ تب ہم مان لیں گے کہ آپ اللہ کی طرف بھیجے گئے سچے نبی ہیں۔

قوم کا مطالبہ سن کر حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول فرمایا۔ آپ نے قوم کے مطالبہ پر تمام لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ اِس پہاڑ کی طرف دیکھو تو اُن کی نگاہوں کے سامنے پہاڑ سے ایک اونٹنی برآمد ہوئی جو حاملہ تھی، اُس نے باہر آ کر ایک بچہ کو جنم دیا۔ یہ ایک ایسا معجزہ تھا کہ کوئی اِس سے انکار نہیں کر سکتا تھا لیکن بعض لوگوں نے پھر بھی اسے ایک جادو قرار دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت:

حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت تھی کہ یہ اونٹنی جس جگہ سے چاہے گی چرے گی اور مخصوص کنویں سے پانی پیئے گی اور اُس مخصوص کنویں سے ایک دن یہ اونٹنی پانی پیتی تو تمام کنویں کا پانی پی جاتی اور کنواں خشک ہو جاتا دوسرے دن تمام جانور آ کر پانی پیتے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ تمام لوگ اِس اونٹنی کا دودھ پیتے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگو خبردار اِس اونٹنی کو کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ یہ ایک اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے۔ اگر کوئی نقصان پہنچایا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہیں گھیر لے گا۔

اونٹنی کا قتل:

یہ اونٹنی کیونکہ ایک دن کنویں کا سارا پانی پی جاتی۔لہٰذا کچھ شرارتی لوگوں نے (اللہ تعالیٰ نے اِن شرارتی لوگوں کی تعداد قرآن میں نو (۹) فرمائی ہے) کہا کہ اِس کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ قتل کرنے کی ذمہ داری ایک شخص (قدرا) نے اُٹھائی جس کا رنگ سرخ اور آنکھیں نیلی تھیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ دو عورتیں جو نہایت خوبصورت تھیں اُنہوں نے اعلان کیا کہ جو اِس اونٹنی کو قتل کرے گا ہم اُس سے شادی کریں گی۔ اِس طرح کل نو (۹) آدمی اِس کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے۔

سورہ النمل آیت ۴۸:

﴿وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ﴾(النمل:48)

''شہر میں کل نو (۹) آدمی تھے جو فساد کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہ لیتے تھے۔''

آخر اِن لوگوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔اور حضرت صالح علیہ السلام کو کہا کہ لے آؤ وہ عذاب اگر تم نبی ہو۔

عذاب کی وجہ:

قوم نے خود ہی مطالبہ کیا اور اُن کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ کے ذریعہ سے اونٹنی کو پہاڑ سے برآمد کیا۔اور حضرت صالح علیہ السلام نے فرما دیا کہ اِس کو کوئی نقصان نہ دینا ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے گا۔

(۱) قوم نے اِس معجزاتی اُونٹنی کو قتل کر دیا۔

(۲) اِس فعل کے بعد خود ہی مطالبہ کر دیا کہ اب لے آؤ وہ عذاب۔

(۳) قوم نے اِس معجزہ کے بعد بھی توحید اور رسالت کا انکار کیا۔

جب قوم نے اِس جانور کو قتل کیا تو اِس کا بچہ جس نے اپنی ماں کو قتل ہوتے دیکھا تو وہ پہاڑ کی طرف بھاگ نکلا اور دُور جا کر قوم کی طرف دیکھ کر تین (۳) دفعہ بلبلایا۔ اِس پر

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم تم تین دن رہ لو۔ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا۔ مگر قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو بھی قتل کرنے کا پروگرام بنالیا۔

قوم کی تباہی:

(۱) اِن تین دنوں میں پہلے دن قوم کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا۔

(۲) دوسرے دن قوم کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔

(۳) تیسرے دن قوم کے چہرے کا رنگ کالا سیاہ ہو گیا۔

اب بھی قوم کو یقین تھا کہ عذاب نہیں آئے گا۔ اگلے دن جب سورج طلوع ہوا تو شدید قسم کی آواز آئی اور زمین میں زلزلہ آگیا۔ اُس آواز سے اُن کے دل پھٹ گئے اور زلزلہ نے بالکل تباہی مچا دی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اِس کے بعد حضرت صالح علیہ السلام حرم شریف یعنی خانہ کعبہ تشریف لے آئے اور دنیا سے رخصت ہونے تک یہیں رہے۔

ابورغال کا قصہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک جاتے ہوئے یہاں سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی معجزہ کا مطالبہ نہ کرو جس قوم نے بھی یہ مطالبہ کیا وہ تباہ ہوگئی۔ قوم ثمود میں صرف ایک شخص بچا تھا۔ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص کون تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ابورغال تھا جو اُس وقت خانہ کعبہ میں تھا۔ وہ بھی جب خانہ کعبہ سے باہر نکلا تو مر گیا۔ اور عذاب کی زد میں آگیا۔

قوم لوط اور حضرت لوط علیہ السلام

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ﴾ (اعراف:80)

''''اور ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے دنیا جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔''

سورۃ الاعراف آیت نمبر: 81 تا 84:

تم مردوں کے ساتھ شہوت زنی کرتے ہو، عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے ہو۔'' اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا، بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔'''' سو ہم نے لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔'''' اور ہم نے ان پر خاص طرح کا مینہ برسایا پس دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟''

حضرت لوط علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ یہ علاقہ اُردن کہلاتا تھا۔ جس میں یہ قوم رہائش پذیر تھی۔ یہ علاقہ عراق اور فلسطین کے درمیان واقع ہے۔ اِس کا صدر مقام سدوم تھا۔ اِس کا بڑا شہر بحیرہ لوط کے نزدیک واقع تھا۔ اب بحیرہ لوط کو بحیرہ مردار کہا جاتا تھا۔ یہ شہر اب بحیرہ لوط میں غرق ہو چکا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام:

آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔ یہ بھی اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ عراق سے نکلے پھر شام، فلسطین اور مصر سے ہوتے ہوئے اِس شہر سدوم میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت دی اور اِس قوم کی رہنمائی کا حکم دیا۔

قوم کی حالت:

یہ قوم انتہائی بدکار تھی۔ بداخلاق اور فاجر تھی۔ گناہ آلود زندگی بسر کر رہی تھی۔ ڈاکہ ڈالتے اور قافلوں کو لوٹ لیتے۔ چوری کرنا اِن کا پیشہ بن چکا تھا۔

سورہ العنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم وہی ہو جو مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔ اگر

کوئی اِن کے شہر میں آجاتا تو قوم لوط اِس کا مال لوٹ لیتے اور اگر کوئی مہمان اِن کے شہر میں آجاتا تو وہ بھوک سے مرجاتا مگر یہ قوم اُس کو کھانا نہ دیتی۔

واقعہ:

ایک دفعہ ایک مہمان اِس شہر میں آیا۔ اُس نے ہر دروازے پر کھانے کے لیے دستک دی مگر کہیں سے کھانا نہ ملا۔ تو حضرت لوط علیہ السلام کی ایک لڑکی نے اِس کو کھانے کے لیے دیا۔ جس پر شہر کے لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی لڑکی کو سخت الفاظ کہے اور کہا کہ اگر آئندہ کسی کو کھانا دیا تو تمہارے خاندان کو شہر سے نکال دیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قوم کو بدفعلی سے روکا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کو وہی جواب دیا۔ جو باقی قوموں نے اپنے اپنے نبیوں (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ لے آؤ عذاب جس سے ہم کو ڈراتے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطلاع دینا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس دو نوجوان آئے۔ جن کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بچھڑا بھون کر اُن کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے۔ اور کسی مہمان کو کھانے کے بغیر نہ جانے دیتے تھے۔ مگر مہمانوں نے کھانے کی طرف کوئی رغبت نہ کی اور نہ ہی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اِس سے آپ علیہ السلام پریشان ہو گئے کہ کہیں آپ کے دشمن ہی نہ ہوں۔ جس پر مہمان بولے کہ آپ (علیہ السلام) پریشان نہ ہوں ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ اور ہم قومِ لوط کو تباہ کرنے جا رہے ہیں۔ اِس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہاں تو میرا بھتیجا لوط (علیہ السلام) ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم اِس کے تمام خاندان کو سوائے اُس کی بیوی کے جو کافر ہے اور اُس کے ایمان لانے والے ساتھیوں کو بچالیں گے۔ اِس کی تمام قوم بمع اس کی بیوی کے تمام کو تباہ کریں گے۔

خوش خبری:

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوش خبری سنائی کہ آپ کے ہاں حضرت سارہ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام اسحاق ہوگا اور اسحاق کے ہاں بھی ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا، یہ دونوں نبی ہوں گے، اِس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی۔

اور حضرت سارہ کی عمر پچاسی (85) سال تھی۔ عذاب کے متعلق بتایا کہ ہم اِن پر نشان زدہ پتھر برسائیں گے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان:

دونوں فرشتے (حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام) خوبصورت لڑکوں کی شکل میں مہمان بن کر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ اِن کو دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام گھبرا گئے۔ کیونکہ آپ کو اپنی قوم کا علم تھا۔ فوری طور پر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے قوم کو اطلاع دی کہ ہمارے گھر میں دو نہایت خوبصورت لڑکے آئے ہیں۔ یہ سن کر قوم حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کی طرف بھاگنے لگی۔ اور حضرت لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اِن کو ہمارے سپرد کرو، حضرت لوط علیہ السلام نے اِن کو سمجھایا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ مگر قوم بضد رہی کہ اِن کو ہمارے حوالہ کرو۔

اِس پر حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ کاش میرے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ میں تمہیں روک سکتا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ ہماری بیٹیاں موجود ہیں، ان سے شادی کر کے تم اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کر سکتے ہو۔ مگر قوم بضد تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام کو پریشان دیکھ کر فرشتوں نے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں۔ ہم اِس قوم کو تباہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ہم آپ اور آپ کے خاندان کو بچالیں گے، مگر آپ علیہ السلام کی بیوی جو کافر ہے، وہ قوم کے ساتھ ہی تباہ ہو جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے۔

فرشتوں نے کہا کہ آپ اپنے خاندان اور وہ لوگ جو آپ پر ایمان لے آئے ہیں اُن کو ساتھ لے کر صبح کے وقت اِس بستی سے نکل جائیں اور جاتے ہوئے پیچھے کی طرف نہ دیکھنا۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے تمام قوم کو اندھا کر دیا قوم تمام رات حضرت لوط علیہ السلام کا گھر تلاش کرتی رہی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافروں کے ساتھ رہ گئی۔ جب صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت لوط علیہ السلام، خاندان اور نیک لوگوں کو ساتھ لے کر بستی کے باہر چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُوپر سے قوم پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔ جو نشان زدہ تھے۔ اِس کے بعد فرشتوں نے مکمل بستی کو اُٹھا کر اُلٹا کر کے نیچے پھینک دیا۔

روایت میں ہے کہ بستی کو آسمان کی طرف اِس حد تک اوپر اُٹھا کر فرشتے لے گئے کہ

فرشتوں نے مرغوں کی اذانیں سنیں۔ اور اُلٹا کر کے پھینک دیا۔

بدفعلی کی سزا:

(۱) بدفعلی کرنے والے کو سنگسار کر دیا جائے۔

(۲) تلوار سے قتل کر دیا جائے۔

(۳) حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ کسی بوسیدہ عمارت سے نیچے گرا دیا جائے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق اس کو رجم کر دیا جائے۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور قوم مدین

﴿وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (اعراف:85)

''اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔ پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں، اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ، یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔''

- قوم مدین کا علاقہ خلیج عقبہ کے کنارے پر واقع تھا۔ یہ قوم تجارت پیشہ تھی۔ باقی تمام قومیں جو تجارت کی غرض سے شام اور مصر کی طرف جاتی تھیں وہ تمام اِس علاقہ سے ہو کر جاتی تھیں۔ یہ قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی طرف منسوب ہے۔

قوم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک تیسری بیوی جس کا نام قنطوراتھا۔ اُس سے ایک لڑکا پیدا

ہوا جس کا نام مدئن تھا۔ یہ قوم اُسی کی نسل ہے۔ اِسی قوم سے اور نسل سے حضرت شعیب علیہ السلام پیدا ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اِس قوم کی طرف سے نبی بنایا۔

مدائن کی حالت:

یہ لوگ کافر تھے۔ ڈاکے ڈالتے تھے۔ یہ قوم ایکہ کی عبادت کرتی تھی۔ ایکہ ایک بہت بڑا درخت تھا جن کے اردگرد بے شمار درختوں کے جھنڈ تھے۔ یہ لوگ ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ تول کر جب لیتے تو زیادہ لیتے اور جب دیتے تو کم دیتے۔ ہر کام میں بے ایمانی کرتے۔ اِن حالات میں اللہ تعالیٰ نے اِسی قوم کے ایک فرد حضرت شعیب علیہ السلام کو اِن کی رہنمائی کے لیے نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔

سورہ الاعراف آیت ۸۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ناپ تول پورا کرو۔ لوگوں کو کم نہ دیا کرو۔ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ یہ قوم جب بھی کسی قافلہ کو دیکھتی تو اُس کا سامان لوٹ لیتی۔ اور اپنا دسواں حصہ اُس سے وصول کرتی۔

تبلیغ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بے شمار معجزات عطا کر کے نبی مبعوث فرمایا۔ آپ نے قوم کو سمجھایا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، انصاف کے ساتھ لین دین کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جو اِس قوم پر انعامات کیے حضرت شعیب علیہ السلام نے اُن کا بھی ذکر کیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر تم نے انصاف سے کام نہ لیا ڈاکہ زنی سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔

یہ باتیں سن کر قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کا مذاق اُڑایا کہ یہ تمہاری نمازیں ہمیں اپنے بتوں کی عبادت سے نہیں روک سکتیں۔ ہم تو ایکہ کی اِسی طرح عبادت کریں گے۔ جس طرح ہمارے بزرگ کرتے آئے ہیں۔ اور ہم کاروبار بھی اِسی طرح کریں گے۔ اِسی طرح ہماری دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام اُن کو پیار سے سمجھاتے رہے۔ مگر قوم آپ کے ساتھ سختی سے پیش آتی رہی۔ قوم کے پاس دولت وافر مقدار میں موجود تھی۔ اس لیے ان کے دلوں میں مغروریت پائی جاتی تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نافرمان بن گئی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اُن کو سمجھایا کہ تم سے پہلے قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ

سے تباہ ہو چکی ہیں۔ کیونکہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا۔ اِن واقعات کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا اگر تم نے بھی اپنا رویہ نہ بدلا تو تم بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں آؤ گے۔

عذاب:

قرآن کی رُو سے قوم مدین کو دو قسموں کے عذاب نے آن گھیرا۔ ایک زلزلہ کا عذاب اور اُوپر سے آگ برسنے لگی۔ اِس کے نتیجہ میں مغرور اور سرکش قوم اوندھے منہ گر کر جھلس گئے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اِن پر سخت گرمی مسلط ہوگئی اللہ تعالیٰ نے سات دن تک ہوا کو روک دیا۔ گرمی کی شدت نہ سایہ سے کم ہوتی تھی نہ ہی کمرہ کے اندر جا کر کم ہوتی تھی۔ چنانچہ لوگ گھبرا کر ایک میدان میں جمع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کے اُوپر ایک بادل بھیجا جس کو دیکھ کر ساری قوم اِس کے سایہ میں آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اِس بادل سے شعلے برسنے شروع ہو گئے۔ اور زمین میں زلزلہ آ گیا۔ جس سے تمام قوم ہلاک ہوگئی اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور اُن کے ساتھ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے تھے، بچالیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم بنی اسرائیل اور فرعون

﴿ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَى بِآيَاتِنَا إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾ (اعراف:103)

”پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امرا کے پاس بھیجا، مگر ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا۔ سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا؟“

• حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ذکر ۳۴ سورتوں اور ۱۳۱ آیات میں آیا ہے۔ اِن آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ذکر کافی تفصیل سے آیا ہے۔

واقعات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام بھی نبی تھے اور آپ سے عمر میں تین سال بڑے تھے، مگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماتحت تھے۔ جن حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے۔ وہ بنی اسرائیل کے لے انتہائی نازک وقت تھا۔ بنی اسرائیل فرعون کے ماتحت تھے اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور مالی طور پر انتہائی بدل حالی کا شکار تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش:

فرعون کے دربار میں ایک نجومی نے پیشین گوئی کی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو فرعون کی حکومت کو تباہ کرے گا۔ اور خود بنی اسرائیل حکومت کے مالک ہوں گے۔ اِس نجومی کی بات سن کر فرعون کو اپنی کو حکومت ختم ہوتی نظر آنے لگی۔

فرعون کا خواب:

نجومی کی پیشین گوئی سے قبل فرعون کو خواب آیا تھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ آئی ہے۔ اور اِس سے فرعون کا محل اُس کی قوم قبطی۔ اور اِن کا تمام سامان، گھر ختم ہو گئے ہیں۔ مگر اِس آگ سے بنی اسرائیل کے گھر محفوظ رہے۔ یہ خواب فرعون نے اپنے دربار میں سنایا اور دربار کے تمام لوگوں سے اِس کی تعبیر پوچھی۔ یہ خواب سن کر نجومیوں نے بتلایا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ تمہاری حکومت کو ختم کر دے گا۔ یہ سن کر فرعون نے حکم جاری کر

دیا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو بھی لڑکا پیدا ہو اُس کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے۔

اِس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی بیوی حضرت سارہ سے فرما چکے تھے کہ میری اولاد میں ایک آدمی ہوگا جو مصر کی حکومت کو ختم کرے گا۔ وقت کے بادشاہ کو قتل کرے گا۔

آیت: ۷ تا ۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کی طرف وحی کی کہ اِس لڑکے کو دودھ پلاتی رہ اور جب خطرہ محسوس کرو تو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دینا پھر غم نہ کرنا۔ اور ہم ہی اِس کی حفاظت کریں گے۔ اور اِس کو تیری ہی طرف لوٹا دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اِس پر عمل کیا اور جب خطرہ محسوس ہوا تو اِس کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا۔ یہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے نزدیک پہنچ گیا تو فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے اُٹھا لیا اور اور فرعون سے کہا کہ یہ بچہ ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ہم اِسے اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں۔ آئندہ یہ ہمارے کام آئے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں پریشان تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اِس کا دل مضبوط کر دیا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ نے اپنی بیٹی کو کہہ دیا کہ اِس صندوق کے ساتھ ساتھ چل اور دیکھتے رہنا کہ یہ صندوق کہاں جاتا ہے۔ مگر یہ خیال رہے کہ کسی کو تمہارا پتہ نہ چلے۔

روایت:

یہ مشہور قصہ ہے کہ حضرت آسیہ نے مختلف عورتوں کو بلایا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلا سکیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے لیے تمام عورتوں کا دودھ بند کر دیا تھا۔ لہٰذا آپ نے کسی اور عورت کا دودھ نہ پیا۔ جس سے حضرت آسیہ فکر مند ہو گئیں۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن جو صندوق کے ساتھ گئی تھی۔ اجنبی بن کر بولی کہ میں تمہیں ایک عورت کا پتہ بتلاتی ہوں جو انتہائی پاک باز ہے شاید یہ بچہ اُس کا دودھ پی لے۔

روایت:

یہ روایت بھی مشہور ہے کہ ایک شخص نے اِس لڑکی پر شک ظاہر کیا کہ اِس لڑکی کو کیسے پتہ چلا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فوری حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو ایسی سمجھ اور عقل عطاء کر دی اُس

نے کہا کہ کون نہیں چاہتا کہ بادشاہ کے لڑکے کو دودھ پلا کر رقم وصول کریں۔ اِس طرح یہ معاملہ ختم ہو گیا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی تجویز پر اُس عورت کو بلایا گیا۔ جب اِس عورت نے حضرت موسیٰ کو اُٹھایا تو آپ نے فوراً اِس عورت کا دودھ پی لیا۔ چنانچہ حضرت آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اِس عورت (یعنی اُس کی اصل والدہ) کے سپرد کر دیا اور ماں کو سکون مل گیا۔

پرورش:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کا دودھ پیتے رہے اور پرورش فرعون کے محل میں ہوئی۔ آپ کی والدہ دودھ پلانے کے بدلہ میں معاوضہ بھی لیتی رہیں۔

اِن حالات میں آپ جوان ہو گئے آپ بڑے رعب دار اور پر وقار تھے۔ جب آپ جوان ہوئے تو آپ کو پتہ چل گیا کہ آپ بنی اسرائیل کے ایک فرد ہیں۔ اور آپ کی قوم غلام ہے۔ بنی اسرائیل پر فرعون کی قوم ظلم کر رہی ہے۔ اِس لیے آپ کے دل میں بنی اسرائیل کے لے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا جس سے یہ فائدہ ہوا کہ مصریوں نے بنی اسرائیل پر ظلم کرنے کم کر دیے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام زوروں پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو علم اور حکمت عطا کی۔ اور اِسی طرح ہم نیکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔

قبطی کا قتل:

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر میں تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ایک قبطی جو فرعون کی قوم کا تھا وہ ایک اسرائیلی آدمی کے ساتھ زیادتی کر رہا تھا۔ آپ نے مصری کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ باز نہ آیا۔ تو آپ نے غصہ میں آ کر اُس کو ایک مُکا رسید کر دیا اِس مُکا کو وہ مصری برداشت نہ کر سکا اور وہیں فوت ہو گیا۔ اُس کے فوت ہو جانے کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت دُکھ ہوا اور آپ نے فوری کہا کہ مجھ سے ایک شیطانی کام ہو گیا ہے، شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

قتل ہو جانے کے بعد اللہ سے دعا:

﴿رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (القصص:16)

"اے اللہ، اے میرے رب! میں نے خود اپنے پر ظلم کیا ہے تو مجھے معاف فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا۔ وہ بخشش کرنے والا اور مہربان ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم کیا ہے میں آئندہ کسی گنہگار کا مددگار نہ بنوں گا۔ قتل کی یہ خبر سارے شہر میں مشہور ہو گئی۔ اور مصریوں نے اندازہ لگایا کہ یہ کام کسی بنی اسرائیل کا ہے۔

دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر کی طرف جا رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ وہی بنی اسرائیلی کسی اور مصری سے جھگڑا کر رہا ہے اُس نے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو تو ہے ہی جھگڑالو۔ ہر وقت جھگڑا کرتے رہتے ہو۔ اُس بنی اسرائیلی نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت غصہ میں ہیں۔ کہیں یہ مجھے جان سے نہ مار دیں۔ تو کہنے لگا کہ جیسے تو نے کل ایک مصری کو قتل کر دیا تھا۔ آج مجھے بھی اُسی طرح قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات مصری نے بھی سن لی۔ اور اُس نے یہ تمام بات فرعون کے محل میں بتا دی کہ کل جو قبطی قتل ہوا تھا اُس کو قتل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا چنانچہ فرعون نے فوری حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔

دربار میں ایک شخص جو مصری تھا اور اندرون خانہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا۔ مگر ابھی تک وہ اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا۔ فرعون کے اہلکار آنے سے قبل ہی اُس مصری نے آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ فرعون آپ کو گرفتار کروانا چاہتا ہے آپ فوری یہاں سے نکل جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اِس اطلاع دینے والے مصری کو مومن کے لفظ سے پکارا ہے لہٰذا آپ مصر سے روانہ ہو گئے۔

مدین کی طرف:

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف روانہ ہو گئے کیونکہ مدین والے آپ کے رشتہ دار بھی تھے۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد رہائش پذیر تھی۔ اور آپ بھی حضرت ابراہیم

علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ویسے بھی مدین کا سفر آٹھ دن کا تھا۔ اور وہ علاقہ فرعون کی حکومت سے باہر تھا۔

مدین کا کنواں:

آپ جب مدین پہنچے تو آپ نے وہاں ایک کنواں دیکھا اور درختوں کی چھاؤں بھی تھی۔ کنویں پر لوگوں کا رش لگا ہوا تھا۔ سب لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے آپ بھی وہاں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ آپ نے دیکھا کہ تمام لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو لڑکیاں اپنے جانوروں کے ساتھ ایک طرف کھڑی ہیں۔ آپ نے اِن لڑکیوں سے پوچھا کہ آپ کیوں اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاتی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے والد بوڑھے ہیں۔ ہم کمزور ہیں یہ سب لوگ جب اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تب ہم پلا سکتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اُٹھے اور تمام بکریوں کو پانی پلا دیا۔ اور اُس کے بعد سایہ میں بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

موسیٰ علیہ السلام کی خاص دعا:

﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾ (القصص :24)

''اے میرے رب! تو مجھے کوئی اچھی چیز عطا کر میں ضرورت مند اور محتاج ہوں۔''

بکریوں کو پانی پلانے کے بعد وہ لڑکیاں اپنی بکریاں لے کر گھر چلی گئیں تو باپ نے پوچھا کہ آج اتنی جلدی کیوں آ گئیں۔ لڑکیوں نے باپ کو تمام قصہ سنایا کہ کس طرح ایک اجنبی نے اُن کی بکریوں کو پانی پلایا۔

دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تھکے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے منظور کر لی۔

لڑکیوں کے باپ نے اپنی ایک لڑکی سے کہا: جاؤ! اُس کو لے کر آؤ تا کہ میں اُس کو معاوضہ دوں۔

لڑکی اِس کنویں پر گئی تو دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو میرے والد بلا رہے ہیں۔ وہ آپ کے احسان کا بدلہ دینا چاہتے ہیں۔ (القصص:25)

حضرت شعیب علیہ السلام:

لڑکیوں کا باپ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب لڑکی کے ساتھ چلے تو آپ نے لڑکی سے کہا کہ تم میرے پیچھے چلو اور میں آگے چلتا ہوں، اگر راستہ بتانا ہو تو اشارہ سے بتا دینا۔

حضرت شعیب علیہ السلام سے رشتہ داری:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں پہنچے تو ایک لڑکی نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان آپ ان کو بکریاں چرانے اور بکریوں کو پانی پلانے کے لیے رکھ لیں کیونکہ یہ طاقت ور بھی ہے اور دیانت دار بھی ہے اِس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا: اے میری بیٹی! تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ طاقت ور بھی ہے اور دیانت دار بھی ہے۔ اِس پر لڑکی نے جواب دیا کہ انہوں نے جب بکریوں کو پانی پلایا تو اکیلے ہی ڈول بھر کر کھینچ لیا اور بکریوں کو پانی پلا دیا جبکہ باقی لوگ مل کر ڈول کو نکالتے تھے۔ دیانت دار اِس لیے ہے کہ جب میں اِن کے ساتھ چلی تو انہوں نے کہا کہ میں آگے چلتا ہوں اور مجھے اپنے پیچھے کر لیا اور کہا کہ اگر راستہ بتانا ہو تو مجھے اشارہ سے بتانا۔ یہ تمام باتیں سن کر حضرت شعیب علیہ السلام بڑے خوش ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر آپ آٹھ سال تک میری بکریاں چراؤ گے تو میں اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دوں گا اور اگر اِس پر مزید دو سال بڑھا دو تو یہ تمہاری مرضی ہوگی میری طرف سے کوئی جبر نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اِس شرط کو تسلیم کر لیا۔ جس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا اور ملازمت کو حق مہر تسلیم کر لیا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے تمام حالات حضرت شعیب علیہ السلام کو بتلا دیے کہ کس طرح فرعون اِن کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ جس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تم اِس جگہ فرعون کے شر سے بالکل محفوظ ہو۔

ملازمت کی معیاد گزرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی ''صفورا'' کو لے کر واپس مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

طویٰ مقدس وادی میں:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو لے کر واپس آ رہے تھے۔ ان دنوں سخت سردی کا

موسم تھا۔ اور سامنے کوہ طور (سینا) بھی نظر آ رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ آگ کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو۔ میں سامنے سے وہ آگ لے کر آتا ہوں۔ اُس کو تاپ کر سردی کی شدت کم ہو جائے گی اور اُن لوگوں سے راستہ کا بھی معلوم کرلوں گا۔

نبوت کا اعلان:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب آگ کے نزدیک گئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا درخت ہے جس سے یہ نور نکل رہا ہے۔ اِس آگ سے نہ تو درخت جلتا ہے اور نہ ہی آگ بجھتی ہے۔ یہ آگ بھی درخت سے آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے موسیٰ! میں تیرا پروردگار ہوں اپنے جوتے اُتار دو یہ مقدس وادی طویٰ ہے میں نے تمہیں اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے اب تجھ پر جو وحی کی جاتی ہے غور سے سنو! یہ آواز اچانک اِس درخت سے آنی شروع ہوگئی۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اِس آواز کو غور سے سنا۔

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے اِس پر حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ میرا عصا ہے میں اِس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔ اِس سے میری اور بھی ضرورتیں وابستہ ہیں۔

معجزات:

اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے عصا کو زمین پر پھینک دو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو زمین پر پھینکا۔ تو وہ ایک اژدھا بن گیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس اژدھا کو دیکھا تو ڈر گئے اور پیچھے کی طرف بھاگنے لگے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول ڈرا نہیں کرتے بجز اِس کے جس نے کوئی گناہ کیا ہو۔ اِس سانپ کو اپنے ہاتھ میں لے لو یہ واپس اپنی اصلی حالت میں آ جائے گا یعنی دوبارہ عصا بن جائے گا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس کو پکڑا تو دوبارہ عصا بن گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! اپنا ہاتھ بغل میں لے لو تو وہ روشن نکلے گا۔ اور اِس میں

کوئی نقص نہ آئے گا۔ یہ آپ کے لیے دوسرا معجزہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے یہ دو معجزے عطا کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔ اب جاؤ فرعون کے پاس وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے اور نافرمان بھی ہے۔ اِس نے اپنے غرور اور تکبر کی وجہ سے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔ (نوٹ) فرعون کا معنی سورج اور دیوتا کی اولاد دراصل قدیم مصر کے لوگ سورج کو اپنا رب کہتے تھے۔ اور اِسی طرح گائے کو بھی اپنا رب کہتے تھے اور سورج اور گائے کی عبادت کرتے تھے۔ مصر کا ہر بادشاہ اپنے آپ کو فرعون کہلاتا تھا۔ مصر میں جو بھی حکمران ہوتا وہ اپنے آپ کو فرعون کہلاتا۔ اِس سورت میں دو فرعونوں کا ذکر ہے۔ ایک فرعون وہ تھا، جس کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی تھی۔ اُس کا نام رامیسس دوم تھا۔ اِس کی حکومت حضرت مسیح سے ۱۲۲۵ سال قبل تک رہی۔ دوسرا فرعون جس کے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جاؤ وہ نافرمان ہو گیا ہے وہ اُس فرعون کا بیٹا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی ایک گھر میں جوان ہوا تھا اِس کا نام منفتہ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے دربار میں جانے کا حکم ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ یا اللہ مجھ سے فرعون کی قوم کا ایک فرد قتل ہو گیا تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اور وہ قوم فرعون کی حمائیت کرے گی اور میری مخالفت کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! تم جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے ہم تمہاری رہنمائی کریں گے، تم صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے درخواست:

اے میرے رب! میرا سینہ کھول دے میرا کام آسان کر دے، میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں۔ اور میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اور اُس کے ذریعہ سے میرے ہاتھوں کو مضبوط کر دے اور اُسے میرے کام میں شریک کر دے تا کہ ہم زیادہ سے زیادہ تیرا ذکر کر سکیں۔ بے شک تو ہمارا حال دیکھ رہا ہے۔

نوٹ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے عرض کی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے واقعہ یہ ہے کہ آپ کی زبان میں لکنت تھی۔ وجہ یہ تھی کہ آپ بچپن ہی سے فرعون کے گھر میں پرورش پا رہے تھے تو ایک دن فرعون نے شرک کی بات کی حضرت موسیٰ علیہ السلام اُس کے پاس بیٹھے کھیل رہے تھے۔ شرک کی بات سن کر آپ نے فرعون کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ یہ دیکھ کر فرعون نے فوری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ اُس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سب ہی پیار کرتے تھے فرعون کی بیوی کی آنکھوں کا نور تھے۔ جس کا نام آسیہ تھا۔ فرعون کی بیوی نے فرعون سے کہا کہ یہ ابھی بچہ ہے، اِس کو نفع نقصان کا پتہ نہیں ہے۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ ایک تھال میں ایک طرف دہکتے ہوئے کوئلوں کو رکھ دو اور تھال کے دوسری طرف سرخ موتی رکھ دو۔ اور وہ تھال اِس کے سامنے لاؤ اگر اِس سے موتی اُٹھا لیے تو اِس کو قتل کر دو اور اگر اِس نے کوئلوں کو ہاتھ لگایا تو چھوڑ دو۔ آپ کے سامنے تھال لایا گیا تو آپ نے موتیوں کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپ علیہ السلام کا ہاتھ کوئلوں کی طرف کر دیا۔ لہٰذا آپ علیہ السلام نے کوئلہ اُٹھا کر منہ میں رکھ لیا جس سے آپ کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں:

فرعون کے دربار میں جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے فرعون ہم دونوں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے آئے ہیں۔ کہ تم خود خدا بن گئے ہو۔ سورج کی پوجا کرتے ہو۔ شرک نہ کرو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو تمہارا بھی اور ہمارا بھی رب ہے۔

دوسرا یہ کہ تم نے بنی اسرائیل پر ظلم کیا ہوا ہے اِس قوم کو آزاد کر دو۔ اور بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دو۔ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

فرعون کا جواب:

اے موسیٰ کیا تم نے ہمارے ہاں پرورش نہیں پائی۔ پھر تم ایک آدمی کو قتل کر کے بھاگ گئے تھے۔ فرعون نے یہ دھمکی دی کہ جو تم نے قتل کیا ہے۔ اُس کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔ دراصل فرعون خوف زدہ تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی قتل کرے اور میرے دربار میں آکر ایسا

مطالبہ کرے۔ اس کے پیچھے ضرور کوئی طاقت ہے۔

فرعون کی باتیں سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہایت تحمل سے جواب دیا کہ بے شک میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے مجھے اپنا رسول چن لیا ہے۔ رب العالمین ایک ہی ہے جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات سن کر درباریوں سے کہا کہ دیکھو یہ شخص پاگل ہو گیا ہے کہتا ہے کہ میرے علاوہ اور بھی کوئی خدا ہے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ مشرق اور مغرب میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے اگر تم عقل سے سمجھ سکو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ:

اے فرعون! جو راستہ تم نے چنا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ شرک سے باز آ جاؤ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہوگا۔

جب فرعون لاجواب ہو گیا تو کہنے لگا: کیا ہمارے سب اباواجداد غلط تھے۔ اور وہ سب عذاب میں مبتلا ہیں۔ اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ تو میرے اللہ کو پتہ ہے۔

ہامان کو حکم:

فرعون جب لاجواب ہو گیا تو اُس نے اپنے خاص وزیر ہامان کو حکم دیا کہ میرے لیے پکی اینٹوں کا چبوترہ بنواؤ تاکہ اُس کے اوپر چڑھ کر اِس کے معبود کو دیکھ سکوں۔ فرعون نے چبوترے پر چڑھ کر ایک تیر چلایا تو اللہ کے حکم سے وہ واپس خون آلود آیا جس پر فرعون نے کہا کہ دیکھو میں نے موسیٰ (علیہ السلام) کے خدا کو ختم کر دیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات:

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم نے مجھے خدا نہ مانا تو میں تمہیں جیل بھجوا دوں گا اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نشانیاں دے کر بھیجا ہے۔ تو فرعون نے کہا کہ مجھے وہ نشانیاں دکھاؤ۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر پھینکا تو وہ اژدھا بن گیا۔

(۲) حضرت موسیٰ نے جب اپنا ہاتھ بغل سے نکالا تو وہ چمکنے لگا۔ درباریوں نے جب

دیکھا کہ فرعون کو شکست ہو رہی ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو ایک بہت بڑا جادوگر ہے اِس طرح کے تو ہمارے پاس بھی جادوگر ہیں۔ وہ بھی اپنا جادو دکھا سکتے ہیں۔

فرعون نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ ہم اپنے جادوگر بلاتے ہیں، پھر تمہارا اُن کے ساتھ ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوگا۔

جادو کا مقابلہ:

فرعون نے ملک میں اعلان کر دیا کہ تمام جادوگر میرے دربار میں پیش ہو جائیں۔ وقت مقررہ پر ایک کھلے میدان میں تمام لوگ بھی اکٹھے ہو گئے اور جادوگر بھی آ گئے۔ اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ جادوگروں نے اپنی رسیاں ہوا میں اُچھالیں تو وہ سانپوں کی طرح نظر آنا شروع ہو گئیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہوا میں سانپ پھر رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر پھینکا تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا اور اُن کے تمام کمالات کو کھا گیا۔

جادوگروں کا ایمان لانا:

جادوگروں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ (علیہ السلام) کے رب پر ایمان لے آئے۔ مجمع میں اور لوگ بھی ایمان لے آئے۔ جنہوں نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا مگر جادوگروں نے ظاہر کر دیا۔ جس پر فرعون نے کہا کہ تم سب موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد ہو۔ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ یہ موسیٰ اپنے جادو کے زور پر ہمارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ دونوں معجزات دیکھ کر بھی فرعون ایمان نہ لایا۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے اِس ملک پر بارش نہ برسائی جس کی وجہ سے اناج کی پیداوار کم ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ تم بنی اسرائیل کو آزاد کر دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ملک کو خوش حال کر دیں گے۔ (نوٹ) جبکہ فرعون نے حکم جاری کیا ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دو۔ لڑکیوں کو زندہ رکھو تو فرعون کے وزیروں نے مشورہ دیا کہ اگر اِسی طرح لڑکے قتل ہوتے رہے تو بنی اسرائیل کے آدمی ہماری خدمت کیسے کریں گے۔ چنانچہ فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو ایک دن قتل کیا جائے اور دوسرے دن زندہ

رہنے دیا جائے۔

چنانچہ فرعون کے حکم کے مطابق جس دن بچوں کو قتل نہ کیا جاتا اُس دن حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس دن بچوں کے قتل کا حکم تھا اُس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو نا صرف بچایا بلکہ فرعون کے گھر میں ان کی پرورش کا بندوبست کر دیا۔

جائے نماز بنا لو:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تو وہ راضی نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنے گھروں کو جائے نماز بنا لو۔ اور گھروں میں قبلہ رخ ہو کر نماز قائم کرو اور بنی اسرائیل کو خوشخبری بھی سنا دو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے فرعونیوں کے لیے بدعا:

اے میرے اللہ! تو نے فرعون کو ہر زینت عطا کی ہوئی ہے اور انہیں مال و دولت بخشا ہے۔ اے میرے اللہ تو نے اِس لیے دیا کہ یہ تیرے بندوں کو تیرے راستہ سے گمراہ کریں اے میرے پروردگار اِن کی دولت کو ملیا میٹ کر دے اِن کے دلوں پر مہر لگا دے۔ یہ ایک دردناک عذاب دیکھے بغیر ایمان نہ لائیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ حق پر ڈٹے رہو۔

فرعون کی دھمکی:

فرعون کو یقین تھا کہ یہ شخص ایک دن میرے تخت پر قبضہ کر لے گا۔ آخر فرعون نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا کہ یہ اپنے جادو کے زور سے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے کیوں نہ اِس کو قتل کر دیا جائے۔ جب فرعون اپنے مشیروں سے مشورہ کر رہا تھا تو وہاں ایک شخص موجود تھا جو دل سے ایمان لا چکا تھا۔ اُس نے یہ گفتگو سنی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں بول پڑا۔

مومن کی گفتگو:

کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو حق کی بات کہتا ہے۔ وہ ایک اللہ تعالیٰ کی نشانیاں لے کر آیا ہے اور وہ نشانیاں حق ہیں۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو خود اللہ ہی اُس کو اُٹھا لے گا۔ اور اگر وہ سچا ہے تو وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو مؤمن کہا ہے، اس نے کہا: میں تمہیں وہی بات بتلا رہا ہوں جس میں بھلائی ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ

اگر تم نے اِس کو نقصان پہنچایا تو تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ جیسا کہ قوم نوح، قوم عاد، ثمود، اور قومِ لوط پر آچکا ہے۔ آج دنیا میں تم اقتدار والے ہو۔ کل جب قیامت کے روز تم اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے تو تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ فرعون نے چاہا اِس مومن کو بھی قتل کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اِس کو بچالیا۔ اور فرعون کو عذاب میں مبتلا کر دیا جو اِس کے سامنے صبح شام پیش کیا جاتا ہے۔ اور قیامت کے روز اِس کو ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

فرعون کا دعویٰ خدائی:

جب فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زور نہ چلا تو اُس نے اعلان کر دیا کہ میرے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اِس نے سونے کے کنگن پہننے شروع کر دیے۔ فرعون جس پر بھی خوش ہوتا تو اُس کو وہ سونے کے کنگن پہناتا اور اعلان کرتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر نبی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے سونے کے کنگن کیوں نہیں اُتارتا۔ اِس کے ہمراہ فرشتوں کی ایک پوری جماعت ہوتی۔ فرعون کی یہ باتیں سن کر قوم نے فرعون کی اطاعت کا اعلان کر دیا۔

قومِ فرعون پر اللہ تعالیٰ کے متعدد عذاب:

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی قوم پر مختلف عذاب نازل کیے۔ اُن پر جب بھی کوئی عذاب آتا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتے کہ اپنے رب سے دعا کریں یہ عذاب ٹل جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ جب عذاب ٹل جاتا تو وہ پھر مکر جاتے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر بلاتے۔ کہ اے جادوگر اپنے رب سے دعا کر۔

قحط:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اِس ملک میں قحط نازل کیا۔ ہر چیز کی کمی ہوگئی قوم بھوکی مرنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی بہت زیادہ بارش برساتا، پانی کو حکم دیتا کہ وہ ایک جگہ جائے اور فصلوں کو ختم کردے۔ فرعون کے مطالبہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور قحط دور ہوا۔

ٹڈی دَل:

اللہ تعالیٰ نے ٹڈی دَل کی شکل میں عذاب نازل کیا۔ مصریوں کی جو فصلیں بھی سرسبز

تھیں۔ اِس ٹڈی دَل نے اُن فصلوں کو کھالیا۔ اور یہ عذاب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے دور ہوا۔

جوئیں:

اللہ تعالیٰ نے جوئیں کی شکل میں عذاب نازل کیا ہر جگہ جوئیں ہی جوئیں نظر آتیں، کھانے میں گھر میں انسانوں میں۔ یہ عذاب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے دور ہوا۔

مینڈک:

اللہ تعالیٰ نے عذاب کی شکل میں مینڈکوں کو بھیج دیا۔ لوگ جس برتن کو ہاتھ لگاتے مینڈک ہی ہوتے۔ اگر کسی برتن میں سالن پکاتے تو وہ برتن مینڈکوں سے بھر جاتا۔ پانی میں ،کھانے میں، غرض یہ کہ ہر برتن میں مینڈک نظر آتے۔ یہ عذاب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے دور ہوا۔

خون کا عذاب:

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اِن پر خون کا عذاب نازل کیا وہ جس برتن کو دیکھتے وہ خون سے بھرا ہوتا۔ حتی کہ اُن کے تالاب، حوض اور سب برتن خون سے بھر گئے۔

ہر دفعہ جو عذاب بھی آتا فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دعا کے لیے کہتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تو عذاب دور ہو جاتا۔ مگر قوم ایمان پھر بھی نہ لائی۔

بنی اسرائیل کی روانگی:

جب قوم فرعون کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ فلسطین کی طرف کوچ کر جائیں اور اپنی قوم بنی اسرائیل کو بھی ساتھ لے جاؤ اور خشکی کی بجائے سمندری راستہ اختیار کرو۔ اِس وقت بنی اسرائیل کی آبادی چھ (٦) لاکھ تھی۔ بچے اور جانور اِس کے علاوہ تھے۔ بنی اسرائیل کا ایک اسلامی تہوار ہوا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے مصریوں سے زیورات اُدھار لیے ہوئے تھے۔ بنی اسرائیل نے وہ زیورات ان کو واپس نہ کیے تاکہ قوم فرعون کو اس بات کا شک نہ گزرے کہ یہ لوگ ملک چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ جب بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے روانہ ہوئے تو فرعون کے اہل کاروں نے فرعون کو اطلاع کر دی کہ بنی اسرائیل روانہ ہو چکے ہیں۔ اور وہ مصر کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔ فرعون

نے فوری فوج تیار کی اور بنی اسرائیل کا تعاقب کرنے لگا۔ اور تھوڑی دور جا کر اُن کے نزدیک پہنچ گیا۔ بنی اسرائیل نے دیکھا کہ فرعون کی فوج بالکل نزدیک پہنچ گئی ہے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب ہم تو مارے گئے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہماری مدد فرمائے گا۔ اب بنی اسرائیل کے آگے سمندر تھا اور پیچھے فرعون کی فوج تھی۔

سمندر کا دو حصوں میں تقسیم ہونا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا عصا سمندر پر مارو۔ جس پر سمندر میں بارہ (۱۲) راستے بن گئے۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے راستہ سے سمندر میں داخل ہو گیا اور دوسرے کنارے پہنچ گئے۔ مگر جب فرعون کی فوج بنی اسرائیل کو دیکھ کر سمندر میں داخل ہوئی اور تمام فوج سمندر کے اندر پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اب اپنا عصا سمندر پر مار تو جس سے سمندر کا پانی روانہ ہو گیا اور تمام فوج ڈوب گئی۔

فرعون کو جب موت نظر آنے لگی تو فرعون نے کہا کہ میں ایمان لایا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے رب پر۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام سے متعلقہ روایت:

جب فرعون نے کہا کہ میں ایمان لایا موسیٰ علیہ السلام کے رب پر تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اُس کے منہ میں مٹی ٹھونس دی کیونکہ اللہ تعالیٰ اتنا کریم ہے کہ فرعون کے الفاظ سن کر اللہ تعالیٰ اِس کو معاف ہی نہ کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو اب ایمان لاتا ہے جبکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا۔ اب ہم تیرے بدن کو بچالیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنا رہے۔ مگر اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غافل رہتے ہیں۔

فرعون کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان:

فرعون قیامت کے روز اپنی قوم کے آگے چلے گا۔ اور وہ سب دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ دنیا میں بھی اِس پر لعنت ہے اور آخرت میں بھی اِس کا بہت بُرا انجام ہو گا۔

قبر میں بھی فرعون کے سامنے صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے اور جب قیامت برپا ہوگی تو اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ اِن سب کو سخت عذاب میں ڈال دو۔

سمندر سے پار بنی اسرائیل:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر پار کر کے بنی اسرائیل کو لے کر صحرائے سینا کی طرف چلے تو بنی اسرائیل نے دیکھا کہ مختلف قومیں اپنے اپنے بتوں کی پوجا کر رہی ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کر دیا کہ ہمیں بھی ایسا ایک بت بنا دیں تا کہ ہم بھی اِس کی عبادت کریں۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم ابھی ابھی اللہ تعالیٰ کی نشانی دیکھ چکے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سمندر سے گزار دیا اور فرعون کو ڈبو دیا اور اِس طرح تمہیں فرعون کے عذاب سے نجات دی۔ پھر بھی تم اللہ تعالیٰ کی بجائے بتوں کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔ (اعراف:138)

بنی اسرائیل کے مطالبات:

بنی اسرائیل جب فرعون سے نجات پا کر وادی سینا میں گئے تو وہ ایک غیر آباد جگہ تھی اِس میں نہ پانی تھا نہ سایہ تھا۔ ہر طرف دھوپ ہی دھوپ تھی۔

پانی کا مطالبہ:

قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمیں پانی درکار ہے تا کہ ہم اپنی پیاس بجھا سکیں۔ اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا عصا اِس پتھر پر مار تو وہاں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر قبیلے نے اپنا اپنا چشمہ پہچان لیا اور پانی پینے لگ گئے۔

خوراک:

قوم کو جب بھوک لگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے من وسلویٰ اُتار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے سفید رنگ کے اولے کے برابر گولے برسائے۔ لوگوں نے جب اُٹھا اُٹھا کر کھائے تو وہ نہایت لذیذ اور میٹھے تھے۔ اِس کو من کہتے تھے۔ اِس کے کچھ ہی دیر بعد اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا چلائی اِس ہوا کے ساتھ بے شمار چھوٹے چھوٹے پرندے زمین پر آ کر بیٹھ جاتے۔ لوگ بڑی آسانی کے ساتھ اُن کو پکڑ لیتے اور بھون

کر کھاجاتے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر پابندی لگائی کہ جتنی ضرورت ہو اتنے ہی پرندے پکڑیں۔ دوسرے دن کے لیے جمع نہ کیے جائیں۔ اگلے دن اللہ تعالیٰ اور انتظام کر دے گا۔ اِن پرندوں کوسلوا کہا جاتا ہے۔

سایہ کرنا:

جب دوپہر ہوئی تو لوگوں کو سخت گرمی لگی اور سایہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اِس صحرا میں کوئی درخت بھی نہ تھا۔ اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیج دیا جو ہر وقت اِن پر سایہ کرتا جدھر یہ قافلہ جاتا بادل بھی ساتھ ہی جاتا۔

من:...... جو سفید رنگ کے اولے کے برابر لذیذ ور میٹھے گولے آسمان سے آتے اُس کو من کہتے ہیں۔

سلویٰ:...... اور جو ہوا کے ساتھ پرندے آتے اُس کو سلویٰ کہا جاتا۔

تمام قوموں کی نسبت یہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل تھی۔ اللہ تعالیٰ اِس قوم پر خاص مہربان تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے پانی مانگا تو چٹان سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کھاؤ، پیو۔ زمین پر فساد نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا تم پر من وسلویٰ اُتارا تاکہ تم ہماری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ ہم نے کبھی اُن پر ظلم نہ کیا۔ بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔

بنی اسرائیل کی ناشکری:

بنی اسرائیل کی قوم انتہائی ناشکری نکلی اللہ تعالیٰ نے یہ تمام نعمتیں دیں مگر قوم نے کہا: اے موسیٰ! اپنے رب سے دعا کریں کہ ہم من سلویٰ سے تنگ آ گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ ہمارے لیے زمین سے کھیرا ککڑی، مسور، لہسن اور پیاز اُگائے تاکہ ہم اِسے کھائیں۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ناراض ہوئے کہ تم بڑے اللہ تعالیٰ کے ناشکرے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی پاکیزہ چیزوں کی بجائے گھٹیا چیزوں کا مطالبہ کرتے ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلایا۔ پہلے تیس دن کے لیے پھر اِس دس دن کا اضافہ کر دیا۔ آپ کو شریعت عطا کی تا کہ قوم اِس میں لکھی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کریں۔

روایت:

حضرت صفوان سے روایت ہے کہ یہودیوں نے مشورہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو نشانیاں دی تھیں اُن کی تفصیل بتائیں۔ اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① ۔شرک نہ کرو۔② زنا نہ کرو۔ ③ ۔کسی کو ناحق قتل نہ کرو۔④ ۔سود نہ کھاؤ۔ ⑤۔جادو نہ کرو۔⑥ ۔حاکموں کے تعلق کی بنیاد پر کسی ناحق کو قتل نہ کرو۔⑦۔ پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ۔ ⑧۔میدان جنگ سے نہ بھاگو۔ ⑨ ۔ہفتہ کے دن اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی نہ کرو۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو نائب بنانا:

کوہِ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنایا۔ اور تاکید کی کہ میری غیر موجودگی میں قوم کا خیال کریں تا کہ یہ کوئی ناجائز کام نہ کریں۔

تجلی کا ظہور:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب چالیس (۴۰) روز کا چلہ پورا ہو گیا تو آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے کہ اے میرے اللہ آپ نے مجھے ہم کلامی سے نوازا ہے اب آپ مجھے اپنا دیدار بھی کرا دیں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! آپ مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ ہاں البتہ تم غور سے دیکھو میں اِس پہاڑ پر اپنی تجلی گراتا ہوں۔ اگر یہ پہاڑ قائم رہا اور ریزہ ریزہ نہ ہوا تو تم مجھے دیکھ سکو گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی گرائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ہوش میں آئے تو عرض کی:

دعا:

اے اللہ! تو پاک ہے، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔ اور میں سب سے پہلے ایمان

والوں میں سے ہوں۔

تورات کا نزول:

چالیس (۴۰) دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور لوگوں کے لیے نبی چن لیا اور تجھے لکھی ہوئی تختیاں بھی عطا کر دیں ہیں اسے مضبوطی سے قائم کرو۔ میرے شکر گزار بن جاؤ ہم نے تورات کی تختیوں میں نصیحت اور حکمت لکھ دی ہے۔ اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اِس پر عمل کریں۔ اور میں تمہیں عنقریب نافرمانوں کے گھر دکھاؤں گا۔

(نوٹ): اِس سے مراد قوم عاد اور ثمود کے گھر ہیں۔ جو اب کھنڈرات میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ فلسطین کی زمین ہے، جس پر ایک ظالم قوم حکمرانی کر رہی ہے۔

شہر میں داخل ہونے سے انکار:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا فرمان سنایا کہ اب اِس شہر فلسطین میں داخل ہو جاؤ مگر داخل ہوتے وقت غرور اور تکبر نہ کرنا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے داخل ہونا میں تمہیں فتح دوں گا۔ یہ سن کر قوم نے اپنے بارہ سرداروں کو شہر میں بھیجا تا کہ وہ شہر کی خبر لا سکیں کہ وہاں کتنے لوگ ہیں۔ فوجی طاقت کتنی ہے۔ اِن ۱۲ سرداروں میں دس نے آ کر کہا کہ وہاں تو بہت زبردست قوم آباد ہے وہ زبردست ہیں اور اُن کے قد بھی بہت اُونچے ہیں۔ ہم اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب:

سرداروں نے آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات بتائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرداروں سے کہا کہ یہ بات قوم کو نہ بتانا۔ مگر دس (۱۰) سرداروں نے قوم کو بتا دیا جس سے قوم بزدل ہو گئی۔ صرف دو سرداروں حضرت یوشع، حضرت کالب نے حکم کی تعمیل کی۔ قوم کو حوصلہ دیا کہ ہم مقابلہ کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے فتح کا وعدہ کیا ہے۔ ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ اکثر جب اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے تو قلیل تعداد بھی اکثریت کو شکست دے دیتی ہے۔

قرآن میں قوم کے الفاظ:

اے موسیٰ علیہ السلام! ہم اِس شہر میں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ جب تک یہ زبردست قوم اِس

شہر میں موجود ہے۔ تم خود اور تمہارا رب جائے اور اِس ظالم قوم سے مقابلہ کرے۔ اور جب تم شہر کو فتح کرلو اور شہر خالی ہو جائے تو ہمیں بلا لینا ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت رنجیدہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی یہ قوم بہت نافرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب اِن پر فلسطین حرام ہے۔ یہ چالیس سال تک یہاں ہی پھرتے رہیں گے۔

اِس مدت کے درمیان نوجوان بوڑھے ہو کر مر گئے۔ پھر ایک نئی نسل تیار ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام بھی وفات پا گئے۔ ان کے بعد ایک نئی نسل نے آ کر فلسطین کو فتح کیا۔

روایت میں ہے کہ دوبارہ جب فلسطین فتح ہوا تو اِن کی قیادت حضرت یوشع نے کی۔

بنی اسرائیل کا گائے کی پوجا کرنا:

اللہ تعالیٰ نے جب چالیس دن کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلایا جس سے قوم پریشان ہوگئی۔ سامری ایک بنی اسرائیل کا فرد تھا بظاہر یہ مسلمان ہوگیا تھا۔ مگر دل میں ابھی تک شرک موجود تھا۔ اِس نے جب قوم کو پریشان دیکھا تو کہا کہ لاؤ وہ تمام زیورات جو تم نے مصریوں سے لیے تھے۔ میں تمہیں ایک ایسی چیز بنا کر دیتا ہوں جس کی تم عبادت کرسکو۔ چنانچہ سامری کے کہنے پر لوگوں نے اپنے تمام زیورات اُتار کر دے دیے جس کو سامری نے پگھلا کر ایک بچھڑا بنایا اور اُس میں تھوڑی سی مٹی ڈالی جو اُس نے سمندر سے گزرتے وقت اکٹھی کی تھی۔ مٹی ڈالتے ہی اُس سے ایک آواز نکلنی شروع ہوگئی اور لوگوں نے اِس کی عبادت شروع کر دی۔ بنی اسرائیل ویسے بھی مصریوں کو دیکھ کر گائے کی پوجا پر آمادہ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب چلہ پورا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تم نے میرے پاس آنے میں جلدی کیوں کی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ میں نے جلدی اِس لیے کی تاکہ میں اپنی قوم کے لیے ہدایات حاصل کرسکوں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری قوم نے بچھڑے کی پوجا کرنی شروع کر دی ہے یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام رنجیدہ ہوئے اور قوم کی طرف آئے اور غصہ سے قوم کو فرمایا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی ہے۔ جس پر قوم نے کہا کہ اِس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ سامری نے ہم سے تمام زیورات لیے اور ہمیں یہ ایک بچھڑا

بنا کر دیا۔ اور کہا کہ تمہارا اصل خدا یہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ویسے ہی کوہ طور پر جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصہ سے اپنی بھائی ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ لی اور کہا کہ تم نے اِن کو کیوں نہ روکا مگر حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے کافی روکا مگر قوم نہیں مانی، قوم کہہ رہی تھی کہ جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں آجاتے اُس وقت تک اِس کی عبادت کریں گے۔ میں اکیلا اِن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ آپ میری داڑھی پکڑ کر دوسروں کو ہنسنے کا موقعہ نہ دیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو آپ نے سامری سے پوچھا تو اُس نے جواب دیا کہ جو میں نے دیکھا وہ کسی نے نہیں دیکھا فرعون کے غرق ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جہاں سے گزرتے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی۔ اور وہاں گھاس پیدا ہو جاتی یعنی دھرتی میں جان آجاتی۔ میں نے اِس کے سموں سے تھوڑی سی مٹی لی۔ وہ سنبھال کر رکھ لی۔ جب یہ بچھڑا بنایا تو تھوڑی سی مٹی اُس میں ڈال دی تو اُس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے لیے دنیا میں یہ عذاب ہے کہ تو ساری زندگی پاگلوں کی طرح پھرتا رہے گا۔ اور ہر ایک کو کہے گا کہ مجھے مت ہاتھ لگاؤ۔ آخرت میں بڑا عذاب ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے سوال:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب! جب میں تیری بارگاہ میں چلہ کاٹ رہا تھا تو میری قوم بت پرستی میں لگ گئی۔

اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! جب تو میری طرف آنے لگا تو اپنے بھائی کو کہا تھا کہ میرے بعد میری قوم کا خیال کرنا۔ تم نے تو اپنی قوم کو اپنے بھائی کے سپرد کیا تھا۔ اگر تم اپنی قوم کو میرے سپرد کرتے تو میں اِن کو سیدھی راہ دکھاتا۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اب میری قوم کی کیا سزا ہے اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے شرک کیا ہے اُن لوگوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ ان کو وہ لوگ قتل کریں گے جو اِن کے رشتہ دار ہوں اور جن لوگوں نے شرک نہ کیا ہو اِس طرح تورات میں ہے کہ ستر ہزار اسرائیل

قتل ہوئے۔(البقرۃ:54)

اِس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے اور عرض کی کہ میرے رب اِن پر رحم فرما۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کر لی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قاتلوں اور مقتولوں کو معاف کر دیا۔ جو زندہ اور قصور وار ہیں، اُن کو بھی معاف کر دیا۔ آئندہ شرک نہ کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا یقیناً تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا۔ اب اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو اور اپنے آپ کو قتل ہونے کے لیے پیش کر دو یہی تمہارے لیے بہتر ہے تا کہ وہ تم پر توجہ کرے وہ بڑی توجہ کرنے والا اور مہربان ہے۔

ستر سرداروں کا طور پر جانا:

اِس سزا کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے احکامات دیے کہ آئندہ زندگی میں تم نے اِن پر عمل کرنا ہے تو قوم کے سرداروں نے مطالبہ کر دیا کہ جب تک ہم خود اللہ تعالیٰ سے بات نہ کر لیں ہم کیسے آپ کی بات پر یقین کر لیں۔ اِس بات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ساری قوم کو میں نہیں لے جا سکتا آپ اپنے سردار چن لیں اُن کو میں لے جاؤں گا وہ آ کر آپ کو بتا دیں گے اُن پر اعتبار کر لینا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے تو بادلوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اندر چھپا لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ یہ سردار آپ کی باتیں سننا چاہتے ہیں اِس پر بادلوں نے اِن سرداروں کو بھی اپنے اندر چھپا لیا اور انہوں نے باتیں خود سنیں۔ یہ باتیں سن کر اب سرداروں نے مطالبہ کیا کہ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہ لیں ہمیں یقین نہ آئے گا۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے سزا دی کہ بجلی اور زلزلہ کی وجہ سے سب ہلاک ہو گئے اور اُن کے جسم سیاہ ہو گئے یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ یہ تیری رحمت کو دیکھ کر بے وقوفی کر بیٹھے ہیں تو اپنی رحمت سے اِن کو معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کر لی اور اِن سرداروں کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ جب وہ زندہ ہو رہے تھے تو وہ خود بھی یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

عام رحمت کا اعلان:

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔

سورہ الاعراف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی چادر سے تمام کائنات کو ڈھانپ لیتا ہے۔

بنی اسرائیل کی حالت:

بنی اسرائیلی اخلاقی طور پر بہت گر چکے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوئی بات تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اِن کو معجزہ دکھایا کہ کوہ طور جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہم کلام ہوتے تھے اِن سرداروں کو عین دوپہر کے وقت جسموں کے اوپر کھڑا کر دیا۔ یہ پہاڑ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی گر جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے تسلیم کر لیا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول علیہ السلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں، یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا اور کوہ طور کو تم پر ایسے کھڑا کر دیا تھا کہ ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑلو۔ اور اِس کو اچھی طرح یاد کرلو تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ مگر اِس کے باوجود تم اِس سے پھر گئے پھر تمہارے دل پتھر کی مانند سخت ہو گئے بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔

الاعراف آیت: 156 تا 163 سبت کا قانون سورہ البقرہ آیت: ۶۵ میں لکھا جا چکا ہے۔

کتے کی زبان نکالنے والا بلعم بن باعورا

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (اعراف:176)

''اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے، یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ اس حال کو بیان کر

دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اُس شخص کا حال جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ اِن کو چھوڑ نکلا۔ پھر اُس کے پیچھے شیطان لگ گیا تو وہ گمراہوں میں ہو گیا۔

واقعہ:

یہ شخص انتہائی متقی اور پرہیز گار تھا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہتا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نکال کر مصر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ شہر بلقا پر جبارین کی حکومت ہے لہٰذا اُن پر حملہ کر کے جبارین کی حکومت کو ختم کر دو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کنعان میں خیمے نصب کر دیے۔ جبارین کے بادشاہ نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے تمام لشکر کے ساتھ حملہ کرنے کے لیے تیار ہے اور ہم میں مقابلہ کی طاقت نہیں ہے تو انہوں نے حضرت بلعم بن باعورا کی خدمات حاصل کیں۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُس کے لشکر کے بارے میں بددعا کریں مگر اُس نے انکار کر دیا کہ میرا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی مذہب ہے میں بددعا نہیں کر سکتا مگر جب بادشاہ نے مجبور کیا تو اس بزرگ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پوچھ لوں۔ بزرگ نے استخارہ کیا جس میں واضح ہو گیا کہ بددعا نہ کریں اور بزرگ نے یہی بات بادشاہ کو بتا دی۔

یہ سن کر بادشاہ نے اُس کی بیوی کو رشوت دی تو اُس نے اپنے خاوند کو راضی کر لیا اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فوج کی طرف روانہ ہو گیا۔ مگر ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ گدھا رُک گیا۔ جب بزرگ نے گدھے کو مارا تو اللہ تعالیٰ نے گدھے کو زبان دی اور کہا کہ میرے سامنے فرشتے ہیں جو مجھے آگے جانے سے روک رہے ہیں۔ بلعم بن باعورا نیچے اُترا اور آگے جا کر بددعا کرنے لگا۔ جو الفاظ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہنے لگتا وہ الفاظ جبارین کے متعلق نکل جاتے۔ جو دعا وہ جبارین کے متعلق کہنے لگتا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں نکل جاتی۔ اِس پر جبارین نے کہا کہ تم تو بددعائیں ہمیں دے رہے ہو۔ اور دعائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دے رہے ہو۔ تو اُس نے کہا کہ میری زبان میرے بس میں نہیں ہے۔ اور یہ الفاظ کہتے ہوئے اُس کی زبان باہر نکل آئی۔ اور لمبی ہو گئی۔

اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب اُس کی حالت اُس کتے کی ہے جو زبان باہر نکالے دنیا کی طلب میں ہر وقت بھاگتا رہتا ہے۔

غزوہ بدر

﴿وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ﴾ (انفال:7)

''''اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو! جب کہ اللہ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی، اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آجائے، اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا اور باطل کو نابود کردے اور ان کافروں کی جڑ کاٹ دے۔''

سورۃ الانفال: آیت نمبر: 08 تا 18:

''تا کہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا نابود کردے گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔'''اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار چلے آئیں گے۔''''اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لیے کی کہ بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والا ہے۔'''اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تم پر اونگھ طاری کررہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لیے اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو پاک کردے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کردے، اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے پاؤں جما دے۔'''اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں، سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔'''یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔'''سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لیے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے۔'''اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت

مت پھیرنا۔'' ''اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو (اپنی) جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے۔ باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔'' ''(ایک بات تو) یہ ہوئی اور (دوسری بات یہ ہے) اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا۔'' ''سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان پہلی جنگ جو لڑی گئی اُس کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

واقعہ:

رسول اللہ ﷺ جب مکہ سے مدینہ کی طرف تشریف لے گئے تو کفار مکہ نے وہاں آپ کو مختلف طریقوں سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو ذہنی اور مالی کوفت دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور آدمی بھیج کر آپ کے جو جانور مدینہ کے اطراف گھاس کھا رہے ہوتے اُن کو لے جاتے اور آپ کے آدمیوں کو قتل کر دیا جاتا۔

آپ حضور ﷺ کے آدمیوں نے آپ ﷺ کو یہ اطلاع دی کہ مکہ سے قریش کا ایک قافلہ تجارتی سامان لے کر شام کی طرف جا رہا ہے۔ آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر اُس کا پیچھا کیا مگر آپ سے پہلے ہی یہ قافلہ شام کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔

قافلہ کی شام سے واپسی:

جب یہ قافلہ جس کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا تجارتی سامان لے کر واپس آیا تو بھی یہ قافلہ مدینہ پاک سے ہی ہو کر جاتا تھا۔ آپ نے حضرت طلحہ اور حضرت سعد کو روانہ کیا کہ وہ قافلہ کے متعلق تمام معلومات حاصل کریں۔ انہوں نے آکر اطلاع دی کہ قافلہ ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا سامان لے کر واپس آرہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اعلان کر دیا کہ جس شخص کا دل مانے وہ ہمارے ساتھ آجائے شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اِس قافلہ سے سامان دے

دے۔ اِس دعوت میں زبردستی نہ تھی۔ کیونکہ اِس وقت اِس قافلہ سے محض سامان حاصل کرنا تھا۔ قیادت ابوسفیان کے پاس اور نگرانی کے لیے محض چالیس افراد تھے۔

لہٰذا اِس وجہ سے لوگ اپنی مرضی سے آئے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے باز پرس بھی نہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تاکید نہ کی تھی۔ اِس کے برعکس غزوہ تبوک میں ہر مومن پر لازم تھا کہ وہ غزوہ میں شامل ہو۔

تنظیم سازی کرنا:

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کل ۳۱۳/افراد تھے۔ جن میں ۸۶ مہاجر تھے اور انصار میں ۶۱ افراد اوس قبیلہ کے تھے اور ۱۷۰/افراد خزرج قبیلہ کے تھے۔ اِس طرح انصار کے کل ۲۳۱/افراد تھے۔ آپ حضور ﷺ نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔ اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اور تمام لشکر کی کمان خود آپ حضور ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔

ابوسفیان جب واپس آرہا تھا، تو اُس کو یہ احساس تھا کہ ہمارے پاس بہت قیمتی مال ہے۔ اور نگرانی کے لیے افراد کم ہیں۔ اور راستہ میں مدینہ پاک بھی آتا ہے لہٰذا اُس نے قافلہ کے آگے جاسوس روانہ کیے ہوئے تھے کہ اگر کوئی خطرہ ہو تو ہمیں مطلع کر دینا۔ چنانچہ جب قافلہ مدینہ پاک کے نزدیک آیا تو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ مدینہ پاک کے مسلمان حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو چکے ہیں۔ تو ابوسفیان نے مدینہ کا راستہ لینے کی بجائے سمندر کے نزدیک کا راستہ لیا اور ساتھ ہی ایک آدمی کرایہ پر لیا جس کا نام ضمضم بن عمر غفار تھا کہ وہ مکہ جا کر اطلاع کرے کہ قافلہ کی مدد کے لیے فوری آجائیں۔ قافلہ پر مدینہ کے لوگ حملہ کے لیے آرہے ہیں۔

اِس شخص نے مکہ جا کر رواج کے مطابق اپنی قمیض کا گریبان پھاڑ ڈالا اور شور مچانے لگا فوری مدد کو آؤ۔ قافلہ پر حملہ ہونے والا ہے۔

مکہ سے لشکر:

یہ اعلان سن کر مکہ کے کفار ابوجہل کی سرکردگی میں تیار ہو گئے۔ اکثر لوگ خود تیار ہو گئے جو خود نہ جا سکا اُس نے اپنی جگہ کرایہ کا آدمی بھیج دیا۔ ابولہب خود نہ گیا اپنی جگہ ایک شخص

جواُس کا قرض دار تھا اُس کو بھیج دیا۔ مگر اِس لشکر میں حضرت عمرؓ کا قبیلہ بنو عدی کا کوئی بھی فرد شامل نہ تھا۔ ویسے بھی مکہ میں بنو عدی قبیلہ کی تعداد کم تھی۔

کفار کی تعداد اور خوراک:

جب قریش تیار ہو کر روانہ ہونے لگے تو اُن کو خیال آیا کہ ہماری دشمنی بنو بکر قبیلہ سے ہے ہماری غیر موجودگی میں وہ ہماری عورتوں اور بچوں پر حملہ نہ کر دے لہٰذا اُس وقت ابلیس نے بنو کنانہ قبیلہ کے سردار سراقہ بن مالک کا روپ دھارا اور ابوجہل کو یقین دلایا کہ قریش کی غیر موجودگی میں یہ کام نہ ہوگا۔ میرا قبیلہ مکہ کا دفاع کرے گا اور تمہارے ساتھ بھی جائے گا اُس وقت بنو کنانہ قبیلہ بہت طاقت ور تھا۔

کفار کی روانگی:

کفار کا لشکر پوری تیاری سے غرور اور تکبر کے ساتھ روانہ ہوا اُن کے ساتھ خوش الحانی سے گانے والی عورتیں بھی تھیں۔ جو اپنی آواز کا جادو جگا کر کفار کو جوش دلا رہی تھیں۔ اور اِن کی منزل بدر کی ایک بستی تھی۔

ابوسفیان کا پیغام:

ابوسفیان نے راستہ بدل لیا تھا۔ اور وہ بحفاظت مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس نے مکہ والوں کو پیغام دیا کہ ہمارا قافلہ خیریت سے ہے لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔ مگر ابوجہل نے یہ فیصلہ تسلیم نہ کیا اور مدینہ کی طرف پیش قدمی جاری رکھی کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں گے۔

لشکر میں باہمی کشیدگی:

ابوسفیان کی اطلاع سن کر لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوگیا بنو زہرہ قبیلہ کا سردار اخنس بن شریق واپس چلا گیا جن کی تعداد تین سو تھی اب ابوجہل کے پاس ایک ہزار آدمی رہ گئے۔

اسلامی لشکر:

حضور ﷺ ابوسفیان کے قافلہ کی طرف ابھی جا رہے تھے کہ آپ کو راستہ ہی میں اطلاع ملی کہ ابوجہل ایک بہت بڑا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ایک قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں جا رہا ہے اور ایک بڑا لشکر ابوجہل کی سرکردگی میں مدینہ پر

حملہ کرنے کے لیے آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان دونوں سے تم جس کے ساتھ بھی مقابلہ کروگے تو میں تمہیں فتح دوں گا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر ابو جہل کا مقابلہ نہ کیا تو جب چاہے ہم پر حملہ آور ہوسکتا ہے اور پھر ہمیں اپنے گھروں میں گھس کر مقابلہ کرنا پڑے گا۔

صحابہ کرام کا مشورہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کو جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اُسی پر عمل کریں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ جو بھی فیصلہ دیں ہم ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔

انصار کا معاہدہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ:

انصار نے رسول اللہ ﷺ کو جب مدینہ آنے کی دعوت دی تو انصار کا جو حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ تھا۔ کہ انصار حضور ﷺ کی حفاظت اپنے بچوں کی طرح کریں گے۔ اب یہاں اُلٹا مسئلہ درپیش تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ تھا۔ انصار کا حضور ﷺ کے ساتھ دفاع کا معاہدہ تھا لیکن حملہ کرنے کا معاہدہ نہ تھا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ بار بار پوچھ رہے تھے کہ انصار کا اِس پر کیا ردِعمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب بھی پوچھتے تو مہاجرین اُٹھ کر جواب دیتے مگر انصار خاموش رہتے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب تیسری دفعہ یہی سوال دہرایا اور فرمایا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ میں فتح دوں گا۔ تو انصار کی طرف سے حضرت سعد بن معاذ جو اوس قبیلہ کے سردار تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔

حضرت سعد کا جواب:

حضرت سعد بن معاذ اُٹھے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ (ﷺ) آپ ہم سے ہماری رائے لینا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں تمہاری مرضی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت سعد نے عرض کی: اے رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے آپ ﷺ کی رسالت کو تسلیم کیا اور گواہی دی ہم نے آپ ﷺ کو حق تسلیم کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ جو آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے آپ کر گزریں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح جو اُس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا کہ آپ جائیں اور آپ کا خدا جائے

اور جنگ کریں ہم آپ کو ہرگز ایسا نہیں کہیں گے۔ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ہمیں سمندر میں بھی کود جانے کا کہیں گے تو ہم کود جائیں گے۔ ہمارا کوئی بھی آدمی پیچھے نہ رہے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ بڑے خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

کفار کے لشکر کی تعداد:

رسول اللہ ﷺ نے شام کی طرف ایک دستہ روانہ کیا جس کی قیادت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی تا کہ کفار کی تعداد کا پتہ چل سکے۔ بدر کے مقام پر صحابہ کو دو آدمی پانی بھرتے ہوئے ملے اُن کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کفار کی تعداد کے بارے میں پوچھا کہ اُن کی تعداد کتنی ہے تو انہوں نے کہا کہ بہت زیادہ۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: وہ ہر روز کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کفار کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان ہے جب رسول اللہ ﷺ نے اُن کی جگہ کا پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اِس پہاڑی کے دوسری طرف خیمہ زن ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب نام کا پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ابو جہل، امیہ بن خلف، عتبہ، شیبہ، حکیم بن حزام نوفل اور حارث اِس کے علاوہ اور سردار بھی ہیں۔ یہ نام سن کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ مکہ والوں نے اپنے دل کے ٹکڑے تمہارے حوالے کر دیے ہیں۔

میدانِ جنگ:

بدر کے مقام پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ مسلمان کو ریتلی جگہ ملی جبکہ کفار کے نیچے سخت جگہ تھی۔ اور نشیبی تھی۔ رات کو اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی جس سے ریتلی زمین سخت ہوگئی اور چلنے میں آرام دہ بن گئی جبکہ کافروں والی جگہ سخت ہونے کی وجہ سے دلدل ہوگئی اور وہاں پانی جمع ہوگیا۔

- رسول اللہ ﷺ کے لیے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اُونچی جگہ پر ایک چھپر بنوادیا۔ انصار کی طرف سے حضرت معاذ اور مہاجرین کی طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی حفاظت کے لیے مقرر تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ رات کو میدان بدر کا معائنہ کیا اور معائنہ

کرتے وقت رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کو وہ تمام جگہیں دکھائیں کہ کس کس جگہ کون کون کافر قتل ہوگا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اِن کے دل مضبوط کر دیے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی۔

دعا:

اے ہمارے رب! یہ قریش پورے غرور، تکبر اور تیری مخالفت کرتے ہوئے اور تیرے رسول ﷺ کو جھٹلاتے ہوئے آگئے ہیں۔ تو مومنوں کی مدد فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔

اِس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو ہدایات دیں۔

پہلا کافر قتل:

سب سے پہلا قتل جس کافر کا ہوا اُس کا نام اسود بن عبدالسلام تھا۔ جو انتہائی ضدی اور بداخلاق تھا۔ ایک پانی کا حوض مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اسود نے قسم کھائی کہ میں اِس حوض سے پانی پیوں گا مگر پانی پینے سے پہلے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اُس کو قتل کر دیا۔

عام مقابلہ:

اِس کافر کے قتل ہونے کے بعد عام مقابلہ شروع ہو گیا۔ سب سے پہل عتبہ، شیبہ، اور ولید بن عتبہ میدان میں نکلے اور مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دی۔ اِن کے مقابلہ میں انصار نکلے مگر قریش نے کہا کہ اے انصار تمہارے ساتھ ہمارا کوئی مقابلہ نہیں تم واپس جاؤ اور ہمارے مقابلہ میں قریش آئیں۔ لہٰذا حضور ﷺ نے ان کے مقابلہ کے لیے حضرت عبیدہ بن حارث، حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابلہ میں ولید بن عتبہ کو قتل کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسی دوران شیبہ کو قتل کر دیا۔ مگر حضرت عبیدہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا اور دونوں زخمی ہو گئے جس پر حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عتبہ کو قتل کر دیا۔ اور حضرتعبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں لے آئے مگر وہ راستہ ہی میں شہید ہو گئے۔

کافروں کے جب تین نامور سردار قتل ہو گئے تو انہوں نے اچانک مل کر حملہ کر دیا۔ اِس وقت تک مسلمان صرف دفاع کر رہے تھے اور احد احد کا نعرہ لگا رہے تھے۔ اور کافروں کو نقصان بھی پہنچا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی۔

دعا:

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! تو نے مجھ سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے اے اللہ! اگر آج یہ چند مسلمان بھی شہید ہو گئے تو قیامت تک اِس روئے زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔

آپ ﷺ لگاتار یا حی یا قیوم کا ورد کر رہے تھے۔ حتی کہ آپ کی چادر مبارک کندھوں سے اُتر گئی یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی چادر کو درست کیا اور عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اب بس کیجئے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ضرور مدد کرے گا۔

اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مدد کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعہ مطلع کیا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تیری مدد کر رہا ہوں۔

اِن فرشتوں کو دیکھ کر ابلیس جو کافر سردار کے روپ میں تھا۔ بھاگ نکلا اُس کو بھاگتے دیکھ کر ابوجہل نے کہا کہ تو کہاں جا رہا ہے تو اُس نے جواب دیا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ سکتے۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے خوف آتا ہے۔

فرشتوں کا نزول:

اللہ تعالیٰ کے حکم اور دعا کے بعد رسول اللہ ﷺ کو تسلی ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تسلی دی اور فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زیر قیادت فرشتوں کی ایک جماعت آ گئی ہے اِس کے بعد آپ نے زرہ پہنی اور باہر تشریف لا کر فرمایا کہ عنقریب کافروں کا یہ گروہ شکست کھا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے باہر نکل کر اپنی مٹھی میں مٹی لی اور کافروں کی طرف پھینکی جو کافروں کے منہ، آنکھیں اور ناک میں گھس گئی، اِسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ میں نے پھینکی تھی۔

کافروں کے حملہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جوابی حملہ کرنے کا حکم دیا۔ کافر حملہ کرنے کے بعد سست پڑ گئے تھے۔ مسلمان تازہ دم تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ زرہ پہن کر کافروں کی طرف جانے لگے تو مسلمانوں میں اور جذبہ پیدا ہو گیا اور کافروں پر زور دار حملہ کیا۔ مسلمان ابھی تلوار اوپر کرتا کہ کافر کا سر پہلے ہی نیچے گر جاتا۔ یہی فرشتوں کی مدد تھی۔

مسلمانوں کے حملہ کرتے ہی کافروں کو شکست ہونی شروع ہوگئی۔ اور انہوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ اِس جنگ میں کافروں کے ستر کے قریب سردار قتل ہو گئے اور ستر کے قریب گرفتار ہو گئے۔ اِس جنگ میں ابوجہل جو لشکر کا سردار تھا اور کافروں کو حوصلہ دے رہا تھا کہ دو لڑکوں نے جن کے نام معاذ اور معوذ تھے انہوں نے ابوجہل کو قتل کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا تھا کہ میرے پاس دو نوعمر لڑکے آئے اور پوچھا کہ چچا جان ابوجہل کہاں ہے ہم اُس کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ سنا ہے کہ وہ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہے۔ چنانچہ میں نے ابوجہل کی طرف اشارہ کیا۔ اُس وقت کافر تلواریں لیے اُس کی حفاظت کر رہے تھے۔ حضرت معاذؓ نے فوراً اُس کی ٹانگ پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے وہ زمین پر گر گیا۔ یہ موقعہ دیکھ کر دوسرے لڑکے نے اُس پر ایک اور تلوار کاری ضرب لگائی۔ اُس وقت اُس کا صرف سانس ہی آرہا تھا۔ اِس دوران تمام کافر بھاگ رہے تھے۔ ابوجہل کے بیٹے نے اپنے باپ پر حملہ ہوتے ہوئے دیکھ کر حضرت معاذ پر حملہ کر دیا جس سے اُس کا بازو کٹ گیا۔ صرف ایک تسمہ رہ گیا۔ جس کو حضرت معاذ نے بازو کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھا اور بازو کو علیحدہ کر دیا۔ اور جنگ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اِس جنگ میں حضرت معوذ رضی اللہ عنہ بھی جنگ کرتے شہید ہو گئے۔ ابوجہل کو قتل کرنے کے بعد یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کی کہ ہماری دونوں کی تلواروں میں یہ کافر کس تلوار سے قتل ہوا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں کی تلواروں سے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان:

جنگ کے بعد آپ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم میدان جنگ میں جاؤ اور دیکھو کہ کوئی ہمارا آدمی زخمی تو نہیں ہے۔ میں جب میدان میں گیا تو دیکھا کہ ابوجہل زخمی حالت میں پڑا ہے اور صرف سانس آرہی ہے۔ میں نے اُس پر ایک کاری ضرب لگائی اور اُس کا سر جسم سے علیحدہ کر دیا۔ میں ابوجہل کے ناک میں نکیل ڈال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ابوجہل کا سر حاضر ہے۔ اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اور لاش کو

دیکھ کر فرمایا کہ یہ میری اُمت کا فرعون تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں خانہ کعبہ میں کھڑا تھا۔ میں ابھی بچہ تھا کہ جوش میں آکر اللہ اکبر کا اُونچی آواز سے نعرہ لگایا۔ جس کو سن کر ابوجہل نے مجھے زور سے تھپڑ رسید کر دیا۔ مجھے تکلیف ہوئی میں نے روتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے آکر شکایت کی تو مجھے روتا دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیے۔

غزوہ بدر میں جب ابوجہل کے ناک میں نکیل ڈال کر میں نے اُس کافر کا سر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں یاد ہے کہ ایک دفعہ خانہ کعبہ میں ابوجہل نے تمہیں تھپڑ رسید کیا تھا اور تم روتے ہوئے میرے پاس آئے تو میں مسکرا دیا۔ دراصل میں اُس وقت یہی منظر دیکھ رہا تھا کہ ابوجہل کے کٹے ہوئے سر کو ناک میں نکیل ڈال کر میرے پاس لا رہے ہو۔

مسلمان شہید:

اِس جنگ میں مسلمانوں کے صرف ۱۴ صحابہ شہید ہوئے، جن میں مہاجرین کے چھ اور انصار کے آٹھ تھے۔

بدر میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

جب جنگ ختم ہوگئی اور کافروں کی لاشوں کو گھسیٹ کر ایک کنواں میں پھینکا جا چکا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے کنویں پر کھڑے ہو کر اُن کافروں سے خطاب کیا۔

تم لوگ میرا کنبہ اور میرا ہی قبیلہ تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور دوسروں نے میری تائید کی۔ تم نے مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دیا جب کہ دوسروں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے نکالا۔ دوسروں نے مجھے پناہ دی۔ آپ ﷺ نے تین دن قیام فرمایا اور واپس آنے سے قبل کنویں پر جا کر ایک ایک کافر کا نام لے کر فرمایا کہ اگر تم نے اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی تو آج یہ تمہارا حشر نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ میں نے حق پایا اور جو تم سے وعدہ کیا تھا۔ کیا تم نے بھی اُس کو حق پایا۔

یہ الفاظ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ

اب یہ مر چکے ہیں۔ کیا یہ بھی آپ کی باتیں سن سکتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اسی طرح سن رہے ہیں جس طرح تم سنتے ہو۔ مگر تمہاری طرح یہ جواب نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ پاک تشریف لے آئے۔

میدان بدر میں حق پر کون تھا ابوجہل کی دعا

﴿إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (انفال:19)

''اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تمہارے سامنے آموجود ہوا اور اگر باز آجاؤ تو یہ تمہارے لیے نہایت خوب ہے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو فتح کی دعائیں مانگتے تھے۔ اب تمہارے سامنے فتح آگئی ہے۔ اب بھی باز آجاؤ۔ خواہ تم تعداد میں کتنے ہی زیادہ ہو مگر تم فتح حاصل نہیں کر سکتے۔

واقعہ:

یہ آیت اِس وقت نازل ہوئی جب کافروں کا لشکر مکہ سے رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہونے لگا۔ تو ابوجہل نے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعا کہ ہم میں جو حق پر ہے اُس کو فتح دے اور جو گمراہ ہو اُس کو ختم کر دے۔ ہمارے درمیان یہ شخص فتنہ ڈال رہا ہے۔ اِس کو شکست دے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جو حق پر تھا اُسی کو فتح دی۔ رسول اللہ ﷺ کو فتح ہوئی اور ابوجہل اور دوسرے سرداروں کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ قتل ہو گئے۔ تبھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب بھی کفر سے باز آجاؤ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کی ناپاک جسارت

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ (انفال:30)

''اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجیے! جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں، یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر

والا اللہ ہے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری اِس نعمت کو یاد کرو جب دشمن تدبیر کر رہے تھے۔ کہ آپ کو قید کریں یا جلاوطن کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنی تدبیریں کر رہا تھا۔ اور وہی سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

واقعہ:

رسول اللہ ﷺ کے جب تمام ساتھی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو کافروں کو یقین ہو گیا کہ اب رسول اللہ ﷺ بھی ہجرت کر جائیں گے تو انہوں نے مشورہ کیا کہ آپ کے ساتھ اب کیا سلوک کیا جائے۔ جب یہ سرداران قریش کر رہے تھے تو ابلیس بھی ایک بڑے شیخ کا روپ دھار کر اِن کے درمیان آ کر بیٹھ گیا اور سرداروں کو کہا کہ مجھے پتہ چلا کہ آپ کو ایک شخص نے بڑا تنگ کر رکھا ہے اور آج تمام سردار اِس کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں۔ تو میں آیا ہوں کہ شاید تمہاری مدد کر سکوں۔

ایک کافر سردار نے مشورہ دیا کہ آپ کو قید کر دیا جائے تو ابلیس نے کہا کہ یہ رائے مجھے پسند نہیں۔ اُس کے ساتھی آئیں گے اور چھڑا کر لے جائیں گے۔ اِس کے بعد دوسری تجویز آئی کہ آپ کو جلاوطن کر دیا جائے۔ اِس تجویز کی بھی شیطان نے مخالفت کی کہ اِن کی زبان میں بڑی مٹھاس ہے۔ جب اِن کے پاس طاقت آ جائے گی تو آ کر تم پر حملہ کر دیں گے۔ ابو جہل نے تجویز دی کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی آئے اور یہ تمام مل کر آپ پر حملہ کریں اور آپ کو شہید کر دیں۔ بنو ہاشم والے تمام سے بدلہ نہیں لے سکتے لہٰذا دیت لے کر صلح کر لیں گے۔ یہ بات سن کر شیطان نے کہا کہ یہ سب سے بہترین رائے ہے۔ اِس پر عمل کیجیے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مطلع کر دیا اور اسی رات رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کی غرض سے گھر چھوڑ دیا۔ اُدھر کافروں نے اِس رات آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا اور اُس رات رسول اللہ ﷺ نے اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلایا اور باہر نکل آئے۔ آپ نے ہاتھ میں مٹی کی مٹھی پکڑی اور باہر جو لوگ کھڑے تھے اُن کی طرف اچھال دیا، جو تمام کی آنکھوں اور سروں میں پڑی، جس سے اُن کو نظر آنا بند ہو گیا۔ آپ اِسی دوران باہر تشریف لے گئے۔ اور اپنے دوست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے کر تین دن غار ثور میں چھپے رہے۔ کافروں نے صبح دیکھا تو آپ کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے۔

غزوہ بدر میں شیطان کا کردار

﴿وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾(انفال:48)

''جب شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر کے دکھایا اور ان سے کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا، میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان نے کافروں کو اُن کے کرتوت خوش نما بنا دیے اور اُن کو کہا کہ آج تو تمہاری اتنی طاقت ہے کہ تمہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ اور جب میدان میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو اللہ تعالیٰ کی مدد کو فرشتوں کو صورت میں دیکھ کر بھاگ گیا اور یہ کہتا ہوا گیا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے۔

واقعہ۔مسلمانوں کی تیاری:

غزوہ بدر ایک ایسے حالات میں ہوا کہ نہ تو مسلمان اس جنگ کے لیے تیار تھے اور نہ ہی کافر۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میری منشاء یہی تھی کہ جنگ ہو اور وہ جنگ ہو کر رہی۔ جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ ابوسفیان اپنا تجارتی قافلہ لے کر ملک شام سے واپس آ رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے قافلے کے تعاقب کے لیے فرمایا: جس کی مرضی ہے آ جائے اس میں کوئی زبردستی نہ تھی۔ اس لیے مقصد صرف ابوسفیان کے قافلہ پر حملہ کرنا تھا لیکن جب مدینہ سے باہر نکلے تو پتہ چلا کہ ابوجہل ایک بڑا لشکر لے کر آ رہا ہے۔اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بھی حکم آ گیا کہ مسلمان جس پر بھی حملہ کریں گے میں فتح دوں گا۔ اگر مسلمان ابوسفیان کے قافلہ پر

حملہ کرتے اور مال کو غنیمت کے طور پر لے بھی لیتے تو ابوجہل نے تو پھر حملہ کرنا تھا اور دوسرا یہ کہ حملہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کا وعدہ نہ تھا۔ اللہ کی طرف سے فتح کا وعدہ صرف پہلے حملہ کے وقت تھا۔ ویسے بھی ہر نبی اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی منشا بھی یہی تھی کہ مسلمان ابوجہل کے لشکر کا مقابلہ کریں۔ اِسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ خصوصی طور پر مدینہ کے رہنے والے انصار سے مشورہ کیا اور جب انہوں نے پوری یقین دہانی کرائی کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں تو پھر آپ نے جنگ کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے آپ کا ارادہ صرف قافلے پر حملہ کرنا تھا۔

کافروں کی تیاری:

دوسری طرف جب ابوسفیان کو پتہ چلا کہ مسلمان قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے آرہے ہیں تو اُس نے اپنا آدمی مکہ بھیجا کہ قافلہ کو مسلمانوں سے خطرہ ہے فوری مدد کے لیے آجاؤ۔ لہٰذا ابو جہل کی قیادت میں تیرہ سو آدمیوں پر مشتمل لشکر تیار ہو گیا۔ ابھی مکہ سے یہ لشکر روانہ نہ ہوا تھا کہ ابوسفیان کا پیغام آگیا کہ ہم بحفاظت آرہے ہیں۔ مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہیں ہے تو کافروں کے لشکر میں دو رائے ہو گئیں کچھ نے کہا کہ قافلہ آرہا ہے لہٰذا ہم واپس چلیں لیکن ابو جہل مسلمانوں پر حملہ کرنے پر بضد تھا۔

اِسی دوران بنوزہرہ کا سردار اخنس بن شریق اپنے قبیلہ کو لے کر جن کی تعداد تین سو تھی۔ واپس چلا گیا کہ جس قافلہ کو بچانے کے لیے جارہے ہیں وہ تو بحفاظت واپس مکہ پہنچ چکا ہے۔ اِس طرح ابوجہل کے لشکر میں ایک ہزار آدمی رہ گئے۔ اور اُن کی رائے تھی کہ جنگ کے لیے نہ جائیں۔ ہماری غیر موجودگی میں کوئی ہمسایہ قبیلہ ہم پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ اِس طرح مکہ والے بھی جنگ کے لیے پوری طرح تیار نہ تھے۔

ابلیس کا کردار:

شیطان نے جب دیکھا کہ اب کفار بھی جنگ کے لیے پوری طرح تیار نہیں ہیں تو شیطان نے فوری طور پر ایک ہمسایہ قبیلہ جو کہ انتہائی طاقت ور تھا۔ اور قریش کو سب سے زیادہ خطرہ بھی اُس کی طرف سے تھا۔ اِس قبیلہ کے سردار کا نام سراقہ بن مالک تھا۔ شیطان نے اِس قبیلہ کے سردار کا روپ دھارا اور ابوجہل کے پاس جا کر کہنے لگا اگر تمہارا لشکر جنگ کے

لیے چلے تو میں بھی ساتھ چلتا ہوں اور میرا پورا قبیلہ تیار ہو کر میرے حکم کے مطابق آرہا ہے وہ بھی آپ لوگوں کے ساتھ چلے گا۔ اُس کی آمد اور اعلان کرنے کے ساتھ ہی قریش کے حوصلے بڑھ گئے۔ لہٰذا ابوجہل مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا اور یہ شیطان سراقہ کی شکل میں ابوجہل کے ساتھ چل پڑا، جب ابوجہل قبیلہ کا پوچھتا تو کہتا کہ فکر نہ کریں۔ وہ تیاری کر کے پوری طاقت کے ساتھ آئے گا۔ اور تمہارا لشکر بہت بڑا ہے اِس کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ شیطان حوصلہ دیتے ہوئے کفار کے لشکر کو میدان بدر میں لے آیا۔ اور جب میدان میں فرشتوں کو آتے دیکھا تو بھاگ گیا کہ جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ سکتے۔

مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد:

اللہ تعالیٰ کی منشا یہ تھی کہ جنگ ہو کر رہے لہٰذا ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا و قدر کے مطابق ہی ہو کر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی نظر میں مسلمانوں کو تھوڑا دکھایا تا کہ کافر بددل ہو کر جنگ کا ارادہ ترک نہ کر دیں اور دوسری طرف مسلمانوں کی نظر میں بھی کافروں کو تھوڑا دکھایا تا کہ یہ مسلمان بھی حوصلہ نہ ہار جائیں۔ اس حالات میں یہ جنگ ہوئی۔ اور فتح مسلمانوں کو ہوئی۔

غزوہ حنین

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ﴾ (التوبۃ:25)

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہوگیا تھا، لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے۔"

﴿ثُمَّ أَنزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ﴾ (التوبۃ:26)

"پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے نبی پر اور مومنوں پر تسکین کو اتارا اور ان کے لیے مدد کے لیے ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی۔ ان کفار کا یہی بدلہ تھا۔"

واقعہ:

جب مکہ فتح ہوا تو عرب کے مختلف علاقوں سے وفود آنے شروع ہو گئے مگر کچھ قبائل ایسے بھی تھے جو کسی بھی صورت میں اِن مسلمانوں کے ماتحت نہیں رہنا چاہتے تھے۔ اِن قبائل میں سرفہرست بنوثقیف اور بنو ہوازن کے قبائل تھے۔ اب اِن کے ساتھ اور بھی چھوٹے چھوٹے قبائل شامل ہو گئے۔ اور انہوں نے پروگرام بنا لیا کہ سب مل کر مدینہ پاک پر حملہ کریں یہ بنوثقیف قبیلہ وہی ہے جو طائف کے حکمران تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ جب طائف میں تبلیغ کی خاطر گئے تو آپ ﷺ پر لڑکوں کے ذریعہ پتھر برسائے گئے۔ چنانچہ یہ تمام قبائل اکٹھے ہو کر مالک بن عوف کی سرکردگی میں قبیلہ بنو ہوازن کے علاوہ وادی حنین میں جمع ہو گئے۔

جاسوسی کرنا:

کافروں کے سردار مالک بن عوف نے اپنے جاسوس مدینہ کی طرف روانہ کیے کہ

حالات معلوم کر کے آئیں۔ انہوں نے واپسی پر اطلاع دی کہ ہمیں راستہ میں چتکبرے گھوڑوں پر سوار سفید رنگ کے آدمی ملے جن کو دیکھ کر ہی ہمارا ہر جوڑ علیحدہ ہو گیا۔

اُدھر رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے جاسوس حضرت ابوالاخدد کی سرکردگی میں روانہ کیے جنہوں نے واپس آ کر تمام حالات بتا دیے۔

مسلمانوں کا لشکر:

اِن تمام حالات کا جائزہ لے کر مسلمانوں کا یہ لشکر بنو ہوازن کی طرف روانہ ہوا جس کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ جن میں دس ہزار مسلمان مدینہ پاک سے آئے تھے اور دو ہزار مکہ سے شامل ہوئے جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ مدینہ سے بھی جو مسلمان دس ہزار آئے تھے اُن میں بھی کافی تعداد اُن کی تھی جو ابھی نئے مسلمان ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اتنے لشکر کے لیے ہتھیار بھی صفوان بن امیہ سے لیے تھے۔

فخر کرنا:

اس سے قبل مسلمانوں کا اتنا بڑا لشکر کبھی نہ تھا۔ مسلمان ہمیشہ اقلیت میں ہوتے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ فتح دیتا یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں کا بارہ ہزار کا لشکر تھا۔ دشمن کی طرف روانہ ہوتے وقت نئے اسلام قبول کرنے والے مسلمان اس فخر میں مبتلا ہو گئے کہ اب ہماری تعداد بہت زیادہ ہے اب ہمیں کون شکست دے سکتا ہے۔ یعنی اپنی کثرت تعداد اور قوت پر فخر تھا۔

حملہ کرنا:

مسلمانوں کی آمد سے قبل ہوازن قبیلہ پہنچا ہوا تھا۔ ایک جگہ پہاڑی تھی اور راستہ بہت تنگ تھا۔ قبیلہ ہوازن نے اِس جگہ پر پہلے ہی قبضہ کیا ہوا تھا۔ اور باقی تمام لشکر چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ اِس تنگ جگہ پر جو تیر انداز قبیلہ ہوازن نے متعین کر رکھے تھے اُن کو ہدایت تھی کہ جیسے ہی مسلمان اس جگہ آئیں تو اُن پر تیروں کی بارش کر دی جائے اور جب وہ بھاگنے لگیں تو اُن پر یک بار حملہ کر دیا جائے۔

دشمن کی اِس چال سے مسلمان غافل تھے۔ کیونکہ مسلمانوں کو اپنی طاقت پر بھروسہ تھا اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ ختم کیا ہوا تھا۔ لہٰذا یونہی مسلمان اِس وادی میں داخل ہوئے تو بنو

ہوازن اور بنو ثقیف کے تیر اندازوں نے زور سے تیر برسانے شروع کر دیے۔ اور سب نے مل کر حملہ کر دیا۔ مسلمان اِس حملہ کے لیے تیار نہ تھے۔ لہٰذا اِس افراتفری میں مسلمانوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔

ابوسفیان بن حرب کا طنزیہ بیان:

ابوسفیان ابھی نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ دل سے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ لہٰذا اُس نے مسلمانوں کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر اپنے نئے مسلم کلدہ بن جنید سے کہا دیکھو اب جادو باطل ہو گیا ہے اور یہ مسلمان اب سمندر پر ہی جا کر سانس لیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

مسلمان ایسے بد دل ہوئے کہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے مگر رسول اللہ ﷺ ایک طرف اپنے گھوڑے پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے چچا حضرت عباس اور آپ حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن حارث نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ رکھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُونچی آواز سے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور فرمایا: میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں میری طرف آؤ۔ پھر آپ نے اپنے چچا کو فرمایا کہ آپ کی آواز اونچی ہے مسلمانوں کو بلاؤ۔ مسلمان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز سنتے ہی واپس آنا شروع ہو گئے۔ اِس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انصار کے نام لے کر پکارا تو وہ بھی واپس آنا شروع ہو گئے۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکٹھے ہو گئے تو زور کی جنگ شروع ہوئی۔

حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ میں مٹی لی اور دشمن کی طرف پھینکی۔ یہ مٹی ہر کافر کی آنکھوں میں گھس گئی جس سے وقتی طور پر کافروں کو نظر آنا بند ہو گیا اور کافروں کو شکست ہو گئی۔

دشمن کی شکست:

اِس جنگ میں دشمن اپنے بچوں، عورتیں اور مال مویشی لے کر آیا تھا تاکہ کوئی بھی واپس جانے کا خیال نہ کرے۔ چنانچہ کافر کافی تعداد میں قتل ہوئے اور عورتیں اور بچے قیدی بنا لیے گئے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان:

اللہ تعالیٰ نے حنین میں تمہاری مدد کی۔ جب تم کو اپنی کثرت پر ناز تھا۔ تمہاری اکثریت

تمہارے کام نہ آئی۔ زمین کشادہ تھی، مگر تمہارے لیے تنگ ہو گئی۔ مگر تم لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم پر سکون نازل کیا اور ایک لشکر بھیجا جو تم کو نظر نہ آتا تھا۔

تعاقب:

مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے کافروں کا پیچھا کیا کافر تین حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک طائف کی طرف۔ دوسرا نخلہ کی طرف اور تیسرا گروہ اوطاس کی طرف بھاگ گیا۔ اور ان میں اکثر کو قیدی بنالیا گیا۔ اِن قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن سعدیہ بھی قید ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کی دائی کی بیٹی تھی۔ جب اُس نے اپنی پہچان کرائی تو رسول اللہ ﷺ نے بڑی عزت اور احترام کے ساتھ اُس کو اپنی قوم کی طرف بھیج دیا۔

دو میں سے دوسرا (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبة:40)

''اگر تم ان (نبی ﷺ) کی مدد نہ کرو گے تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جبکہ انہیں کافروں نے (دیس سے) نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور بلند و عزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے، اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب غار میں دوسرا یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہہ رہا تھا تو آپ حضور ﷺ نے فرمایا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

واقعہ:

(۱) دو میں دوسرا سے مراد ایک تو رسول اللہ ﷺ خود ہیں۔ اور دوسرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ جب مکہ سے ہجرت کی نیت سے نکلے دشمنوں نے آپ کا پیچھا کیا تو آپ اپنے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غارِ ثور میں میں چھپ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اِسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ آپ دونوں غار میں تھے کہ دشمن آپ کو تلاش کرتے ہوئے بالکل نزدیک آگئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کے پاؤں دیکھ لیے تو رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ دشمن تو بالکل نزدیک آگئے ہیں۔ وہ ہمیں دیکھ نہ لیں۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ کہہ دیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں فرمایا کہ میں نے غار میں ایک ایسے لشکر سے مدد کی جو نظر نہ آتے تھے۔ غار کے منہ پر چیونٹی نے جالا بنا دیا۔ اور کبوتری نے غار کے منہ پر انڈے دے دیے جن کو دیکھ کر دشمن نے خیال کیا کہ یہ غار بہت پرانا ہے۔ وہ اِس میں نہیں چھپ سکتے لہٰذا دشمن واپس چلے گئے۔

(۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ایمان لائے تو بھی اِس وقت تک کوئی اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نوجوانوں میں دوسرے تھے جو ایمان لائے۔

(۳) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی غرض سے گھر سے نکلے اور مدینہ پاک پہنچنے تک آپ دونوں نے ہی سفر کیا یعنی ایک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(۴) آخری دنوں میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز نہ پڑھا سکے تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ آپ میرے بعد نماز پڑھائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ ہی نماز پڑھاتے رہے اِس طرح بطور امام بھی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے امام تھے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ مسلمانوں کے خلیفہ بنے۔ آپ کا خطاب خلیفۃ الرسول تھا۔ باقی تمام خلفاء خلیفہ المسلمین کہلائے۔ اس طرح مدینہ کے سربراہ کی حیثیت سے بھی آپ دوسرے تھے۔

(۶) آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرہ ہی میں دفن کیا گیا کیونکہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں آپ کو دفن کیا جاتا ہے۔ آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو بھی آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں دفن کیا گیا اِس میں بھی آپ دو میں دوسرے تھے۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔

(۷) آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد واحد صحابی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجا۔ آدمیوں میں آپ کو سلام بھیجا اور عورتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سلام بھیجا۔ غرضیکہ تمام زندگی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے ہی رہے۔

① آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ میری خواہش کہ میں ہر وقت آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھتا رہوں۔

② میری خواہش تھی کہ اپنی بیٹی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دوں۔

③ میری خواہش تھی کہ میرے پاس دولت جتنی بھی ہو سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کردوں اللہ تعالیٰ نے میری اِن تینوں خواہشات کو پورا کیا۔

غزوہ تبوک

﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾(التوبة:41)

''نکل کھڑے ہو جاو ہلکے پھلکے ہوتو بھی،اور بھاری بھرکم ہوتو بھی، اور راہ رب میں اپنی مال وجان سے جہاد کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔''

سورۃ التوبہ: آیت نمبر: 42 تا 47:

''اگر جلد وصول ہونے والا مال واسباب ہوتا،اور ہلکا سفر ہوتا تو یہ ضرور آپ کے پیچھے ہو لیتے ،لیکن ان پر تو دوری اور دراز کی مشکل پڑ گئی۔اب تو یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں قوت وطاقت ہوتی تو ہم یقیناً آپ کے ساتھ نکلتے، یہ اپنی جانوں کو خود ہی ہلاکت میں ڈال رہے ہیں،ان کے جھوٹا ہونے کا سچا علم اللہ کو ہے۔'''' اللہ تجھے معاف فرما دے،تو نے انہیں کیوں اجازت دے دی؟ بغیر اس کے کہ تیرے سامنے سچے لوگ کھل جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی جان لے۔'''' اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ویقین رکھنے والے تو مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے، اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔'''' یہ اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ پر ایمان ہے نہ آخرت کے دن کا یقین ہے جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہیں۔'''' اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لئے سامان کی تیاری کر رکھتے ،لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا اس لئے انہیں حرکت سے ہی روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے ہی رہو۔'''' اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے، بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے،ان کے ماننے والے خود تم میں موجود ہیں، اور اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے غزوہ تبوک کے متعلق اور جو منافقین جو بظاہر مسلمان لیکن

حقیت میں مسلمانوں کے دشمن تھے۔ دل سے انہوں نے اسلام کو قبول نہ کیا تھا۔ عبداللہ بن اُبی اِن کا سردار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے۔ غزوہ تبوک روم کی حکومت کے خلاف تھا۔ اُس وقت یہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی۔

سفیر کا قتل:

حضور ﷺ نے اپنا ایک سفیر بصریٰ کے رئیس سرجیل بن عمرو کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا۔ سفیر نے جا کر اُس کو حضور ﷺ کی طرف سے اسلام کی دعوت دی۔ مگر اُس نے حضور ﷺ کے سفیر کو شہید کر دیا۔ اِس سے قبل حضور ﷺ نے ایک پندرہ صحابہ پر مشتمل وفد شام میں ایک قبائل کی طرف بھیجا تھا۔ یہ قبیلہ بھی روم کی حکومت کے ماتحت تھا۔ جس طرح بصریٰ کا رئیس بھی روم کی حکومت کے ماتحت تھا۔ اِس قبیلہ نے بھی اِن پندرہ صحابہ کو شہید کر دیا۔ اِن میں صرف ایک صحابی حضرت کعب بن عمیر ہی زندہ بچے تھے۔

دوسرا واقعہ غزوہ موتہ:

بصریٰ کے رئیس سرجیل نے جب رسول اللہ ﷺ کے سفیر کو شہید کیا تو حضور ﷺ نے تین ہزار کا لشکر اُس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تو اِس نے مقابلہ کے لیے روم کی مدد سے ایک لاکھ فوج مقابلہ پر لے آیا اور مزید ایک لاکھ فوج اس کے پیچھے تھی۔ اِسی کے متعلق پہلے ہی فرمادیا تھا کہ اِس غزوہ میں پہلے امیر لشکر حضرت زید شہید ہوں گے۔ دوسرے حضرت جعفر شہید ہوں گے اور تیسرے عبداللہ بن رواحہ بھی شہید ہوں گے (رضی اللہ عنہم)۔ چنانچہ آپ کا فرمان پورا ہوا۔ اِن تین کے بعد لشکر کی کمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سنبھالی اور لشکر کو بحفاظت روم کی ایک لاکھ فوج سے بچا کر لے آئے۔ اِس کے بعد روم کی حکومت میں خوف بھی پیدا ہو گیا کہ مسلمان ایک زبردست طاقت بنتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ ایک لاکھ کی فوج سے محض تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقابلہ کیا تھا اور بحفاظت واپس بھی آ گئے۔ اس واقعہ کے بعد تمام قبائل بھی خوف زدہ ہو گئے۔ روم کی حکومت مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے ہو گئی اور حملہ کی تیاری شروع کر دی۔

منافقین کا رویہ:

ایک طرف مسلمانوں کو روم کی حکومت سے خطرہ تھا۔ دوسری طرف منافقین ہر روز نئی

خبریں پھیلا کر مدینہ کے لوگوں کو خوف زدہ کر رہے تھے اور روم کی فوجوں کے متعلق نئے نئے قصے سناتے۔

منافقین نے خبریں پھیلانے پر اکتفانہ کیا بلکہ انہوں نے ایک مسجد بنائی جس میں بیٹھ کر وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے اور انہوں نے حضور ﷺ کو مسجد میں آنے کی دعوت بھی دی تا کہ رسول اللہ ﷺ کو یقین ہو جائے کہ یہ پکے مسلمان ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اُس وقت غزوہ تبوک میں جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ آپ مسجد میں نہ جا سکے اور جب آپ واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسجد کے متعلق آگاہ کر دیا جس پر آپ نے مسجد کو گرا دیا۔

روم کی تیاری:

ابھی تک تو روم کی تیاری کی خبریں آ رہی تھیں کہ مسلمانوں کے جاسوسوں نے آ کر اطلاع دی کہ روم کے بادشاہ نے اپنے کمانڈر ہرقل کی نگرانی میں چالیس ہزار کا لشکر تیار کر رکھا ہے اور وہ کسی وقت بھی مدینہ پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ اور ایک لاکھ فوج سرحد پر بھی جمع کر رکھی ہے۔

مدینہ کے حالات:

مدینہ کے حالات یہ تھے کہ کھجوریں پک چکی تھیں۔ سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ سواریاں انتہائی کم تھیں، اور راستہ بھی بہت دشوار تھا۔

حضور ﷺ کا فیصلہ:

رومیوں کی تیاری اور حملہ کا سن کر رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ بجائے روم والے ہم پر حملہ کریں۔ اور مدینہ پر چڑھائی کریں۔ ہمیں خود روم پر حملہ کر دینا چاہیے۔ آپ کو یہ بھی خبریں مل رہی تھیں کہ ایک فاسق ابو عامر راہب کا روم کی حکومت کے ساتھ رابطہ ہے اور اُسی نے ہی منافقین کے ساتھ مل کر مسجد بنوائی تھی۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے گرا دیا تھا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے عام اعلان کر دیا کہ ہر مسلمان پر فرض ہے جو جنگ کے قابل ہے جنگ میں حصہ لے اور بڑھ چڑھ کر مالی امداد کریں۔ کیونکہ ہمارا مقابلہ رومیوں کے ساتھ ہے۔

مسلمانوں کی تیاری:

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سفر جہاد کی تیاری کا اعلان کیا گیا، اس اعلان کے بعد

تمام مسلمان جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ جبکہ منافقین طرح طرح کے بہانے بنانے لگے۔

صرف تین مسلمان ایسے تھے جو صرف اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے جنگ میں حصہ نہ لے سکے۔ اور انہوں نے حضور ﷺ کے سامنے کوئی بہانہ نہ کیا بلکہ اقرار کرلیا کہ حضور ﷺ ہمارے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے ہم محض سستی کی وجہ سے نہ جا سکے آپ ہمارے لیے دعا کریں۔ اِن میں ایک حضرت کعب تھے۔ جنہوں نے اپنا تمام واقعہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا۔

مالی مدد:

لشکر کی تیاری میں بے شمار مالی مدد کی ضرورت تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بمعہ پالان اور ساز و سامان سے لدے ہوئے دو سو اونٹ اور انتیس کلو چاندی اللہ کی راہ میں پیش کی۔ دوبارہ پھر حضور ﷺ کے فرمان پر سو اونٹ بمع مکمل سامان اور پانچ سو دینار دیے۔ اِس تمام سامان کو دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ عثمان رضی اللہ عنہ جو بھی کریں گے اِن کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اِسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بھی بہت مدد کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام گھر کا سامان دے دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا آدھا سامان دے دیا عورتوں نے اپنے تمام زیورات جنگ کے لیے دے دیے۔

کھجور کا صدقہ دینا:

حضور ﷺ کا فرمان تھا کہ جس کے پاس کھجوریں ہوں وہ بھی لے آئے تاکہ راستہ میں کھانے کے کام آئیں۔ اِن میں ایک صحابی ایسا بھی تھا جس نے تمام دن مزدوری کی اور شام کو اُس نے اجرت میں ایک کلو کھجوریں لیں تو اُس نے آکر وہ تمام حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کردیں۔ آپ نے وہ تمام کھجوریں لے کر تمام سامان پر بکھیر دیں۔ اور فرمایا کہ اِس سے بہت برکت ہوگی۔ جب کوئی صحابی سامان لے کر آتا منافقین باہر بیٹھ کر مذاق کرتے۔ اگر کوئی زیادہ سامان لاتا تو کہتے کہ یہ تو دکھاوے کے لیے لایا ہے اور کوئی کم لاتا جیسے ایک صحابی صرف ایک کھجور لایا تو کہتے کہ دیکھو اِس کھجوروں سے مسلمان روم فتح کرنے جا رہے ہیں۔ اِن مشکل حالات اور مالی کمزوری کے باعث بھی تیس ہزار کا لشکر تیار ہو گیا۔

لشکر کی روانگی:

تیس ہزار کے لشکر کے لیے صرف ایک ایک اونٹ اٹھارہ، اٹھارہ آدمیوں کے حصہ میں ایک آیا۔ کھانے کے سامان کی بھی بہت کمی تھی۔ بعض دفعہ صحابہ نے درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا۔ راستہ میں قومِ ثمود کا مسکن بھی آیا جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا عذاب نازل کیا تھا۔ جب انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دیا تھا۔ وہاں ایک کنواں تھا جس سے وہ اُونٹنی پانی پیتی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام صحابہ استعمال کے لیے صرف اِس کنواں سے پانی لیں جس میں وہ اونٹنی پانی پیتی تھی۔ جن صحابہ نے دوسرے کنواں سے پانی لے کر آٹا گوندھا ہے وہ آٹا جانوروں کو کھلا دیں خود استعمال نہ کریں۔ اور فرمایا کہ اِس جگہ سے جلدی نکل جاؤ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ عذاب کی جگہ ہے۔

راستہ میں پانی کی کمی ہوگئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے بارش برسا دی۔ صحابہ نے خود، جانوروں کو پلایا اور جمع بھی کر دیا۔ اور فرمایا کہ کل تم تبوک کے چشمہ سے پانی پیو گے۔ مگر میرے پہنچنے سے پہلے اِس چشمہ کو ہاتھ نہ لگانا۔ جب آپ اِس چشمہ پر گئے تو دیکھا کہ چشمہ سے پانی کم آرہا ہے آپ نے اس سے وضوء کیا کلی کی اور وہی پانی اِس چشمہ میں ڈال دیا جس سے پانی کی رفتار تیز ہوگئی۔ آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ اگر تمہاری عمر ہوئی تو تم یہاں ہرے بھرے باغات دیکھو گے۔

لشکر تبوک میں:

جب حضور ﷺ اپنا تیس ہزار صحابہ پر مشتمل لشکر لے کر تبوک جو روم کی سرحد تھی پہنچے تو روم کی فوج میں ایک خوف پیدا ہو گیا کہ اگر ہماری ایک لاکھ فوج مسلمانوں کی تین ہزار فوج سے موتہ کے مقام پر مقابلہ نہیں کر سکی تو اب مسلمان تیس ہزار ہیں۔ اور مسلمانوں کے نبی (ﷺ) خود بھی موجود ہیں۔ اب اِن سے کیسے مقابلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔ روم کی فوج سرحد سے پیچھے ہٹ گئی اور مختلف علاقوں میں تقسیم ہوگئی۔ آپ حضور ﷺ وہاں تقریباً بیس دن رہے اِس بات کا یہ اثر ہوا کہ آس پاس کے قبائل جو پہلے روم کے ماتحت تھے۔ اب مسلمانوں کے پاس آنے لگے اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے قیام کے دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومة

الجندل کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اِس قبیلہ کا سردار نیل گائے کا شکار کر رہا ہوگا۔ اُس کو پکڑ کر لائیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم اُن کے قلعہ کے نزدیک گئے تو دیکھا کہ ایک نیل گائے قلعہ کے دروازہ کو ٹکریں مار رہی ہے جس کو دیکھ کر سردار باہر نکلا۔ ہم نے اُس کو گرفتار کر لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سردار نے دو ہزار اونٹ آٹھ سو غلام چار ہزار زرہیں چار سو نیزے دینے کی شرط پر صلح کر لی۔ دراصل قبائل نے خیال کیا کہ اگر اِن کا رومی مقابلہ نہیں کر سکتے تو ہم اِن کو جزیہ دے کر صلح کر لیتے ہیں۔

مدینہ کو واپسی:

اسلامی لشکر نے وہاں بیس دن رہ کر انتظار کیا مگر جب روم والے مقابلہ کے لیے نہ آئے تو آپ نے مدینہ واپس آنے کا فیصلہ کیا۔ واپس آتے ہوئے راستہ میں ایک تنگ وادی آتی تھی۔ جس میں کچھ منافقین جمع ہو گئے تاکہ آپ کو شہید کر دیا جائے۔ آپ کے اُونٹ کی مہار اِس وقت حضرت عمار اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں تھی۔ اور باقی لشکر دوسری وادی سے گزر رہا تھا۔ منافقین نے پچھلی طرف سے حملہ کرنے کا سوچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اُن پر حملہ کرنے کا کہا۔ تو اِس سے قبل ہی منافقین بھاگ گئے۔ انہوں نے اپنے منہ چھپائے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے نام بھی بتا دیے۔ واپس آتے ہوئے آپ نے دور سے اُحد پہاڑ دیکھ کر فرمایا کہ اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اِس سے محبت کرتے ہیں۔ اِس سفر میں آپ بیس (۲۰) روز تبوک میں رہے اور تیس (۳۰) روز آپ کے آنے اور جانے کے سفر میں گزر گئے۔

مسجد نبوی میں:

آپ حسب عادت مسجد نبوی میں تشریف لائے تو منافقین جن کی تعداد (۸۰) تھی آپ کے پاس آئے اور مختلف بہانے بناتے رہے۔ آپ ہر ایک کو فرما دیتے کہ تمہارا باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ صرف تین ایسے صحابی تھے۔ جنہوں نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے۔ ہم محض سستی کی وجہ سے نہیں جا سکے۔ ان میں حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کوئی صحابی ان کے ساتھ بات چیت نہ کرے۔

چالیس دن اس طرح گزارنے کے بعد ان کی بیویوں کو بھی ان سے علیحدہ کر دیا گیا۔ مگر جب پچاس دن پورے ہوئے تو ان کی توبہ قبول ہوئی۔

سورہ توبہ آیت ۱۱۸ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ کو قبول فرمایا۔ جن کا معاملہ موخر کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے لیے زمین بھی تنگ ہو گئی۔ جہاں تک کہ ان کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر ان کی کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رجوع کر لیا بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے توبہ قبول ہونے پر خوشی کا اظہار کیا اور مبارک باد دی۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں سخت رویہ رکھنے کا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے صدقات قبول کرنے، ان کا جنازہ پڑھانے سے منع اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے بھی منع فرما دیا۔

جد بن قیس منافق کا واقعہ

﴿وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ﴾(التوبة:49)

''ان میں سے کوئی تو کہتا ہے مجھے اجازت دیجئے مجھے فتنے میں نہ ڈالیئے، آگاہ رہو وہ تو فتنے میں پڑ چکے ہیں اور یقیناً دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِن میں کوئی کہتا ہے کہ مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے یقیناً اِن لوگوں کو دوزخ گھیرے ہوئے ہے۔

واقعہ:

اللہ تعالیٰ کے نبی حضور اکرم ﷺ نے ایک منافق جد بن قیس سے فرمایا کہ اِس سال نصرانیوں کو جلاوطن کرنے میں ہمارا ساتھ دے گا تو اِس منافق نے حضور ﷺ کو جواب دیا کہ میری ساری قوم جانتی ہے کہ میں حسن پرست ہوں میری قوم کے لوگ میری اِس کمزوری سے واقف ہیں۔عورت کے معاملہ میں مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔کہیں روم کی عورتوں کو دیکھ کر میرے قدم نہ پھسل جائیں۔آپ مجھے معاف ہی رکھیں اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے، تو حضور ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔حضور ﷺ نے اِس کے قبیلہ والوں سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے۔تو قبیلہ والوں نے کہا کہ جد بن قیس جو بڑا ہی کنجوس ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب تمہارا سردار بسر بن براہ ہوں گے۔

منافقوں کا قسم کھانا اور ہنسی مذاق کرنا

﴿يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (التوبة:62)

''محض تمہیں خوش کرنے کے لئے تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں حالانکہ اگر یہ ایمان دار ہوتے تو اللہ اور اس کا رسول رضامند کرنے کے زیادہ مستحق تھے۔''

سورہ التوبہ: آیت نمبر: 63 تا 66:

''کیا یہ نہیں جانتے کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، یہ زبردست رسوائی ہے۔ ''منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے۔ کہہ دیجئے کہ تم مذاق اڑاتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر کر دبک رہے ہو۔'''' اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس مذاق کر رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟'''' تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے، اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ منافق جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول (ﷺ) کو راضی کرتے تو بہتر تھا۔ یہ منافق کہتے ہیں کہ ہم تو ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ کیا منافقوں کو ہنسی مذاق کے لیے صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول (ﷺ) ہی رہ گئے ہیں۔

واقعہ:

منافق کا قسمیں کھانے کا واقعہ یہ تھا کہ ایک منافق اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ اگر آپ حضور ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی ہوتے تو ہمارے سردار بہت عقلمند ہیں۔ وہ فوری اِن پر ایمان لے آتے۔ یہ بات ایک صحابی نے سن لی اور آ کر حضور ﷺ کو اطلاع دی کہ فلاں

منافق یہ بات کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے جب اُس سے پوچھا تو وہ قسمیں کھانے لگا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی چنانچہ صحابی نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے حق میں یہ آیت نازل کی جس سے وہ سچا ثابت ہوا۔

دوسرا واقعہ:

غزوہ تبوک کو جاتے ہوئے منافقوں کا ایک گروہ بھی ساتھ تھا۔ جن میں ودیعہ بن ثابت اور مخشی بن حمیر بھی تھا۔ اور باتیں کر رہے تھے کہ مسلمانوں نے اِس لڑائی کو آپس کی لڑائی سمجھ رکھا ہے یہ رومیوں سے خوب مار کھا کر آئیں گے اور مدینہ میں ہم اِن کو خوب ماریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار کو بھیجا کہ جاؤ اِن سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے۔ اگر وہ نہ بتائیں تو تم سب کچھ بتا دینا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار کو سب باتیں بتلا دی تھیں۔ جب حضرت عمار نے سب سے پوچھا تو وہ مکر گئے جس پر حضرت عمار نے سب کچھ بتلا دیا۔ جس پر وہ کہنے لگے کہ ہم تو ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہنسی مذاق کے لیے اب صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول (ﷺ) ہی رہ گئے ہیں۔ آیت نازل ہونے کے بعد ایک منافق مخشی بن حمیر حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا اُس نے آتے ہی معافی مانگی اور توبہ کی اور حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنا نام عبدالرحمٰن رکھ لیا اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے کسی جنگ میں شہادت کی موت دے چنانچہ یمامہ کی جنگ میں اِن کی شہادت ہوئی۔

حضور ﷺ کی دعا سے منافق کا امیر ہونا

﴿وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾(التوبۃ:75)

''ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم ضرور صدقہ وخیرات کریں گے اور مکمل طور پر نیکو کاروں میں ہو جائیں گے۔''

﴿فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ﴾(التوبۃ:76)

''لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو یہ اس میں بخل کرنے لگے اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ منافق کہتا تھا کہ اگر میں مالدار بن گیا تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں گا۔ وہ جب مالدار بن گیا تو بخل کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے دل میں ہمیشہ کے لیے نفاق ڈال دیا۔

واقعہ:

ایک منافق جس کا نام ثعلبہ بن حاطب تھا۔ یہ انصاری تھا۔ اِس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ حضور ﷺ دعا کریں میں مالدار بن جاؤں تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تھوڑا مال اچھا ہوتا ہے جتنا مال اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے۔ اِس کا شکر ادا کرو اور فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو یہ پہاڑ سونے کا بن جائے مگر مجھے یہی زندگی پسند ہے۔ ثعلبہ بضد رہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے دعا کریں کہ میں مالدار بن جاؤں تو میں بہت زیادہ خیرات کروں گا۔ حضور ﷺ کی دعا سے بکریوں میں اضافہ ہونے لگا اور تھوڑے ہی عرصہ میں امیر ہوتا گیا تو اپنے مال میں مصروف ہو گیا۔ پہلے وہ تمام نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرتا تھا۔ مال زیادہ ہونے کی وجہ سے اب ظہر وعصر کے علاوہ باقی نمازوں میں مسجد میں آنا بند ہو گیا۔ جب اور مال میں اضافہ ہوا تو اب صرف جمعہ کو ہی مسجد نبوی میں آتا۔ چند روز کے بعد اُس نے جمعہ کو بھی آنا چھوڑ دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضور ﷺ نے دو صحابہ کو روانہ کیا کہ ثعلبہ سے صدقات لے کر آؤ مگر اُس نے صاف انکار کر دیا کہ یہ تو صدقہ تو جزیہ ایک کی قسم ہے اور جزیہ غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے میں تو مسلمان ہوں کچھ عرصہ کے بعد اُس کو احساس ہوا تو اُس نے آکر رسول اللہ ﷺ کو صدقہ دینا چاہا مگر رسول اللہ ﷺ نے صاف انکار کر دیا۔ آپ کے وصال کے بعد ثعلبہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدقہ دینا چاہا مگر آپ نے فرمایا کہ جو صدقہ حضور ﷺ نے نہیں قبول کیا میں وہ صدقہ کیسے قبول کر سکتا ہوں؟ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی صدقہ لینے سے انکار کر دیا اس طرح وہ اِسی حالت میں فوت ہو گیا۔

حضرت ابولبابہ کا واقعہ

﴿وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (التوبة:102)

"اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے اقراری ہیں جنہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے، کچھ بھلے اور کچھ برے۔ اللہ سے امید ہے کہ ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔"

سورہ توبہ: آیت نمبر: 103 تا 105:

"آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں اور ان کے لیے دعا کیجئے۔ بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا ہے خوب جانتا ہے۔" "کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے، اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہے۔" "کہہ دیجئے کہ تم عمل کیے جاؤ تمہارے عمل اللہ خود دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے (بھی دیکھ لیں گے) اور ضرور تم کو اسی کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کچھ اور لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کرلیا ہے۔

واقعہ:

اس آیت کے متعلق مفسرین کی دو رائے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ یہ ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے نازل ہوئی انہوں نے بھی غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی اور انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا تھا۔

دوسری رائے جس کو مفسرین کی اکثریت نے لکھا ہے کہ یہ آیت ابولبابہ کے بارے میں ہی ہے اور یہ ایک واقعہ کے متعلق ہے غزوہ احزاب کے موقعہ پر یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے

مسلمانوں کے ساتھ غداری کی اور مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ حالانکہ اُن کا حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ تھا۔ اِس غزوہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی غیبی مدد کی حضرت نعیم جو نئے مسلمان ہوئے اُن کے ذریعہ یہودی قبیلہ اور مشرکین کے درمیان غلط فہمی پیدا کر دی جس کی وجہ سے یہ قبیلہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور کافروں کے کیمپ میں اللہ تعالیٰ نے تیز اور ٹھنڈی ہوا چلائی جس کی وجہ سے مشرکین واپس جانے پر مجبور ہو گئے۔ اِن کے جانے کے بعد حضور ﷺ نے یہودی قبیلہ کا محاصرہ کر لیا کیونکہ انہوں نے معاہدہ خود توڑا تھا۔ حضور ﷺ نے ابولبابہ کو بنو قریظہ بھیجا تا کہ وہاں اُن کی طاقت کا اندازہ لگا کر آئیں اور ساتھ ہی تاکید بھی کی کہ کوئی بھی مسلمانوں کی بات اُن کو نہ بتائی جائے۔ یہودیوں نے ابولبابہ سے پوچھ لیا کہ حضور ﷺ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ تو آپ ابولبابہ نے اپنے گلے پر ہاتھ پھیر دیا یعنی تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ بعد میں ابو لبابہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ تو انہوں نے مسجد نبوی میں جا کر اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا کہ جب تک حضور ﷺ مجھے نہیں کھولیں گے میں بندھا رہوں گا، اور اپنی جان دے دوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں اِن کی توبہ کو قبول فرمایا اور حضور ﷺ نے خود جا کر اِن کی رسیاں کھولیں۔ اب بھی اِس ستون کا نام ستون ابولبابہ ہے۔ یہ انصاری صحابی تھے۔ ہجرت سے قبل بیت عقبہ کے موقعہ پر ایمان لائے تھے۔

عیسائی راہب ابو عامر کا کردار

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾(التوبة:107)

"اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لیے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس سے پہلے سے اللہ اور رسول کا مخالف ہے، اور قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں، اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مدینہ میں ایک مسجد بنائی گئی ہے جس کی بنیاد ایمان کی بجائے کفر پر رکھی گئی ہے۔ اور یہ ایک ایسے شخص کے لیے بنائی گئی ہے جو پہلے بھی اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کر چکا ہے۔ آپ ہرگز اُس میں نہ جائیں۔

واقعہ:

اِس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ مدینہ میں خزرج قبیلہ کا ایک شخص جس کا نام ابو عامر تھا۔ اُس نے عیسائی مذہب اختیار کر رکھا تھا۔ اور وہ لوگوں میں اپنے علم کی بنا پر درویشی میں مشہور تھا۔ اور اِس کا کاروبار خوب چمک رہا تھا۔ مگر جب حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لے گئے تو اُس نے بجائے آپ کی پیروی کے حضور ﷺ کو اپنا دشمن سمجھنا شروع کر دیا۔ شروع میں تو اُس کا خیال تھا کہ مکہ کے قریش ہی رسول اللہ ﷺ کو ختم کر دیں گے مگر جب غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کو شکست ہوئی تو اِس ابو عامر راہب کو سخت صدمہ ہوا۔ اُس نے قبائل میں جا کر اسلام کی مخالفت شروع کر دی اور غزوہ اُحد میں بھی اِس کا بڑا کردار تھا۔ حتیٰ کہ اِس نے اُحد کے میدان میں گڑھے بھی کھدوائے تھے۔ ایک گھڑے میں رسول اللہ ﷺ بھی گر کر زخمی ہوئے تھے۔ اِس کے بعد غزوہ احزاب میں اور غزوہ حنین میں بھی اِس نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مگر جب کافروں کو ہر طرف سے شکست ہوئی تو وہ بھاگ کر روم چلا گیا تاکہ روم کے بادشاہ کو آپ حضور ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے تیار کر سکے۔ روم روانگی سے قبل منافق مسلمانوں سے مل کر ایک رائے پر متفق ہوئے کہ یہاں ایک مسجد بنائی جائے تاکہ اُس میں یہ تمام منافق

مل کر بیٹھیں اور حضور ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنائیں اور رسول اللہ ﷺ کو اِن پر شک بھی نہ ہو۔

مسجد بنانے والی رائے پر متفق ہونے سے پہلے یہ منافقین مل کر ابو عامر راہب کی ہدایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، آپ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اپنے محلہ میں ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں اس لیے کہ مسجد نبوی اور مسجد قبا ہم سے دور ہیں۔ ہمارے بزرگ لوگ اور بیمار لوگ وہاں نہیں جا سکتے لہٰذا حضور ﷺ کی اجازت کے بعد انہوں نے مسجد کی تعمیر کر لی۔ وہاں منصوبہ تھا کہ روم سے ابو عامر راہب کے ایجنٹ آئیں تو اُن کو مسافروں کے بھیس میں اِس مسجد میں ٹھہرایا جائے اور یہ منافقین بھی اِس مسجد میں اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف منصوبہ سازی کریں۔ اِن کا ایک منصوبہ یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کو تبوک کے مقام پر روم کی حکومت سے شکست ہو تو فوراً عبداللہ بن ابی کے سر پر تاج رکھ دیا جائے اور اُس کو بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔ آپ حضور ﷺ جب تبوک کے سفر کی تیاری کر رہے تھے تو منافقین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے عرض کی کہ ہماری مسجد تیار ہوگئی ہے آپ اِس مسجد میں ایک نماز پڑھا کر اِس کا افتتاح کر دیں۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابھی میں سفر کی تیاری کر رہا ہوں۔ واپسی پر آکر کریں گے۔ اِس کے بعد آپ حضور ﷺ تبوک کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ آپ حضور ﷺ کی روانگی کے بعد یہ منافقین اِس مسجد میں بیٹھ کر آپ کے خلاف منصوبے بناتے رہے اور ابو عامر راہب جو روم میں تھا اِن کو ہدایات دیتا رہتا تھا۔ یہ منافق اُس کی ہدایت پر عمل کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ جب واپس تشریف لائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے راستہ ہی میں یہ آیات نازل فرما دیں۔ چنانچہ آپ نے مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے آدمی بھیج کر اِس مسجد کو مسمار کروا دیا۔

کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم کی توبہ

﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾(التوبة:117)

''اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔

﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾(التوبة:118)

''اور تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگ ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے، اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی توبہ کر سکیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم والا ہے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اِن تینوں کو معاف کر دیا جن کا معاملہ پہلے ملتوی کر دیا گیا تھا۔ جب اِن پر زمین تنگ کر دی گئی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِن کو معاف کر دیا اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

واقعہ:

یہ تینوں صحابی تھے۔ اِن کے نام کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع تھا۔ یہ تینوں سچے مومن تھے۔ اِن میں دو صحابی حضرت ہلال اور حضرت مرارہ تو غزوہ بدر میں بھی حصہ لے چکے تھے۔ اور حضرت کعب نے بدر کے علاوہ تمام جنگوں میں حصہ لیا تھا۔ یہ تینوں صحابی محض سستی کی وجہ سے نہ جا سکے اور تبوک واپسی پر بھی انہوں نے رسول اللہ

ﷺ سے عرض کی کہ حضور ﷺ ہمارے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے ہم محض سستی کی وجہ سے نہ جا سکے۔

حضرت کعب کا بیان:

اِس واقعہ کو حضرت کعب نے خود بیان فرمایا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے تیاری کا حکم دیا تو میں مالی طور پر مضبوط تھا۔ جسمانی طور پر بھی تیار تھا۔ میں نے سوچا کہ میں ہر طرح سے خوشحال ہوں جب چاہوں تیاری کرلوں گا۔ یہی سوچتے ہوئے تیاری میں دیر ہوتی گئی۔ حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے روانگی کا حکم دے دیا۔ میں نے سوچا کہ میں ابھی تیاری کر کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دو دن بعد مل جاؤں گا۔ حتی کہ وقت ہاتھ سے نکل گیا، میں جب تک مدینہ میں رہا تو یہی سوچتا تھا کہ میں آرام سے گھر میں بیٹھا ہوں اور حضور ﷺ سفر میں ہیں۔ اور اپنے آپ کو ملامت بھی کرتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ سے واپس آئے تو وہ لوگ جو تبوک نہیں گئے وہ آپ کے پاس مسجد نبوی میں آتے تھے اور مختلف بہانہ بناتے کہ کس وجہ سے نہ جا سکے حضور ﷺ اُن کے بہانے سنتے رہے اور اُن کا باطن اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے۔ جب میری باری آئی تو میں نے عرض کی کہ حضور ﷺ میرے پاس کوئی بہانہ نہیں ہے۔ اور اگر میں نے کوئی بہانہ کر بھی دیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو سب بتادیں گے۔

میں مالی طور پر مضبوط تھا۔ سفر پر جا سکتا تھا۔ محض سستی کی وجہ سے نہ جا سکا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے سچ کہا اب اُٹھ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارا فیصلہ کریں گے۔

میں جب گھر گیا تو لوگوں نے کہا کہ تم بھی کوئی بہانہ کر دیتے حضور ﷺ تمہیں بھی معاف کر دیتے۔ میرا خیال ہوا کہ میں حضور ﷺ کے پاس دوبارہ جاؤں مگر مجھے پتہ چلا کہ میری طرح دو اور صحابہ نے بھی میری طرح سچ بولا ہے۔ لہٰذا مجھے تسلی ہوگئی اِس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سب صحابہ کو حکم دیا کہ کوئی اِن تینوں کے ساتھ بات نہ کرے۔ یہ سن کر باقی دو صحابی تو گھر میں بیٹھ گئے مگر میں باہر جاتا اور لوگوں سے بات کرنے کی کوشش کرتا مگر کوئی بھی صحابی میری بات کا جواب نہ دیتا میں جب مسجد نبوی میں جاتا تو میں سلام کرتا مگر حضور ﷺ بھی میرے سلام کا جواب نہ دیتے۔ میں جب تک نماز پڑھتا۔ حضور ﷺ میری طرف دیکھتے رہتے اور جب میں سلام پھیرتا تو حضور ﷺ اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر

دیتے۔ ایک دن میں نے اپنے چچا زاد بھائی سے بات کرنا چاہی اُس نے بھی میری بات کا جواب نہ دیا۔

شاہِ غسان کا خط:

ایک دن شاہِ غسان کا ایک نمائندہ آیا اور مجھے شاہ کا خط دیا جس میں لکھا تھا کہ تمہارے صاحب نے تمہارے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ اگر تم میرے پاس آجاؤ ہم تمہاری حفاظت بھی کریں گے۔ اور تمہاری عزت افزائی بھی کریں گے۔ میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ میری آزمائش کررہے ہیں۔ لہٰذا میں نے یہ خط آگ میں پھینک دیا۔

بیویوں کا علیحدہ ہونا:

اِسی حالت میں چالیس روز گزر گئے ایک دن حضور ﷺ نے حکم دیا کہ تمہاری بیویاں بھی تم سے علیحدہ ہو جائیں۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم صرف علیحدہ ہو جائیں گے یا طلاق دے دیں اِس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ صرف علیحدہ ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی کو اس کے والدین کے گھر بھجوادیا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرنے لگا۔

توبہ کی قبولیت:

جب پچاس روز گزر گئے تو ایک دن ایک صحابی نے آواز دے کر کہا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری تینوں کی توبہ کو قبول فرمالیا ہے۔ چنانچہ میں فوری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام کہا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مبارک ہو اِس پر میں نے عرض کی کہ میں اپنا تمام مال صدقہ کرتا ہوں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خیبر کا حصہ رکھ لو اور باقی صدقہ کر دو۔

میں نے اِس واقعہ کے بعد پختہ عزم کرلیا کہ آئندہ ہمیشہ سچ بولتا رہوں گا۔

حضرت یونس علیہ السلام اور قومِ یونس

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ﴾

(یونس:98)

''چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا سوائے یونس علیہ السلام کی قوم کے۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک وقت (خاص) تک کے لیے زندگی سے فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا۔''

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم واحد قوم ہے اللہ تعالیٰ نے اِس قوم پر عذاب آنے سے پہلے ہی عذاب کو ٹال دیا۔

سورہ یونس آیت ۹۸ میں فرمایا پھر کوئی ایسی بستی کیوں نہ ہوئی ایمان لاتی تو اُس کا ایمان نفع دیتا۔ جب یہ قوم ایمان لائی تو اللہ تعالیٰ نے عذاب کو ٹال دیا۔

حضرت یونس علیہ السلام:

حضرت یونس علیہ السلام موصل کے علاقہ نینوا کے رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کو اِس قوم پر نبی بنا کر بھیجا۔ آپ نے بھی باقی نبیوں (علیہم السلام) کی طرح اپنی قوم کو سمجھایا مگر قوم نے انکار کر دیا۔ جب آپ کو قوم کو تبلیغ کرتے کافی عرصہ گزر گیا تو آپ نے قوم سے تنگ آ کر اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے پہلے ہی قوم سے دور چلے گئے۔ اور فرما گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا۔ اُس وقت تک عیش کر لو جب حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو عذاب آنے کا سنایا تو قوم کو فکر لاحق ہو گئی۔ قوم کو یقین تھا کہ عذاب ضرور آئے گا۔ لہٰذا قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا مگر جب حضرت یونس علیہ السلام نہ ملے تو اُن کو ندامت ہوئی جو انہوں نے اپنے نبی کے ساتھ سلوک کیا تھا۔

قوم کی توبہ:

قوم نے اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کی۔ سب لوگوں نے پھٹے پرانے کپڑے پہن لیے۔

جانوروں کو باہر کھلے میدان میں لا کر اُن کے بچوں کو اُن کی ماؤں سے علیحدہ کر دیا۔ اِسی طرح تمام مرد اور عورتیں بمعہ اپنے بچوں کے باہر آ گئیں۔ میدان میں تمام عورتوں سے بچوں کو علیحدہ کر دیا گیا۔ اور پھر تمام مردوں اور عورتوں نے اللہ تعالیٰ کے آگے اپنے گناہوں کی معافی کے لیے رونا شروع کر دیا۔ اب مرد بھی رو رہے تھے اور عورتیں بھی رو رہی تھیں۔ سب اپنے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے تھے۔ دوسری طرف اِن عورتوں کے بچے اپنی ماؤں کے نظر نہ آنے پر رو رہے تھے۔ جانور بھی اپنے بچوں کے دردناک آواز نکال رہے تھے اور جانوروں کے بچے اپنی ماؤں کی جدائی میں رو رہے تھے۔ سب بچے اپنی اپنی ماؤں کو ملنے کے لیے بے تاب تھے۔ یہ ایک عجیب منظر تھا۔ دوسری طرف حضرت یونس علیہ السلام چونکہ ایک نبی تھے۔ اور نبی اپنے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کام کرتا ہے۔ مگر حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے پہلے ہی اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو قوم پر ترس آ گیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عذاب کو ٹال دیا۔

سورہ انبیاء آیت ۸۷-۸۸ میں فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام قوم سے غصہ کی حالت میں چل دیے اور اُن کا خیال تھا کہ ہم اِس پر قابو نہ پاسکیں گے۔

حضرت یونس علیہ السلام قوم سے علیحدہ ہو کر سمندر کی طرف چل دیے اور سمندر کے پاس جا کر ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی جب سمندر کے اندر گئی تو کشتی ڈولنے لگی اور قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے گی۔ جس پر ملاح نے مسافروں سے مشورہ کیا کہ ایک آدمی کو سمندر کے حوالہ کرتے ہیں۔ اِس طرح ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے۔ اِس کے لیے سب مسافروں نے کہا کہ سب کے نام لکھ کر قرعہ اندازی کرو جس کا نام نکل آئے اُس کو سمندر میں پھینک دیتے ہیں۔ تا کہ کشتی کا بوجھ ہلکا ہو۔

قرعہ اندازی:

تمام مسافروں کے نام لکھ کر قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا۔ کشتی کے مسافر جانتے تھے کہ حضرت یونس علیہ السلام نہایت نیک آدمی ہیں۔ آپ زہد اور تقویٰ میں مشہور تھے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو سمندر میں پھینکنا مناسب نہ سمجھا۔ دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی تو آپ کا نام نکلا اور جب تیسری بار قرعہ اندازی ہوئی تو بھی حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔

روایت:

ایک یہ بھی روایت ہے کہ کشتی کے ملاح نے کہا کہ میری کشتی میں ایک بھاگا ہوا غلام ہے۔ جب تک وہ اس غلام کو سمندر میں نہیں گرائیں گے، اس وقت تک سمندر کا یہ طوفان دور نہیں ہوگا۔ جس پر حضرت یونس علیہ السلام کو یاد آ گیا کہ میں ہی بھاگا ہوا غلام ہوں جو اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے پہلے ہی وہاں سے آ گیا ہوں چنانچہ آپ نے ملاح سے فرمایا کہ میں ہی بھاگا ہوا غلام ہوں۔ جس پر لوگوں نے آپ علیہ السلام کو سمندر میں گرا دیا۔

مچھلی کے پیٹ میں:

جونہی ان لوگوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر میں پھینکا، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا جس نے آپ کو سالم نگل لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ میرے یونس کو کوئی نقصان نہ ہو۔ نہ ہی اِس کا گوشت کھایا جائے اور نہ ہی کسی ہڈی کو نقصان ہو۔

حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں گئے تو آپ نے دیکھا کہ آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ تو آپ نے اپنے جسم کو حرکت دی جب آپ کو پورا یقین ہو گیا کہ آپ بالکل صحیح سالم ہیں تو آپ فوری سجدہ میں گر گئے اور دعا کی یا رب میں نے اب اِسی جگہ کو مسجد بنا لیا ہے۔ اور اب جس جگہ میں عبادت کر رہا ہوں نہ پہلے کسی نے عبادت کی ہوگی اور نہ ہی آئندہ کوئی عبادت کرے گا۔

روایت میں ہے کہ جب مچھلی آپ کو لے کر گہرے پانی میں جا رہی تھی تو آپ نے پانی کے اندر مچھلیوں کو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے سنا اور جب آپ نیچے گئے تو سمندر کی کنکریاں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہی تھیں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی: اے یونس! یہ جو تم آوازیں سن رہے ہو یہ آوازیں سمندر کے جانوروں کی ہے جو میری حمد کر رہے ہیں۔

دعا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے یونس اگر تو یہ الفاظ کہے گا تو تم پر رحم کیا جائے گا:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

”تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ہی گنہگار ہوں۔“

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا جب عرش پر گئی تو اِس آواز کو فرشتوں نے بھی سنا، تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ یا اللہ یہ ایک نہایت کمزور آواز آ رہی ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ یہ میرے نبی یونس علیہ السلام کی آواز ہے۔ اِس پر فرشتوں نے کہا کہ تیرا بندہ یونس جس کی مناجات اور دعائیں آسمانوں پر آتی رہتی ہیں۔ یا اللہ یہ تیرا بندہ تو ہر وقت تیری حمد بیان کرتا رہتا ہے۔ یا اللہ اِس پر رحم کر اور نجات دے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو ایک چٹیل میدان میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یونس یہ دعا نہ مانگتا۔ عاجزی اور توبہ نہ کرتا تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتا۔

بنجر میدان میں:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو ایک بنجر زمین پر پھینک دیا تو آپ کی حالت ایک نوزائدہ بچہ کی سی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک بیل اُگائی جس کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ ایک کدو کی بیل تھی۔ یہ انتہائی ملائم اور نرم ہوتی ہے۔ مکھی اِس کے نزدیک نہیں آتی۔ اِس کا پھل کھایا جاتا ہے جسم کو قوت دیتا ہے۔

حدیث میں (ترمذی اور مسند احمد) ہے کہ جو بندہ اپنے معاملات رب کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور حضرت یونس علیہ السلام والی دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِس دعا کے ذریعے سے اِس کے معاملات کو ٹھیک کر دیتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندے کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ حضور نبی یونس بن متی سے بہتر ہیں۔ (صحیح البخاری)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف بھیج دیا جس کی آبادی اُس وقت ایک لاکھ تھی۔

اللہ تعالیٰ مخلوق سے محبت رکھتا ہے

﴿وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ﴾

(سورۃ ھود:90)

"اپنے رب سے معافی مانگو اور اسی کی طرف پلٹ آؤ بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر فرمایا: میں اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہوں۔ اِس کو رسول ﷺ نے فرمایا کہ ایک ماں اپنی اولاد سے کتنی محبت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے ایک ماں کی نسبت ستر گنا زیادہ محبت ہے۔ حضور ﷺ نے دو مثالیں دے کر اپنی اُمت کو سمجھایا ہے۔

اونٹ کا گم ہونا:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنے اونٹ پر سوار ہے اور اِس اونٹ پر اِس نے اپنے سفر کے لیے خوراک اور پانی بھی رکھا ہوا ہے وہ شخص اپنے اِس اونٹ کے ساتھ ایک آب وگیاہ ریگستان میں سفر کر رہا ہے۔ وہ شخص سفر سے تھک کر آرام کرنے کے لیے چھاؤں میں لیٹ گیا اور اُس کو نیند آ گئی۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو اُس کا اونٹ غائب تھا۔ اُس کا تمام کھانا اور پانی اُسی پر لدا ہوا تھا۔ اونٹ، خوراک اور پانی گم ہونے کی وجہ سے وہ شخص پریشان تھا۔ آخر بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو گیا اُونٹ کو تلاش کیا گیا مگر ناکام ہو گیا۔ کمزوری کی وجہ سے اُس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور اُس کو موت نظر آنے لگی۔ اچانک اُس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اُس کا اونٹ سامنے کھڑا ہے اور اُس پر اُس کا تمام سامان بھی موجود ہے۔ اِس موقع پر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اونٹ دیکھ کر اُس شخص کو کتنی خوشی ہو گی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ خوشی کی کوئی حد نہیں ہو گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اِسی طرح جب بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ یا اللہ تو میرا مالک ہے اور واحدہ لا شریک ہے۔ میرا مرنا اور جینا سب تیرے لیے ہے، اِس وقت اللہ تعالیٰ اِس مسافر سے بھی

زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

قیدی عورت کا بچہ گم ہونا:

غزوہ حنین میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کافی تعداد میں عورتیں گرفتار ہوئیں۔ جنگ کے دوران ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا۔ وہ عورت اپنے بچے کے غم میں نیم پاگل ہو گئی۔ وہ عورت جب بھی کسی بچے کو دیکھتی تو اُس کو پکڑ کر اپنے گلے لگا لیتی۔ حضور ﷺ اُس کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا دیکھو اِس عورت کا بچہ گم ہو گیا ہے تو یہ ہر بچے کو اپنا بچہ سمجھ رہی ہے۔ اِس حالت میں اگر اِس کو اپنا بچہ مل جائے اور پھر اُس کو کہا جائے کہ اب اِس بچے کو آگ میں پھینک دے تو کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی۔ اِس پر صحابہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ یہ عورت کبھی بھی اپنے بچے کو آگ میں نہیں پھینک سکتی۔ بلکہ اِس کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ اِس پر حضور ﷺ نے فرمایا: جتنا یہ عورت اپنے بچے سے پیار کرتی ہے اِس سے کئی گنا زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ

سورہ یوسف کا مکمل واقعہ:

شانِ نزول: مکہ کے کفار نے ایک دفعہ یہودیوں سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق بات کی کہ ہم اِن سے تنگ آچکے ہیں۔ اِس پر یہودیوں نے کہا کہ تم اِن کے پاس جا کر پوچھو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مصر کب گئی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا کیا قصہ ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں تو وہ آپ کو تمام قصہ بتادیں گے۔ ورنہ وہ کسی یہودی عالم سے پوچھیں گے تو تم اِن کو پکڑ لینا۔

مکہ کے کافروں نے یہی سوال آکر آپ حضور ﷺ سے پوچھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا پورا قصہ آپ کی زبان پر جاری کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے قصہ اِس طرح فرمایا کہ یہ تمام قصہ مشرکین مکہ پر صادق آتا تھا۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ سلوک کیا تھا اور بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام جب اقتدار میں آئے تو اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا۔ اِسی طرح حضور ﷺ کے رشتہ دار بھی حضور ﷺ کو شہید کرنے کا سوچ رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو اُن کے بھائیوں نے شہر سے نکال دیا اِسی طرح حضور ﷺ کو بھی اپنے ہی رشتہ داروں سے تنگ آکر ہجرت کرنا پڑی اور حضور ﷺ جب اقتدار میں آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے تمام رشتہ داروں کو معاف کر دیا۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ روشن کتاب کی آیات ہیں۔ اِس کتاب کی زبان عربی ہے اور ہم یہ قصہ بیان کر رہے ہیں۔ ورنہ وحی سے قبل آپ کو معلوم نہیں تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا نسب:

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام۔ دادا کا نام حضرت اسحاق علیہ السلام اور پردادا کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام تھا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ کے دوسرے بھائی کا نام حضرت اسماعیل علیہ السلام تھا وہ بھی نبی تھے اور رسول اللہ ﷺ کے جد امجد تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شاخ سے سب سے آخری نبی حضور اکرم ﷺ تھے۔ اللہ تعالیٰ

نے جب دو فرشتوں کو حضرت لوط علیہ السلام کی بستی تباہ کرنے کے لیے بھیجا تو وہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے حضرت اسحاق اور پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری سنائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہاں حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ فرمادیا کہ یہ نبی ہیں۔ آپ اِس سے بہت محبت کرتے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر آٹھ سال کی تھی تو آپ کی والدہ فوت ہوگئیں اِس لیے بھی حضرت یعقوب علیہ السلام آپ سے بہت محبت کرتے تا کہ آپ کو والدہ کا غم بھول جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب:

ایک رات حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ مجھے گیارہ ستارے، چاند اور سورج سجدہ کر رہے ہیں۔ آپ نے اپنا خواب اپنے والد کو سنایا تو آپ نے بیٹے کو نصیحت کی کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا۔ شیطان انسان کا دشمن ہے کہیں ایسا نہ ہو بھائی حسد میں آکر کوئی نقصان پہنچائیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت پیار کرتے تھے۔ لہٰذا آپ کے بھائی بہت حسد کرتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا پروگرام:

باپ کی حضرت یوسف علیہ السلام سے شدید محبت دیکھ کر بھائیوں نے پروگرام بنایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ختم کر دیا جائے مگر بڑے بھائی نے کہا کہ ہم اِس کو ماریں نہیں بلکہ ایک اندھے کنویں میں پھینک دیتے ہیں۔ کوئی قافلہ آئے گا اور پانی نکالنے کے ساتھ اِس کو بھی نکال کر لے جائے گا اور اپنا غلام بنا لے گا۔ اور بعد میں ہم توبہ کرلیں گے۔ اِس تجویز پر سب بھائیوں نے اتفاق کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجازت لینا:

بھائیوں نے مشورہ کرنے کے بعد اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ ہر وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اِس کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ ہم بکریاں چرائیں گے اور یہ کھیل کود لے گا۔ مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اِس سے غافل ہو جاؤ اور اِس کو کوئی بھیڑیا کھا جائے۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ دراصل

حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بیوی سے حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین دو بھائی پیدا ہوئے باقی دس بھائی دوسری بیویوں سے تھے۔ اِس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ خوف لاحق تھا کہ دوسرے بھائی اِس کو نقصان نہ پہنچائیں۔ مگر جب بھائیوں نے پورا یقین دلا دیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔

کنویں میں ڈالنا:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اِس کو باہر لے گئے اور پروگرام کے مطابق اِن کو ایک گہرے کنواں میں ڈال دیا۔ اِن کی قمیص کو خون لگا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو دکھلایا کہ ہم واقعی اِس سے غافل ہو گئے تھے۔ اور ہماری غیر موجودگی میں ایک بھیڑیا آکر اِس کو کھا گیا۔ آپ نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کو دیکھا تو وہ کہیں سے بھی پھٹی ہوئی نہ تھی۔ لہٰذا آپ علیہ السلام سمجھ گئے۔ مگر آپ علیہ السلام نے صرف یہ فرمایا کہ تم نے ایک بہت بڑی بات گھڑ لی ہے اور میں اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

نوٹ:......ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کبھی تم نے جلدی بھی کی ہے تو عرض کی کہ دو دفعہ ایک جب حضرت یوسف علیہ السلام بچے تھے اور اِس کے بھائی کنویں میں پھینک رہے تھے تو میں نے جلدی میں جا کر اِس کے نیچے اپنا پَر کر دیا اور آپ کو آہستہ سے ایک پتھر پر بٹھا دیا اور دوسری دفعہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا جا رہا تھا تو فوری حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گیا مگر آپ علیہ السلام نے کہا کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ جس مصیبت میں تم گرفتار ہو۔ اِس سے نجات ملے گی اور تمہیں اقتدار ملے گا اور جب اقتدار ملے گا تو اپنے بھائیوں کو اُن کے کرتوت یاد دلاؤ گے۔ وہ تمہارے محتاج بھی ہوں گے اور وہ خوف زدہ بھی ہوں گے، مگر انہیں معلوم نہ ہوگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بازار میں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد کو حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق رو کر مکر کیا۔ اِسی دوران ایک قافلہ کنویں کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پانی کی تلاش میں اپنا ڈول

ڈالا تو اُن کو حضرت یوسف علیہ السلام نظر آ گئے۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو غلام بنا کر مصر کے بازار میں جا کر معمولی قیمت پر فروخت کر دیا۔ مصر کے شاہی خاندان کے ایک فرد جو عزیز مصر کہلاتا تھا خرید لیا۔ اِس طرح حضرت یوسف علیہ السلام اپنی حکمت اور شرافت جو اللہ تعالیٰ نے اِن کو عطا کی تھی اس کی بدولت شاہی خاندان کا ایک فرد بن گئے۔ عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی بیوی کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ بچہ بڑا ذہین اور خوبصورت ہے ہم اِس کو اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب یہ لڑکا جوانی کو پہنچا تو ہم نے اِس کو حکومت اور حکمت عطا کی اِسی طرح ہم نیکوکاروں کو اچھا بدلہ دیتے ہیں۔ ہم نے یوسف علیہ السلام کو مصر میں اچھا ٹھکانہ دیا۔ خوابوں کی تعبیر کا علم دیا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

عزیز مصر اور اُس کی بیوی:

جب حضرت یوسف علیہ السلام غلام بن کر عزیز مصر کے گھر میں رہنے لگے تو انہوں نے اِس کو بیٹے کی طرح پالا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی نہایت ایمانداری اور فہم و فراست سے کام لیا۔ جب آپ جوانی کو پہنچے تو عزیز مصر کی بیوی آپ پر فریفتہ ہو گئی۔ آپ چونکہ نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔ لہٰذا آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ ایک دن عزیز مصر کی بیوی نے آپ کو کمرہ میں بند کر دیا دروازوں کو تالہ لگا دیا اور گناہ کی دعوت دی مگر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ اور ساتھ ہی دعا کی کہ یااللہ مجھے گناہ سے بچا اور میری حفاظت فرما۔ عزیز مصر نے مجھے اچھا ٹھکانہ دیا، ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔ میں ناشکرا نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یوسف کو اِس عورت نے بہکایا۔ دروازے بند کر لیے اور یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں عزیز مصر میرا مالک ہے۔ اِس عورت نے بُرا قصد کیا یوسف علیہ السلام بھی بُرا ارادہ کر بیٹھتے اور اگر اللہ تعالیٰ کی برہان نہ دیکھ لیتے ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو بُرائی سے دور رکھا کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں تھا۔

برہان کی اقسام:

مفسرین کا نظریہ ہے کہ جس وقت عورت نے آپ کو گناہ کی دعوت دی تو آپ نے

اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو سامنے دیکھا آپ کو اُنگلی سے منع کر رہے تھے۔

مفسرین کا دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ آپ نے ایک غیبی آواز سنی کہ یوسف تم دروازے کی طرف بھاگو۔ بھاگنا تمہارا کام ہے اور دروازوں کے تالوں کو کھولنا ہمارا کام ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام بھاگتے گئے۔ دروازے کھلتے گئے عزیز مصر کی بیوی آپ کے پیچھے تھی۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام آخری دروازہ کے قریب گئے تو عزیز مصر کی بیوی نے آپ علیہ السلام کی پچھلی طرف سے قمیض پکڑلی جو پھٹ گئی۔ اور جب آخری دروزہ کھلا تو عزیز مصر سامنے کھڑا تھا۔ جس کو دیکھ کو عورت نے کہا کہ اِس نے میری عزت لوٹنے کی کوشش کی ہے۔ اِس کی سزا یہ ہے کہ اِس کو قید کر دیا جائے یا کوئی سخت سزا دی جائے۔

اِس کے الزام کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اِس عورت نے مجھے گناہ کی دعوت دی تھی۔ عزیز مصر ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ خاندان کے ایک فرد نے گواہی دی کہ یوسف علیہ السلام کی قمیض اگر آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو یوسف (علیہ السلام) کا قصور ہے اور اگر پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت کا قصور ہے۔ عزیز مصر نے جب قمیض کو دیکھا تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر عزیز مصر نے کہا کہ تم عورتوں کی چال زبردست ہوتی ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ معاملہ جانے دو اور عورت سے کہا کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔

مصر کی دوسری عورتیں:

عزیز مصر کی بیوی کی یہ بات چھپی نہ رہ سکی۔ دوسری عورتوں نے طعنہ دینا شروع کر دیا کہ عزیز مصر کی بیوی ایک غلام کے عشق میں مبتلا ہے۔ عزیز مصر کی بیوی کو جب یہ پتہ چلا کہ عورتیں مجھے ایک غلام کے عشق کا طعنہ دے رہی ہیں تو اِس نے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ عورتوں کے سامنے پھل رکھ دیے اور اُن کے ہاتھوں میں چاقو پکڑا دیے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ اِن کے سامنے چل کر آ جائے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اِن عورتوں کے سامنے آئے تو عورتوں نے آپ علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر چاقو سے پھل کاٹنے کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ یہ منظر دیکھ کر عزیز مصر کی بیوی نے کہا کہ یہی وہ غلام ہے جس کا مجھے طعنہ دیا کرتی تھیں۔ روایت کے مطابق اب ہر گھر میں حضرت یوسف کے چرچے ہونے لگے۔ اور

مصر کی اعلیٰ خاندان کی عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے جال میں پھنسانے لگیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ مصر کی عورتیں مجھے گناہ کی دعوت دے رہی ہیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اے میرے رب! جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں، اِس سے مجھے جیل جانا زیادہ پسند ہے۔ اے میرے رب اگر تو نے میری مدد نہ کی تو ہوسکتا ہے کہ میں اِن عورتوں کی چالوں میں آجاؤں اور نادانوں میں شامل ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمالیا۔ آپ کو اِن عورتوں کے مکر وفریب سے دور کر دیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں:

مصر کے اعلیٰ افراد نے دیکھا کہ اُن کی بیویاں اب اُن کے کنٹرول میں نہیں ہیں۔ تو اُن کو ایک ہی حل نظر آیا کہ اِن کو جیل بھیج دیا جائے جس کی حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی تھی۔ آپ نے جیل جا کر انتہائی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ جس کی وجہ سے جیل کا داروغہ بھی آپ پر ایمان لے آیا۔ اور باقی قیدی بھی آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر آپ پر ایمان لے آئے۔ ہر نبی علیہ السلام کا کام ہی تبلیغ کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ علیہ السلام جیل میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرتے رہے۔

دو قیدی:

حضرت یوسف علیہ السلام جب جیل گئے تو وہاں دو قیدی اور بھی تھے۔ اِن میں ایک بادشاہ کو شراب پلانے پر معمور تھا۔ اور دوسرا بادشاہ کا نان بائی تھا۔ اِن دونوں قیدیوں نے خواب دیکھے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے اِس کی تعبیر پوچھی ایک نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میں بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میرے سر پر روٹیاں رکھی ہوئی ہیں۔ اور پرندے اُن روٹیوں کو کھا رہے ہیں۔ خواب سن کر حضرت یوسف نے فرمایا کہ قیدیوں کا کھانا آنے سے قبل ہی میں خواب کی تعبیر بتادوں گا۔ مگر میری بات غور سے سنو میرا دین یہ نہیں ہے جو اِن مصریوں کا ہے میں اپنے باپ یعقوب علیہ السلام دادا اسحاق علیہ السلام اور پردادا ابراہیم علیہ السلام کے

مذہب پر ہوں۔ میں ہرگز ایک اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتا۔ ایک اللہ کی عبادت بہت بڑی نعمت ہے۔ مگر لوگ کم ہی شکر ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اِس موقعہ پر یوں فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں سے کہا کہ ایک اللہ بہتر ہے جو زبردست بھی ہے یا کئی خدا جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ اور اُن کے تم نے نام رکھے ہوئے ہیں۔ وہ نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان تمام قیدیوں کو توحید کی دعوت دینے کے بعد آپ نے دونوں قیدیوں کو ان کے خواب کی تعبیر بتائی اور فرمایا کہ جو شخص اپنے خواب میں بادشاہ کو شراب پلا رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر بادشاہ کو شراب پلانے کی ذمہ داری ادا کرے گا۔

دوسرے قیدی کو فرمایا کہ جس نے اپنے سر پر روٹیاں رکھی تھیں اور پرندے اُن روٹیوں کو کھا رہے ہیں۔ تمہیں پھانسی لگے گی اور تمہارا سر جانور کھائیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اِس قیدی کو جس نے رہا ہونا تھا فرمایا کہ تم اپنے بادشاہ کے پاس جا کر میرا ذکر کرنا۔

نوٹ:...... مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک کی نبی کے یہ شان نہیں ہے کہ وہ ایک قیدی کو کہے کہ بادشاہ کو بتاؤ کہ یہاں ایک بے گناہ قیدی ہے۔ کیونکہ نبی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اُس کی ذات کا محافظ ہوتا ہے نبی کی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہوتی ہے۔ لہٰذا اِس قیدی کو شیطان نے بھلا دیا اور اُس نے بادشاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر نہ کیا۔ کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی بجائے قیدی اور بادشاہ پر بھروسہ کیا۔ قیدی کے بھول جانے پر حضرت یوسف علیہ السلام قید میں ہی رہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

بادشاہ کا خواب:

• بادشاہ کو خواب آیا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دُبلی گائیں ہیں۔ سات دُبلی گائیں موٹی گائیں کو کھا رہی ہیں۔

سات سرسبز خوشے ہیں اور سات خشک خوشے ہیں۔ سات خشک خوشے اِن سات سرسبز خوشوں کو کھا رہے ہیں۔ جب بادشاہ بیدار ہوا تو اُس نے اپنے تمام وزیروں، مشیروں اور

نجومیوں سے اِس خواب کی تعبیر پوچھی مگر کوئی بھی اِس کا تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ اور اِس کی وجہ معدے کی خرابی بتلائی۔ قیدی کو جو رہا ہو گیا تھا فوراً حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے اور بادشاہ سے عرض کی کہ مجھے قید خانہ جانے دو وہاں ایک قیدی ہے وہی اِس کی تعبیر بتلا سکتا ہے بادشاہ نے اجازت دے دی۔

خواب کی تعبیر:

ساقی فوری قید خانہ میں گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کا خواب سنایا اور تعبیر پوچھی اور آپ سے معافی مانگی کہ میں بادشاہ سے آپ علیہ السلام کا ذکر کرنا بھول گیا تھا۔ آپ نے نہ کوئی گلہ کیا اور نہ ہی ناراضگی کا اظہار کیا بلکہ ساقی کو تعبیر بھی بتلا دی کہ سات سال مصر میں معمول کے مطابق بارشیں ہوں گی اور فصل کی فراوانی ہوگی۔ اور پھر سات سال بارشیں بالکل نہیں ہوں گی۔ ملک میں قحط سالی ہوگی۔ بادشاہ کو چاہیے کہ جب بارشیں ہوں اور فصل زیادہ ہو تو اُس فصل کو محفوظ کر لے اور جتنی ضرورت ہو اتنی ہی استعمال کی جائے اور باقی فصل کو خشک سالی کے دنوں میں استعمال کی جائے اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ فصل اُن کے گوشوں میں ہی رکھا جائے اور جب قحط سالی ہو تو اُس وقت اِن کو گوشوں سے الگ کر کے کھاؤ۔

ساقی نے جا کر بادشاہ کو خواب کی تعبیر بتلائی تو بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور حکم دیا کہ یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لایا جائے مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ پہلے بادشاہ سے کہو کہ اُن عورتوں کا کیا قصہ تھا جنہوں نے اپنے ہاتھ چھریوں سے کاٹ دیے تھے۔

بادشاہ کی تحقیق:

گو بادشاہ کو یقین تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے گناہ ہے کیونکہ اُس کے خاندان کے ایک فرد نے ہی گواہی دی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے گناہ ہے۔ مگر بادشاہ نے اُن تمام عورتوں اور عزیز مصر کی بیوی کو بلایا اور جب اُن سے پوچھا تو سب نے گواہی دی کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاک ہے۔ بے شک سارا قصور ہمارا ہی تھا۔

عزیز مصر بیوی نے کہا: اب معاملہ صاف ہو گیا ہے۔ میں نے ہی اُس کو اپنی طرف بلایا اور بہکایا تھا وہ یقیناً سچا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ یوسف نے کوئی خیانت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ بھی خائن کو پسند نہیں کرتا۔ یقیناً ایسے کاموں سے وہی بچتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ سے باہر:

جب ہر طرف سے تسلی ہو گئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے گناہ ہے تو آپ قید خانہ سے باہر آ گئے۔ آپ نے نہ صرف بادشاہ کو خواب کی تعبیر بتلائی بلکہ اُس کا حل بھی بتلایا۔ اور کہا اگر مجھے وزیر زراعت بنا دیا جائے تو میں اِس ملک کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے مشکل حالات سے بچا سکتا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے تمام اختیارات بھی دے دیے۔

آپ نے ملک میں بڑے بڑے گودام بنائے اور جب ملک میں سات سال خوشحالی رہی آپ نے تمام غلہ اِن گوداموں میں جمع کر لیا۔ اور سات سال جب قحط پڑا تو اِس کو استعمال کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی:

مصر میں قحط کا اثر نزدیک اور دور کے علاقوں تک ہوا۔ لہٰذا کنعان کا علاقہ جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُس کے بیٹوں کی رہائش تھی یہ بھی قحط کی زد میں آ گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی غلہ لینے کے لیے آ گئے۔ اُن کو دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام نے اُن کو پہچان لیا مگر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان نہ سکے۔ اُن بھائیوں کو آپ نے غلہ دیا۔ مگر انہوں نے جب اپنے ایک بھائی بنیامین (جو حضرت یوسف علیہ السلام کا حقیقی بھائی تھا) اور والد کے حصہ کا غلہ مانگا تو آپ نے کہا کہ اِس وقت تو میں تمہیں غلہ دے دیتا ہوں مگر آئندہ اپنے بھائی اور والد کو ساتھ لے کر آئیں ورنہ غلہ نہیں ملے گا۔ مگر انہوں نے کہا کہ ہمارے والد تو بہت بوڑھے ہیں۔ البتہ ہم اپنے بھائی کو لے آئیں گے۔

بنیامین کا آنا:

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی غلہ لے کر واپس گئے تو اپنے والد کو سارا قصہ بتلایا کہ انہوں نے اِس دفعہ تو غلہ دے دیا ہے مگر آئندہ اگر بنیامین نہ گیا تو ہمیں غلہ نہیں ملے گا۔ بھائیوں نے سامان کھولا تو اُن کو اُن کی وہ تمام رقم بھی مل گئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے

بیٹوں سے عہد لیا کہ وہ اپنے بھائی کا خیال کریں گے اور ساتھ ہی نصیحت اور عہد لینے کے بعد بھائی کو جانے کی اجازت دے دی۔

جب یہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے تو اُس نے اپنے بھائی کو پہچان لیا اور اُس کو سب کچھ بتلا دیا کہ میں ہی تمہارا اصل بھائی ہوں۔ اور ساتھ ہی تاکید کی کہ یہ بات کسی کو مت بتلانا۔ دراصل حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو مصر میں روکنا چاہتے تھے۔ وہ مصر کے قانون کے مطابق نہیں روک سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ایک تدبیر سمجھا دی۔

جب قافلہ چلا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھوا دیا۔ ابھی قافلہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ آپ نے اعلان کروا دیا کہ بادشاہ کا پیالہ گم ہو گیا ہے لہٰذا تمام قافلہ واپس آجائے تاکہ قافلے کی تلاشی لی جاسکے۔

قافلہ والوں نے کہا کہ ہم چور نہیں ہیں ہم خاندانی نبی زادے ہیں۔ اِس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اُن سے پوچھا کہ اگر تمہارے علاقہ میں کوئی چوری کرے تو اُس کی کیا سزا ہے جس پر قافلہ والوں نے کہا کہ جو چوری کرے وہ چار سال تک اُس کا غلام رہے گا۔ پہلے تلاشی دوسرے بھائیوں کی لی گئی بعد میں پیالہ بنیامین کے سامان سے نکل آیا تو اُس کے بھائیوں نے کہا کہ تعجب نہیں ہے اِس سے قبل اِس کا بھائی یوسف علیہ السلام بھی چوری کر چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے صبر کیا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بھائیوں نے کہا کہ اے عزیز مصر بنیامین کی جگہ ہم میں سے کسی کو غلام رکھ لے۔ ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ اِس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں دوسرے کو کیسے غلام رکھ سکتا ہوں میں تو اُسی کو رکھوں گا جس نے چوری کی ہے۔ اگر کسی اور کو رکھوں گا تو ظالم کہلاؤں گا۔

اِس پر بڑے بھائی نے کہا کہ میں بھی مصر میں ہی رہوں گا جب تک مجھے والد اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ کر دے۔

بھائیوں کی واپسی:

بھائیوں نے واپس آکر تمام قصہ اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو سنایا کہ بنیامین نے چوری کی ہے اور بادشاہ نے اُس کو اپنا غلام بنا لیا آپ یقین نہیں کریں گے۔ آپ قافلہ والوں

سے پوچھ لیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ بنیامین چور نہیں ہے۔ میں تو اپنی حاجت اللہ کے سامنے پیش کروں گا۔ میں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

بھائیوں کا دوبارہ مصر جانا:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ مصر جاؤ۔ غلہ بھی لے آؤ اور اپنے بھائیوں کو بھی تلاش کرو۔ مصر جا کر بھائیوں نے عزیز مصر سے درخواست کی کہ ہمارا والد بوڑھا ہے رقم ہمارے پاس ختم ہوگئی ہے وہ اپنے بیٹے کے غم میں بہت پریشان ہیں ہم پر رحم کھایئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب:

یہ تمام باتیں سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اُس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا جب کہ تم نادان تھے۔ یہ سن کر بھائیوں نے کہا کہ کیا تم ہی یوسف (علیہ السلام) ہو۔ اِس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میں ہی یوسف (علیہ السلام) ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا۔

بھائی یہ سن کر پریشان تھے اُن کو اپنا ظلم یاد آرہا تھا کہ اب یوسف ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ یہ دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، آج تم پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف فرمائے گا جو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِن کے والد حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں نابینا ہو چکے تھے۔ لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا کُرتہ دیا کہ میرا یہ کُرتہ اُن کی آنکھوں پر ڈال دینا، اللہ کے حکم سے اُن کی آنکھیں ٹھیک ہوجائیں گی۔ اُن کو لے کر تم سب مصر آجاؤ۔

ابھی بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کا کُرتہ لے کر مصر سے چلے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آرہی ہے۔ آتے ہی بھائیوں نے حضرت یوسف کی قمیص باپ کی آنکھوں پر رکھی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹ آئی، اِس طرح تمام بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مصر میں جا کر آباد ہوگئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت:

حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ عزیز مصر تھے لہٰذا جب آپ نے وفات پائی تو آپ کو مصر میں دفن کیا گیا۔ مگر آپ نے وصیت کی کہ جب بھی بنی اسرائیل کو مصر سے نکالا جائے تو جاتے

وقت میری میت کو ساتھ لے کر جانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام میں ایک غار خرید رکھی تھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام دفن تھے۔

سورہ یوسف سے حاصل ہونے والے سبق:

① ۔ والد سے بڑھ کر کوئی خیر خواہ نہیں۔

② ۔ خواب صرف صاحب علم اور خیر خواہ کو ہی بتانا چاہیے۔

③ ۔ حسد کرنے والا حسد کی آگ میں اندھا ہو جاتا ہے۔ اُسے بات کرتے وقت رشتوں کی پہچان اور فرق بھول جاتا ہے۔

④ ۔ لوگوں کی چالوں پر اللہ کی تدبیر غالب رہتی ہے۔

⑤ ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب سے سے نوازنا چاہتا ہے تو اسی مناسبت سے اس کی تربیت کا بندوبست فرما دیتا ہے۔

⑥ ۔ اللہ تعالیٰ کارساز ہے، کسی سے بھی گواہی دلوا سکتا ہے۔

⑦ ۔ توحید پرست بندہ ہر مناسب موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو پیغام توحید روشناس کرواتا ہے۔

⑧ ۔ اللہ پر توکل کرتے ہوئے حفاظت اور بچاؤ کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا جانا چاہیے۔

⑨ ۔ اللہ کی رحمت سے کسی حال میں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

⑩ ۔ لوگوں کی طرف سے کی جانے والی بڑی سے بڑی زیادتی کو معاف کر دینا شیوہ پیغمبری ہے۔

قومِ لوط کی اخلاقی حالت

﴿فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ﴾(الحجر:65)

''اب تو اپنے خاندان سمیت اس رات کے کسی حصہ میں چل دے اور آپ ان کے پیچھے رہنا، اور (خبردار) تم میں سے کوئی (پیچھے) مڑکر بھی نہ دیکھے اور جہاں کا تمہیں حکم کیا جارہا ہے وہاں چلے جانا۔''

سورۃ الحجر: آیت نمبر:66 تا 72:

''اور ہم نے اس کی طرف اس بات کا فیصلہ کردیا کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی۔'' ''اور شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آئے۔'' ''(لوط علیہ السلام نے) کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو۔'' ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔'' ''وہ بولے کیا ہم نے تجھے دنیا بھر (کی ٹھیکیداری) سے منع نہیں کر رکھا؟'' ''(لوط علیہ السلام نے) کہا اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری بچیاں موجود ہیں۔'' ''تیری عمر کی قسم! وہ تو اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط کی اخلاقی حالات بیان فرمائی کہ جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دو فرشتے انسان کی شکل میں آئے تو قوم نے کیا رویہ اختیار کیا۔

قوم کی حالت:

قوم لوط کی اخلاقی حالت اِس حد تک بگڑ چکی تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں دو فرشتے انسانی شکل میں آئے اِن کو دیکھ کر بستی کے لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کا گھیراؤ کرلیا۔ اور مطالبہ کیا کہ اِن کو ہمارے حوالہ کیا جائے تاکہ وہ لڑکوں کے ساتھ بداخلاقی کا مظاہرہ کریں۔ تمام بستی میں کوئی بھی اِن کو روکنے والا نہ تھا۔ بلکہ سب لوگ اِس بُرے کام میں اِس کے ساتھ تھے۔ (۱) یہودیوں کی مقدس کتاب تلمود میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک مسافر اِن کے پاس سدوم شہر میں آکر رہا۔ قوم لوط کا ایک فرد اس کو اپنے ہاں لے گیا اِس مسافر کا تمام سامان خود رکھ لیا۔ جب اِس مسافر نے دوسرے لوگوں سے مدد طلب کی تو باقی لوگوں نے اِس مسافر کا باقی ماندہ سامان بھی لوٹ لیا اور اِس کو دھکے دے کر بستی سے باہر نکال دیا۔

(۲) ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام نے اپنے ایک غلام کو حضرت لوط علیہ السلام کے حالات معلوم کرنے کے لیے سدوم شہر بھیجا۔ اِس غلام نے دیکھا کہ قومِ لوط کا آدمی ایک مسافر کو مار رہا ہے۔ غلام نے اُس کو جب روکنا چاہا تو قوم لوط کے فرد نے اِس کا بھی سر پھاڑ دیا۔

(۳) ایک دفعہ ایک مسافر اِس بستی میں آ گیا مگر بستی والوں نے اِس کو کھانے کے لیے کچھ نہ دیا تو مسافر بھوک کی وجہ گر گیا۔ جب حضرت لوط علیہ السلام کی لڑکی کو پتہ چلا تو اُس نے اِس مسافر کو کھانا دیا۔ یہ دیکھ کر قوم نے بہت بُرا منایا اور حضرت لوط علیہ السلام کو دھمکیاں دیں کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ ہم شہر سے نکال دیں گے۔

(۴) تلمود میں یہ ایسے واقعات ہیں کہ اگر کوئی مسافر اِن کے شہر سدوم میں آجاتا تو قوم لوط اِس کے کپڑے اُتار لیتے اور وہ مسافر بھوک کی وجہ سے مر جاتا۔ وہ لاش کو ننگا کر کے زمین میں دبا دیتے۔

(۵) اگر کوئی تاجر ان کی بستی میں آجاتا تو قوم اِس کا سامان لوٹ لیتی اور کوئی اِن کو روکنے والا نہ تھا۔

(۶) اِن لوگوں نے شہر میں ایک باغ بنا رکھا تھا۔ جس میں سرِ عام بدکاری ہوتی تھی ، جب حضرت لوط علیہ السلام ان کو روکتے تو لوگ آپ کو شہر سے نکل جانے کی دھمکی دیتے اور کوئی اِن کو روکنے والا نہ تھا۔

قرآن میں ہے کہ یہ بہت بُرے کام کرتے تھے۔ وہ مردوں سے اپنے نفس کی خواہش پوری کرتے تھے۔ مسافروں کو مارتے تھے۔ اور کھلم کھلا بدکاری کرتے تھے۔

توہین رسالت کرنے والوں کیلیے اللہ تعالیٰ کافی ہے

﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ (الحجر :95)

"آپ سے جولوگ مسخراپن کرتے ہیں ان کی سزا کے لیے ہم کافی ہیں۔"

﴿الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾ (الحجر :96)

"جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود مقرر کرتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔"

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی علیہ السلام! آپ اِن تک میرا پیغام پہنچا دیں۔ یہ لوگ آپ علیہ السلام کی مخالفت کررہے ہیں۔ آپ کی طرف سے میں ہی اُن کے لیے کافی ہوں۔

اِن آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ حضور ﷺ نے کھلے عام تبلیغ کرنی شروع کردی۔

تفسیر ابن کثیر میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ تشریف لے جارہے تھے تو مشرکوں نے آپ علیہ السلام کو تنگ کرنا شروع کردیا۔ جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام فوری تشریف لائے اور اِن مشرکین کو نشتر مارا جس سے اِن مشرکوں کے جسموں میں سوراخ ہو گئے اور وہ فوری مر گئے۔

بنو اسد قبیلہ کا ایک شخص اسود اکثر آپ کو تنگ کرتا اور ہمیشہ آپ کی مخالفت کرتا تھا۔ آپ نے بددعا دی کہ اے میرے رب اِس کو اندھا اور بے اولاد کردے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا۔

اِسی طرح کافر ولید، عاص بن وائل اور خزاعہ قبیلہ کا حارث رسول اللہ ﷺ کے لیے نازیبہ الفاظ کا استعمال کیا کرتے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ طواف کررہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تو سامنے سے کافر اسود بن یغوث آرہا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اُس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور وہ پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

تھوڑی دیر بعد ولید بن مغیرہ آگیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اُس کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا تو وہ اسی بیماری سے مر گیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عاص بن وائل کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا اُس کے پاؤں میں کیل لگی تو وہ اِسی بیماری سے مر گیا۔

کفار کی طرف سے نبی اکرم ﷺ پر بہتان

﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ﴾(النحل:103)

''ہمیں بخوبی علم ہے کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے،اس کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کر رہے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے۔''

یہ آیت اِس وقت نازل ہوئی جب کفار نے کھلم کھلا حضور ﷺ پر یہ الزام لگایا کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ قصے کہانیاں آپ کو ایک شخص پڑھا رہا ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کافر ایک ایسے شخص کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔جس کو عربی بولنی بھی نہیں آتی بلکہ وہ تو عجمی ہے۔ جب کہ تمام قرآن عربی زبان میں نازل ہو رہا ہے۔

مفسرین نے اُن کے نام بھی لکھے ہیں۔جن کی طرف کفار اشارہ کرتے تھے کہ یہ شخص حضور ﷺ کو یہ تمام قصے کہانیاں بتاتا ہے۔

(۱) مفسرین نے ایک شخص کا نام جبیر لکھا ہے۔ دوسرا شخص عامر تھا جو ایک رومی غلام تھا۔تیسرے شخص کا نام عائش تھا۔ جو عبدالعزیٰ کا غلام تھا۔ چوتھے شخص کا نام یسار تھا۔ یہ ایک یہودی عورت کا غلام تھا۔ پانچویں شخص کا نام بلعام تھا۔ یہ بھی ایک رومی غلام تھا۔

دراصل جو شخص بھی تورات اور انجیل کا مطالعہ کر لیتا اور آپ حضور ﷺ اُس شخص سے بات کر لیتے یا اسلام کی دعوت دیتے تو کفار یہ کہنا شروع کر دیتے یہی شخص حضور ﷺ کو یہ قصے کہانیاں سناتا ہے لہٰذا کفار اِسی بنیاد پر کہتے تھے کہ ہم اِس کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں مانتے۔

کفار کے مظالم پر محض زبان سے کفر کا کلمہ کہنا

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النحل:106)

''جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾(النحل:107)

''یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کفار بہت تنگ کریں ایسا ظلم کریں جو تمہاری برداشت سے باہر ہو تو دل میں تمہارا ایمان مضبوط ہونا چاہیے محض جان بچانے کی خاطر اگر کوئی غیر اسلامی لفظ کہہ بھی دیا جاتا ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔

واقعات:

یہ آیت دراصل حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی اِن کی آنکھوں کے سامنے اِن کے والد اور والدہ کو ابوجہل نے سخت اذیت دے کر شہید کر دیا۔ اُن کے بعد حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بھی سخت اذیت دی گئی جس کو آپ برداشت نہ کر سکے تو آپ نے وہ الفاظ کہہ دیئے جو کفار آپ سے کہلوانا چاہتے تھے۔

بعد میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے اور روتے ہوئے کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار نے مجھ پر بہت ظلم کیا اور اُنہوں نے کہا کہ یہ الفاظ کہو تو ہم تم کو چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے جب تک آپ کو بُرا بھلا نہ کہا اور اُن کے معبودوں کو اچھا نہ کہہ دیا تو تب تک انہوں نے مجھ کو نہ چھوڑا جب اُن کی مرضی کے الفاظ کہے تب انہوں نے مجھ کو چھوڑا۔ اِس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمار تم اپنے دل کو کیسے پاتے ہو۔ عمار نے جواب دیا کہ ایمان میں میرا دل بہت مضبوط ہے۔ اِس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کفار دوبارہ تمہیں اذیت دیں تو یہی الفاظ کہہ دینا۔

(۱) اِس کے مقابلہ میں حضرت خباب کو کوئلوں پر لٹایا جاتا حتی کہ آپ کی چربی سے آگ بجھ جاتی مگر آپ ایمان پر قائم رہے۔

(۲) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لوہے کی زنجیریں پہنا دی جاتیں اور اِس کو دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا اور کبھی تپتی ریت پر لٹا دیا جاتا مگر آپ ہمیشہ احد احد کرتے۔

(۳) حضرت خبیب بن زید ایک جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کی قید میں تھے۔ مسیلمہ کذاب کی شرط تھی کہ اگر مجھے نبی مان لو تو میں تمہیں رہا کر دوں گا انہوں نے انکار کر دیا۔ جس پر مسیلمہ کذاب نے آپ کے جسم کا ایک ایک جزء کاٹنا شروع کر دیا مگر آپ ہر دفعہ انکار کرتے رہے اِسی حالت میں اپنی جان دے دی۔ یہی مسیلمہ کذاب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت وحشی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(۴) حضرت عبداللہ بن حذافہ ایک دفعہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ روم میں قید ہو گئے روم کے بادشاہ نے آپ سے کہا کہ نصرانی ہو جاؤ تو میں اپنی لڑکی کی شادی تم سے کر دوں گا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ روم کے بادشاہ نے آپ کو اذیت دینی شروع کی مگر آپ نے ہر دفعہ انکار کیا۔ آخر بادشاہ نے ایک دیگ منگوائی اور آپ کے سامنے ایک مسلمان قیدی کو اِس دیگ میں جس میں گرم تیل تھا۔ ڈال دیا جس سے وہ فوری مر گیا۔ اِس کے بعد آپ کو بادشاہ نے پھر دعوت دی کہ ہمارا مذہب قبول کر لو مگر آپ نے پھر انکار کر دیا۔ آخر بادشاہ نے آپ کو سولی پر لٹکانا شروع کیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ بادشاہ نے فوری آپ کو نیچے اُتارا اور کہا کہ اب ہماری دعوت قبول کرتے ہو مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے آنسو کسی تکلیف کی وجہ سے نہیں نکلے بلکہ میرے آنسو تو اِس وجہ سے نکلے ہیں کہ میری صرف ایک جان ہے اِس جیسی اگر ہزار جانیں بھی ہوتیں تو میں حضور ﷺ پر قربان کر دیتا۔ اِس پر بادشاہ بہت مایوس ہوا اور کہا کہ میرے ماتھے کا بوسہ لے لو میں تمہیں چھوڑ دوں مگر آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے سارے ساتھیوں کو چھوڑ دو تو میں تمہارے ماتھے کا بوسہ لینے کو تیار ہوں۔ جس پر بادشاہ نے یہ شرط قبول کر لی۔ حضرت عبداللہ نے بادشاہ کے ماتھے کا بوسہ لے لیا۔ بادشاہ نے تمام مسلمانوں قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

مدینہ پہنچ کر حضرت عبداللہ نے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ بہت خوش ہوئے تمام صحابہ سے فرمایا کہ میں حضرت عبداللہ کے ماتھے کا بوسہ لیتا ہوں تم بھی لو۔

واقعہ معراج

﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾

(بنی اسرائیل:01)

"پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے، اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔"

یہ واقعہ مکی دور کے آخری ایام میں ہوا تقریباً ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ جسمانی حالت میں بیت اللہ سے بیت المقدس تک براق پر سوار ہو کر سفر کیا۔ آپ نے وہاں تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) کو اپنی امامت میں نماز پڑھائی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو امام الانبیاء کہا جاتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق کو مسجد کے دروازے کے حلقہ سے باندھ دیا تھا۔ اِس سفر میں آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے ہیں۔

سفر کے دوران حضور ﷺ کو ایک جگہ خوشبو آئی تو آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ خوشبو کس کی ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اِس جگہ فرعون کی باندی اور اُس کی بیٹی کی قبریں ہیں۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھیں۔ جس پر فرعون نے ان کو گرم تیل سے بھری دیگ میں ڈال کر شہید کر دیا تھا۔

پہلے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات بابا آدم علیہ السلام سے ہوئی آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بابا آدم علیہ السلام کے دائیں جانب والی روحیں دکھائیں جو جنتی روحیں ہیں اور بائیں طرف والی روحیں دکھائیں جو دوزخ میں جائیں گی۔

دوسرے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ہوئی۔

تیسرے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی۔

چوتھے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی اور پانچویں آسمان

پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت ہارون علیہ السلام سے ہوئی اور چھٹے آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ اور ساتویں آسمان پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی جو بیت المعمور سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اِس کے بعد آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پچاس نمازوں کا تحفہ دیا۔ سورہ البقرۃ کی آخری دو آیات اور آپ ﷺ کی تمام اُمت کے بارے فرمایا کہ جو شرک نہ کرے گا وہ آخر کار جنت میں داخل ہوگا۔ واپسی پر جب آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پچاس نمازوں کا ذکر کیا تو اُن کے کہنے پر آپ ﷺ بار بار واپس اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے رہے اور اللہ تعالیٰ نمازوں میں کمی کرتے رہے آخر پانچ نمازیں رہ گئیں تو پھر آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اب مجھے اللہ تعالیٰ سے کہتے ہوئے حیا آتی ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے نبی! تیری اُمت نمازیں پانچ پڑھے گی مگر میں اِن کو ثواب پچاس نمازوں کا دوں گا۔

معراج میں اِن کو جنت اور جہنم بھی دکھائی گئی آپ ﷺ نے وہاں جہنم کا داروغہ بھی دیکھا آپ ﷺ نے وہاں یتیموں کا مال کھانے والے، سود خور، زنا کرنے والے کا انجام بھی دیکھا اور آلِ فرعون کا حشر بھی دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ تمام منظر اِس وجہ سے دکھائے تاکہ آپ واپس آکر اپنی اُمت کی رہنمائی کر سکیں۔ آپ کو وہاں نہر کوثر بھی دکھائی گئی جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تحفہ میں دی تھی۔

واپس آتے ہوئے آپ ﷺ نے مکہ کو آتے ہوئے ایک تجارتی قافلہ دیکھا جن کا مال اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ اُن میں ایک اونٹ بدک گیا اور زمین پر گر گیا جس کی وجہ سے اُس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اور یہ قافلہ تجارت کا سامان لے کر مکہ آرہا تھا۔

جب کافروں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ راتوں رات بیت المقدس سے ہو کر واپس آگئے ہیں تو انہوں نے آپ کا مذاق اُڑایا اور آپ سے مختلف سوال کیے آپ نے اِن کے سوالات کے جواب تسلی بخش دیے اور اِس قافلہ کے متعلق بھی بتلا دیا۔ اور یہ بھی بتلایا کہ قافلہ کس وقت واپس آئے گا۔ یہ تمام نشانیاں بتانے کے باوجود کوئی مشرک ایمان نہ لایا۔

کافروں نے اِس سفر کے متعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتلایا تو آپ نے فوری تصدیق کی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے تو سچ فرمایا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کو صدیق کہا جانے لگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق آپ نے فرمایا کہ وہ شکل صورت میں میرے مشابہ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام لمبے قد اور سیدھے بالوں والے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قد درمیانہ رنگ سفید سرخی مائل جیسے عروہ بن مسعود ثقفی۔ دجال کی ایک آنکھ بند جیسے قطعن بن عبدالعزیٰ۔

بنی اسرائیل پر پہلا عذاب

﴿وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا﴾ (بنی اسرائیل :4)

”ہم نے بنی اسرائیل کے لئے ان کی کتاب میں صاف فیصلہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دوبارہ فساد برپا کرو گے اور تم بڑی زبردست زیادتیاں کرو گے۔

﴿ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا﴾ (بنی اسرائیل 5)

”ان دونوں وعدوں میں سے پہلے کے آتے ہی ہم نے تمہارے مقابلہ پر اپنے بندے بھیج دیئے جو بڑے ہی لڑاکے تھے۔ پس وہ تمہارے گھروں کے اندر تک پھیل گئے اور اللہ کا یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل والے سرکشی دکھائیں گے تو اِن پر ایک زبردست قوم مسلط کر دی جائے گی۔

جب بنی اسرائیل نے اپنے نبیوں (علیہم السلام) کی نافرمانی کی کچھ کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اِن پر ایک زبردست قوم کو مسلط کر دیا یہ اِن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلا عذاب تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم فلسطین میں داخل ہو جاؤ میں تمہیں فتح دوں گا۔ مگر بنی اسرائیل نے جواب دیا کہ وہاں تو ایک زبردست

قوم ہے ہم اِن کے مقابلہ میں تو بونے معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اِس کا خدا وہاں جائے اُس قوم سے جنگ کرے اور جب فتح حاصل ہو جائے تو ہمیں بلا لینا۔ ہم پھر وہاں داخل ہوں گے۔ اِن کے انکار کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ملک اِن کے لیے چالیس سال کے لیے حرام کر دیا۔ اِس طرح ان کی ایک نسل ختم ہوگئی اور جب اِن کی اولاد تیار ہوئی تو وہ اپنے ملک فلسطین میں داخل ہوئی۔ وہاں جو قومیں آباد تھیں انہوں نے اپنے اپنے بت بنا رکھے تھے اور وہ قومیں اُن بتوں کی عبادت کرتی تھیں وہاں کا ایک بڑا اور مشہور بت جس کا نام ایل تھا اور اُس کی ایک بیوی جس کا نام عشیرۃ تھا۔ اِن اڈوں پر وہاں فحاشی اور عیاشی عام تھی۔ اِن کی اولاد ظاہر کر کے اور بھی بت رکھے ہوئے تھے جن کی تعداد ستر (۷۰) کے قریب تھی۔ اِن میں ایک بت بعل نامی تھا۔ یہ بت بڑا اور طاقتور سمجھا جاتا ہے اور قوم کا نام بعلبک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس قوم کی طرف اپنے نبی حضرت الیاس علیہ السلام کو بھیجا مگر یہ قوم اِن کو بھی قتل کرنے کے درپے ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر رحم کیا اور طالوت کی سرکردگی میں فلسطین پر فتح دلائی اِس کے بعد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے زمانہ میں اِن لوگوں نے بے شمار علاقے فتح کیے مگر اِن کے جانے کے فوری بعد اِن اسلامی ریاستوں کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ قوم بجائے اِس کے کہ بت پرستی کو ختم کرتی اُلٹا خود بت پرستی میں مبتلا ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اِس قوم پر بے شمار انبیاء علیہم السلام کو بھیجا مگر قوم پر کوئی اثر نہ ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بابل کے بادشاہ بخت نصر کے ذریعے ان پر حملہ کروایا اور اِن کے ملک یروشلم کو تباہ کر دیا۔ مردوں کو قتل کر دیا گیا۔ عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا۔ اِن کے محلات تباہ کر دیے جو یہودی بچ گئے اِن کو غلام بنا لیا گیا اور کچھ کو قید کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اِن کے شہروں میں گھس گئے اور خوب لوٹ مار کی۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا وہ سچ ثابت ہوا۔ اُس زمانہ میں جو حال بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کا ہوا وہی حال اب مسلمانوں کا ہو رہا ہے۔ افغانستان، عراق، بیروت، اُردن، لیبیا اور شام کا اُن سے بھی بُرا حال ہے مگر مسلمان ممالک پھر بھی نافرمانی کر رہے ہیں۔ کسی بھی ملک میں اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کی دوسری تباہی

﴿إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا﴾ (بنی اسرائیل: 7)

''اگر تم نے اچھے کام کئے تو خود اپنے ہی فائدہ کے لئے، اور اگر تم نے برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لئے، پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا (تو ہم نے دوسرے بندوں کو بھیج دیا تاکہ) وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور پہلی دفعہ کی طرح پھر اسی مسجد میں گھس جائیں۔ اور جس جس چیز پر قابو پائیں توڑ پھوڑ کر جڑ سے اکھاڑ دیں۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب دوسری تباہی کا وقت آیا تو ہم نے اِن پر دوسرے لوگ مسلط کر دیے۔ تاکہ وہ اِن کے چہرے بگاڑ دیں۔ وہ بیت المقدس میں گھس گئے۔ سب کچھ تباہ کر دیا۔ عذاب کے وقت یہودیوں کی دو ریاستیں تھیں ایک سامریہ اور دوسری یہودیہ بھی آپس میں اختلاف کی وجہ سے ایک نہ ہوسکیں۔

سامریہ تو اپنی بداخلاقی کی وجہ سے دوبارہ قائم نہ ہوسکی مگر یہودیہ میں کچھ لوگ جو تبلیغ کا کام کرتے اور خود بھی شریعت کا کام کرتے تھے وہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔

بابل کی سلطنت جو بخت نصر کے حملہ کرنے سے قبل عروج پر بھی تھی۔ اور اِسی بادشاہ نے فلسطین فتح کیا تھا۔ چنانچہ بخت نصر نے فلسطین کو فتح کرنے کے بعد یہودیوں کا قتل عام کیا تمام محل تباہ کر دیے مگر بخت نصر کی وفات کے بعد بابل کی حکومت کمزور ہوگئی۔ اور ایک ایرانی بادشاہ سائرس نے اِس علاقہ کو بابل کی حکومت سے چھین کر اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اور یہودیوں کو عام اجازت دے دی کہ وہ اپنے ملک میں واپس آجائیں اور دوبارہ بیت المقدس کی تعمیر کریں۔ اِس اعلان کے بعد یہودی جو دوسرے علاقوں میں بھاگ گئے تھے واپس آنے شروع ہوگئے تھے۔ ایرانی بادشاہ دارا نے یہودی ریاست کے آخری بادشاہ کے پوتے کو فلسطین کا گورنر مقرر کر دیا۔ یہ نیا گورنر یہودی تھا۔ اِس نے نبی حضرت یحیٰ، حضرت زکریا اور حضرت یشوع کی نگرانی میں ہیکل سلیمانی کی دوبارہ تعمیر شروع ہوئی۔

اِس دوران حضرت عزیز بھی ایک جلاوطن گروہ کے ساتھ واپس آگئے تو ایران کے

بادشاہ نے اُن کو اختیار دے دیے کہ وہ لوگوں کو شریعت موسوی کی طرف بلائیں۔ چنانچہ حضرت عزیز نے حضرت موسیٰ کی شریعت کو نافذ کرنے کے لیے کافی کوشش کی۔ اس کے بعد ۴۴۵ قبل مسیح میں یہودا کا ایک وفد جو جلاوطن تھا وہ جب واپس آیا تو ڈیڑھ سو سال بعد بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر ہوئی۔ آخر یہودا حکومت کمزور ہوگئی تو یونانیوں نے فلسطین پر قبضہ کرلیا۔ یہ بادشاہ مشرک تھا۔ اور یہودی مذہب کے سخت خلاف تھا۔ انہوں نے یہودیوں میں تفرقہ ڈالا۔ اور یہودی مذہبی مقامات پر بت رکھوادیے اور یہودیوں کو مجبور کیا کہ اِن کی عبادت کرو مگر اِن کے خلاف یہودیوں نے ایک زبردست تحریک چلائی اور روم کی حکومت کو دعوت دی کہ وہ آکر فلسطین کی حکومت پر قبضہ کرے چنانچہ مقامی لوگوں کے تعاون سے روم کی حکومت نے باآسانی قبضہ کرلیا۔ اور یہودیوں کو مذہبی آزادی دے کر خوش کر دیا ایک یہودی سردار کو گورنر مقرر کر دیا۔ مگر اِس گورنر کے بعد اِس کے دوسرے بیٹے نے جب اقتدار حاصل کیا تو ایک رقاصہ کے کہنے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام جو نبی تھے اور بنی اسرائیلی تھے اُن کو قتل کیا اور اُن کا سر ایک تھال میں رکھ کر اپنی محبوبہ کو پیش کیا۔

اِس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کا زمانہ آگیا۔ آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو یہودی گورنر ہیرود کا پوتا جو اپنی نالائقی اور عیاشی میں اِس حد تک آگے جا چکا تھا کہ اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تبلیغ کرنے سے روکا اور رومی حکومت سے اِن کی پھانسی دینے کا حکم لے آیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قید کر دیا۔

لوگوں کی اخلاقی حالت اِس حد تک گر چکی تھی کہ عید کے دن روم کے بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ میں نے عید کے دن کچھ کو قید سے رہا کرنا ہے۔ اب بنی اسرائیل کے لوگ فیصلہ کریں کہ ہماری قید میں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام قید ہیں اور دوسرا ایک بڑا ڈاکو قید ہے۔ بتاؤ اِن دونوں میں کس کو رہا کروں تو لوگوں نے کہا کہ بڑے ڈاکو کو رہا کر دو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی لگا دو۔

ایسے حالات کو گزرے ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ رومی حکومت اور یہودیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ جس پر رومی حکومت پہلے بادشاہت میں نرم تھے اب انہوں نے یروشلم فتح کر لیا اور ایک لاکھ ۳۳ ہزار یہودیوں کو قتل کیا۔ ستر ہزار کو قید کر کے غلام بنا لیا۔ اور اِن کو غلامی کی

حالت میں اپنے علاقوں میں کام کرنے کے لیے بھیج دیا۔

بنی اسرائیل کی نہایت خوبصورت اور دراز قامت لڑکیاں علیحدہ کر کے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ تمام شہر اور ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تباہ کر دیا۔ اِس کے بعد دوبارہ دو ہزار سال تک یہودی سر نہ اُٹھا سکے۔ اور نہ ہی آج تک ہیکل سلیمانی تعمیر کر سکے۔

کافروں کا چھپ کر قرآن سننا

﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَى إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا﴾ (بنی اسرائیل:47)

جس غرض سے وہ لوگ اسے سنتے ہیں ان (کی نیتوں) سے ہم خوب آگاہ ہیں، جب یہ آپ کی طرف کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی اور جب یہ مشورہ کرتے ہیں تب بھی جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم اس کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔"

﴿انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا﴾

(بنی اسرائیل:48)

"دیکھیں تو سہی، آپ کے لئے کیا کیا مثالیں بیان کرتے ہیں، پس وہ بہک رہے ہیں۔ اب تو راہ پانا ان کے بس میں نہیں رہا۔"

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کافر چھپ کر میرا کلام سنتے ہیں اور جو یہ مشورہ کرتے ہیں میں جانتا ہوں کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے۔

واقعہ:

ایک دفعہ ابوسفیان، ابوجہل اور اخنس بن شریق رات کو چھپ کر آپ حضور ﷺ کی زبانی قرآن سنتے رہتے اور رات بھر اِن کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہوئی۔ صبح کی نماز کے وقت جب تینوں کافر اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے تو اِن کی آپس میں ملاقات ہوگئی۔ اور اِن تینوں نے آپس میں وعدہ کیا کہ اب ہم کبھی اِن کا کلام نہیں سنیں گے۔ اور ایک دوسرے کو ملامت بھی کی۔ دوسری رات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ باقی تو آئیں گے نہیں کیوں نہ میں

اکیلا جا کر کلام سن لوں۔ چنانچہ یہ سوچ کر کہ دوسرا نہیں آئے گا۔ میں اکیلا ہی ہوں۔ تینوں پھر علیحدہ علیحدہ چھپ کر کلام سننے لگے۔ اور صبح پھر اِن کی ملاقات ہوگئی ایک دوسرے کو ملامت کی اور دوبارہ نہ آنے کا وعدہ کیا مگر تیسری رات بھی یہی واقعہ پیش آ گیا۔

چوتھے دن اخنس بن شریق کلام کو سن کر ابوسفیان کے پاس گیا کہ میں نے اور تم نے حضور ﷺ کا کلام سنا ہے اِس میں کافی آیات کا مطلب سمجھ آیا ہے اور کافی کا نہیں آیا ہے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا کہ میرا حال بھی تمہاری طرح کا ہے۔ چنانچہ دونوں مل کر ابوجہل کے پاس گئے اور اُس سے جا کر یہی سوال کیا تو ابوجہل نے کہا کہ سرداری میں ہمارا اور بنی ہاشم کا مقابلہ ہے۔ ہم دونوں قبیلے حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ ہم دونوں قبیلے حاجیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اب میں اگر اِن کو نبی مان لوں تو میں اِن کا کیسے مقابلہ کر سکتا ہوں۔ لہٰذا میں کبھی اِن کو سچا نہ کہوں گا۔ اور نہ ہی کبھی نبی مانوں گا۔ یہ سن کر اخنس بن شریق اور ابوسفیان وہاں سے چل دیئے۔

نبی اکرم ﷺ کے لیے مقام محمود

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾(بنی اسرائیل :79)

”رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کریں، یہ زیادتی آپ کے لئے ہے، عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔“

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی ﷺ! رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کیا کر۔ تیرا رب تجھے مقام محمود تک پہنچا دے گا۔ حضور ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی۔

مقام محمود:

اِس جگہ کو مقامِ شفاعت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اِسی جگہ کھڑے ہو کر حضور ﷺ اُمت کی شفاعت کریں گے۔

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ ایک جگہ جمع ہوں گے کوئی بھی بات نہ کر سکے گا۔ سب ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہوں گے۔ سب کی آنکھیں کھلی ہوں گی۔ سب لوگ پسینہ میں شرابور ہوں گے۔ سورج بہت قریب ہوگا۔ سب لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔

اِس وقت لوگ گھبرائے ہوئے ہوں گے۔ پچاس ہزار سال کا دن ہوگا۔ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے مگر حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔ اور لوگوں کو کہیں گے کہ میں اِس ایک غلطی کی وجہ سے سفارش نہیں کر سکتا مجھے شرم آتی ہے۔ تم سب نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ جب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ جواب دیں گے کہ میں اِس لائق نہیں کہ سفارش کر سکوں تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی جواب دے دیں گے کہ تم سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل والا واقعہ یاد آجائے گا اور لوگوں کو کہیں گے کہ تم سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ تم سب حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ جن کے اللہ تعالیٰ نے تمام اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیے ہیں۔

لوگ جب حضور ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ ﷺ اپنے رب کے آگے سجدہ میں گر جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی اجازت طلب کریں گے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ایک خاص مقدار میں لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ جس جگہ آپ حضور ﷺ شفاعت کریں گے وہی جگہ مقام محمود ہے۔ دوسری دفعہ آپ سجدہ میں گر جائیں گے اور پھر ایک خاص تعداد کی شفاعت کی اجازت مل جائے گی اور اُس کو بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ تیسری اور چوتھی دفعہ بھی آپ ﷺ شفاعت اِسی طرح کریں گے اور اُن لوگوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

آپ کی شفاعت پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جن کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہے یعنی اُس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے اُن کو جنت میں داخل کر دو۔

قیامت کے روز سب سے پہلے آپ ﷺ کی قبر شق ہوگی۔ اور سب سے پہلے آپ ﷺ قبر سے نکلیں گے، سب سے پہلے آپ سواری پر سوار ہر کر محشر کی طرف جائیں گے۔ آپ کے ہاتھوں میں جھنڈا ہوگا۔ اور اِس جھنڈا کو دیکھ کر آپ کی اُمت آپ کے پیچھے چلے گی۔ آپ ﷺ کو حوضِ کوثر ملے گا اور اُس پر سب سے زیادہ لوگ آپ ﷺ کی اُمت کے ہوں گے۔ سب سے زیادہ شفاعت بھی آپ ﷺ ہی کی ہوگی۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کی اُمت کے فیصلے ہوں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ کی اُمت پلِ صراط سے گزرے گی۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کی شفاعت سے آپ ﷺ کی اُمت کے لوگ جنت میں جائیں گے۔ آپ ﷺ کی شفاعت سے کم درجہ کے جنتی لوگ اعلیٰ درجہ کی جنت میں جائیں گے۔ آپ کی شفاعت سے جتنے لوگ جنت میں جائیں گے اُن کی تعداد کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کو پہچان لوں گا کیونکہ اُن کے چہرے اور ماتھے پر ایک خاص نشان ہوگا اور اُس سے نور نکل رہا ہوگا۔

مشرکین مکہ کے حضور ﷺ سے مطالبات

﴿وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا﴾

(بنی اسرائیل:90)

''انہوں نے کہا: ہم آپ پر ہرگز ایمان لانے کے نہیں تاوقتیکہ آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دیں۔''

سورہ بنی اسرائیل: آیت نمبر:91 تا 93:

یا خود آپ کے لئے ہی کوئی باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور اس کے درمیان آپ بہت سی نہریں جاری کر دکھائیں۔'' ''یا آپ آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں جیسا کہ آپ کا گمان ہے یا آپ خود اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کریں۔'' ''یا آپ کے اپنے لئے کوئی سونے کا گھر ہو جائے یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم تو آپ کے چڑھ جانے کا بھی اس وقت تک ہرگز یقین نہیں کریں گے جب تک کہ آپ ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائیں جسے ہم خود پڑھ لیں، آپ جواب دے دیں کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرک آپ ﷺ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ﷺ ہمارے لیے کوئی چشمہ نہ جاری کریں۔ ہمارے لیے باغات اور نہریں جاری کر دے فرشتے آ کر ہمیں کہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ ہیں۔ ہمارے لیے سونے کا گھر بنا دے اور آسمان پر چڑھ کر ہمارے پاس لکھی ہوئی کتاب لا جس کو ہم پڑھ سکیں۔ یا ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی گرا دے اگر آپ ﷺ سچے ہیں۔

واقعہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن عقبہ، شیبہ، ابوسفیان وابوجہل اور امیہ بن خلف اور دیگر مشرکوں کے سردار اکٹھے ہوئے۔ اور آپ حضور ﷺ کی طرف ایک آدمی کو بھیجا۔ جس نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ قریش کے سردار جمع ہیں اور آپ کو

بلا رہے ہیں۔ آپ اِس امید پر اُن کی طرف گئے کہ شاید وہ ایمان لے آئیں۔

مشرکین مکہ نے آپ سے کہا کہ آپ نے ہمارے درمیان تفرقہ ڈال دیا ہے ہمیں گالیاں دیتے ہو اور ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتے ہو۔ آج ہم ایک حجت پوری کرنے آئے ہیں۔ اگر آپ کو دولت کی ضرورت ہے تو ہم آپ کو دولت دیتے ہیں، اگر آپ کو سرداری کی ضرورت ہے تو ہم آپ کو بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔ اگر آپ (ﷺ) پر کسی آسیب کا اثر ہے تو ہم علاج کروا دیتے ہیں۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کسی چیز کا خواہش مند نہیں ہوں اگر میری بات مان جاؤ تو تمہارا فائدہ ہے۔ اگر نہ مانو گے تو میں صبر کروں گا۔

کافروں نے یہ جواب سن کر کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا علاقہ غریب ہے۔ کوئی زمیندارہ نہیں ہے آپ دعا کریں کہ یہ علاقہ وسیع ہو جائے۔ نہریں اور چشمے جاری ہو جائیں۔ ہمارے آباؤ اجداد زندہ ہو جائیں خاص طور پر ہمارا جد امجد قصی بن کلاب۔ ہم اُن سے پوچھیں گے اور اُس پر عمل کریں گے۔ اگر اِن میں سے آپ ہماری کوئی بات نہیں مانتے تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا ہی گرا دیں۔

حدیث قدسی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میں اِس پہاڑ کو سونے کا بنا دوں تو یہ پھر بھی ایمان نہ لائیں گے، اگر پھر بھی یہ ایمان نہ لائیں گے تو میں اِن کو ایسی سزا دوں گا جو کسی کو نہ دی ہوگی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے عرض کی کہ یا اللہ اگر یہ ایمان نہ لائیں تو مجھے اُمید ہے کہ اِن کی اولاد لے آئے گی۔

اصحابِ کہف

﴿إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا﴾(الکھف:10)

''ان چند نوجوانوں نے جب غار میں پناہ لی تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کردے۔''

سورۃ الکہف: آیت نمبر: 11 تا 26:

''پس ہم نے ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک اسی غار میں پردے ڈال دیئے۔'' ''پھر ہم نے انہیں اٹھا کھڑا کیا کہ ہم یہ معلوم کرلیں کہ دونوں گروہ میں سے اس انتہائی مدت کو جو انہوں نے گزاری کس نے زیادہ یاد رکھی ہے۔'' ''ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرمارہے ہیں۔ یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی۔'' ''ہم نے ان کے دل مضبوط کردیئے تھے جب کہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان وزمین کا پروردگار ہے، ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں اگر ایسا کیا تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی۔'' ''یہ ہے ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کے الٰہ ہونے کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے اللہ پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے زیادہ ظالم کون ہے؟'' ''جب کہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہوگئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کردے گا۔'' ''آپ دیکھیں گے کہ آفتاب بوقت طلوع ان کے غار سے دائیں جانب کو جھک جاتا ہے اور بوقت غروب ان کے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے وہ راہ راست پر ہے اور جسے وہ گمراہ کردے ناممکن ہے کہ آپ اس کا کوئی

کارساز اور رہنما پاسکیں۔""آپ خیال کرتے کہ وہ بیدار ہیں، حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے، خود ہم ہی انہیں دائیں بائیں کروٹیں دلایا کرتے تھے، ان کا کتا بھی چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ اگر آپ جھانک کر انہیں دیکھنا چاہتے تو ضرور الٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور ان کے رعب سے آپ پر دہشت چھا جاتی۔""اسی طرح ہم نے انہیں جگا کر اٹھا دیا کہ آپس میں پوچھ گچھ کرلیں۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ کیوں بھئی تم کتنی دیر ٹھہرے رہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ کہنے لگے کہ تمہارے ٹھہرے رہنے کا بخوبی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اب تو تم اپنے میں سے کسی کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر بھیجو وہ خوب دیکھ بھال لے کہ شہر کا کون سا کھانا پاکیزہ تر ہے، پھر اسی میں سے تمہارے کھانے کے لئے لے آئے، اور وہ بہت احتیاط اور نرمی برتے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔""اگر یہ کافر تم پر غلبہ پالیں تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا تمہیں پھر اپنے دین میں لوٹالیں گے اور پھر تم کبھی بھی کامیاب نہ ہوسکو گے۔""ہم نے اس طرح لوگوں کو ان کے حال سے آگاہ کردیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ جب کہ وہ اپنے امر میں آپس میں اختلاف کر رہے تھے کہنے لگے کہ ان کے غار پر ایک عمارت بنا لو۔ ان کا رب ہی ان کے حال کا زیادہ عالم ہے۔ جن لوگوں نے ان کے بارے میں غلبہ پایا وہ کہنے لگے کہ ہم تو ان کے آس پاس مسجد بنالیں گے۔""کچھ لوگ تو کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا۔ کچھ کہیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا، غیب کی باتوں میں اٹکل (کے تیر تکے) چلاتے ہیں، کچھ کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ میرا پروردگار ان کی تعداد کو بخوبی جاننے والا ہے، انہیں بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔ پس آپ ان کے مقدمے میں صرف سرسری گفتگو کریں اور ان میں سے کسی سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ بھی نہ کریں۔""اور ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا۔""مگر ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لینا۔ اور جب بھی بھولے، اپنے پروردگار کو یاد کرلیا کرنا اور کہتے رہنا کہ مجھے پوری امید ہے کہ میرا رب

مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کے قریب کی بات کی رہبری کرے۔'' ''وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے اور نو سال اور زیادہ گزارے۔'' '' آپ کہہ دیں اللہ ہی کو ان کے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم ہے، آسمانوں اور زمینوں کا غیب صرف اسی کو حاصل ہے وہ کیا ہی اچھا دیکھنے سننے والا ہے۔ سوائے اللہ کے ان کا کوئی مددگار نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔''

کفار مکہ حضور ﷺ کو ہر وقت تنگ کرتے رہتے تھے اور یہودیوں سے مل کر آپ حضور ﷺ سے سوال کرتے رہتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ آپ اِس کا جواب نہ دے سکیں گے۔ یا اگر کسی سے پوچھ کر آئیں گے تو ہم پکڑ لیں گے۔ اِس سوال سے قبل مشرکین نے یہودیوں سے مل کر حضور ﷺ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی سوال کیا تھا کہ بنی اسرائیل مصر کب گئے اور کب واپس آئے۔ اِس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبان سے پورا قصہ جاری کر دیا۔

یہ تمام قصے یہودیوں کی کتاب میں درج تھے اور مکہ والوں کو اِن قصوں کا کوئی علم نہ تھا۔ کفار جو بھی سوال کرتے اللہ تعالیٰ اپنے قرآن میں خود جواب دیتے اور وہی جواب اپنے نبی (ﷺ) کی زبان پر جاری کر دیتے۔

اِس دفعہ یہودیوں نے کفار سے مل کر حضور ﷺ سے تین سوال پوچھے۔ (۱) اصحابِ کہف کا کیا قصہ ہے۔ (۲) حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصہ کی کیا حقیقت ہے۔ (۳) ذوالقرنین کا کیا واقعہ ہے۔

اِن تینوں قصوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ کہف میں فرما دیا۔ اِن سوالوں کا جواب دینے کے باوجود کفار ایمان نہ لائے اور یہودیوں نے بھی آپ ﷺ کی رسالت کو تسلیم نہ کیا۔

اصحابِ کہف کا قصہ:

یہ واقع شہر افسوس میں پیش آیا۔ یہاں بت پرستی عام، چاندی دیوی کی پوجا ہوتی تھی اور کوئی بھی شخص بتوں کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کر سکتا تھا۔ اِس وقت رومی حکومت بھی اِن بتوں کی پوجا کرتی تھی۔

عیسائی مذہب قبول کرنا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب توحید کی تبلیغ شروع کی تو ہر طرف سے آپ کی مخالفت شروع ہوگئی۔ لیکن یہ دعوت اِن تمام مخالفت کے باوجود پھیلنے لگی۔ تو روم میں بھی لوگوں نے اس دعوت کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ بادشاہ کیونکہ بت پرست تھا۔ اُس نے اپنے ملک میں سختی کر رکھی تھی کہ جو عیسائی مذہب قبول کرے گا تو اُس کو سنگسار کر دیا جائے گا۔ اِس کے باوجود چند نوجوانوں نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا۔

اِس دعوت کا جب روم کے بادشاہ قیصر ڈلیس کو علم ہوا تو اُس نے اِن نوجوانوں کو اپنے دربار میں طلب کرلیا کیونکہ قیصر روم کسی ایسے شخص کو زندہ نہ چھوڑتا تھا جو بت پرستی کے علاوہ اور کسی بھی مذہب کی پوجا کرے۔ چنانچہ بادشاہ کے طلب کرنے پر یہ نوجوان دربار میں حاضر ہوگئے۔ تو بادشاہ کے سوال کے جواب میں نوجوانوں نے کہا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب قبول کرلیا ہے۔ کہ ایک خدا کی عبادت کرنی ہے۔ اُس کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے وہی ذات رب العالمین ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔ آخرت کا بھی وہی مالک ہے اب ہم بتوں کی عبادت نہیں کرتے۔

یہ الفاظ سن کر قیصر روم ناراض ہوگیا اور کہا کہ تم ابھی بچے ہو میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے عیسائی مذہب کو نہ چھوڑا اور ہمارے بتوں کی پوجا نہ کی تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا۔

شہر سے بھاگنا:

بادشاہ کا فیصلہ سن کر یہ چند نوجوان اِس شہر سے بھاگ نکلے اور باہر جا کر کسی پہاڑ میں پناہ لے لی۔ جب یہ نوجوان پہاڑ کی جانب جارہے تھے تو ایک کتا بھی اِن کے ساتھ شامل ہو گیا اِن نوجوانوں نے اِس کتے کو بھگانے کی بہت کوشش کی مگر کتا اِن کے ساتھ ہی رہا۔ آخر تنگ آکر یہ نوجوان ایک پہاڑ کی غار میں لیٹ گئے۔ اور کتا غار کے دہانے پر بیٹھ گیا۔ یہ نوجوان تھک گئے تھے۔ غار میں ابھی لیٹے ہی تھے کہ اِن کو نیند آگئی یہ واقعہ ۲۵۰ عیسوی کا ہے۔

جس غار میں یہ سوئے تھے اُس کا رخ مشرق کی جانب تھا۔ لہٰذا سورج کی روشنی اِس

میں نہ جاتی تھی۔ لہٰذا باہر سے دیکھنے پر کسی کو نہ پتہ چلتا تھا کہ غار میں کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کی جانیں قبض کر لیں اور اِن کو اللہ تعالیٰ کروٹیں بھی بدلواتا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ منظر خوفناک بنا دیا تھا۔ وہاں کوئی جانے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔

نوجوانوں کی تعداد:

اللہ تعالیٰ نے اِن کی تعداد نہیں بتائی مگر لوگ تبصرہ کر رہے تھے کہ تین تھے چوتھا اِن کا کتا تھا۔ کچھ لوگ کہتے کہ پانچ تھے چھٹا اِن کا کتا تھا، کوئی سات کہتے اور آٹھواں اِن کا کتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ لوگوں سے فرما دیں کہ اِن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ کتنی تھی۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ نوجوان ۱۹۷ سال تک سوئے رہے۔ جب یہ سوئے تو اُس وقت روم پر قیصر ڈیسس کی حکومت تھی جو بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اِن کو جگایا تو اُس وقت روم پر حکومت تھیوڈیسس دوم کی حکومت تھی، اِس وقت ملک سے بت پرستی کا خاتمہ ہو چکا تھا اور تمام ملک میں عیسائی مذہب پھیل چکا تھا۔ اور بادشاہ بھی عیسائی تھا۔

اِس وقت مذہب تو عیسائی تھا۔ مگر لوگوں میں یہ بحث چل رہی تھی کہ جب آدمی مر جائیں گے تو اُن کو دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا۔ عوام یہ تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ہمارا حساب کتاب بھی ہوگا۔ یعنی قیامت کے بارے اختلاف تھا۔ مگر بادشاہ خود قیامت پر ایمان رکھتا تھا۔ اور بادشاہ فکرمند تھا کہ لوگوں کو کیسے یقین دلائیں کہ قیامت برپا ہوگی اور بندوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور لوگ آخرت پر ایمان لے آئیں۔

شہر کو روانگی:

اللہ تعالیٰ نے اِس زمانہ میں نوجوانوں کو جگایا جب روم میں سرکاری مذہب عیسائی تھا۔ بیدار ہونے کے بعد یہ آپس میں بحث کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے رہے۔ کسی نے کہا کہ ایک دن، کسی نے کہا کہ دن کا کچھ حصہ۔ آخر اِن نوجوانوں نے اپنے ایک ساتھی کو کچھ رقم دے کر بھیجا کہ وہ شہر جا کر کھانا لے کر آئے اور ساتھ یہ بھی تاکید کی کہ خبردار چھپ کر شہر جانا

تاکہ تمہارے متعلق کسی کو پتہ نہ چلے ورنہ بادشاہ ہمیں پکڑ کر سنگسار کر دے گا۔ اُس زمانہ میں تمام ملک میں یہ عام لوگوں کی پتہ تھا کہ فلاں بادشاہ کے دور میں کچھ نوجوانوں نے عیسائی مذہب قبول کیا تھا تو وہ بادشاہ کے ڈر سے بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے تھے۔ اب یہ نوجوان رقم لے کر شہر میں گیا تو دیکھا کہ تمام شہر ہی بدل چکا ہے۔ تمام لوگ عیسائی مذہب قبول کر چکے ہیں۔ بت پرستی ختم ہو چکی ہے۔ اِس نوجوان نے دوکان سے روٹیاں خریدیں اور جب بادشاہ ڈیسس کے زمانہ کا سکہ دیا جو چاندی کا تھا اُس پر تصویر ڈیسس کی بنی ہوئی تھی۔

دوکاندار نے پرانے زمانہ کا سکہ دیکھ کر کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور تمہارے ہاتھ کوئی پرانا خزانہ آ گیا ہے۔ اِس پر نوجوان نے کہا کہ میرے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اِن نوجوانوں کے بارے لوگوں کو مطلع کر دیا۔

اِس نوجوان نے کہا کہ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ میں اور میرے ساتھی بادشاہ کے خوف سے ایک پہاڑ کی غار میں چھپ گئے تھے۔ اور یہی باتیں لوگوں میں عام تھیں۔ لٰہذا دوکاندار نے شہر کے کوتوال کو اطلاع کر دی اور کوتوال نے اِن نوجوانوں سے خود بات کی۔

لوگوں میں یہ عام بات تھی کہ کچھ نوجوان پہاڑوں میں چھپ گئے تھے۔ لٰہذا یہ باتیں سن کر لوگ اکٹھے ہو گئے اور کوتوال نے یہ تمام باتیں روم کے بادشاہ قیصر تھیوڈیسس تک پہنچائیں۔ بادشاہ خود آیا اور دیکھا کہ یہی لوگ قیصر ڈیسس کے زمانہ کے ہیں۔

مفسرین کی اکثریت کا خیال ہے کہ یہ نوجوان ۳۰۹ سال سوئے رہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ معیاد کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ چنانچہ قیصر روم تھیوڈیسس نوجوانوں کے ساتھ غار تک گیا تو یہ نوجوان اپنے ساتھیوں کے پاس اندر تک گیا تو اللہ تعالیٰ نے اِن کی روح قبض کر لی۔ بادشاہ نے اِس غار کے اوپر کلیسا تعمیر کر دیا۔

اِس واقعہ سے ایک بات ثابت ہو گئی جو لوگوں کے درمیان تنازعہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ تو قیامت کے دن بھی اِسی طرح زندہ کرے گا اُس کا صرف ایک حکم ہو گا تو لوگ زندہ ہو جائیں گے۔ لوگوں میں یہ جو بحث چل رہی تھی اُس کا بھی فیصلہ ہو گیا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا﴾ (الکھف:60)

"جب کہ موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچوں، خواہ مجھے سالہا سال چلنا پڑے۔"

قرآن میں یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام سے متعلق ہے۔ گو قرآن میں حضرت خضر علیہ السلام کا نام نہیں لکھا ہے لیکن مفسرین اِس پر متفق ہیں یہ حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے۔ یہ واقعہ یہودیوں کی مذہبی کتابوں میں تھا۔ اِس لیے یہودیوں کے کہنے پر مشرکین نے حضور ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کا کیا قصہ ہے۔

واقعہ:

بخاری شریف میں بھی اِس واقعہ کی تفصیل موجود ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی محفل میں خطاب فرما رہے تھے، سب لوگ آپ کا واعظ سن رہے تھے۔ بیان سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص نے آپ سے پوچھ لیا کہ روئے زمین پر آپ سے بھی بڑا کوئی عالم ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اِس وقت مجھ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہے۔ میں بنی اسرائیل کا پیغمبر علیہ السلام ہوں۔ آپ کو چاہیے تھا کہ جواب دیتے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو آپ کا یہ جواب پسند نہیں آیا۔ اے موسیٰ میں نے تیرے علاوہ اور لوگوں کو بھی علم عطا کیا ہوا ہے۔ اب بھی میرا ایک بندہ ہے جس کے پاس علم ہے، اِس کے پاس جاؤ اور علم سیکھو۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گذارش کی کہ یا اللہ اِس وقت مجھے وہ بندہ کہاں ملے گا اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں دریا کے دو پاٹ ملتے ہیں۔ اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیں۔

اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے پاس ایک مچھلی رکھو جس جگہ یہ مچھلی زندہ ہو کر دریا کے اندر راستہ بناتی ہوئی جائے گی وہیں میرا بندہ ملے گا۔

لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی حضرت یوشع کو ساتھ لیا جو بعد میں آپ کا خلیفہ بنا۔ آپ ساتھی کے ہمراہ اُس شخص کی تلاش میں چل پڑے اور اپنے ساتھی سے فرمایا کہ ہم سفر کرتے جائیں گے جب تک وہ مل نہ جائے چاہے کتنا ہی سفر گزر جائے۔

مچھلی کا سمندر میں راستہ بنانا:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کا ساتھی سفر کرتے کرتے آرام کرنے کے لیے رُکے اور سو گئے تو بھنی ہوئی مچھلی جو آپ نے اپنی خوراک کے لیے رکھی ہوئی تھی اُس بھنی ہوئی مچھلی میں حرکت ہوئی اور وہ دریا میں راستہ بناتی ہوئی چلی گئی۔ دریا میں سرنگ بنا کر مچھلی کو جاتے ہوئے حضرت یوشع نے دیکھ لیا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے اور دونوں نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ جب کافی سفر کر لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی کو فرمایا کہ وہ مچھلی کو نکالو تا کہ ہم اپنی بھوک کو مٹا سکیں۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات:

یہ سن کر حضرت یوشع کو یاد آیا کہ مچھلی تو زندہ ہو کر سرنگ بناتی ہوئی دریا میں چلی گئی تھی۔ جب ہم آرام کر رہے تھے۔ اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس جگہ پر مچھلی سرنگ بنا کر دریا میں گئی ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کا بندہ (حضرت خضر علیہ السلام) ملے گا۔ چنانچہ آپ اُسی جگہ پر آ گئے جہاں مچھلی دریا میں گئی تھی۔ آپ نے دیکھا کہ اِس جگہ ایک نہایت خوبصورت لباس پہنے ایک بندہ لیٹا ہے۔ آپ نے آتے ہی اِس کو سلام کیا اِس پر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اِس جگہ مسلمانوں والا سلام جب کہ یہاں تو کوئی مسلمان نہیں ہے۔ اور پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں۔ یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ بنی اسرائیل والا موسیٰ اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں میں ہی بنی اسرائیل والا موسیٰ ہوں۔

علم حاصل کرنا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا میں آپ سے علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ جس پر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے لُدنی علم دیا گیا ہے جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کا علم دیا ہے جو مجھے نہیں دیا اور آپ کو لُدنی علم نہیں دیا ہے اگر آپ

میرے پاس رہیں گے تو آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں صبر کروں گا۔ اِس پر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں جو بھی کام کروں اور آپ کو سمجھ نہ آئے تو مجھ سے سوال مت کرنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے منظور ہے۔

کشتی میں سفر:

دونوں حضرات سفر کرتے ہوئے سمندر کے کنارے پر پہنچے تو وہاں ایک کشتی کھڑی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ملاحوں سے کشتی کا کرایہ پوچھا تو انہوں نے کرایہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور آپ دونوں کشتی میں سوار ہو گئے راستہ میں آپ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا۔ اُس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے کہ یہ آپ نے کیا کیا ہے۔ ایک تو ملاحوں نے آپ سے کرایہ بھی نہیں لیا اُلٹا آپ نے کشتی کا تختہ اکھیڑ دیا ہے۔ جس سے کشتی ڈوب سکتی ہے۔ اِس پر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ مجھ سے سوال مت کرنا۔ اِسی اثنا میں ایک چھوٹا سا پرندہ آ کر کشتی کے تختہ پر بیٹھ گیا اور اپنی چونچ سمندر کے پانی سے بھری یہ دیکھ کر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ میرا اور تمہارا علم اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں ہے جتنا پانی سمندر سے اِس پرندہ کی چونچ میں آیا ہے۔ لہٰذا آپ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اب میرا اور تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں بھول گیا تھا۔ مجھے معاف کر دیں۔ آئندہ میں ضبط کر لوں گا۔

حدیث:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پہلی دفعہ بھول تھی۔ کشتی کنارے پر لگی تو دونوں اُتر کر ایک میدان میں آ گئے۔

بچے کا قتل:

میدان میں چند بچے کھیل رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اُن بچوں میں ایک بچے کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ پہلے واقعے سے بھی زیادہ سخت تھا۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا اور پوچھا کہ آپ نے ایک معصوم بچہ کو ناجائز قتل کر دیا ہے۔ جس پر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے کہا نہ تھا۔ کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ صرف مجھے

ایک موقعہ دے دیں اگر میں بولا تو آپ مجھے جدا کر دینا۔

بستی میں جانا:

میدان سے چلتے ہوئے دونوں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام ایک بستی میں پہنچے تو وہاں دونوں کو بھوک لگی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے بستی والوں سے کھانا مانگا مگر بستی والوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک دیوار گری ہوئی ہے آپ نے اس دیوار کو دوبارہ تعمیر کر دیا اور وہ گرنے سے بچ گئی اِس دفعہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہ رہا گیا۔ اور کہا کہ آپ نے مفت میں دیوار بنا کر دی۔ حالانکہ بستی والوں نے ہمیں کھانا نہیں دیا۔ ہم اِس دیوار کی تعمیر کے بدلہ میں اُن سے معاوضہ لے سکتے تھے۔ یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اب ہماری جدائی کا وقت آچکا ہے میں نے جو بھی کام کیے اپنی مرضی سے نہیں کیے بلکہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کیے۔

حدیث:

اِس واقعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تھوڑا سا صبر کر لیتے تو ہمیں اور اسرار معلوم ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے واقعات کی تفصیل بتائی ہے۔

کشتی کا معاملہ:

یہ کشتی چند مسکینوں کی تھی جو صرف اِس کشتی سے اپنی روزی کماتے تھے۔ آگے ایک بادشاہ تھا جو نئی اور اچھی حالت کی کشتیوں کو اپنے قبضہ میں کر لیتا تھا۔ لہٰذا میں نے اِس کشتی میں سوراخ کر دیا۔ تاکہ بادشاہ اِس کشتی کو ناکارہ سمجھ کر قبضہ نہ کرے۔ اِس طرح اِن مسکینوں کی روزی کا سلسلہ قائم رہا۔

لڑکے کا قتل:

اِس لڑکے کے والدین نہایت نیک تھے۔ مگر یہ لڑکا بڑا ہو کر بڑا شریر اور بد بخت ہوتا۔ جو اپنے ماں باپ کے لیے نقصان دہ ہوتا لہٰذا میں نے اِس کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اِس لڑکے کے بدلہ میں اِس کے ماں باپ کو نیک اور فرماں بردار بیٹا عطا کرے گا۔

دیوار کا معاملہ:

دیوار کو اِس لیے درست کیا کہ یہ دیوار یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ اِن کے والدین نہایت نیک تھے۔ انہوں نے فوت ہونے سے قبل اِس دیوار کے نیچے اِن بچوں کے لیے خزانہ دفن کر دیا تھا تاکہ یہ بڑے ہو کر اِس کو حاصل کر لیں۔ اگر یہ دیوار گر جاتی تو اور لوگ اِس خزانہ کو نکال لیتے اور یہ یتیم بچے اِس خزانہ سے محروم ہو جاتے لہٰذا میں نے اِس دیوار کو درست کر دیا۔ تاکہ بچوں کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے علم کے بارے میں فرمایا کہ میں نے علم اپنے بندے کو دیا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے جو سوالات کیے وہ بھی صحیح تھے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے، وہ نبی تھے اور نبی کا یہ کام ہے کہ وہ نیکی کی تلقین کرے اور برائی سے روکے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جو کشتی میں سوراخ کیا اور بچے کو قتل کیا وہ شریعت میں جائز نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ اگر میں حقیقت کھول دوں تو دنیا کا نظام ہی درہم برہم ہو جائے۔ اِن اسرار پر پردہ ہی پڑا رہنا چاہیے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی حقیقت

سورہ الکہف:

قرآن میں حضرت خضر علیہ السلام کا نام نہیں لکھا ہے بلکہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ جائیں یہاں دریا کے دو پاٹ ملتے ہیں وہاں میرا ایک بندہ ملے گا۔ مفسرین متفق ہیں کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

آپ کے نام کی وجہ یہ ہے کہ آپ جہاں بھی بیٹھ جاتے یا لیٹ جاتے تو آپ کے نیچے بنجر زمین پر بھی گھاس اُگ جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خاص تکوینی علم دے رکھا تھا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت تھی۔

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔

(۱) حضرت خضر علیہ السلام کون تھے۔ اور کیا اب تک زندہ ہیں۔

(۲) حضرت خضر علیہ السلام ولی تھے، نبی تھے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ کو انسانی شکل میں بھیجا تھا۔

کیا ولی ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام سے ملے اور جب حضرت خضر ملے تو آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو علم عطا کر رکھا ہے وہ مجھے بھی بھلائی کی باتیں بتائیں اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے ہاں! اگر آپ وعدہ کریں کہ مجھ سے کوئی سوال نہ کریں گے تو میں بتانے کو تیار ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے جب کشتی میں سوراخ کیا جو دوسرے کی ملکیت تھی۔ اور اِس کے بعد ایک بچہ کو بھی قتل کر دیا۔ یہ دونوں کام شریعت کے مخالف تھے۔ ان خلاف شریعت کاموں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام سے سوال کر دیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ دونوں کام میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کیے ہیں۔

اِس سلسلہ میں مفسرین اور اولیاء اللہ کا نظریہ ہے کہ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کوئی ولی ایسا جواب نبی کو نہیں دے سکتا کیونکہ نبی کا درجہ ولی

سے بلند ہوتا ہے۔ اِس طرح کے سوالات ایک نبی ہی دوسرے نبی سے کر سکتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے جو دو کام شریعت کے خلاف کیے ایک کشتی میں سوراخ کر دیا۔ اور دوسرا بچے کو قتل کر دیا۔ یہ کام ایک ولی نہیں کر سکتا کیونکہ ولی کو الہام ہوتا ہے اور الہام میں غلطی کا امکان ہوتا ہے۔

لہٰذا سب اِس بات سے متفق ہیں کہ حضرت خضر ولی نہیں ہیں۔ البتہ اِس بات پر اختلاف ہے کہ آپ نبی ہیں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ کو انسانی شکل میں بھیجا گیا؟ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو انسانی شکل میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا تھا۔ اور دو فرشتوں کو انسانی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا جن کا اصل کام حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کرنا تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری سنائی تھی۔

کیا فرشتے تھے؟

اولیاء اللہ کی ایک جماعت جو حضرت خضر علیہ السلام کو فرشتہ سمجھتی ہے اُن میں (۱) حضرت الوسی (۲) حضرت عبدالوہاب اشعرانی (۳) حضرت مجدد الف ثانی۔ (۴) شیخ عبدالقادر جیلانی۔ (۵) حضرت جنید بغدادی (۶) حضرت سری سقطی۔ (۷) حضرت ابو الحسن نوری (۸) حضرت ابو سعید الخراز۔ (۹) حضرت ابو العاص۔ (۱۰) حضرت امام غزالی اور (۱۱) حضرت علامہ پانی پتی۔ اِن کے نزدیک کوئی ولی الہام کی بنیاد پر غیر شرعی کام نہیں کر سکتا۔

ضیاء القرآن میں پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ علماء کی رائے میں وہ نبی تھے۔ ولی کو الہام ہوتا ہے اور اِس میں بھی غلطی کا امکان ہوتا ہے، اِس لیے وہ غیر شرعی کام نہیں کر سکتا۔

نبی بھی شریعت کا پابند ہوتا ہے۔ اِسی لیے جب بھی حضرت خضر علیہ السلام نے شریعت کے خلاف کام کیے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوری اُن سے سوال کیا۔ لہٰذا نبی بھی شریعت کے خلاف کام نہیں کرتا۔

سورہ النساء، آیت: ۲۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بندے قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اِن کو خاص فضیلت دی گئی ہے۔ وہ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ وہ بڑھ چڑھ کر نہیں بولتے۔

سورہ زخرف آیت: ۱۹ میں فرمایا کہ فرشتے میرے خاص بندے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق اِن اولیاء اللہ نے بھی جن کے نام امام بخاری، حضرت ابراہیم حربی، حضرت ابو الحسن بن منادی اور ابن جوزی نے بھی لکھا ہے کہ آپ ولی نہ تھے بلکہ نبی تھے۔ جس طرح پیر کرم شاہ نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آپ ولی ہرگز نہ تھے بلکہ نبی تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہر چیز کا ٹائم مقرر کر رکھا ہے جس میں ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں غروب ہوجاتا ہے۔ چاند، ستارے اور زمین بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک وقت مقررہ پر گردش کر رہے ہیں۔ اِس قانون سے ہٹ کر جو بھی کام ہوگا اُس کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ اور اِن تمام معجزات کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں (علیہم السلام) کو معجزات اُس وقت عطا کیے جب دین کی سربلندی کے لیے کام کرتے ہوئے کوئی رکاوٹ آجائے تو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں (علیہم السلام) کو معجزات دے کر اُس رکاوٹ کو دور کر دیا جاتا ہے۔ معجزہ صرف نبی پر ہوتا ہے اور جن معجزات کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے اُس کا ذکر ہمیں احادیث سے مل جاتا ہے۔

معجزات:

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اُس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اُس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

(۳) جن جن قوموں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کے ذریعے اجتماعی طور پر تباہ کیا اُن کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ اِس کے علاوہ بھی بے شمار قومیں ہیں۔ قرآن میں قومِ نوح، قومِ ثمود، قومِ عاد، قومِ لوط، قومِ فرعون اور قومِ شعیب کا ذکر موجود ہے۔

(۴) حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں میں اگر لوہا آجاتا تھا تو وہ نرم ہوجاتا تھا، اِس کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔

(۵) آگ کا کام جلانا ہوتا ہے مگر جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا تو آگ نے کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ اِس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے معجزاتی طور پر جو نعمتیں بنی اسرائیل کو عطا کیں اُن تمام کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔ ① من وسلویٰ اتارنا۔ ② بادلوں کا سایہ کرنا۔ ③ پتھر پر عصا مارنے سے اُس پتھر سے ۱۲ چشمے پھوٹ پڑے۔ ④ سمندر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ⑤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن جانا۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

(۸) یمن کے بادشاہ ابراہہ کو ابابیلوں کے ہاتھوں مروا دینا جو خانہ کعبہ کو گرانے آیا تھا۔

(۹) کوئی بھی زندہ شخص آسمانوں پر جا کر واپس نہیں آ سکتا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقعہ پر آسمانوں پر گئے اور واپس بھی آ گئے یہ قرآن میں ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کے پاس آدمی مر کر ہی جاتا ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیا۔ یہ بھی قرآن میں لکھا ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون سے ہٹ کر جتنے بھی انبیاء (علیہم السلام) کو معجزات دیے اِن تمام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے، جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، اُن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔

کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں:

سورہ آل عمران، آیت :۸۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں (علیہم السلام) سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں اور پھر تمہارے پاس میرا پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تم پر فرض ہے کہ اِس پر ایمان لاؤ اور اُس کی مدد کرنا بھی فرض ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اِس اقرار پر میرا ذمہ لیا اور مجھے ضامن بنایا سب پیغمبروں علیہم السلام نے کہا کہ ہم نے اقرار کیا اور عہد کیا۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بھی گواہ رہو، میں بھی گواہ ہوں۔

روایت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا اِس سے عہد لیا کہ اِن کی زندگی میں اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرما ہوں تو تم کو میرے آخری نبی پر ایمان بھی لانا ہو گا اور اُن کی مدد بھی کرنا ہو گی۔

حضرت خضر علیہ السلام کو اگر نبی بھی تسلیم کر دیا جائے اور اگر زندہ ہیں تو وہ حضور ﷺ کی زیارت کرتے، حضور ﷺ کی شریعت کے پابند ہوتے۔ اُن پر ایمان لاتے اور تمام غزوات میں اُن کی مدد کرتے۔

روایت:

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی کرتے اور میری ہی شریعت پر عمل کرتے اور میری مدد کرتے۔

سورہ انبیاء، آیت :۳۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے نبی آپ سے پہلے بھی میں نے کسی کو بھی جو جاندار ہے ہمیشہ کی زندگی عطا نہیں کی اگر حضرت خضر علیہ السلام انسان ہیں تو وہ بھی اِس آیت کے مفہوم میں شامل ہیں۔ اگر آپ اِس آیت میں شامل نہ ہوتے تو لازمی اللہ تعالیٰ قرآن میں فرما دیتے۔ کیونکہ یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ مگر نہ ہی اِس کا ذکر قرآن میں ہے اور نہ ہی اِس کا ذکر کسی حدیث میں ہے۔

اماموں کا نظریہ:

جو آپ کو نبی مانتے ہیں اُن کا نظریہ ہے کہ آپ نبی ہیں اور فوت ہو چکے ہیں۔ اُن کے نام (۱) امام بخاری (۲) حضرت ابراہیم حربی (۳) حضرت ابوالحسن منادی (۴) ابن جوزی۔

اولیاء اللہ کا نظریہ:

اِن اولیاء اللہ کا نظریہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں ہیں بلکہ فرشتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو انسانی شکل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی کے لیے زمین پر بھیجا اُن کے نام یہ ہیں۔ حضرت علامہ آلوسی، حضرت عبدالوہاب، شعرانی، حضرت مجدد الف ثانی، شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت جنید بغدادی، حضرت سری سقطی، حضرت ابو الحسن نوری، حضرت ابو سعید الخراز، حضرت ابوالعباس، حضرت امام غزالی، حضرت علامہ پانی پتی اِن کے نزدیک بھی اور اماموں کے نزدیک بھی یہ نبی ہرگز نہیں ہو سکتے۔

احادیث کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سورہ انبیاء، آیت :۲۶ اور سورہ زخرف، آیت :۱۹ میں اپنے

فرشتوں کو اپنے بندے قرار دیا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک دن اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا: مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس زمانہ میں ہوتے تو وہ میری پیروی کرتے اور میری مدد بھی کرتے۔

حدیث:

حضور ﷺ نے فرمایا: دنیا میں چاہے کوئی بھی ہو، یہودی، عیسائی، نصرانی اور مجوسی بھی ہو۔ اُن کو مجھ پر ایمان لانا ہوگا ورنہ اُس پر جنت حرام ہے۔

حدیث:

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ غور سے سنو آج کی رات اِس دنیا میں جتنے بھی ذی روح ہیں، آج سے سو سال کے بعد اِس دنیا میں نہیں رہیں گے۔ یعنی اِن میں کوئی بھی زندہ نہ ہوگا۔

آج ہم یہ فرض کرلیں کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں تو بھی حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

نتیجہ:

اماموں اور اولیاء اللہ کے مطابق وہ ولی ہرگز نہیں ہیں۔ نبی ہیں تو فوت ہو چکے ہیں زندہ ہرگز نہیں ہیں۔ جو قرآن اور حدیث کی روشنی میں ثابت ہے۔

ذوالقرنین کون تھا

﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا﴾ (الکھف:83)

”آپ سے ذوالقرنین کا واقعہ یہ لوگ دریافت کر رہے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ میں ان کا تھوڑا سا حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں۔“

یہودیوں اور کفار مکہ نے مل کر جو تین سوال کیے تھے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ ذوالقرنین کون تھا۔ اِن کے تین سفر کن سمتوں میں تھے۔ وہ دیوار جو بنائی تھی وہ کہاں ہے؟ یاجوج ماجوج کون ہیں؟

ذوالقرنین کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد نے تفصیل سے بحث کی ہے۔ بیت المقدس پر جب بخت نصر بادشاہ نے حملہ کیا اور اِس کو تباہ اور برباد کردیا۔ بنی اسرائیل کو غلام بنا کر بابل لے آیا۔ حضرت دانیال جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے بھی اِن سیروں میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خواب میں بنی اسرائیل کی رہائی کی خوش خبری دی۔

سائرس:

کچھ عرصہ بعد سائرس ایک شخص فارس (ایران) کا حکمران بن گیا۔ اور ایک علاقہ میڈیا کو فتح کرکے اپنے علاقہ میں شامل کرلیا، چنانچہ سائرس نے اقتدار میں آکر بنی اسرائیل کو آزادی دی۔ اور ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔ اِسی سائرس کا لقب ذوالقرنین تھا۔

سائرس نے وہ تمام سونے چاندی کے زیورات اور برتن بھی ہیکل کو واپس کر دیے جو بخت نصر لوٹ کر لے گیا تھا۔ اور سائرس نے حکم دیا کہ یہ تمام سامان سونے چاندی کے زیورات اور برتن ہیکل سلیمانی میں داخل کردیے ہیں۔

سائرس کا بچپن تنہائی اور جنگل میں گزرا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اِس کو فارس (ایران) کا حکمران بنا دیا۔ اور اِس نے میڈیا کے علاوہ بابل کو بھی اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔

ذوالقرنین کی تین مہمات:

بادشاہ نے ایک مہم مغرب کی جانب دوسری مشرق کی جانب جہاں ایک وحشی قوم آباد تھی

اور اِن کو یاجوج ماجوج آ کر لوٹتے رہتے تھے۔

مورخین لکھتے ہیں، جب سائرس نے میڈیا کو فتح کر کے حکومت میں شامل کر لیا تو ریاست میڈیا کے ساتھ سائرس کا ایک معاہدہ تھا کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ حملہ نہ کریں گے۔ مگر کروسس نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حملہ کر دیا۔ چنانچہ سائرس بھی مجبور ہو گیا اور سائرس نے حملہ کر کے میڈیا کی ساری ریاست پر قبضہ کر لیا۔ اور اِس کے ساتھ تمام علاقے فتح کرتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ مغربی ساحل تک پہنچ گیا۔ اِس طرح اِس نے چودہ سو میل کا سفر طے کیا اور اِس کے آگے سمندر تھا۔

سائرس نے وہ تمام علاقے جو کروسس کے ماتحت تھے۔ اُن کو فتح کر لیا مگر سائرس نے وہاں کسی پر بھی کوئی ظلم نہ کیا بلکہ فوج کے جوانوں کو تاکید کی کہ کسی پر بھی کوئی ظلم نہ کرے، حتی کہ اگر کوئی مخالف فوج کا سپاہی اپنی تلوار نیچی کرے تو اُس کو بھی کچھ نہ کہا جائے۔

دوسری مہم:

سائرس کی دوسری مہم مشرق کی جانب تھی۔ یہاں خانہ بدوش لوگ آباد تھے۔ پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ آگے جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اِن لوگوں کے پاس کوئی مکان نہیں تھا۔ سائرس نے اِن کو بھی اپنے ماتحت کر لیا۔

سائرس کی سلطنت:

سائرس کو خورس بھی کہا جاتا ہے یہ ایران کا بادشاہ تھا۔ اِس کے علاقہ میں بابل، سندھ، ترکستان، مصر، لیبیا، معدونیہ اور کشیاء شامل تھا۔ اور اِس کی سلطنت کافی وسیع ہو گئی تھی۔ مشرق کی جانب بھی سائرس نے کافی علاقہ فتح کر لیا۔ کسی نے مزاحمت نہ کی آگے وحشی قوم یاجوج ماجوج کا علاقہ تھا۔ اِس جگہ سائرس نے دیوار تعمیر کرائی اور کہا کہ جب تک میرا اللہ چاہیے گا۔ یہ قائم رہے گی۔ دیوار کی تعمیر کرتے وقت بھی سائرس نے کوئی ٹیکس نہ لیا۔

ہجرتِ حبشہ

سورہ مریم:

اِس سورت کے نازل ہونے کے بعد کفار نے مسلمانوں کو ہر طرح تنگ کرنا شروع کر دیا۔ مسلمان سخت پریشان تھے۔ خاص طور پر جو غلام اور غریب تھے۔ جس میں حضرت بلال، حضرت خباب، حضرت عامر، حضرت عمار بن یاسر اور آپ کے والدین۔ اِن کے علاوہ اور بھی مسلمان تھے جن پر بھی ظلم کی انتہا کی گئی۔

اِن حالات میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ اور فرمایا کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ کیونکہ یہ جگہ امن والی ہے اور وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ پہلا گروپ گیارہ مرد اور چار عورتوں پر مشتمل تھا۔ جبکہ دوسرے گروہ میں تریاسی (۸۳) مرد، ۱۸ عورتیں، سات غیر قریشی مرد اور عورتوں نے ہجرت کی۔

اِس طرح مکہ میں کوئی ایسا گھرانہ نہ تھا کہ جس گھرانے کے کسی فرد نے ہجرت نہ کی ہو۔ ہجرت کرنے والوں میں ابوجہل کا حقیقی بھائی اور اِس کا چچا زاد بھائی بھی شامل تھا۔ ابوسفیان کی بیٹی، عتبہ کے بیٹے، ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے سگے بھائی، سہیل بن عمرو کی بیٹی اور اِسی طرح دیگر سرداروں کے قریبی رشتہ دار بھی تھے جو ہجرت کر گئے۔

اس ہجرت کی وجہ سے کفار کے سردار پریشان تھے۔ چنانچہ انہوں نے مشورہ کے بعد ابوجہل کے ماں جائے بھائی عبداللہ بن ابی، ربیعہ، عمرو بن عاص کو حبشہ بھیجا اور کافی تحائف بھی دیئے کہ حبشہ جا کر بادشاہ نجاشی اور اُس کے وزیروں کو دیے جائیں۔ اور اُن کو آمادہ کیا جائے کہ جولوگ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔ اُن کو اِس ملک سے نکال دیا جائے۔

چنانچہ جب یہ لوگ تحائف لے کر حبشہ گئے بادشاہ اور وزیروں کو تحائف دیے۔ بادشاہ نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے ملک مکہ سے کچھ لوگ بھاگ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں۔ وہ نہ تو ہمارے مذہب کو مانتے ہیں اور نہ ہی آپ کے مذہب (عیسائی) کو مانتے ہیں۔ اُن کو آپ اپنے ملک سے نکال دیں۔ یہ سن کر نجاشی بادشاہ نے کہا کہ جن لوگوں نے میرے

ملک میں پناہ لی ہے میں اُن کی بات پہلے سن لوں پھر فیصلہ کروں گا۔ چنانچہ نجاشی بادشاہ نے اِن مکہ کے مسلمانوں کو بلایا اور ہجرت کی وجہ پوچھی تو مسلمانوں کی طرف سے حضور ﷺ کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور کہا کہ حضور ﷺ کی آمد سے پہلے مکہ کے کیا حالات تھے۔ کس طرح ظلم کا دور تھا اور آپ حضور ﷺ کی تعلیمات بتائیں، اِن کی تعلیم کے بعد کفار نے اِن کے ساتھ کیا کیا ظلم کیا۔ چنانچہ ہم نے آپ کے ملک میں امن کی خاطر پناہ لے لی ہے۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کا ابتدائی حصہ جو حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھا پڑھ کر سنایا۔

سورہ مریم کی یہ آیات سن کر نجاشی بادشاہ نے کہا کہ واللہ جو کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اور یہ کلام ایک ہی ہستی کی طرف سے نازل ہوئے ہیں اور اِن کا منبع ایک ہی ہے۔

جب کفار کی طرف سے یہ سکیم نہ بن سکی تو انہوں نے دوبارہ سکیم بنائی اور کفار کی طرف سے عمرو بن العاص نے نجاشی بادشاہ کو کہا کہ اِن سے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پوچھیں کہ یہ کیا کہتے ہیں اور حضرت مریم کے متعلق بھی۔ نجاشی بادشاہ کے دوبارہ بلانے پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے وہ آیات تلاوت فرمائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح اور کلمہ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے کنواری مریم پر القا کیا۔

اِس پر نجاشی بادشاہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اِس سے بڑھ کر ایک تنکا بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ اِن آیات کو سن کر نجاشی بادشاہ نے کفار کے وہ تمام تحائف واپس کر دیے اور مہاجرین کو ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ یہی نجاشی بادشاہ حضور ﷺ پر ایمان لایا اور آپ کی وفات پر حضور ﷺ نے آپ کی غائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام پر گھبراہٹ نہ ہوگی

﴿وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا﴾(مریم:15)

''اس پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر سلام ہے جس دن پیدا ہوئے، جس دن مرے گا اور جس دن دوبارہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ انسان کو تین مواقع پر سخت گھبراہٹ ہوتی ہے ایک وہ وقت جب انسان پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک نئی دنیا دیکھتا ہے۔ یہ ایک بالکل نئی دنیا ہوتی ہے تو وہ پیدا ہوتے ہی گھبرا کر روتا ہے۔ اِسی طرح موت کے وقت بھی اُس کا واسطہ ایک نئی مخلوق سے پڑتا ہے۔ جو اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی اور اُس کو دیکھ کر بھی اُس کے آنسو نکل آتے ہیں۔

تیسرا موقعہ وہ ہے جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ بڑا مجمع ہوگا۔ محشر کا دن ہوگا اُس وقت بھی گھبراہٹ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اِن تین جگھوں کے متعلق فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی بلکہ سلامتی ہوگی۔

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کہا کہ آپ میرے لیے دعا کریں۔ اِس پر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں نے تو اپنے اوپر خود ہی سلام کہا ہے مگر آپ پر تو اللہ تعالیٰ نے سلام کہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن میں ذکر

﴿وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا﴾(مریم:33)

''اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا، سلام ہی سلام ہے۔''

﴿ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ﴾(مریم:34)

''یہ ہے صحیح واقعہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا، یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہیں''

﴿مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ سُبْحَانَهُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾(مریم:35)

''اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کا ہونا لائق نہیں، وہ تو بالکل پاک ذات ہے، وہ تو جب کسی کام کے سرانجام دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے وہ سچی بات جس کے بارے لوگ شک کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کام نہیں کہ وہ بیٹا بنالے وہ پاک ذات ہے وہ جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے۔

ابن کثیر میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد عیسائیوں نے اپنے میں سے چار ہزار علماء چن لیے کہ وہ اپنی اپنی رائے دیں۔ چنانچہ اُن کے چار گروہ بن گئے۔

یعقوبیہ گروہ:

یہ گروہ وہ ہے جس کا نظریہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود خدا ہے جب تک اُس نے چاہا دنیا میں رہا اور جب چاہا آسمانوں پر چلا گیا۔

نسطوریہ گروہ:

یہ گروہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہے بلکہ خدا کے بیٹے ہیں۔

اسرائیلیہ گروہ:

اِس گروہ کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین میں تیسرے ہیں۔ یعنی خدا، حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ۔ یہ تینوں مل کر اِس کائنات کا نظام چلاتے ہیں۔ اور تینوں معبود ہیں۔

مسلمان گروہ:

اِس گروہ کا خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی روح اور کلمہ ہیں۔

مگر وقت کے ساتھ ساتھ اِس چوتھے گروہ یعنی مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی گئی اور آخر ختم ہوگئی باقی تین گروہ طاقت ور ہوتے گئے۔

تمام لوگ جہنم سے گزریں گے

﴿وَاِنْ مِّنكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾(مریم:71)

”تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے، یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی، فیصل شدہ امر ہے۔“

﴿ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾(مریم:72)

”پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا نہیں جو جہنم سے نہ گزرے اور یہ ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا تیرے رب کے ذمہ ہے اور پھر ہم اُن کو بچالیں گے جو متقی ہیں۔ اور ظالموں کو اُس میں گرا چھوڑیں گے۔

حدیث:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگ پل صراط سے گزریں گے جس کے نیچے جہنم ہوگی۔ جہنم کی آگ تیز ہوگی، مگر مومن کے لیے یہ ٹھنڈی ہوگی۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ متقی لوگ وہاں سے آسانی سے گزر جائیں گے، جبکہ بُرے لوگ نیچے دوزخ میں گر جائیں گے۔

حضرت خالد بن مقدان کا فرمان ہے کہ جنتی لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو جنتی

کہیں گے کہ اللہ نے تو فرمایا تھا کہ ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے ہم تو وارد ہوئے ہی نہیں۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم بھی جہنم کے اوپر سے گزر کر آرہے ہو مگر اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔

پل صراط سے گزرنا:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پل صراط سے سب کو گزرنا ہے مگر پل صراط سے گزرتے وقت اُن کے اعمال کے مطابق اُن سے سلوک کیا جائے گا۔ پل صراط سے بعض تو بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ بعض ہوا کی طرح گزر جائیں گے۔ بعض پرندوں کی طرح۔ بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح، بعض تیز رفتار اونٹوں کی طرح اور بعض تیز پیدل چلنے والوں کی طرح جو سب سے آخر میں گزرے گا اس کے صرف پاؤں کے انگوٹھے سے نور نکل رہا ہوگا اور وہ گرتا ہوا گزر جائے گا۔

پل صراط ایک پھسلن کی جگہ ہے جب جنتی لوگ گزریں گے تو اِس کے دونوں طرف فرشتے کھڑے ہوں گے جو دعائیں کر رہے ہوں گے کہ اِس کو سلامت رکھ اور جب دوزخ کے لوگ گزریں گے تو وہاں دوزخ کے فرشتے کھڑے ہوں گے جن کے ہاتھوں میں جہنم کے گرز ہوں گے جو اِن کو مار کر جہنم میں گرا دیں گے۔

کافر عاص بن وائل کا ذکر

﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا﴾(مریم:77)

''کیا تو نے اسے بھی دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہا کہ مجھے تو مال واولاد ضرور ہی دی جائے گی۔''

﴿أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا﴾(مریم:78)

''کیا وہ غیب پر مطلع ہے یا اللہ کا کوئی وعدہ لے چکا ہے؟''

﴿كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾(مریم:79)

''ہرگز نہیں، یہ جو بھی کہہ رہا ہے ہم اسے ضرور لکھ لیں گے، اور اس کے لئے عذاب بڑھائے چلے جائیں گے۔''

﴿وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا﴾(مریم:80)

''یہ جن چیزوں کو کہہ رہا ہے اسے ہم اس کے بعد لے لیں گے۔ اور یہ تو بالکل اکیلا ہی ہمارے سامنے حاضر ہوگا۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے میری آیتوں کا کفر کیا اور کہا کہ مجھے تو مال اور اولاد ضرور دی جائے گی۔ کیا اُس نے غیب دیکھا ہے یا اُس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کیا ہے ہم اس کو ضرور عذاب دیں گے۔ جن چیزوں کا وہ کہہ رہا ہے ہم اُس سے لے لیں گے اور وہ اکیلا ہمارے سامنے پیش ہوگا۔

واقعہ:

حضرت خباب فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُس واقعہ کے متعلق نازل ہوئی وہ فرماتے ہیں کہ میں لوہار کا کام کرتا تھا۔ میں حضور ﷺ پر ایمان لے آیا جبکہ عاص بن وائل مشرک تھا۔ اِس مشرک کے ذمہ میرا کچھ قرض تھا جب میں اِس سے تقاضا کرنے لگا تو اُس نے کہا کہ میں تیرا اُس وقت تک قرضہ نہ دوں گا جب تک تو حضور ﷺ کو بُرا بھلا نہ کہے۔ مگر میں نے کہا کہ اگر تو مرکر دوبارہ زندہ ہوجائے تب بھی میں یہ الفاظ نہ کہوں یہ میرے الفاظ سن کر کافر نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو جب میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گا تو ضرور میری اولاد بھی ہوگی اور میرے پاس مال بھی بہت ہوگا۔ پھر تم میرے پاس آجانا تو میں تیرا قرضہ واپس

کر دوں گا۔

روایت میں ہے کہ کئی مسلمانوں کا قرضہ اُس کے ذمہ تھا۔ اُس نے مسلمانوں سے کہا کہ کیا تمہاری جنت میں سونا چاندی، ریشم اور پھل پھول ہوں گے مسلمانوں نے کہا کہ ہاں یہ سب چیزیں ہوں گی تو اُس نے کہا کہ جب میں جنت میں جاؤں گا تو وہاں سے میں تمہارا قرضہ دے دوں گا۔

جنت میں متقی لوگ اللہ کے مہمان

﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا﴾ (مریم:85)

''جس دن ہم پرہیزگاروں کو اللہ رحمان کی طرف بطور مہمان جمع کریں گے۔''

جنت میں متقی لوگ مہمانوں کی طرح رحمٰن کے دربار میں پیش ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ میں نے یہ آیت تلاوت کی اور عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہمان تو سواری پر آتے ہیں۔

اِس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر کہا کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جب یہ نیک لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے۔ اُس وقت سفید رنگ نورانی اونٹنیاں اپنی سواری کے لیے موجود پائیں گے۔ اِن پر سونے کے پلان ہوں گے جن کے پاؤں سے نور بلند ہو رہا ہوگا۔ اور اِن کا ایک قدم حد نگاہ تک جائے گا۔ یہ ایک جنتی درخت کے پاس جائیں گے۔ وہاں دو نہریں ہوں گی۔ ایک میں یہ غسل کریں گے۔ اور دوسری نہر کا پانی پی لیں گے۔ پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ اِن کے چہرے نورانی ہوں گے۔ جنت میں اِن کے لیے خالص دودھ اور شراب طہور ہوگی۔ یہ لوگ جس چیز کی خواہش کریں گے پیش کر دی جائے گی، وہاں اِن کے لیے اُونچے اُونچے محل ہوں گے۔ جو سونے اور موتیوں کے ہوں گے اوپر پرندے اڑ رہے ہوں گے۔

سورہ طٰہٰ کے حوالے سے مشہور واقعہ

سورہ طٰہٰ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا:

سورہ طٰہٰ کے متعلق یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر سے نیت لے کر نکلے کہ میں آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دوں گا تاکہ مکہ میں امن ہو جائے۔ ابھی آپ راستہ ہی میں تھے کہ راستہ میں ایک شخص نے آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لیں جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ آپ سیدھے اپنی بہن کے گھر گئے وہ اُس وقت سورہ طٰہٰ کی تلاوت کر رہی تھیں آپ نے وہ تلاوت بھی سن لی۔ اور جاتے ہی اپنے بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ آپ کی بہن اپنے خاوند کو چھڑانے لگی تو حضرت عمر نے اپنی بہن کو مارنا شروع کر دیا جس سے وہ زخمی ہو گئیں اور خون نکلنا شروع ہو گیا۔ اپنی بہن کے سر سے خون نکلتا دیکھ کر آپ پریشان گئے اور اپنی بہن سے کہا کہ جو تم پڑھ رہی ہو وہ مجھے بھی سناؤ۔ یہ الفاظ سن کر حضرت خباب جو قرآن پڑھانے کے لیے آئے ہوئے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر چھپ گئے تھے۔ باہر آ گئے اور کہا کہ ابھی کل ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ یا اللہ عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام میں سے ایک کو مسلمان کر دے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا آپ کے حق میں منظور ہو گئی ہے۔ آپ پہلے وضو کریں اور پھر اِس قرآن کو ہاتھ لگائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور حضرت خباب نے سورہ طٰہٰ پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنائی۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کیا عمدہ کلام ہے۔ اِس کے بعد سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ کو آتا دیکھ کر حضرت حمزہ تیار ہو گئے اور کہا کہ اے عمر اگر تم نیک نیت سے آئے ہو تو خیر ہے ورنہ میں ابھی تمہارا سر قلم کر دوں گا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر کو آنے دو۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور ہر جنگ میں حصہ لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ دوسرے خلیفہ بنے۔

کافروں کی نظر میں حضور ﷺ ایک بشر اور جادوگر

﴿لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ﴾(انبیاء:3)

''ان کے دل بالکل غافل ہیں اور ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ وہ تم ہی جیسا انسان ہے، پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھتے جادو میں آ جاتے ہو۔''

حضور ﷺ ایک بشر ہی ہیں۔ کیا ہم اِن کے جادو میں پھنس جائیں یعنی کافر اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کو ایک بشر کہتے تھے۔ اور آپ ﷺ کو ایک جادوگر کہتے تھے۔

واقعہ:

عتبہ بن ربیعہ قوم کا سردار ابوسفیان کا سسر اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ کا والد تھا۔ اس نے ایک دفعہ قریش کے تمام سرداروں سے مشورہ کیا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو میں حضور ﷺ سے مل کر اُن کو سمجھاتا ہوں۔ چنانچہ عتبہ حضور ﷺ کے پاس گیا اور حضور ﷺ سے کہا کہ آپ کی وجہ سے ہمارے درمیان تفرقہ پڑ گیا ہے۔ آپ ہمارے معبودوں کو بُرا کہتے ہو اور ہمارے آباء واجداد کو بھی بُرا کہتے ہو۔ اور گمراہ بھی کہتے ہو۔

اگر آپ دولت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو دولت دے دیتے ہیں۔ اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو مکہ کا بادشاہ بنا دیتے ہیں اور اگر آپ بیمار ہیں تو ہم آپ کا مفت علاج کرا دیتے ہیں۔ جب عتبہ نے یہ تمام باتیں کر لیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: اب میری سنو اور حضور ﷺ نے حم السجدہ کی تلاوت کی، عتبہ آپ کی تلاوت غور سے سنتا رہا، آپ نے سجدہ کی آیت پر پہنچ کر سجدہ کیا، جب آپ آیت ۱۳ پر قوم عاد اور قوم ثمود کی تباہی کی تلاوت کی تو عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا کہ اپنی قوم پر رحم کریں، اس کے ساتھ ہی خاموشی سے اُٹھ کر اپنے سرداروں کے پاس چلا گیا اور سرداروں سے کہا کہ جو میں کلام سن کر آیا ہوں یہ کلام ایک دن ضرور رنگ لائے گا۔ بہتر ہے ہم اِن کی مخالفت نہ کریں اگر یہ کامیاب ہو گئے تو ہماری کامیابی ہوگی اور اگر کسی بڑی طاقت کے ہاتھوں ناکام ہو گئے تو ہم پر کوئی حرف نہ آئے گا۔ لہٰذا میں نے تم کو مشورہ دے دیا ہے آگے تمہاری مرضی ہے۔

دوسرا واقعہ:

کفار یہ کہتے تھے کہ اِن کی زبان میں جادو کا اثر ہے۔ایک شخص دراش قبیلہ کا تھا۔اپنے کچھ اُونٹ فروخت کرنے کے لیے مکہ آیا، جس سے اُونٹ ابو جہل نے خرید لیے اور رقم دینے سے انکار کر دیا۔ یہ شخص ہر ایک سے کہتا کہ میری رقم دلوا دیں۔ایک دن وہ خانہ کعبہ میں بیٹھے سرداروں کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ ابو جہل سے میری رقم دلوا دیں۔ عین اِس وقت حضور ﷺ بھی خانہ کعبہ میں موجود تھے۔ سرداروں نے مذاق کے طور پر اُس شخص کو کہا کہ یہ صاحب تمہیں ابو جہل سے رقم دلوا سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ کے پاس آ گیا اور آپ سے یہی سوال کیا۔ حضور ﷺ اُس شخص کو لے کر ابو جہل کے گھر کی طرف چلے گئے۔ سرداروں نے ایک آدمی بھیجا کہ دیکھیں ابو جہل اِن کو کیا جواب دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے دروازے پر جا کر دستک دی، ابو جہل باہر آیا تو آپ نے فرمایا کہ اِس کی رقم ادا کر دو۔ ابو جہل خاموشی سے اندر گیا اور اُس شخص کو رقم ادا کر دی۔ سرداروں نے جو آدمی بھیجا تھا اُس نے آکر سرداروں کو تمام واقعہ سنایا۔ جب ابو جہل سے پوچھا گیا کہ تم نے یہ کیا کیا ہے؟ اس پر ابو جہل نے کہا: آپ حضور ﷺ کے دائیں اور بائیں خوفناک چہرے تھے، جن کو دیکھ کر مجھے وحشت ہوئی۔ اِسی وجہ سے یہ کفار کہتے تھے کہ اِن کی آواز میں جادو ہے۔

کفار کا رسول اللہ ﷺ کو شاعر کہنا

﴿بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ﴾(انبیاء:05)

''اتنا ہی نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ یہ قرآن پراگندہ خوابوں کا مجموعہ ہے بلکہ اس نے از خود اسے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے، ورنہ ہمارے سامنے یہ کوئی ایسی نشانی لاتے جیسے کہ اگلے پیغمبر بھیجے گئے تھے۔''

کافر کہتے آپ حضور ﷺ شاعر ہیں، ورنہ آپ دوسرے رسولوں (علیہم السلام) کی طرح نشانی لے کر آتے۔

واقعہ:

یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا کہ جب لوگ آپ کی باتیں سنتے تو اسلام قبول کر لیتے، چنانچہ کفار نے آپ کو شاعر کہنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی آپ کو جادوگر بھی کہتے لوگوں کو بتاتے کہ اِن کی باتیں نہ سنیں ورنہ وہ تم پر بھی جادو کر دیں گے۔ اور آپ شاعر ہیں اِسی لیے پرانے قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں۔

دوس قبیلہ کا ایک مشہور شاعر جس کا نام طفیل بن عمرو تھا۔ یہ ایک دفعہ حج کے لیے آیا تو کفار نے اِن کو کہا کہ تم حضور ﷺ سے بات مت کرنا، وہ ایک شاعر ہیں اور ان کی شاعری میں جادو ہے۔ جو بھی آپ کا کلام سنتا ہے اُس پر جادو کا اثر ہو جاتا ہے۔

طفیل بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے کفار کی باتیں سن کر پکا تہیہ کر لیا کہ میں آپ حضور ﷺ کو کبھی نہ ملوں گا اور نہ ہی آپ ﷺ سے بات کروں گا۔

مگر ایک دن میں خانہ کعبہ میں گیا تو حضور ﷺ نماز ادا کر رہے تھے اور قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ قرآن کے کچھ الفاظ میرے کانوں نے سنے تو مجھے وہ الفاظ بہت اچھے لگے۔ میں نے سوچا کہ میں خود ایک شاعر ہوں لہٰذا میں نے ارادہ کر لیا کہ میں حضور ﷺ سے مل کر اُن کا کلام سنوں گا اور اپنا کلام بھی سناؤں گا۔

چنانچہ اِسی ارادہ سے میں حضور ﷺ کے پاس گیا اور آپ ﷺ سے کلام سنانے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ میں چونکہ خود شاعر تھا۔ میں

سمجھ گیا کہ یہ شعر نہیں ہیں، اور یہ صرف خدا کا ہی کلام ہو سکتا ہے۔ قرآن سنتے ہی میں نے حضور ﷺ سے کہا کہ میں آپ پر ایمان لایا۔ قبیلہ میں واپس آ کر میں نے اپنے بیوی بچوں کو مسلمان کیا اور غزوہ احزاب تک میرے قبیلہ کے ۸۰/ افراد مسلمان ہو گئے تھے۔

دوسرا واقعہ:

ایک دن قریش کے سردار اکٹھے ہوئے اور مشورہ کیا کہ ہم حضور ﷺ کو مختلف الفاظ کہنے کی بجائے ایک ہی لفظ کہہ کر پکاریں کیونکہ اب کوئی ساحر کہتا، کوئی شاعر کہتا، کوئی کہانت کہتا ہے۔ اِس پر ایک کافر نضر بن حارث نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کافی عرصہ گزار چکے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ اُن کو اَمین اور صادق کہا ہے۔ لہٰذا اب اگر ہم کسی بھی لفظ سے آپ کو پکاریں گے تو لوگ ہم پر یقین نہیں کریں گے۔ بہتر ہے کہ ہم باہر سے پرانے قصے کہانیاں رستم اور سہراب کی لا کر لوگوں کو سناتے ہیں۔ تو لوگ اُن کی نسبت ہمارے قصے زیادہ سنیں گے۔ چنانچہ نضر بن حارث نے خود ہی پرانے زمانہ کے رستم اور سہراب کے قصے سنانے شروع کر دیئے۔

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا فیصلہ کرنا

﴿وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ﴾(انبیاء:78)

اور داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو یاد کیجئے جبکہ وہ کھیت کے معاملہ میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو اس میں چر چک گئی تھیں، اور ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے۔''

اِس آیت میں ایک مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آیا جس کا فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس سے بہتر فیصلہ کیا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں فرمایا ہے۔

واقعہ:

ایک شخص کی بکریاں دوسرے کے کھیت میں گھس گئیں۔ جس سے فصل خراب ہوگئی۔ کھیت کے مالک نے اپنا مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پیش کیا۔ اور کہا کہ اِس شخص کی بکریوں نے میرے کھیت کی تمام فصل کھالی ہے۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ بکریوں کے مالک کی تمام بکریاں اُس کے مالک کے سپرد کر دی جائیں جس کی فصل خراب ہوئی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اپنے والد کے ساتھ ہی بیٹھے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اِس فیصلہ سے اختلاف کیا اور کہا کہ جس شخص کا کھیت خراب ہوا ہے اُس کے حوالہ بکریاں کر دی جائیں اور کھیت بکریوں کے مالک کے حوالہ کیا جائے۔ جب کھیت اُس حالت میں آجائے جیسا خراب ہونے سے پہلے تھا۔ تو بکریاں اُس کے اصل مالک کے حوالہ کر دی جائیں اور کھیت بھی اصل مالک کے حوالہ کر دیا جائے۔ جب تک بکریاں کھیت کے مالک کے پاس رہیں گی۔ وہ اُن بکریوں سے پورا فائدہ حاصل کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ فیصلہ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام

﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾(انبیاء:83)

''ایوب علیہ السلام کی اس حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ﴾(انبیاء:84)

''تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا اور اس کو اہل وعیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کے لئے سبب نصیحت ہو۔''

ہم نے ایوب علیہ السلام کو حکمت اور علم دیا۔ جب اُس نے مجھ کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے تو ارحم الراحمین ہے۔ ہم نے اِس کی دعا کو قبول کیا اور اُس کو اور زیادہ اولاد اور دولت دی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے حالات:

حضرت ایوب اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ آپ کے پاس دنیا کا تمام سامان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی دی ہوئی تھی۔ بڑی جاگیر بھی۔ جس میں گھوڑے اور جانور تھے۔ مگر دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے اور عبادت میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ شیطان نے آپ کو بہت بہکانے کی کوشش کی مگر اُس کی کوئی چال کامیاب نہ ہوئی۔ تو شیطان نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اِس شخص کے پاس وافر مقدار میں جانور ہیں، دنیا کی ہر آرائش مہیا ہے تبھی تو وہ تیری عبادت کرتا ہے۔

اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اِس کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو تب بھی وہ میری ہی عبادت کرتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے شیطان میں تجھے جان لینے کے علاوہ تمام اختیار دیتا ہوں کہ تو میرے بندے کو آزمالے۔

شیطان نے اختیارات ملتے ہی حضرت ایوب علیہ السلام کے مال و دولت کو چھین لیا۔

اور شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اُس وقت یہ خبر دی جب آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ میں نے تمہارا تمام مال چھین لیا ہے۔ اِس پر حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے مال کی کوئی فکر نہیں ہے جس مالک نے دیا تھا، اُسی نے لے لیا ہے۔ اِس کے بعد شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد بھی چھین لی اور اولاد کے بعد شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کی صحت بھی چھین لی۔ اِس کے بعد تمام لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ گئے آپ کے پاس صرف ایک بیوی رہ گئی جس نے آپ کا ساتھ دیا۔ بیماری کی وجہ سے آپ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے۔ آپ کی بیوی آپ کو کپڑے میں باندھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتیں اور لوگوں کے گھروں میں کام کر کے محنت مزدوری سے جو رقم ملتی اُس سے حضرت ایوب علیہ السلام کے لیے کھانے کا بندوبست کرتی۔

ایک دفعہ آپ کی بیوی نے حضرت ایوب علیہ السلام سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ آپ کو صحت دے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ستر سال تک صحت عطا کی ہے اور میں ابھی سے بے صبری کا مظاہرہ کرنا شروع کر دوں کہ میں بیمار ہوں۔ میں بھی ستر سال تک صبر کروں گا۔

مفسرین میں بیماری کے متعلق اختلاف ہے کوئی بیماری کا عرصہ تین سال، کوئی سات سال اور کوئی اٹھارہ سال لکھتا ہے۔

ایک دن آپ کی بیوی آپ کو ایک جگہ بٹھا کر محنت مزدوری کرنے گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے میرے پروردگار مجھے تکلیف پہنچی ہے تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعا کو قبول فرما لیا ہے اور حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف کو دور کر دیا۔ آپ کو دنیا کا مال اور اولاد بھی دے دی۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ! شیطان نے مجھے تکلیف دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین پر پاؤں مارو وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکلے گا۔ اس چشمہ کے پانی سے نہاؤ اور پیو۔ پانی پینے سے اندر کی بیماری دور ہو جائے گی اور نہانے سے باہر کی بیماری دور ہو جائے گی جب آپ علیہ السلام صحت مند ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک جنتی لباس پہنا دیا۔ اور آپ مکمل صحت یاب ہو کر اور جنتی لباس پہن کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ جب آپ کی

بیوی آئی تو آپ کو نہ پہچان سکیں اور حضرت ایوب علیہ السلام سے پوچھا کہ یہاں میرا بیمار خاوند تھا اور میں اُس کو یہاں بٹھا کر گئی تھی۔ جواب نہیں ہے، کہیں اِن کو بھڑیا تو نہیں کھا گیا، اِس پر حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی ایوب (علیہ السلام) ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہی بچے زندہ کر دیے سونے کی ٹڈیوں کی بارش کی جس سے دولت مند ہو گئے۔

بیوی کو مارنا:

حضرت ایوب علیہ السلام بیماری کے دنوں میں کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہو گئے اور کہا کہ میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔

﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ (ص: 44)

''اور اپنے ہاتھوں میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) لے کر مار دے اور قسم کے خلاف نہ کر، سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا، وہ بڑا نیک بندہ تھا اور بڑی ہی رغبت رکھنے والا ہے۔''

جب آپ تندرست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک جھاڑو لے لو جس میں سو تنکے ہوں اور اِس جھاڑو کو اپنی بیوی کو مارو جس سے تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔ بیماری کے دنوں میں حضرت ایوب علیہ السلام صبر اور شکر کے پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی آہ و پکار نہ کی اور نہ ہی کبھی عبادت میں کمی آئی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

﴿وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾ (انبیاء:85)

''اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل، علیہم السلام یہ سب صابر لوگ تھے۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حالات:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب فلسطین سے ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو آپ کے ہمراہ بی بی ہاجرہ اور بی بی سارہ بھی تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت بی بی ہاجرہ ایک اونڈھی تھیں جو بی بی سارہ کی خدمت پر مامور تھیں۔ حضرت سارہ بی بی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچازاد تھی۔ مگر اِن کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ لہٰذا بی بی سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ میرے ہاں تو کوئی اولاد نہ ہے لہٰذا آپ بی بی ہاجرہ سے شادی کر لیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اِس سے اولاد دے دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بی بی سارہ کے مشورہ پر بی بی ہاجرہ سے شادی کر لی۔ اِس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بی بی ہاجرہ کو ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام اسماعیل (علیہ السلام) رکھا۔ اِس طرح کافی عرصہ یہ خاندان اکٹھا رہا۔ مگر کچھ عرصہ بعد بی بی سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ بی بی ہاجرہ کو مجھ سے دور لے جائیں۔ چنانچہ بی بی سارہ کے کہنے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بی بی ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ اِس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام دودھ پیتے بچے تھے۔ آپ نے سفر کے دوران ایک ایسی جگہ قیام کیا جو اُس وقت ایک بالکل غیر آباد جگہ تھی۔ دور دور تک آبادی کا کوئی نام و نشان بھی نہ تھا اور نہ ہی پینے کے لیے پانی، یہ وہی جگہ ہے جہاں آج کل خانہ کعبہ ہے۔

چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی بیوی اور بچہ کو اِس جگہ ٹھہرایا جب آپ واپس آنے لگے تو بیوی نے پوچھا کہ آپ ہمیں کس کے سہارے یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں، مگر آپ کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکلا اور آپ نے اپنی اُنگلی اوپر کی طرف اُٹھائی۔ حضرت بی بی ہاجرہ آپ کے اشارہ کو سمجھ گئی اور کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو وہ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اِس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو کھانے کے لیے ایک تھیلا اور پانی کا مشکیزہ

دے دیا اور واپس چل دیے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اے میرے رب کریم میں نے اپنے گھر والوں کو اس صحرا میں ٹھہرایا ہے۔ تیرے محترم گھر کے پاس، اے میرے رب یہ نماز کی پابندی کرتے رہیں اور اِن کے دل کو جھکنے والا بنا دے۔ اِن کو وافر مقدار میں پھل عطا کر تاکہ یہ تیرے شکرگزار بنیں۔

آبِ زم زم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام تو واپس چلے گئے کچھ دن تو خوراک اور پانی سے گذارہ ہوتا رہا۔ جب خوراک اور پانی ختم ہو گیا تو بھوک کی وجہ سے بچے کو پلانے کے لیے دودھ بھی خشک ہو گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ابھی بچے تھے۔ بھوک کی وجہ سے رونے لگے۔ تو حضرت بی بی ہاجرہ سخت پریشان ہو گئیں۔ اور اُن کے لیے یہ منظر برداشت سے باہر تھا۔ آپ کو روتا دیکھ کر بی بی ہاجرہ نزدیک ایک پہاڑی صفا پر چڑھ گئیں کہ شاید کوئی قافلہ نظر آ جائے جس سے کھانا حاصل کیا جائے۔ مگر جب کوئی نظر نہ آیا تو قریب دوسری پہاڑی مروہ کی طرف جانے لگی۔ جب تک حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر آتے رہے آپ آہستہ چلتی رہیں اور جب نظر آنا بند ہو گیا تو آپ نے اپنی رفتار تیز کر لی۔ اور تھوڑی دور جا کر پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر آنے لگے تو رفتار آہستہ کر لی۔ اور دوسری پہاڑی مروہ پر چڑھ کر قافلہ دیکھنے لگی۔ جب کوئی قافلہ نظر نہ آیا تو آپ نے اِس طرح ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی تک سات چکر لگائے۔ اِس دوران حضرت اسماعیل علیہ السلام روتے روتے اپنی ایڑھیاں زمین سے رگڑ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں سے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ اور پانی تیزی سے باہر نکلنے لگا۔ بی بی حاجرہ نے پہاڑی سے پانی کا چشمہ دیکھا تو بھاگ کر آ گئیں اور پانی کے آگے کنکریاں لگا کر اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور کہا: زم زم یعنی رک جا۔ اِس طرح پانی رُک گیا۔ آپ نے بھی پانی پیا اور بچے کو بھی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس پانی میں یہ تاثیر رکھی کہ یہ ایک مکمل غذا بھی ہے اور مشروب بھی۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر بی بی حاجرہ زمین پر ہاتھ مار کر زمزم نہ کہتیں تو یہ پانی تمام روئے زمین پر پھیل جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک فرشتے کو بھیجا جس نے بی بی ہاجرہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے بچے کو ضائع نہ کرے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اِس گھر کو یہ بچہ حضرت اسماعیل

علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مل کر تعمیر کریں گے۔

قبیلہ جرہم کی آمد:

جب اِس جگہ سے پانی نکلا تو پرندے بھی آنے شروع ہو گئے۔ اِس جگہ کے قریب سے ایک قبیلے نے دیکھا کہ آبی پرندے اُڑ رہے ہیں تو انہوں نے اپنے ایک آدمی کو بھیجا کہ دیکھ کر آؤ کہ وہاں پانی موجود ہے۔ آدمی نے آکر دیکھا تو واقعی وہاں پانی تھا۔ تو اُس نے جا کر اپنے قبیلے والوں کو بتلایا کہ وہاں پانی موجود ہے۔ چنانچہ قبیلے والوں نے اِس جگہ آکر حضرت بی بی ہاجرہ سے اجازت طلب کی کہ ہم یہاں سکونت اختیار کر سکتے ہیں۔ حضرت بی بی ہاجرہ نے اِس شرط پر اجازت دی کہ پانی پر میرا قبضہ رہے گا تم پانی پی سکتے ہو۔ جرہم قبیلہ نے یہ شرط قبول کر لی اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی:

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔ نبی کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فوری مکہ روانہ ہو گئے۔ اور وہ خواب اپنے بیٹے کو سنایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔

یہ خواب سنتے ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام فوری تیار ہو گئے اور عرض کی کہ ابا جان جو خواب آپ نے دیکھا ہے اُس پر عمل کیجئے آپ مجھے صابروں میں سے پاؤ گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی فرمائش پر اُلٹا لٹا دیا تاکہ پدری شفقت کی وجہ سے رحم نہ آجائے اور احتیاطًا اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور چھری چلا دی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچا لیا اور آسمانوں سے ایک مینڈھا بھیج دیا۔ جو ذبح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس یادگار لمحہ کو اُمت پر فرض کر دیا کہ ہر سال وہ قربانی کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم (علیہ السلام) تو نے خواب کو حقیقت کر دکھایا۔

بیت اللہ کی تعمیر:

اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) میرے گھر کی تعمیر کرو چنانچہ آپ مکہ روانہ ہوئے۔ اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فرمایا کہ یہاں ایک اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اِس کو

تعمیر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جس نے اپنا پَر مارا جس کی وجہ سے خانہ کعبہ کی بنیادیں ظاہر ہو گئیں، باپ اور بیٹے نے انہی بنیادوں پر اس کی تعمیر کی۔ حجر اسود بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جنت سے لا کر دیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اِسی جگہ اِس کو نصب کر دیا۔ اِسی طرح وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا، وہ بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جنت سے لا کر دیا تھا۔ جس کو اب مقامِ ابراہیم کہتے ہیں۔ اور اِس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں مبارک کے نشانات ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی:

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو آپ علیہ السلام نے اِسی قبیلہ جرہم میں شادی کر لی۔ ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کی غرض سے باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے ملے اور پوچھا کہ گزر بسر کیسے ہو رہی ہے تو بیوی نے جواب دیا کہ بہت مشکل ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارا خاوند آئے تو اُس کو کہنا کہ شام سے ایک بزرگ آیا تھا۔ وہ کہہ گیا ہے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو تبدیل کر لو۔ اِس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ میرے والد تھے، وہ کہہ گئے ہیں کہ میں تجھے طلاق دے دوں چنانچہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔

اِس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دوسری شادی کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پھر ملاقات نہ ہو سکی کیونکہ آپ شکار کی غرض سے باہر گئے ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو سے پوچھا کہ گزر بسر کیسے ہو رہی ہے۔ بہو نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ بہترین گزارہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ہے اور بہو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر مبارک کو سواری پر بیٹھے بیٹھے دھویا۔ جاتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہو سے کہا کہ جب تمہارا خاوند آئے تو کہہ دینا۔ کہ ایک بزرگ شام سے آیا تھا وہ کہہ گیا ہے کہ اپنی چوکھٹ کو قائم رکھنا۔ شام کو جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو آپ کی بیوی نے سب بتا دیا کہ بزرگ کہہ گئے ہیں کہ اپنی چوکھٹ کو قائم رکھنا۔ اِس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بتلایا کہ وہ میرے والد تھے۔ اور وہ کہہ گئے ہیں کہ تمہاری بیوی بہت اچھی ہے۔ اِس کو قائم بھی رکھنا ہے اور اچھا برتاؤ بھی کرنا ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام ۱۳۶ سال کی عمر میں فوت ہوئے، آپ کی اور آپ کی والدہ کی قبریں حرم شریف کے اندر جس جگہ لوگ طواف کرتے ہیں، اُس کے نیچے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (النور :11)

”جو لوگ یہ بہت بڑا بہتان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے۔ تم اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو سر انجام دیا ہے اس کے لئے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے۔“

اِس آیت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ غزوہ مصطلق کے موقعہ پر پیش آیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ سے واپسی پر قافلہ کو مدینہ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رفع حاجت کے لیے گئی ہوئی تھی۔ جب میں واپس آئی تو پتہ چلا کہ میرا ہار گم ہو گیا ہے۔ جس کو تلاش کرنے کے لیے میں دوبارہ گئی اور ہار کو تلاش کرنے میں مجھے دیر لگ گئی۔ اِس دوران قافلہ روانہ ہو گیا۔ اُس زمانہ میں بھوک اور افلاس کی وجہ سے عورتوں کا وزن کم ہوتا تھا۔ لہٰذا کجاوہ اُٹھانے والوں کو پتہ ہی نہ چلا کہ اِس میں کوئی موجود بھی ہے یا نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب واپس آئیں تو پتہ چلا کہ قافلہ تو جا چکا ہے۔ لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہیں بیٹھ گئیں کہ جب قافلہ والوں کو پتہ چلے گا کہ میں کجاوے میں موجود نہیں ہوں تو خود ہی واپس آکر مجھے لے جائیں گے۔

حضرت صفوان:

رسول اللہ ﷺ نے اِس سفر میں حضرت صفوان کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ تم قافلے کے پیچھے آنا تا کہ کسی کی کوئی گری ہوئی چیز ہو تو اُس کو اُٹھا کر لیتے آنا۔ اِسی طرح رسول اللہ

ﷺ ہر سفر کے دوران باری باری ہر صحابہ کی ڈیوٹی لگاتے تھے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ قافلہ کے پیچھے چلتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں قافلہ تھا تو آپ نے دیکھا کہ قافلہ جا چکا ہے اور حضرت عائشہ وہاں موجود ہیں۔ حضرت صفوان نے اونچی آواز سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا جس کو سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھ گئیں۔ حضرت صفوان نے آگے بڑھ کر اپنا اونٹ بٹھا دیا جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوار ہو گئیں۔ خود حضرت صفوان نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا کیونکہ اُس وقت پردہ کا حکم آچکا تھا۔ اِس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آکر قافلہ کے ساتھ مل گئیں۔

قافلہ میں افواہ:

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قافلہ میں واپس آئیں تو منافقین نے طرح طرح کی افواہیں پھیلانی شروع کر دیں۔ خاص طور پر عبداللہ بن ابی جو منافق اعظم تھا اُس نے تو اِس افواہ کو پھیلانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اِس افواہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بالکل علم نہ تھا، آپ ایک ماہ تک بیمار رہیں اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اِس واقعہ کا آپ سے ذکر نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جس سے بھی اِس واقعہ کا ذکر کیا سب نے یہی جواب دیا کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ آپ اپنی کنیز سے دریافت کر سکتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو اجازت دیں تو آپ کو عورتوں کی کمی نہیں ہے۔

ایک دن آپ حضرت مسطح کی والدہ کے ساتھ باہر رفع حاجت کے لیے جا رہی تھیں کہ راستہ میں حضرت مسطح کی والدہ کو پاؤں میں ٹھوکر لگی تو حضرت مسطح کی والدہ کے منہ سے نکلا کہ مسطح کا بیڑہ غرق ہو۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم نے حضرت مسطح کو کیوں بددعا دی تو اُس نے کہا کہ کیا تمہیں علم نہیں ہے اور ساتھ ہی اِس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو منافقین کی تمام باتوں کے متعلق جو حضرت صفوان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات کے بارے تھی سب کچھ بتا دیا اور لوگ کیا کیا ناجائز باتیں کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے کسی بات کا علم نہیں ہے۔ آپ گھر واپس آکر رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر آ گئیں۔ اِس وقت آپ کو بخار تھا۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے بھی عرض کی

مجھے بخار ہے اور یہاں میری دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ وہاں میری والدہ دیکھ بھال کرے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ماں باپ کے گھر آ کر روتی رہی اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتی رہی۔ کہ یا اللہ میرے متعلق جو لوگ باتیں کرتے ہیں اس کا فیصلہ فرما دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور فرمایا کہ عائشہ اگر تم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اللہ کے آگے توبہ کرو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میرا اللہ جانتا ہے کہ میں بے قصور ہوں اور اس کے بعد میں سات روز تک روتی رہی اور دعائیں کرتی رہی۔

اللہ تعالیٰ کا حکم:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ابھی بیٹھے ہی تھے کہ وحی کا نزول ہوگیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت کا اعلان فرمایا اور ساتھ ہی تہمت اور زناکاری کا قانون بھی نازل کیا۔ تہمت لگانے دلوں پر کوڑھوں کی سزا ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جن مسلمانوں نے حصہ لیا اُن میں حضرت مسطح جو حضرت ابوبکر کے قریبی رشتہ دار تھے اور نہایت غریب تھے۔ اُس کے خاندان کی کفالت کی ذمہ داری بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذمہ تھی دوسری ایک عوورت صحنہ تھی۔ اس نے بھی تہمت لگانے میں حصہ لیا۔ تیسرے حضرت حسان بن ثابت تھے جو شاعر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شعر کہتے تھے اور کافروں کو جواب دیتے تھے۔ ان تینوں کو کوڑے لگائے گئے۔

منافقوں کے بارے میں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ یہ لوگ ایک بہت بڑا طوفان باندھ لائے ہیں۔ یہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے تم اس کو برا نہ سمجھو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ہر آدمی پر اتنا ہی گناہ ہے جتنا اُس نے کمایا ہے اور جس نے تہمت لگانے میں زیادہ حصہ لیا اُس کے لیے عذاب بھی زیادہ ہے۔ اے مومنوں تم نے اسے سنتے ہی نیک گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ

ایک بہت بڑی تہمت ہے۔ اور اس پر وہ چار گواہ بھی نہ لائے۔ یہ لوگ بہتان باز ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالکل جھوٹے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل نہ ہوتا تو تم نے جس بات کا چرچا شروع کر رکھا تھا۔ تو تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا۔ تم یہ بہتان ایک زبان سے دوسری زبان تک کہتے رہے اور اِس تہمت کو ہلکا سمجھا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک بہت بڑی بات ہے۔

مومنو! تمہیں یہ بات سنتے ہی کہہ دینا چاہیے تھا کہ یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے اور تمہیں ایسی بات زبان سے بھی نہیں کہنی چاہیے تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ ایسی بات زبان سے بھی نہ نکالنا۔

حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نظریہ:

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کی بیوی نے پوچھا کہ یہ کیسی بات ہے جو میں سن رہی ہوں تو حضرت ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جگہ ہوتی تو یہ کام کرتی۔ اُس نے کہا کہ ہرگز نہیں اِس پر حضرت ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اور اگر میں حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا کہ میرے دل میں یہ خیال بھی نہ آتا جبکہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ مجھ سے ہزار درجہ بہتر مومن ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ یہ لوگ تہمت لگا رہے ہیں۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو مجھے ایسے لوگوں کی تکلیف دہ باتوں سے بچائے جو میری گھر والیوں پر تہمت لگا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ عبداللہ بن ابی کی طرف تھا۔ یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں اِس آدمی کا سر قلم کر دیتا ہوں۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ میں تلخ کلامی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف منافق اعظم عبداللہ بن اُبی کا تعلق خزرج قبیلہ سے تھا۔ اور حضرت سعد بن عبادہ بھی اِس قبیلہ کے سردار تھے۔ دوسرے حضرت سعد بن معاذ کا تعلق اوس قبیلہ سے تھا اور اِس قبیلہ کے سردار تھے۔ جب حضرت سعد بن معاذ نے یہ الفاظ کہے کہ میں عبداللہ بن ابی کا سر قلم کر دیتا ہوں تو خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ بول پڑے کہ

اگر اس کا تعلق اوس قبیلہ سے ہوتا تو تم یہ بھی الفاظ نہ کہتے اس پر دونوں سرداروں کی تلخ کلامی ہوگئی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو خاموش کرا دیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قسم کھانا

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (النور:22)

"تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دینے سے قسم نہیں کھا لینی چاہیے، بلکہ معاف کر دینا اور درگزر کر لینا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرما دے؟ اللہ قصوروں کو معاف فرمانے والا مہربان ہے۔"

حضرت عائشہ حضرت محمد ﷺ کی بیوی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی تو تہمت لگانے والوں میں حضرت مسطح بھی تھے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ انتہائی غریب تھے۔ اس کے گھر کا تمام خرچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دیتے تھے۔ جب اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اب میں اس کی کسی قسم کی مدد نہیں کروں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔

قرآن میں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میں جو مال و دولت اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قریبی رشتہ داروں، مسکینوں اور مہاجروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے سے متعلق قسم نہیں کھانی چاہیے۔ بلکہ معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصوروں کو معاف کرے۔ اللہ تعالیٰ قصوروں کو معاف کرنے والا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

اس آیت کے نازل ہونے کے فوری بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا اللہ میں

چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہوں کو معاف فرما اور فوری حضرت مسطح کی مدد بحال کر دی اور اُس میں اضافہ بھی کر دیا۔

تہمت کی سزا:

جن مومنوں اور ایک مومنہ نے تہمت لگانے میں حصہ لیا تھا اُن کو کوڑے لگانے کی سزا دی۔

رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا

﴿وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِنْهُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ﴾ (النور:47)

''اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور فرماں بردار ہوئے، پھر ان میں سے ایک فرقہ اس کے بعد بھی پھر جاتا ہے، یہ ایمان والے ہیں ہی نہیں۔''

سورہ نور: آیت نمبر:48 تا50:

''جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے۔'' ''ہاں اگر ان ہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرماں بردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں۔'' ''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا یہ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی نہ کریں؟ بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی بڑے ظالم ہیں۔''

یہ آیت ایک منافق کے بارے میں ہے جو ظاہری طور پر تو مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر دل سے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا نبی تسلیم نہیں کیا تھا۔ یہ بشر نام کا ایک منافق شخص تھا، اِس کا ایک یہودی شخص سے جھگڑا ہو گیا، اِس مقدمہ میں یہودی سچا تھا۔ چنانچہ اِس منافق بشر نے یہودی سے کہا کہ چلو ہم رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کراتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جو بھی فیصلہ کریں گے ہم دونوں کو منظور ہو گا کیونکہ منافق کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ یہودی کے مقابلہ میں فیصلہ میرے حق میں کریں گے۔

منافق بشر چونکہ جھوٹا تھا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا۔ اِس پر منافق نے کہا کہ چلو اب فیصلہ ہم یہودی سردار کعب بن اشرف سے کراتے ہیں۔ اِس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اُس وقت کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو دل سے تسلیم نہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ سے دشمنی

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾(الفرقان:27)

"ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔"

﴿ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾(الفرقان:28)

"اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے روز وہ شخص کہے گا کہ کاش میں نے اللہ کے رسول ﷺ کا ساتھ دیا ہوتا۔ اور غیر مسلمان کو دوست نہ بناتا۔ اِس شخص کے بہکاوے میں آ کر میں نے رسول اللہ ﷺ کی نصیحت پر عمل نہ کیا۔

واقعہ:

مفسرین نے اِس آیت کے متعلق لکھا ہے کہ کافر عقبہ بن ابی معیط جب کبھی سفر سے واپس آتا تو ایک بڑی دعوت کا اہتمام کرتا۔ اور مکہ کے سرداروں کو اِس دعوت میں بلاتا۔ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کھانے کی دعوت دیتا۔

ایک دفعہ عقبہ تجارتی سفر سے واپس آیا اور دعوت کا انتظام کیا اور حسبِ عادت رسول اللہ ﷺ کو بھی دعوت دی مگر رسول اللہ ﷺ نے انکار کر دیا کہ جب تک تو اللہ تعالیٰ اور مجھ پر ایمان نہ لائے میں تمہاری دعوت میں نہیں آ سکتا، عقبہ نے یہ سن کر فوری اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

عقبہ کی ایک مشرک ابی بن خلف سے یاری تھی اِس مشرک نے عقبہ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے اسلام قبول کر لیا ہے تو عقبہ نے کہا کہ میں نے صرف ایک غرض کی خاطر اسلام قبول کیا ہے۔

اِس پر ابی بن خلف نے عقبہ سے کہا کہ میں تم سے اُس وقت راضی نہیں ہوں گا جب تک تم رسول اللہ ﷺ کی یہ تمام گستاخیاں نہ کرو جو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ چنانچہ عقبہ نے اِس اپنے مشرک دوست کے کہنے پر وہ تمام گستاخیاں کیں بلکہ اِس سے بڑھ کر رسول

اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر تھوکنے تک کی کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اِس تھوک کو آگ کا گولہ بنا کر واپس عقبہ کے منہ پر مارا جس کی وجہ سے اس کا منہ جل گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اِس کو فرمایا کہ اگر تیری میری ملاقات مکہ سے باہر ہوگئی تو میں تجھے قتل کردوں گا۔ یہ بات عقبہ کے دل میں پیوست ہوگئی اُس کو یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ جو بات کہتے ہیں وہ ضرور پوری ہو کر رہتی ہے۔

غزوہ بدر کے موقعہ پر عقبہ نے جانے سے انکار کر دیا اور ابوجہل کو کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) جو کہتے ہیں وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ مکہ کے باہر میں تجھے قتل کروں گا۔

اِس پر کافروں نے کہا کہ اِس بات کا تم فکر نہ کرو۔ اول تو فتح ہماری ہوگی اور اگر بالفرض فتح مسلمانوں کی ہوگئی تو تم اپنے سرخ اونٹ پر سوار ہو کر مکہ آ جانا۔ چنانچہ یہ عقبہ میدان بدر میں چلا گیا اور جب کافروں کو شکست ہوئی تو یہ اپنے سرخ اونٹ پر سوار ہو کر بھاگ نکلا مگر ایک وادی میں راستہ بھول گیا اور اِسی الجھن میں یہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ اور جب اِس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اِس کو قتل کردو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اِس کا سر قلم کر دیا گیا۔

یہ کافر جب قیامت کے روز قبر سے اُٹھے گا تو حسرت سے کہے گا کہ کاش میں نے اُس دن رسول اللہ ﷺ کی بات مانی ہوتی۔

توبہ کے بعد برائیوں کو نیکیوں میں بدلنا

﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (الفرقان:70)

"سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔"

﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا﴾ (الفرقان:71)

"اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ تو (حقیقتاً) اللہ تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو میں اِس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہوں۔

بندہ کو جب گناہوں کا احساس ہوتا ہے اور ندامت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اِس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اتنی ہی یا اِس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

حدیث:

حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص کو قیامت کے روز لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو وہ تمام چھوٹے چھوٹے گناہ بتلائیں گے جو اُس نے دنیا میں کیے تھے۔ وہ شخص سخت پریشان ہوگا کہ اب میں دوزخ میں گیا مگر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اِس نے جتنے گناہ کیے ہیں اِس کے بدلہ میں اِس کے کھاتہ میں نیکیوں کو لکھ دیا جائے۔ تو وہ شخص فوری اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا یا اللہ میں نے تو اور بھی بہت گناہ کیے ہیں۔ اگر وہ بھی بتلا دوں تو مجھے اور بھی نیکیاں مل جائیں گی۔ یہ فرما کر رسول اللہ ﷺ ہنس دیے۔ اِس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! آپ کیوں ہنس دیے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِس موقعہ پر اللہ تعالیٰ بھی ہنس دیے تھے۔

زانی عورت کی توبہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد نبوی سے واپس آرہا تھا کہ میرے دروازہ پر ایک عورت کھڑی تھی۔ اس نے مجھے سوال کیا اور میرے پوچھنے پر اِس نے بتلایا کہ میں ایک مسئلہ پوچھنے آئی ہوں۔ میرے اجازت دینے پر اِس نے کہا کہ میں نے زنا کیا جس سے ایک بچہ پیدا ہوا میں نے وہ بچہ مار دیا۔ اب میرے اس گناہ کی کوئی ایسی صورت ہے کہ تلافی ہو سکے۔ اور مجھے معافی مل جائے یہ سن کر میں نے کہا کہ تمہارے گناہوں کی معافی کی کوئی صورت نہیں ہے میری بات سن کر وہ رونے لگی اور کہا کہ یہ حسن اور جوانی صرف دوزخ کی آگ کے لیے رہ گئی ہے۔

دوسرے دن میں مسجد نبوی میں گیا تو رسول اللہ ﷺ سے اِس عورت کا ذکر کیا اور تمام باتیں بھی بتائیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے سورہ الفرقان کی اُس آیت کا مطالعہ نہیں کیا کہ اگر کوئی زنا، قتل اور شرک سے بھی توبہ کرے اور عمل صالح کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی تمام برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اُس عورت کی تلاش میں رہا جب وہ عورت مجھے ملی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان اُس عورت کو سنایا جس کو سن کر وہ بے حد خوش ہوئی سجدہ میں گر پڑی توبہ کی اور صدقہ میں اپنی لونڈی اور اُس کے بیٹے کو آزاد کر دیا۔

گناہ گار کی توبہ:

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے اتنے گناہ کیے ہیں جن کا کوئی شمار نہیں ہے اور کوئی ایسا گناہ نہیں جو میں نے نہ کیا ہو۔ میں نے اتنے گناہ کیے ہیں کہ اگر اُن کو روئے زمین میں پھیلا دیا تو اس کے گناہوں سے زمین بھی بھر جائے گی۔ اب میرے گناہوں کی معافی کی کوئی صورت ہے؟ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو نے اسلام کو قبول کر لیا ہے۔ اس نے عرض کی: ہاں! اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ایمان لے آیا ہوں۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جا اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کر۔ اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور جادوگر

﴿فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ﴾ (الشعراء:44)

''انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور کہنے لگے عزت فرعون کی قسم! ہم یقیناً غالب ہی رہیں گے۔''

سورا الشعراء آیت نمبر: 45 تا 51:

''اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی لاٹھی میدان میں ڈال دی جس نے اسی وقت ان کے جھوٹ موٹ کے کرتب کو نگلنا شروع کردیا۔'' ''یہ دیکھتے ہی دیکھتے جادوگر بے اختیار سجدے میں گر گئے۔'' ''اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم تو اللہ رب العالمین پر ایمان لائے۔'' ''یعنی موسیٰ علیہما السلام اور ہارون کے رب پر۔'' ''فرعون نے کہا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان لے آئے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا (سردار) ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے، سو تمہیں ابھی ابھی معلوم ہوجائے گا، قسم ہے میں ابھی تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے طور پر کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔'' ''انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں، ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' ''اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان والے بنے ہیں ہمیں امید پڑتی ہے کہ ہمارا رب ہماری سب خطائیں معاف فرمادے گا۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن معجزات کا اظہار کیا اور فرعون کو دکھلا دیئے تو فرعون نے کہا کہ ایسے جادوگر تو ہمارے پاس بھی ہیں۔ لہٰذا ایک تہوار کا دن تھا۔ تمام شہر کے لوگ جمع تھے۔ فرعون نے بھی اپنے تمام جادوگروں کو بلالیا اور مقابلہ شروع ہوا تو جادوگروں نے اپنی رسیاں اور چھڑیاں ہوا میں اُچھال دیں تو وہ ایسے معلوم ہوتی تھیں جیسے سانپ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں گھبرائے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ گھبراؤ نہیں اپنا عصا پھینکو۔ جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ جادوگروں کا تمام رسیوں اور چھڑیوں کو کھا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ یہ خدائی کام ہے جادوگر فوری سجدہ میں گر گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے۔

اب فرعون نے دیکھا کہ کہیں اِن کو دیکھ کر باقی لوگ بھی ایمان نہ لے آئیں لہٰذا وہ فوری بولا کہ لگتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اِن جادوگروں کے استاد ہیں۔ اب میں ان تمام جادوگروں کے ہاتھ اور پاؤں کٹوادوں گا۔ اور سولی پر چڑھادوں گا۔

جادوگروں کا جواب:

جادوگروں نے جواب دیا کہ اِس بات کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں آخر ہم نے جانا تو رب کے پاس ہی ہے۔ اب ہماری ایک ہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب پچھلے گناہ معاف کردے۔ اِس جواب پر فرعون نے سب کو قتل کر دیا۔

قوموں پر عذاب اور تباہی

الشعراء:

اِس سورت میں شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ نے مختلف قوموں کا ذکر اور اُن پر عذاب کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ قومیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کیسے تباہ ہوئیں۔

قوم نوح:

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ۹۵۰ سال تک تبلیغ کی اور ان کی قوم میں سے چند لوگوں کے سوا کوئی بھی ایمان نہیں لایا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اے اللہ! اب اِن میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ اِن کو تباہ کر دے اِن میں اور اِن کی اولاد میں کوئی بھی زندہ نہ بچے۔ اِن میں جو بھی پیدا ہوگا وہ کافر ہی ہوگا۔

عذاب:

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک تنور سے پانی اُبل پڑا اس کے بعد زمین کے ہر حصہ سے پانی نکلنا شروع ہو گیا۔ اُوپر آسمان سے بھی پانی برسنا شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اس کا خاندان (سوائے اِس کی بیوی اور کافر لڑکا) اور کچھ دوسرے مومن جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، ان کو ایک کشتی کے ذریعہ بچالیا اور باقی تمام قوم، مرد، عورتیں اور بچے اِس طوفان میں ڈوب گئے۔

قوم عاد کی تباہی:

قوم عاد کا شہر یمن میں شہر احقاب تھا۔ یہ قوم اِسی شہر میں رہائش پذیر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے

اپنا نبی حضرت ھود علیہ السلام کو اِس قوم کی طرف بھیجا مگر قوم نے اپنے نبی کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اللہ کے نبی نے اپنی قوم کا اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا کہ میری قوم نافرمان ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایک تیز اور تُند ہوا چلائی جو آٹھ دن اور سات راتیں چلتی رہی۔ یہ ہوا اِن کے مکانوں کے اندر داخل ہو جاتی اور لوگوں کو اپنی طاقت سے باہر لے کر آجاتی اور اِس طرح اِس ہوا سے قوم تباہ ہوگئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اِس طرح زمین پر پڑے ہوئے تھے جیسے کٹا ہوا کھجور کا تنا۔

قوم ثمود کی تباہی:

یہ لوگ عرب تھے۔ ان کی رہائش مکہ اور تبوک کے درمیان تھی۔ انہوں نے پہاڑ کھود کر بڑے بڑے محل بنا رکھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا کہ اِن کو بتائیں کہ اِن پتھروں کی عبادت کرنے کی بجائے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ اِن بتوں کی بجائے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ قوم نے کہا کہ اگر تم اللہ کے نبی ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ۔ اِن کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے ایک پتھر سے زندہ اور حاملہ اونٹنی نکالی جس نے باہر آکر اِن کے سامنے ایک بچے کو جنم دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نبی نے قوم کو خبردار کیا کہ اِس کو کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ مگر قوم نے اِس اونٹنی کو قتل کر ڈالا۔ اور حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت کو بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس قوم کو تباہ کرنے کے لیے زمین میں زلزلہ بھیج دیا اور اُوپر سے ایک زبردست چیخ کی آواز آئی جس سے اِن کے دل اور کلیجے پاش پاش ہو گئے اور سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا۔

قوم شعیب کی تباہی:

یہ لوگ مدین کے رہنے والے تھے۔ یہ قوم ایک درخت کی پوجا کرنے والی تھی۔ اِس قوم کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب الایکہ بھی کہا ہے۔ اِس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ یہ قوم ناپ تول میں بھی بے ایمان تھی۔ جب یہ کوئی مال دیتے تو تول میں کم دیتے اور جب لیتے تو تول میں زیادہ لیتے۔ یہ بستی بڑی سڑک پر آباد تھی۔ اِس سڑک پر ہر وقت تجارت کی غرض سے قافلے جاتے تھے۔ یہ لوگ اِن قافلوں کو بھی لوٹ لیتے۔ اِن کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام نے اِن کو سمجھایا کہ ناپ تول میں بے ایمانی نہ کرو، لوگوں کا مال نہ چھین

لیا کرو۔ اور اِن بتوں کی بجائے اور ایکہ کی بجائے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ مگر قوم نے نہ صرف انکار کیا بلکہ نبی کو دھمکی دی کہ اگر تم نصیحت کرنے سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں اِس قوم سے نکال دیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا فرمان ہے کہ اِس قوم پر سات دن تک بڑی گرمی پڑی اور ٹھنڈک کا نشان نہ تک تھا۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا بادل کو دیکھ کر سب لوگ اِس کی چھاؤں میں جمع ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اِس بادل سے اِن لوگوں پر آگ برسانی شروع کر دی جس سے یہ قوم تباہ ہو گئی۔

قوم لوط کی تباہی:

یہ قوم لواطت کی عادی تھی۔ عورتوں کی بجائے اپنی ہوس مردوں سے پوری کرتے تھے۔ یہ بے حیائی کا کام سب لوگوں کے سامنے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اِن کی طرف اپنا نبی بنا کر بھیجا جو رشتہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا کہ یہ بہت بُرا کام ہے۔ مگر قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ آخر حضرت لوط علیہ السلام نے اِس قوم کے متعلق بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر پتھروں کی بارش کی اور اِس بستی کو اوپر اُٹھا کر اُلٹا کر نیچے گرا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس بستی کو اتنا اُوپر اُٹھایا کہ اِس بستی کے مرغوں کی آذانیں آسمان پر فرشتوں نے سنی۔ جس سے یہ بستی تباہ ہو گئی۔ آج بھی یہ بستی بحیرہ مردار کے نیچے دفن ہے۔

قوم فرعون کی تباہی:

بنی اسرائیل کو مصر کے بادشاہ فرعون نے اپنا غلام بنایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف لے کر چلے تو راستہ میں سمندر تھا۔ اُدھر جب فرعون کو پتہ چلا کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرکردگی میں مصر سے جا رہے ہیں تو اُس نے اپنی فوجوں کو لے کر بنی اسرائیل کا پیچھا کیا اب اِس قوم کے سامنے سمندر تھا اور اِس کے پیچھے فرعون کی فوج تھی۔ جس سے بنی اسرائیل گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ سے کہا کہ اب تو ہم مارے گئے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا عصا اِس سمندر پر مارو جس سے

سمندر میں بارہ راستے بن گئے کیونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ ہر قبیلے نے اپنا راستہ پہچان لیا اور تمام قوم اپنے راستہ سے سمندر سے بخریت گزر گئے۔

جب فرعون کی فوج سمندر میں داخل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو دوبارہ روانہ کر دیا اور سمندر کا سارا پانی مل گیا جس میں فرعون اور اُس کی فوج سمندر میں ڈوب گئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ﴾(النمل :15)

''اور ہم نے یقیناً داود اور سلیمان کو علم دے رکھا تھا۔ اور دونوں نے کہا، تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔''

سورۃ النمل : آیت نمبر :16 تا 21:

''اور داود کے وارث سلیمان ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دے دی گئیں۔ بیشک یہ بالکل کھلا ہوا فضل الٰہی ہے۔'' ''سلیمان کے سامنے ان کے تمام لشکر جنات اور انسان اور پرند میں سے جمع کیے گئے (ہر ہر قسم کی) الگ الگ درجہ بندی کردی گئی۔'' ''جب وہ چینوٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاو، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے۔'' ''اس کی اس بات سے حضرت سلیمان مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے: اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کر لے۔'' ''آپ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟'' ''یقیناً میں اسے سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، یا میرے سامنے کوئی صریح دلیل بیان کرے۔''

- اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت کی حکمت دی۔ پرندوں کی بولیاں سکھائیں۔ جنات اور ہوا بھی ان کے ماتحت کردی۔

پرندوں اور جانوروں کی بولیاں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پرندوں اور جانوروں کی بولیاں سکھا دی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی فوجوں کے ساتھ جا رہے تھے راستہ میں ایک ایسی وادی آئی جہاں

کثرت سے چیونٹیاں آباد تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج کو دیکھ کر چونٹیوں کے بادشاہ نے اپنی چیونٹیوں سے کہا کہ تم اپنی اپنی بلوں میں گھس جاؤ۔ کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ بے خبری میں چونٹیاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوجوں کے پاؤں کے نیچے آجائیں اور اُن کو پتہ بھی نہ چلے۔ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سن لی۔ بجائے اِس کے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام فخر کرتے، آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی یا اللہ تو مجھے قابو میں رکھ۔ اور مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیں۔

ہواؤں کی تسخیر:

ایک روایت ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ مجھے ایسی بادشاہت عطا کر جو تو نے نہ پہلے کسی کو عطا کی ہو اور نہ ہی بعد میں قیامت تک کسی کو ملے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے ہوا کو بھی آپ کے ماتحت کر دیا۔ آپ ہوا کو جو بھی حکم دیتے ہوا اُسی طرف چلتی۔ آپ ہوا پر سواری بھی کر لیتے۔ آپ اُس ہوا کو اگر تیز چلنے کا حکم دیتے تو وہ تیز چلتی اور اگر حکم دیتے کہ آہستہ چل تو وہ آہستہ چلتی۔ اِس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا پر سوار ہو کر ایک ماہ کا سفر صرف ایک دن میں کر لیتے۔ اُس کی رفتار جتنی چاہتے تیز کر لیتے مگر آپ کے آرام میں بھی کوئی خلل نہ آتا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لیے تند اور تیز ہوا کو مسخر کر دیا۔ جو اِس کے حکم سے چلتی اور ہم نے ہی اِس کو برکت دی یہ ہوا ایک مہینہ کی مسافت کو صبح وشام میں طے کر لیتی۔

جن اور حیوانات آپ علیہ السلام کے ماتحت تھے:

اللہ تعالیٰ نے جنوں اور حیوانوں کو بھی آپ کے ماتحت کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ طاقت دی کہ وہ جنوں کو جو حکم دیتے وہ فوری حکم کی تعمیل کرتے۔ اُس وقت لوگوں میں یہ عام مشہور تھا کہ جنوں کو غیب کا علم ہے۔ اور وہ آسمانوں کی خبریں بھی آکر بتا دیتے ہیں۔ بلکہ یہ نظریہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کافروں میں بھی عام تھا۔ کہ جن غیب کا علم جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں یہ فرما دیا ہے کہ جنوں کو کوئی غیب کا علم نہیں

ہے۔اور ایک واقعہ لکھا ہے۔

بیت المقدس کی تعمیر:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو اس تعمیر میں جنوں سے کام لیا وہ جن دور دراز علاقوں سے پتھر تراش کر لاتے اور ان پتھروں سے بیت المقدس کی تعمیر ہوتی۔ یہ بیت المقدس حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ میں بھی تعمیر تھا مگر اس کی حالت خستہ تھی۔ اس وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو دوبارہ تعمیر کرنا شروع کر دیا۔اور اس کی توسیع بھی کی۔

اسی دوران حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا وقت آ گیا اور بیت المقدس بھی تعمیر کے آخری مراحل میں تھا۔ اگر جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا پتہ چل جاتا تو جن بھاگ جاتے اور بیت المقدس کی تعمیر رک جاتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام ایک چھڑی کے سہارے پر کھڑے ہو گئے اور جن آپ علیہ السلام کو دیکھ کر بیت المقدس کی تعمیر کرتے رہے اور بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہوگئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام جس چھڑی کے سہارے کھڑے تھے۔ اُس کو دیمک نے کھالیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام گر گئے تب جنوں کو پتہ چلا کہ آپ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اس طرح وہ جن بھی جو یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں غیب کا علم ہے وہ بھی آپس میں کہنے لگے کہ اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہمیں پتہ ہوتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ ان آیات سے قبل کفار مکہ بھی یہ کہتے تھے کہ جنوں کو غیب کا علم ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہے۔

حدیث:

حضرت ابو ذر غفاری سے روایت ہے کہ آپ نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ بیت اللہ اور بیت المقدس میں پہلے کون تعمیر ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے بیت اللہ تعمیر ہوا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ اور بیت المقدس اُس کے چالیس سال بعد تعمیر ہوا۔ جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا زمانہ بنتا ہے۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ شمار کریں تو ایک ہزار سال کا بنتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوبارہ شروع کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور جہادی گھوڑے:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑے پیار سے گھوڑے جہاد کرنے کے لیے پال رکھتے تھے۔ اور اِن گھوڑوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ایک دن یہ گھوڑے جہاد کے لیے جارہے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں بڑے پیار سے دیکھ رہے تھے۔آپ اِن گھوڑوں کو دیکھنے میں اِس قدر محو ہو گئے کہ نماز کا وقت گزر گیا۔نماز کے وقت کے گزر جانے کا آپ کو اِس قدر دُکھ ہوا اور آپ نے یہ سمجھا کہ یہ اِن گھوڑوں کے پیار کی وجہ سے میں وقت پر نماز ادا نہیں کر سکا۔ اور گھوڑوں کے پیار نے مجھے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ نے گھوڑوں کو واپس منگوایا اور اُن کو ذبح کر دیا۔

اِسی طرح ہمیں بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثالیں ملتی ہیں۔کہ اُن کی مال و دولت کی وجہ سے نماز قضا بھی ہو جاتی تو وہ اپنا مال اور دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کو آزمایا اور اُس کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا۔

حدیث:

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ آج کی رات ہر بیوی کے پاس جاؤں گا۔جن سے ہر بیوی کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جو میرے بعد جہاد کریں۔مگر آپ نے ان شاء اللہ نہ کہا چنانچہ آپ کے ایک بیوی کے سوا کوئی بچہ پیدا نہ ہوا صرف ایک بیوی کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا وہ بھی مردہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر سلیمان (علیہ السلام) ان شاء اللہ کہہ دیتا تو ہر بیوی کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوتا اور ہر بچہ مجاہد ہوتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کا واقعہ

النمل، آیت ۲۲ تا ۴۴ کا خلاصہ:

قرآن میں ملکہ کا نام نہیں لکھا بلکہ جس علاقہ کا نام لکھا ہے وہ اب یمن میں ہے۔ یہ علاقہ بالکل غیر آباد ہے تورات میں ملکہ کا نام بلقیس لکھا ہوا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دربار:

﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ﴾(النمل:20)

''آپ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟''

﴿لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ﴾(النمل:21)

''یقیناً میں اسے سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، یا میرے سامنے کوئی صریح دلیل بیان کرے۔''

﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ﴾(النمل:22)

''کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ آ کر اس نے کہا میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر ہی نہیں، میں سبا کی ایک سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام کا جب بھی دربار لگتا تو اُس میں تمام جن پرند اور باقی بھی تمام مخلوقات حاضر ہوتیں۔

ایک دن دربار لگا تو آپ نے دیکھا کہ ایک پرندہ ہُد ہُد غیر حاضر تھا۔ جس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے آج ہُد ہُد پرندہ نظر نہیں آ رہا۔ اُس کو وجہ بتانی ہوگی کہ وہ کیوں غیر حاضر ہے۔ اگر معقول وجہ نہ ہوئی تو میں اُس کو ذبح کر دوں گا۔ اِس کے کچھ دیر بعد پرندہ حاضر ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے جب غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو پرندے نے کہا کہ میں آج ایک خاص خبر لے کر آیا ہوں۔ جو آپ علیہ السلام کو معلوم نہیں ہے۔

آپ علیہ السلام کے ملک کے نزدیک ہی ایک ملک یمن ہے جس پر ایک عورت حکمران ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کو سب کچھ دے رکھا ہے۔ اِس کا تخت بڑا اور خوبصورت ہے۔ مگر اِس ملک کی ملکہ اور عوام کو شیطان نے گمراہ کر رکھا ہے۔ یہ قوم سورج اور بتوں کی پوجا کرتی ہے۔ یہ قوم اللہ تعالیٰ جو وحدہ لاشریک ہے اُس کی عبادت نہیں کرتی۔

سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ملکہ کو خط بھیجنا:

﴿إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ (النمل:30)

''جو سلیمان کی طرف سے ہے اور بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے۔''

﴿أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ﴾ (النمل:31)

''یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ۔''

یہ سن حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط دیا اور ہُد ہُد پرندہ کو حکم دیا کہ میرا یہ خط لے جاؤ اور جا کر اِس خط کو ملکہ کی گود میں ڈال دینا اور چھپ کر دیکھتے رہنا کہ وہ آپس میں کیا باتیں کرتے ہیں۔ اور میں تمہاری آزمائش کروں گا کہ جو تم نے کہا ہے کیا وہ سچ ہے؟

ہدہد پرندہ نے خط لے جا کر ملکہ کی گود میں ڈال دیا اور تھوڑی دور جا اُن کی باتیں سننے لگا۔ ملکہ نے خط پڑھ کر اپنے درباریوں کو بلایا اور اُن سے کہا کہ یہ ایک خط آیا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے لکھا ہے۔ اور یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا ہے۔ اِس میں لکھا ہے کہ میرے سامنے سرکشی نہ کرنا، اور تابع فرمان بن کر آ جاؤ۔

ملکہ نے اپنے وزیروں سے پوچھا کہ تمہیں تو معلوم ہے کہ میں تمہارے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتی اب تم ہی بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اِس پر وزیروں نے جواب دیا کہ اگر مقابلہ کرنا ہے تو ہم ایک طاقت ور قوم ہیں مگر آپ کی مرضی ہے آپ جو حکم دیں گی ہم اُسی کے مطابق تعمیل کریں گے۔

اِس پر ملکہ بلقیس نے کہا کہ پہلے میں دیکھتی ہوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کس مقصد کے لیے خط لکھا ہے۔ اُس کی کیا شان وشوکت ہے اور ان کی طاقت کیا ہے۔ کیونکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی طاقت ور کسی ملک پر حملہ کرتا ہے تو وہ ملک تباہ کر دیتا ہے۔ اور لوگوں کو ذلیل

کرتا ہے۔ میں اپنے ایک سفیر کو کچھ قیمتی تحائف دے کر بھیجتی ہوں۔ وہ سفیر دیکھ کر آئے گا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طاقت کتنی ہے۔ اور خط لکھنے کا مقصد کیا ہے۔ اگر وہ طاقت ور ہے تو اُس سے لڑنا بیوقوفی ہے۔

تحائف بھیجنا:

﴿وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ﴾

(النمل:35)

''میں انہیں ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔''

ملکہ نے کچھ تحائف دے کر اپنے نمائندہ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا اور اُس کو تاکید کی کہ یہ تحائف حضرت سلیمان علیہ السلام کو دینا اور ساتھ ہی اُس کی طاقت اور شان و شوکت کا بھی اندازہ لگانا اگر اُس نے تحائف رکھ لیے تو وہ دنیا حاصل کرنا چاہتا ہے اور دیگر حالات بھی معلوم کر کے آنا۔

ملکہ کا نمائندہ جب تحائف لے کر دربار میں گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اِن تحائف کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس کو واپس لے جاؤ اور اگر میرے خط پر عمل نہ کیا تو میں حملہ کردوں گا اور تمہارا ملک تباہ کردوں گا۔ اور تمہیں رسوا کر کے ملک بدر کردوں گا۔ قاصد یہ پیغام لے کر واپس آ گیا۔

قاصد کی واپسی:

قاصد نے واپس جا کر ملکہ کو تمام حالات بتائے اور کہا کہ تمہاری حکومت تو صرف انسانوں پر ہے مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت تو انسانوں کے علاوہ جنوں، پرندوں اور حیوانات پر بھی ہے۔ ہوائیں بھی اُس کے حکم کے تابع چلتی ہیں۔

ملکہ کی روانگی:

قاصد کی یہ باتیں سن کر ملکہ نے خود جانے کا پروگرام بنایا اُدھر وحی کے ذریعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی پتہ چل گیا کہ ملکہ خود آرہی ہیں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں حاضر تمام سے فرمایا کہ بتاؤ کون ملکہ بلقیس کا تخت لا سکتا ہے۔ اِس پر ایک جن نے کہا کہ میں

ملکہ کے آنے سے پہلے ہی تخت یہاں لا سکتا ہوں۔ مگر وہاں ایک مومن موجود تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب کا علم دے رکھا تھا اس نے کہا: میں آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت لا سکتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب دیکھا تو تخت موجود تھا۔

یہ دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ یہ سب میری آزمائش ہو رہی ہے۔ تاکہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بن جاؤں۔ ملکہ جب دربار میں آئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ تخت تمہارے جیسا ہے جس پر ملکہ نے کہا کہ یہ تخت تو میرا ہی ہے۔

دربار میں حاضری:

﴿قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (النمل:44)

''اس سے کہا گیا کہ محل میں چلی چلو، جسے دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ حوض ہے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں، فرمایا یہ تو شیشے سے منڈھی ہوئی عمارت ہے، کہنے لگی میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں۔''

ملکہ جب دربار کے اندر جانے لگی تو دربار کے نیچے پانی کا حوض تھا جس پر شیشے کا فرش لگا ہوا تھا۔ ملکہ نے سمجھا کہ یہ پانی ہے۔ اپنی شلوار اوپر اُٹھائی تاکہ پانی سے بھیگ نہ جائے۔ جب قدم رکھا تو اُوپر شیشے کا فرش تھا۔ یہ دیکھ کر ملکہ نے کہا کہ تمہارے رب پر ایمان لائی۔ اور تمہارا دین قبول کرتی ہوں۔

اسلام قبول کرنے کی وجوہات:

(۱) حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط جو اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نہایت رحمٰن اور رحیم ہے۔ (۲) ملکہ نے جو بیش قیمت تحفے بھیجے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُن کو قبول نہ کیا جس سے ملکہ نے اندازہ لگایا کہ اُن کے دل میں دنیا کی خواہش نہیں ہے۔ (۳) ملکہ کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی، اُن کی حکمت اور حق کی دعوت دینا تھا۔ (۴) ملکہ کا

تخت یمن سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ جانا۔ (۵) ملکہ نے دیکھا کہ اس کی شان و شوکت کتنی ہے۔ دنیا کی تمام مخلوقات اس کے ماتحت ہے مگر پھر بھی یہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے آگے جھکا رہتا ہے۔ اِن باتوں کو دیکھ کر وہ فوری بولی۔ میں بھی تمہارے رب پر ایمان لائی۔

حبشہ کے عیسائیوں کا ایمان لانا

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ﴾ (القصص:52)

''جس کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عنایت فرمائی وہ تو اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔''

سورۃ القصص: آیت نمبر:53 تا 55:

''اور جب اس کی آیتیں ان کے پاس پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کے ہمارے رب کی طرف سے حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں۔'' ''یہ اپنے کیے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا اجر دیئے جائیں گے۔ یہ نیکی سے بدی کو ٹال دیتے ہیں اور ہم نے جو انہیں دے رکھا ہے اس میں سے دیتے رہتے ہیں۔'' ''اور جب بیہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے، تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں سے (الجھنا) نہیں چاہتے۔''

اِس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اِس قرآن پر ایمان لائے ہیں۔ اُن کے لیے دوہرا ثواب ہے۔

واقعہ:

ابن ہشام نے اِس واقعہ کو لکھا ہے کہ جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں کے لوگوں نے مہاجرین سے قرآن سنا۔ حبشہ کے لوگ عیسائی تھے اور اہل کتاب تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے۔ وہاں سے بیس (۲۰) افراد کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے لیے آیا تا کہ آپ سے مل کر صحیح معلومات حاصل کر سکیں۔ آپ نے وفد کو قرآن پڑھ کر سنایا اور وفد نے بھی آپ میں وہ نشانیاں دیکھیں جو اُن کی کتابوں میں آخری نبی کے متعلق لکھی ہوئی تھیں۔ تو وہ ایمان لے آئے اور کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) ہیں۔

جب یہ قافلہ ایمان لا کر واپس جانے لگا تو وہ تمام کفار جو اِس وفد کا انتظار کر رہے تھے۔ خاص طور پر ابو جہل پہلے ہی اِن کا منتظر تھا اُس کو جب پتہ چلا کہ یہ تو ایمان لا چکے ہیں۔ تو ابو جہل نے وفد کو بُرا کہا اور یہ بھی کہا کہ تم تو احمق ہو۔ ہم نے تو تمہیں تحقیق کرنے کے لیے بھیجا

تھا۔ مگر تم نے تو اسلام قبول کرلیا ہے۔

یہ سن کر وفد نے جواب دیا کہ تمہارا مذہب تمہیں کو مبارک ہو۔ ہم تمہارے کہنے پر بھلائی سے محروم نہیں ہو سکتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قارون کا واقعہ

﴿إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ﴾ (القصص :76)

''قارون تھا تو قوم موسیٰ سے، لیکن ان پر ظلم کرنے لگا تھا ہم نے اسے (اس قدر) خزانے دے رکھے تھے کہ کئی کئی طاقت ور لوگ بہ مشکل اس کی کنجیاں اٹھا سکتے تھے، ایک بار اس کی قوم نے اس سے کہا کہ اترا مت اللہ تعالیٰ اترانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔''

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (القصص :77)

اور جو کچھ اللہ تعالی نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، یقین مان کہ اللہ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں قارون کا واقعہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بے شمار دولت دے رکھی تھی۔ اُس نے غربا میں تقسیم کرنے کی بجائے کہا کہ میں نے یہ دولت اپنی عقل کی بدولت حاصل کی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی مخالفت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو زمین میں دھنسا دیا۔

واقعہ:

قارون بنی اسرائیل کا ہی ایک فرد تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا۔ یہ بنی اسرائیل سے علیحدہ ہو کر فرعون کے پاس چلا گیا تھا۔ اور اُس کے دربار میں ایک اعلیٰ عہدہ حاصل کیا ہوا تھا۔ یہ ہر کام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتا تھا۔ اور اِس نے فرعون سے کافی دولت حاصل کر رکھی تھی۔

سورہ المومن، آیت :۲۳-۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کھلی نشانیاں دے کر فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا مگر انہوں نے کہا یہ تو جھوٹ ہے۔

قارون اپنی قوم بنی اسرائیل کا باغی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کو اتنی دولت دے رکھی تھی کہ جن سٹوروں میں رکھی جاتی تھی اِن سٹوروں کے تالوں کی چابیاں اُٹھانے کے لیے تین سو خچر درکار تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت دے رکھی ہے اِس سے زکوٰۃ دیا کرو۔ اِس دولت میں غرباء کا بھی حق ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا ہے تو بھی غربا کے ساتھ اچھا سلوک کر۔

قارون کا جواب:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کے بعد قارون نے جواب دیا کہ یہ دولت مجھے اللہ تعالیٰ نے نہیں دی بلکہ یہ دولت تو میں نے اپنی عقل اور دماغ کی وجہ سے حاصل کی ہے۔

قارون کو اِس بات کا علم نہ تھا کہ اِس سے قبل بھی اِس کی طرح کے متکبر اور مغرور لوگ گذر چکے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اِن کے تکبر اور غرور کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا۔

ایک دن قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھانے کے لیے کہ سب لوگ میری دولت کی وجہ سے پیروکار ہیں اور کھلم کھلا کہتا تھا کہ اگر تم پیغمبر ہو تو میرے پاس بے شمار دولت ہے۔

ایک دن وہ پورے شان وشوکت کے ساتھ باہر نکلا دیکھنے والوں میں جاہل لوگوں نے جب اِس کی شان وشوکت کو دیکھا تو کہنے لگے کہ کاش ہمارے پاس بھی اتنی دولت ہوتی۔

اِن جاہل لوگوں کی باتیں سن کر جو خالص اللہ تعالیٰ کے بندے تھے، کہنے لگے : ایسی خواہش نہ کرو اِس سے تو وہ شخص بہتر ہے جو ایمان لائے اور صبر کرے۔

روایت:

ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لگاتار قارون کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتیں سن کر تنگ آ گیا۔ قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف ایک سکیم بنائی۔

قارون نے اپنی ناپاک سکیم کے تحت اپنے خاص بندوں کو بلایا اور اُن کے ساتھ ایک لوگوں کا مجمع اکٹھا کیا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دعوت دی کہ وہ آکر لوگوں کو نصیحت کریں۔

قارون نے ایک فاحشہ عورت کو رقم دے کر اِس بات پر آمادہ کیا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مجمع میں آئیں تو تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگا دینا کہ آپ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور یہ بچہ اِس زنا سے پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زنا کی سزا دی جائے۔ اِس فاحشہ عورت نے جب لوگوں کے مجمع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ آپ نے میرے ساتھ زنا کیا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصے اور پورے جلال کے ساتھ اُس عورت کی طرف دیکھا، اس عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جلال اور رُعب ودبدبہ کو دیکھتے ہوئے سب کچھ بتا دیا کہ قارون نے مجھے کافی رقم دی تھی اور کہا تھا کہ مجمع عام میں تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کا الزام لگانا ہے اِس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کہ یااللہ اب تو اِس شخص نے تیرے نبی پر زنا کا الزام عائد کر دیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سن کر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) میں نے زمین کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے اب تو جو اِس کو حکم دے گا یہ تیرے حکم کی تعمیل کرے گی۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ قارون اور اِس کے ساتھیوں کو اپنے اندر لے لو۔ چنانچہ یہ الفاظ کہنے کی دیر تھی کہ قارون اور اُس کے ساتھی پاؤں تک زمین کے اندر دھنس گئے۔ تو قارون نے کہنا شروع کر دیا کہ موسیٰ مجھے معاف کر دو میں تم پر ایمان لایا۔
مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بدستور زمین کو حکم دیتے رہے اِس طرح قارون اور اُس کے ساتھی زمین میں دھنستے رہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ قیامت تک اپنی دولت کے ساتھ زمین میں دھنستا رہے گا۔

روایت:

ایک اور روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ جس طرح قارون تجھ سے معافیاں مانگتا رہا اگر وہ مجھ سے ایک دفعہ بھی معافی مانگ لیتا تو میں

معاف کر دیتا۔

قارون کا انجام اور زمین میں دھنسنے کا منظر دیکھ کر وہ اشخاص کہنے لگے کہ اچھا ہوا اللہ تعالیٰ نے ہمیں دولت نہیں دی ورنہ ہمارا حشر بھی یہی ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا انجام پرہیزگاروں کے ساتھ کرے۔

مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو پکارنا

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾(العنکبوت:65)

"پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔"

﴿لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾(العنکبوت:66)

"تاکہ ہماری دی ہوئی نعمتوں سے مکرتے رہیں اور برتتے رہیں۔ ابھی ابھی پتہ چل جائے گا۔"

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب یہ لوگ کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں اور جب طغیانی آجاتی ہے تو صرف ایک اللہ کو پکارتے ہیں اور جب خشکی پر آجاتے ہیں تو پھر شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور میری نعمتوں کا کفر کرنے لگ جاتے ہیں۔ اِس میں مشرکین سے خطاب ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کو پکارنا، اور جب مصیبت ختم ہوگئی تو پھر بتوں کی عبادت کرنا۔

واقعہ:

سیرت ابن ہشام میں اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ واقعہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو جن دس آدمیوں کے قتل کا حکم دیا تھا اُن میں ایک ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو عکرمہ بھاگ کر یمن کی طرف چلا گیا اور سمندر پار کرنے کے لیے ایک کشتی میں سوار ہوگیا اچانک سمندر میں طوفان آگیا تو ملاح نے کہا کہ سب لوگ اپنے اپنے خداؤں کو یاد کرو۔ ملاح کے کہنے پر سب لوگوں نے اپنے اپنے خداؤں کو یاد کیا مگر طوفان کم ہونے کی بجائے اور زیادہ ہوگیا اور کشتی ڈولنے لگی۔ ملاح نے دیکھا کہ کشتی ڈوبنے کے قریب ہے تو اُس نے تمام مسافروں سے کہا کہ اب تمام مسافر صرف ایک اللہ کو یاد کرو جو رب العالمین ہے۔ وحدہ لاشریک ہے اور آخرت کا بھی مالک

ہے۔ اِن مسافروں میں عکرمہ بھی تھا۔ جو اِس ایک خدا سے ڈر کر بھاگا تھا۔ رسول اللہ ﷺ بھی اِس کو ایک خدا کی عبادت کا فرماتے تھے۔ اب عکرمہ نے سوچا کہ رسول اللہ ﷺ بھی تو اِسی ایک اللہ کی عبادت کا کہتے تھے۔ اگر ایک اللہ اِس طوفان سے ہمیں بچا سکتا ہے تو خشکی پر وہ کیوں نہیں بچا سکتا۔ لہٰذا اُس نے دل میں کہا کہ اگر میں اِس طوفان سے بچ گیا تو سیدھا مکہ جا کر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لے آؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کو بچالیا اور ملاح واپس کشتی کو ساحل پر لے آیا تو عکرمہ کشتی سے اُتر کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف عکرمہ کی بیوی جو مکہ میں تھی اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئی تھیں۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ سے عکرمہ کے لیے بھی امان طلب کی جو رسول اللہ ﷺ نے دے دی۔ رسول اللہ ﷺ کے پناہ دینے پر وہ ساحل سمندر کی جانب چل پڑی تا کہ عکرمہ کو واپس لا سکے۔ اُدھر عکرمہ بھی اسلام قبول کرنے کو تیار تھا۔ عکرمہ نے اپنی بیوی کے ہمراہ واپس مکہ میں آ کر اسلام قبول کر لیا۔ اور باقی تمام زندگی جہاد میں حصہ لیتے رہے اور جنگ یرموک میں آپ نے شہادت پائی۔

رومی مغلوب ہو گئے مگر دوبارہ غالب آئیں گے

﴿الم﴾(روم:01)

الف،لام،میم۔

﴿غُلِبَتِ الرُّومُ﴾(روم:02)

”رومی مغلوب ہو گئے ہیں۔“

﴿فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ﴾(روم:03)

”نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔“

﴿فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ﴾(روم:04)

”چند سال میں ہی۔اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔اس روز مسلمان شادمان ہوں گے۔“

﴿بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾(روم:05)

”اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔اصل غالب اور مہربان وہی ہے۔“

﴿وَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾(روم:06)

”اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

اِس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رومی قریب کی زمین سے مغلوب ہو گئے ہیں۔یہ چند سال کے اندر دوبارہ غالب آجائیں گے۔اللہ تعالیٰ ہی کا اختیار پہلے بھی اور بعد میں بھی ہے۔یہ وہ دن ہوگا جب اہل ایمان اللہ کو دی ہوئی فتح پر خوشیاں منا رہے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ہی فتح دیتا ہے اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور رحیم ہے۔یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

واقعہ:

یہ واقعہ اُس وقت ہوا جب ایران کی حکومت (جو آگ کی پوجا کرتی تھی) نے روم کی حکومت (عیسائی تھی) پر غلبہ حاصل کر لیا۔ روم کی حکومت کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروکار تھی۔ مکہ میں بھی بت پرستی تھی۔ مسلمان بھی اہل کتاب تھے اور عیسائی بھی اہل کتاب تھے۔ اِسی وجہ سے مسلمان عیسائیوں کے نزدیک تھے جبکہ مشرکین مکہ ایرانی آتش پرستوں کی طرف رجحان رکھنے والے تھے، اس لیے کہ دونوں ایک اللہ تعالیٰ کی بجائے بت پرستی اور آگ کو پوجنے والے تھے۔ جب ایران نے فتح حاصل کی تو مکہ کے کافروں نے خوشیاں منائیں۔ مکہ کے کافر مسلمانوں کو کہہ رہے تھے کہ اگر اللہ ہوتا تو روم والوں کی مدد نہ کرتا۔

تاریخی واقعہ:

رسول اللہ ﷺ نے ابھی نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا۔ ایران کے بادشاہ خسرو کے خلاف بغاوت ہوئی تو ایران کے بادشاہ نے بھاگ کر روم کے بادشاہ مارلیس کے ہاں پناہ لی۔ اس وقت ایران کا بادشاہ کسریٰ کہلاتا تھا۔ روم کا بادشاہ قیصر کہلاتا تھا۔ لہٰذا روم کے بادشاہ قیصر نے اپنی فوجیں بھیج کر خسرو کو ایران کا دوبارہ بادشاہ بنا دیا۔ اور اپنی بیٹی بھی اُس سے بیاہ دی۔ اس وجہ سے قیصر اور کسریٰ کے درمیان رشتہ داری بھی ہوگئی۔

روم میں بغاوت:

روم میں مارلیس کی حکومت تھی۔ اِس کا لقب قیصر تھا۔ اِس کے خلاف ایک جرنیل جس کا نام فوکاس تھا قیصر کے خلاف بغاوت کر دی اور ظلم کی انتہا یہ کی کہ قیصر کے پانچ بیٹوں کو قتل کر دیا۔ اور اِن سب کے سروں کو قسطنطنیہ کی دیوار کے ساتھ لٹکا دیا۔ چند روز کے بعد ہی قیصر کی بیوی اور تین بیٹیوں کو بھی قتل کر دیا۔

ایران کے بادشاہ خسرو کی چونکہ روم کے بادشاہ سے رشتہ داری تھی اور وہ روم کے بادشاہ کو اپنا روحانی باپ سمجھتا تھا۔ اور روم کے بادشاہ نے مشکل وقت میں ایران کے بادشاہ کی مدد کی تھی۔ خسرو کو دوبارہ بادشاہ بنایا تھا اور اپنی بیٹی بھی خسرو سے بیاہ دی تھی۔ لہٰذا خسرو نے اعلان کر دیا کہ وہ اب فوکاس سے اس ظلم کا بدلہ لے گا۔ چنانچہ بدلہ لینے کی خاطر اُس نے روم پر حملہ کر دیا۔ اور فوکاس کی فوجوں کو شکست دیتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ جب روم کے بادشاہ

فوکاس کو یقین ہوگیا کہ اب میری حکومت نہیں بچ سکتی تو اُس نے افریقہ کی حکومت سے مدد طلب کی۔ جس پر افریقہ کی حکومت نے اپنے جرنیل ہرقل کی قیادت میں ایک بحری بیڑہ روانہ کیا۔ جس نے آتے ہی روم پر قبضہ کرلیا اور فوکاس کو گرفتار کرلیا۔ ہرقل نے فوکاس کو گرفتار کرکے اُس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اِس نے روم کے سابق بادشاہ کے ساتھ کیا تھا۔ ہرقل نے فوکاس سمیت تمام خاندان کو قتل کردیا۔ اور خود روم پر حکومت کرنے لگا۔

یہ واقعہ ۶۱۰ء کا ہے اور اِسی سال رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا۔ اگرچہ روم کا بادشاہ فوکاس بھی اور اُس کا خاندان قتل ہوگیا مگر ایران کے بادشاہ نے روم پر حملہ جاری رکھا۔ روم کے لوگ جو روم کی حکومت سے تنگ تھے مسلک کے حساب سے بھی روم کے دو عیسائی فرقے نسطوریا اور یعقوبیا حکومت کے خلاف تھے وہ بھی ایران کی فوج میں بھرتی ہوگئے اِسی طرح روم میں جو یہودی تھے وہ بھی ایران کے ساتھ شامل ہوگئے۔ حالانکہ ایران کے بادشاہ خسرو کا مذہب آگ کی پوجا کرتا تھا اور یہودی اہل کتاب تھے۔ مگر روم کی عیسائی حکومت نے یہودیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہ کیا تھا۔ کیونکہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی تسلیم نہیں کیا تھا اور اُن کی مخالفت کی تھی۔ جبکہ روم کی حکومت عیسائی تھی۔ اِس طرح ایران کے بادشاہ خسرو کی سب نے مدد کی، یعنی یہودی، مجوسی آگ کی پوجا کرنے والے اور باقی بھی تمام غیر عیسائی لوگ بھی ایران کی فوج کا ساتھ دینے لگے۔

ایران کے بادشاہ خسرو نے روم کے اکثر علاقے فتح کرلیے۔ جس میں دمشق اور بیت المقدس بھی شامل تھا۔ بلکہ بیت المقدس میں تو نوے ہزار عیسائیوں کو قتل کردیا گیا اور اِن کی بیت المقدس میں بڑی صلیب جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اِس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جان دی ہے وہ بھی اُٹھا کر ایران لے گیا۔

اِن فتوحات کے بعد ایران کا بادشاہ خسرو اپنے آپ کو سب سے بڑا خدا سمجھنے لگا اور روم کے بادشاہ ہرقل کو خط لکھا۔

خط کا ترجمہ:

سب خداؤں کے سب سے بڑے خدا اور تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے ایک کمینہ اور بے شعور ہرقل کے نام تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے رب پر بھروسہ کیا ہے تو تیرے

رب نے میرے ہاتھوں سے یروشلم کو بچالیا۔

مکہ کی حالت:

اِن حالات میں ایران والے آگ کی پوجا کرتے تھے۔ اور روم کے عیسائی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ اِس جنگ میں ایران فاتح تھا۔ مکہ کے لوگ بت پرست تھے۔ اور یہ بھی ایک اللہ کی بجائے بہت سارے مٹی کے بنائے ہوئے خداؤں کی عبادت کرتے تھے۔ اُن دنوں کافروں سے تنگ آئے ہوئے مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ وہاں بھی حکومت عیسائی تھی ایران کی فتح سے مکہ کے کافر خوش تھے کہ ایک اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں کو شکست ہو رہی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کو بھی طعنہ دے رہے تھے کہ دیکھو ایک اللہ کے، رسالت اور وحی کے ماننے والوں کو شکست ہو رہی ہے۔ اِن حالات میں مشرک خوش تھے اور مسلمان مایوس تھے۔

سورت کا نزول:

اِن حالات میں جب روم کی عیسائی حکومت تباہ ہو چکی تھی اور مسلمان بھی کافروں کے ظلم سے تنگ تھے اور حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی کہ روم والے مغلوب ہو گئے ہیں۔ مگر چند سال کے اندر ہی دوبارہ غالب آجائیں گے۔ اور یہی وہ سال ہوگا جب مکہ کے مسلمان بھی اپنی فتح کی خوشیاں منا رہے ہوں گے۔

روم کے حالات:

جب یہ سورت نازل ہوئی تو بظاہر کوئی امکان نہیں تھا کہ رومی کبھی دوبارہ یہ علاقے فتح کر سکیں گے۔ ایران نے روم کے تمام علاقوں کو فتح کرلیا تھا۔ حتی کہ مصر اور طرابلس کو بھی فتح کرلیا تھا۔ روم کا بادشاہ ہرقل شکست کھا کر تیونس بھاگ گیا تھا۔ روم کے بادشاہ نے صلح کی بھی کوشش بھی کی مگر ایران کے بادشاہ نے شرط لگائی کہ ہرقل کو گرفتار کرکے میرے سامنے پیش کرو اور ساتھ یہ حکم جاری کیا کہ روم کے لوگ عیسائی مذہب چھوڑ کر ایران کا مذہب یعنی آگ کی پوجا کریں۔ انہی شرائط کی وجہ سے ہی ہرقل قسطنطنیہ چھوڑ کر تیونس بھاگ گیا تھا۔

مکہ کے حالات:

ادھر مکہ کے حالات یہ تھے کہ مسلمان نہایت کمزور تھے مشرک طاقت ور تھے۔ مسلمان

مجبور ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ جب یہ سورت نازل ہوئی تو مکہ کے مشرک اِس کا مذاق اُڑانے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

شرط لگانا:

مکہ کے ایک مشرک ابی بن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر روم والے غالب آگئے میں دس اونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دوں گا ورنہ اُن سے دس اونٹ لوں گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس شرط کا علم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تین سال کی بجائے دس سال کر دو اور دس (۱۰) اونٹوں کی بجائے (۱۰۰) اونٹ کر دو۔ شرط یہ تھی کہ اگر دس سال کے اندر روم کے بادشاہ نے ایران کو دوبارہ فتح کر لیا تو ابی بن خلف سو اونٹ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دے گا۔ اور اگر روم والے ایران کو دس سال کے اندر شکست نہ دے سکے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے سو اونٹ مشرک ابی بن خلف کو دیں گے۔

ہجرت:

اِسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ میں چلے گئے اُدھر روم کے بادشاہ ہرقل نے خاموشی سے ایران پر حملہ کر دیا۔ اور اُس نے یہ حملہ ایران کے پیچھے کی طرف سے کیا۔ ہرقل کے پاس سرمایہ کی کمی تھی لہٰذا اُس نے روم کے عیسائی پادریوں سے مدد طلب کی۔ انہوں نے جو رقم کلیسا میں جمع تھی وہ ہرقل کو دے دی، جس پر ہرقل نے حملہ کر کے آذر بائیجان میں سب سے بڑے آگ والے مذہبی مقام کو تباہ کر دیا۔ اور ایران کے آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اِس کے بعد ہرقل ایران کے علاقے فتح کرتا گیا۔ اور دس سال کے اندر ایران کو مکمل شکست دے دی۔

اُدھر جو مسلمان ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ چلے گئے تھے۔ مدینہ کے مسلمانوں اور مکہ کے مشرکوں کے درمیان بدر کے مقام پر مقابلہ ہوا مشرکوں کے ستر (۷۰) سردار اِس جنگ میں قتل ہو گئے اِس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے دونوں اللہ تعالیٰ کے احکامات پورے ہوئے۔

شرط:

جب یہ شرط لگائی گئی تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے شرط کو منع نہ فرمایا تھا۔ مگر بعد میں اللہ

تعالیٰ نے شرط لگانے کو منع فرما دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابی بن خلف سے سو اونٹ لے کر ان کو صدقہ کر دو۔

قرآن کی آیات کا مذاق اُڑانا

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾(لقمان :06)

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

﴿وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّى مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾(لقمان :07)

''جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹ لگے ہوئے ہیں، آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی شخص وہ بھی ہے تو خوش کلام خرید کر لاتا ہے تا کہ لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلنے سے بھٹکا دے۔ اور اِس کا مذاق بنا دے۔ اور جب اِس کو ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑے غرور اور گھمنڈ سے اپنا رخ پھیر لیتا ہے۔ اِس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

واقعہ:

قریش کے سرداروں میں ایک شخص نضر بن حارث تھا۔ ان دنوں مکہ میں شاعری کا زور تھا اور شاعری کے سالانہ مقابلے ہوتے کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا تو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے چرچے عام ہونے لگے ،لوگوں نے قرآن سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور عرب کا کوئی شاعر اِس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس مشرک نضر بن حارث نے یہ حل نکالا وہ ایک لونڈی خرید کر لایا۔ جس کی آواز بہت اچھی اور

گانے بجانے کی ماہر تھی۔ وہ ساری رات گانے گاتی، لوگ اُسے سنتے اور پھر وہ لوگ دن بھر سوئے رہتے۔ اِس طرح یہ مشرک خوش تھا کہ دن کو رسول اللہ ﷺ جب تلاوت کرتے ہیں تو لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں اوراس طرح سے وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے تلاوت نہیں سن سکتے تھے۔ اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے اِسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

حضرت لقمان کون تھے

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾(لقمان:12)

''اور ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کر ہر شکر کرنے والا اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے جو بھی ناشکری کرے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔''

سورۃ لقمان: آیت نمبر:13 تا 19:

''اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔'' ''ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' ''اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کردوں گا۔'' ''پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔'' ''اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا (یقین مانو) کہ یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے۔'' ''لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلانا (منہ پھیر کر بات نہ کرنا) اور زمین پر اترا کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔'' ''اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز پست کر یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔''

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سورہ لقمان نازل فرمائی۔ جس میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹوں کو نصیحتیں بھی فرمائیں۔ مگر اس کی کوئی مستند تاریخ نہیں ہے کہ آپ کون تھے۔

(۱) ایک روایت کے مطابق آپ قوم عاد کے ایک فرد تھے۔ اور بادشاہ تھے حضرت سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ جب قومِ عاد پر عذاب آیا تو آپ بھی حضرت ھود علیہ السلام کے ساتھ اِس عذاب سے بچ گئے۔ اور پھر انہوں نے یمن میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ اور بادشاہ بنے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق آپ ایک حبشی غلام تھے۔

(۳) بعض مفسرین کے نزدیک آپ حضرت لقمان علاقہ نوبہ کے رہنے والے تھے۔ اور آپ کا رنگ سیاہ تھا۔

ایک روایت کے مطابق جس کو مفسرین کی اکثریت نے لکھا ہے کہ آپ ایک حبشی غلام تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت لقمان سے پوچھا کہ آپ کیا غلام نہیں ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں غلام ہوں، اُس شخص نے دوبارہ پوچھا کہ تم چرواہے نہیں ہو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں چرواہا ہوں۔ اُس نے پھر پوچھا کیا تم تمہارا رنگ سیاہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میرا رنگ سیاہ ہے۔

اِس کے بعد حضرت لقمان نے اُس شخص سے پوچھا کہ آپ مجھ سے یہ سوال کیوں کر رہے ہو۔ تو اُس شخص نے کہا کہ اِن تمام باتوں کے باوجود بھی لوگ آپ کے پاس نصیحت حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اور آپ کی عزت کرتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت لقمان نے فرمایا کہ میں تمہیں چند باتیں بتاتا ہوں۔ اگر تم اُس پر عمل کرو گے تو لوگ تمہاری بھی باتیں سنیں گے۔

(۱) آنکھوں کو حرام چیزوں سے بند کرلو۔

(۲) زبان کو بے ہودہ باتوں سے روک لو۔

(۳) صرف حلال مال کھایا کرو۔

(۴) اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔

(۵) زبان سے سچ بولا کرو۔

(۶) اپنے وعدہ کو پورا کرو۔

(۷) مہمان کی عزت کرو۔

(۸) پڑوسی کا خیال کرو۔

(۹) فضول کاموں کو چھوڑ دو۔

(۱۰) اِن باتوں کی وجہ سے بزرگی پائی ہے۔

روایت:

حضرت خالد الربعی کا قول ہے کہ ایک دفعہ آپ کے مالک نے حضرت لقمان سے فرمایا کہ جاؤ بکرے کے گوشت کے دو بہترین ٹکڑے لے کر آؤ۔ آپ نے بکرے کی زبان اور دل لیے اور آکر مالک کی خدمت میں پیش کر دیے۔ کچھ عرصہ کے بعد مالک نے پھر کہا کہ جاؤ بکرے کے گوشت کے دو بدترین ٹکڑے لے کر آؤ تو آپ نے زبان اور دل لا کر دے دیے۔ اِس پر مالک نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تم نے دونوں بار زبان اور دل ہی لا کر دیئے ہیں؟ اِس پر آپ نے فرمایا: اگر یہ دونوں حصے اچھے ہوں تو انسان بہترین ہے اور اگر یہ دونوں حصے بُرے ہوں تو انسان بدترین ہے۔

مدینہ کا سب سے پہلا مسلمان

سورہ لقمان:

ہجرت سے تین سال قبل ایک شخص مدینہ سے مکہ آیا جس کا نام سوید بن صامت تھا۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ سے مل کر آپ ﷺ کی باتیں سنیں۔ اور عرض کی کہ میرے پاس ایک کتاب ہے جس میں اِس طرح کی حکیمانہ باتیں درج ہیں آپ نے فرمایا کہ اُس کتاب کا کیا نام ہے تو اُس نے عرض کی کہ مجلد لقمان ہے۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ قرآن ہے وہ اِس کلام سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس کو قرآن پڑھ کر سنایا سوید بن صامت نے عرض کی واقعی یہ بہتر ہے۔

سعید بن صامت اپنی بہادری شجاعت شعروسخن اور شرافت میں کامل تھا۔ ایک روایت کے مطابق وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آیا اور مدینہ واپس چلا گیا وہاں ایک جنگ جو جنگ بعاث کے نام سے مشہور ہے اُس میں مارا گیا۔

حضرت زید بن حارث کون تھے

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾(الاحزاب:05)

”ان کو ان کے حقیقی والد کی نسبت کرتے ہوئے پکارو، یہ بات اللہ کے ہاں زیادہ انصاف والی ہے، اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم نہ ہوتو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں، اور جو تم سے خطاء ہو چکی اس کے حوالے سے تم پر کوئی گناہ نہیں، لیکن جو تم دل کے قصد اور ارادے سے کرو (اس کا گناہ ہے۔) اور اللہ تعالیٰ خوب معاف کرنے والا اور نہایت رحیم والا ہے۔“

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منہ بولے بیٹوں کو اُن کے اصل باپوں کے نام سے پکارو۔ دراصل حضرت زید کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ اور لوگ اِن

کو زید بن محمد ﷺ کہتے تھے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو اپنے اصلی باپ کے نام سے پکارو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد پھر حضرت زید بن حارث کہا جانے لگا۔

حضرت زید:

پورے قرآن میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کا یہ واحد شخص ہے جن کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف صرف اشارہ کیا ہے۔ اس میں ایک آیت حضرت زید کے متعلق ہے جس میں آپ کا نام لیا ہے۔ جب آپ کی حضرت زینب سے طلاق ہوئی۔ اور دوسرا شخص بدترین کافر ابولہب ہے۔ جس کے بارے میں مکمل سورت نازل ہوئی۔ اس سورت میں اس کافر کا نام ہے۔ حضرت زید شام کے باشندے تھے۔ ابھی آپ بچے ہی تھے کہ تہامہ کے چند گھوڑ سوار اِدھر سے گزرے اور انہوں نے آپ کو پکڑ لیا اور مکہ میں آ کر فروخت کر دیا جس کو حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بھتیجے نے خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کو تحفہ میں دے دیا۔ حضرت خدیجہ نے اس غلام بچہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے اس کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا والد:

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بچپن میں اغوا کیا گیا تو حضرت زید کا والد آپ کو تلاش کرتا رہا۔ اور دربدر کی ٹھوکریں کھاتا رہا۔ اور اپنے بیٹے کی جدائی میں دکھ بھرے شعر کہتا رہا۔ ایک دفعہ ایک وفد نے اس کو بتایا کہ تمہارے بیٹے کی شکل کا لڑکا ہم نے مکہ میں دیکھا ہے تو وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تلاش میں مکہ آ گیا اور اپنے بیٹے کو تلاش کر لیا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ یہ میرا بیٹا زید ہے۔ آپ اس کو آزاد کرنے کا فدیہ لے لیں اور ہمارے ساتھ جانے دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فدیہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم زید کو بلا لیتے ہیں اور اُس سے پوچھ لیتے ہیں۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور وہ آزاد ہے۔ لیکن اگر وہ میرے ساتھ رہنا چاہے تو تمہیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ جب زید کے والدین نے زید سے پوچھا تو اُس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

رہنے کو ترجیح دی۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید کو ساتھ لے جا کر خانہ کعبہ میں اعلان فرمایا کہ آج سے زید آزاد ہے اور میں نے اِس کو اپنا بیٹا بنالیا ہے۔

اِس پر لوگ زید کو زید بن محمد ﷺ کہنے لگے جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگ دوبارہ آپ کو زید بن حارث کہنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں حضرت زید کو ایک لشکر کا امیر بنا کر روم کی طرف بھیجا جو غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے ماتحت میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت جعفر، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت خالد بن ولید بھی تھے۔ آپ کا مقابلہ روم کی فوج کے ساتھ تھا جس کی تعداد ایک لاکھ تھی جبکہ آپ کے ساتھ صرف تین ہزار صحابہ تھے۔ آپ نے موتہ کے مقام پر شہادت پائی۔

------❀❀❀------

غزوہ احزاب (خندق)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾(الاحزاب:09)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا اسے یاد کرو جبکہ تمہارے مقابلے کو فوجوں پر فوجیں آئیں پھر ہم نے ان پر تیز وتند آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے۔''

سورۃ الاحزاب: آیت نمبر:13 تا 13:

''جب کہ (دشمن) تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔'' ''یہیں مومن آزمائے گئے اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیئے گئے'' ''اور اس وقت منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک کا) مرض تھا کہنے لگے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکا فریب کا ہی وعدہ کیا تھا۔'' ''ان ہی کی ایک جماعت نے آواز لگائی کہ اے مدینہ والو! تمہارے لئے ٹھکانہ نہیں چلو لوٹ چلو، اور ان کی ایک اور جماعت یہ کہہ کر نبی ﷺ سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ (کھلے ہوئے اور) غیر محفوظ نہ تھے (لیکن) ان کا پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہونے کا تھا۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو یاد کرو میرا احسان جب تم پر لشکر چڑھ آئے تو میں نے ایک سخت آندھی بھیجی اور فوجیں روانہ کیں جو تم نظر نہ آتی تھیں۔ جب دشمن اُوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے۔

غزوہ احزاب سے قبل کے واقعات:

مسلمانوں کو غزوہ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے شکست ہوئی تو کافروں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کا پروگرام بنالیا۔ اِس کی اطلاع جب رسول اللہ ﷺ کو ملی تو رسول اللہ ﷺ نے بھی تیاریاں شروع کر دیں۔

سریہ ابوسلمہ:

رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنو اسد آپ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے تو آپ نے فوری ابوسلمہ کی قیادت میں ڈیڑھ سو انصار اور مہاجرین کا ایک لشکر روانہ کیا۔ اِس لشکر نے اچانک بنو اسد پر حملہ کیا۔ اچانک حملہ کی وجہ سے وہ بھاگ گئے۔ اور یہ لشکر مالِ غنیمت لے کر واپس آ گیا۔

حضرت عبداللہ بن انیس:

رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ مشرک خالد بن سفیان کی قیادت میں حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ نے اطلاع ملتے ہی حضرت عبداللہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا جس نے اچانک حملہ کیا اور مشرکوں کے سردار خالد کا سر کاٹ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اِس سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے اپنا عصا حضرت عبداللہ کو دیا اور فرمایا کہ قیامت کے روز یہ میری تمہارے پاس نشانی ہوگی۔ آپ حضرت عبداللہ کی جب وفات ہائی تو آپ نے وصیت کی کہ اِس عصا کو میرے کفن کے ساتھ باندھ دینا اور میرے ساتھ ہی دفن کر دینا۔

رجیع کا حادثہ:

رسول اللہ ﷺ کے پاس بنو قارہ کے کچھ آدمی حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے قبیلہ میں اسلام کا بڑا چرچا ہے لہٰذا ہمارے ساتھ کچھ لوگوں کو روانہ کریں تا کہ وہ وہاں جا کر تبلیغ کریں۔ آپ نے اُن کے ساتھ دس (۱۰) صحابہ کو روانہ کیا مگر راستہ میں ہی بنو ہذیل قبیلہ کے لوگوں نے اِن سات صحابہ کو شہید کر دیا اور تین کو گرفتار کر کے مکہ کی طرف چلے تا کہ وہاں کے مشرکوں کے ہاتھوں فروخت کر دیں۔ اُن میں ایک صحابی نے جانے سے انکار کر دیا تو بنو ہذیل کے لوگوں نے اُس کو بھی شہید کر دیا اور اِس طرح دو صحابہ حضرت خبیب اور حضرت زید کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا کیونکہ اِن دونوں نے غزوہ بدر میں مشرکوں کے سرداروں کو قتل کیا تھا۔

حضرت خبیب:

مشرکین نے جب حضرت خبیب کو شہید کرنے لگے تو آپ نے مشرکوں سے صرف دو نفل پڑھنے کی اجازت لی۔ اِس پر کفار نے کہا کہ اِس وقت آپ کے نبی تمہارے بجائے

ہمارے پاس ہوتے اور تم اپنے بال بچوں میں آرام سے پہنچے ہوتے تو آپ نے فرمایا کہ میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک کانٹا بھی لگے۔ جس سے آپ کو تکلیف ہو۔ اِس کے بعد مشرکوں نے آپ کو سولی پر لٹکا دیا رات کو عمرو بن امیہ آئے اور آپ کی لاش کو دفن کر دیا۔

دوسرے صحابی حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا کیونکہ حضرت زید نے بدر کے میدان میں صفوان کے والد کو قتل کر دیا تھا۔ لہٰذا صفوان نے آپ کو شہید کر دیا۔

بیر معونہ کا واقعہ:

عامر بن مالک ایک مشرک تھا اُس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ صحابہ کو روانہ کریں تاکہ یہ میرے قبیلہ میں اسلام کی دعوت دیں۔ جس پر آپ نے ستر (۷۰) صحابہ کو روانہ کیا مگر راستہ ہی میں عامر کے کہنے پر بنو سلیم قبیلہ نے حملہ کر کے ایک کے سوا تمام صحابہ کو شہید کر دیا، صرف حضرت کعب بن زید بچ گئے، اِن کے دو ساتھی حضرت مقداد اور حضرت عمرو اپنے اونٹ چرا رہے تھے، اِن کو جب پتہ چلا کہ ہمارے ساتھی صحابہ کو شہید کیا جا رہا ہے تو یہ بھی بھاگ کر وہاں گئے۔ اُن کافروں نے حضرت مقداد کو شہید کر دیا اور حضرت عمرو کو قید کر دیا، بعد میں ان کے بال کاٹ کر آزاد کر دیا، آپ نے ہی مدینہ آکر رسول اللہ ﷺ کو اِس واقعہ کی اطلاع کی۔

حضرت عمرو جب مدینہ میں واپس آرہے تھے، تو آپ نے دیکھا کہ بنو کلاب کے دو آدمی اپنی سواریوں سے اُتر رہے ہیں۔ تو آپ نے انتظار کیا کہ یہ سو جائیں۔ جب وہ سو گئے تو آپ نے دونوں کو قتل کر دیا۔ اور مدینہ میں آکر واقعہ سنا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِس قبیلہ کے ساتھ معاہدہ تھا جس کا حضرت عمرو کو پتہ نہیں تھا۔ حضرت عمرو نے اپنے ستر ساتھیوں کی شہادت کا بدلہ لیا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم اِس قبیلہ کو دیت دیں گے۔

غزوہ احزاب:

غزوہ اُحد کے بعد رسول اللہ ﷺ لگاتار ایک سال تک مختلف غزوات میں مصروف رہے۔ کیونکہ اِس غزوہ میں مسلمانوں کی شکست کے بعد مشرکوں کے حوصلہ بڑھ گئے تھے۔ مگر

مسلمانوں نے اُن کا ہر جگہ مقابلہ کیا۔ تو کچھ امن ہوا۔ اب یہودیوں نے خیال کیا کہ اب مسلمان مضبوط ہو رہے ہیں تو وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔

سب سے پہلے بنونضیر قبیلہ جو یہودی تھے اِن کے بیس (۲۰) یہودی سردار قریش کے پاس گئے اور ابوسفیان سے ملے اور کہا کہ اگر تم مدینہ پر حملہ کرو گے تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے، یہ سن کر قریش نے حامی بھر لی۔

یہودی اِس کے بعد قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور اُن کو بھی مسلمانوں پر حملہ کے لیے اُکسایا یہ قبیلہ بھی تیار ہو گیا۔ اِس کے بعد دوسرے قبیلوں کو بھی اُکسایا اِس طرح قریش، بنو کنانہ اور تہامہ کے قبیلے جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ اِس تمام لشکر کا سپہ سالار ابوسفیان تھا۔ اِن تمام کی تعداد چار ہزار تھی۔ بعد میں اِن میں قبیلہ سلیم بھی تیار ہو گیا۔ اِن کو دیکھ کر قبیلہ غطفان، بنو اسد بنو فرازہ اور بنو مرارہ بھی تیار ہو گئے۔ اِس طرح اِس لشکر کی تعداد دس ہزار کے قریب افراد تھے۔ جبکہ اِس کے مقابلہ میں مدینہ میں کل سات سو کے قریب تھے۔

مدینہ کا دفاع:

رسول اللہ ﷺ کو جب علم ہوا کہ مشرکوں کا لشکر جس کی تعداد دس ہزار ہے اور وہ حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ جب ہمارے دشمن تعداد میں زیادہ ہوتے تھے تو ہم شہر کے باہر خندق کھود دیتے تھے۔ اِس طرح دشمن شہر کے اندر داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس مشورہ کو پسند کیا اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ شہر کے باہر خندق کھودی جائے۔ خود رسول اللہ ﷺ بھی خندق کھودنے میں شریک تھے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے انصار اور مہاجرین کے لیے دعائیں بھی کر رہے تھے۔ بھوک کا یہ حال تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہمارے پاس دو کلو جو لایا جاتا جن سے بو آتی مگر ہم اُس کو بھی کھا جاتے۔

معجزات:

(۱) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو

بھوک لگی ہوئی ہے تو انہوں نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جو پیس کر روٹیاں تیار کیں، رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ صحابہ کو بھی بلا لیا جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ سب صحابہ نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اِس کے بعد بھی ہانڈی میں اتنا ہی سالن باقی تھا۔

(۲) حضرت نعمان بن بشیرؓ کی بہن چند کھجوریں لے کر آئی تا کہ اپنے بھائی کو دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا تو کھجوروں کو ایک کپڑے میں رکھ دیا اور سب صحابہ کو کھانے کی دعوت دی۔ سب صحابہ نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں۔ اِس کے بعد بھی کپڑے میں اتنی ہی کھجوریں موجود تھیں۔ پھر اِن کھجوروں کو ایک صحابی نے کھایا۔

(۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خندق کھودتے وقت ایک چٹان آگئی جو بڑی سخت تھی۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا، آپ نے بسم اللہ پڑھ کر ایک کدال چٹان پر ماری جس سے ایک ٹکڑا علیحدہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: مجھے شام کی چابیاں دے دی گئیں ہیں اور میں سرخ محل دیکھ رہا ہوں۔ دوسری ضرب لگائی تو دوسرا کونہ بھی ٹوٹ گیا، آپ نے فرمایا: اللہ اکبر مجھے فارس (ایران) بھی دے دیا گیا ہے اور میں مدائن کے سفید محل دیکھ رہا ہوں، آپ نے تیسری ضرب لگائی تو چٹان ٹوٹ گئی، آپ نے فرمایا: مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں ہیں اور میں اِس وقت صفا کو دیکھ رہا ہوں۔ اِس طرح خندق کھود لی گئی تو کفار کا لشکر کا بھی آ گیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب آیت :۲۲ میں فرمایا کہ جب اہل ایمان نے اِن کافروں کی بہت بڑی تعداد کو دیکھا تو کہا: یہ تو وہی چیز ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ اور اِس کے رسول ﷺ نے وعدہ کیا تھا۔ اِن کا ایمان اور بڑھ گیا۔

سورہ احزاب آیت :۱۲ میں فرمایا کہ جب منافقین نے کافروں کی بہت بڑی تعداد کو دیکھا کیونکہ اِن کے دل میں ایک بیماری تھی تو منافقین نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اِس کے رسول ﷺ نے جو وعدہ کیا تھا وہ صرف ایک دھوکا تھا۔

مسلمانوں کی تعداد تین ہزار اور کافروں کی تعداد دس ہزار تھی اور درمیان میں ایک خندق تھی۔ عرب میں اِس قسم کی خندق کا تصور بھی نہ تھا۔ لہٰذا کفار نے جب خندق دیکھی تو وہ

پریشان ہو گئے۔ انہوں نے دو تین جگہ پر خندق پار کرنے کی کوشش کی مگر مسلمانوں نے اُن کو باہر دھکیل دیا۔

ایک دفعہ کافروں کے تین آدمیوں نے خندق پار کر لی جن میں عمرو، عکرمہ اور ضرار تھے۔ اِن میں سب سے بہادر عمرو تھا۔ جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ اور باقی دو عکرمہ اور ضرار بھاگ گئے۔ اِس کے بعد کفار کو خندق پار کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اِس عرصہ میں مسلمان کوئی نماز نہ پڑھ سکے اِس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے بددعا دی۔ یہ باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی البتہ تیراندازی سے مقابلہ ہوتا رہا۔ اِس جنگ میں چھ (۶) مسلمان شہید اور دس کافر قتل ہوئے۔

حضرت سعد بن معاذ:

اِس جنگ میں حضرت سعد بن معاذ کو ایک تیر لگا جس سے اِن کے بازو کی ایک رگ کٹ گئی یہ تیر ایک مشرک حبان بن عرقہ نے چلایا تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

دعا:

اے اللہ تو جانتا ہے جس قوم نے تیرے رسول (ﷺ) کی تکذیب کی اور اپنے شہر سے نکال دیا، مجھے تیری راہ میں جہاد کرنا سب سے محبوب ہے۔ یا اللہ میرے خیال میں کفار اور مسلمانوں کے درمیان آخری جنگ ہے اے اللہ اگر قریش کے ساتھ کوئی اور جنگ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ اور اگر جنگ ختم ہو گئی ہے تو پھر تو جو چاہے۔ مجھے اِس وقت تک زندہ رکھ کہ جب تک میں یہودی قبیلہ بنوقریظہ کا انجام نہ دیکھ لوں۔

بنوقریظہ کی بغاوت:

مدینہ کا مسلمانوں نے بہترین دفاع کیا تھا۔ جب کفار نے دیکھا کہ ہم خندق پار نہیں کر سکتے تو انہوں نے سوچا کہ اب صرف مسلمانوں کے پیچھے سے ہی حملہ ہو سکتا ہے اور مسلمانوں کے پیچھے یہودی قبیلہ آباد تھا۔ جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ تھا کہ جنگ کی صورت میں وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ اِس موقعہ پر کفار نے ایک چال چلی اور یہودی قبیلہ کا ایک فرد اِس یہودی قبیلہ بنوقریظہ کے پاس آیا۔ اور اُن کو پیچھے سے حملہ کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا کہ ہمارا معاہدہ ہے۔ بن نضیر قبیلہ کے سردار حی بن اخطب نے اِن کو قائل کر لیا اور یہ قبیلہ حملہ کے لیے تیار ہو گیا۔ یہ مسلمانوں کے لیے بہت

مشکل وقت تھا اور بنو قریظہ نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اِس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے تمام عورتوں کو ایک مکان میں جمع کر دیا وہاں حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور حضرت حسان کو نگرانی کے لیے مقرر کر دیا تاکہ یہودیوں کے حملہ کی صورت میں دفاع کیا جا سکے۔ یہودیوں کو جب علم ہوا کہ تمام مسلمان جنگ کے لیے مدینہ کے باہر ہیں اور عورتوں کو ایک مکان میں جمع کیا ہوا ہے تو انہوں نے اپنا ایک یہودی حالات دیکھنے کے لیے بھیجا۔ حضرت صفیہ نے جب دیکھا کہ ایک یہودی حالات کا جائزہ لے رہا ہے تو آپ نے حضرت حسان کو فرمایا کہ اِس کو مار دو۔ مگر حضرت حسان نے کہا کہ میں یہ کام نہیں کرسکتا۔ لہٰذا حضرت صفیہ نے اِس کو پتھر مار کر قتل کر دیا اور خود ہی اِس کے ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا۔ اِس یہودی کے قتل ہونے کے بعد یہودی قبیلہ نے خیال کیا کہ اِس کے اندر کافی تعداد میں مسلمان ہیں لہٰذا انہوں نے حملہ کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ اِس کے باوجود بھی بنو قریظہ والے مشرکوں کو کھانے کا سامان دیتے رہے۔ ایک موقعہ پر اِس یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے بیس اونٹ بھیجے مگر اِن تمام اونٹوں پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔

بنو قریظہ کے متعلق تحقیقات:

رسول اللہ ﷺ کو جب علم ہوا کہ بنو قریظہ والے اپنے معاہدہ سے منحرف ہو گئے ہیں تو آپ نے تحقیق کے لیے حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن رواحہ کو بنو قریظہ کے پاس بھیجا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر بنو قریظہ والے معاہدہ پر قائم ہوں تو عام لوگوں میں اعلان کر دینا اور اگر وہ معاہدہ سے منحرف ہو گئے ہوں تو مجھے خاموشی سے بتا دینا۔ حضرت سعد بن معاذ اوس قبیلہ کے سردار تھے اور سعد بن عبادہ خزرج قبیلہ کے سردار تھے۔

جب یہ وفد یہودی قبیلہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا تو کوئی مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ ہی نہیں ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف بہت باتیں کیں۔ لہٰذا یہ وفد واپس آگیا اور رسول اللہ ﷺ کو تمام باتیں بتائیں۔ یہ بات چھپی نہ رہی اور یہ افواہ تمام مسلمانوں میں پھیل گئی۔ اِس وقت مسلمانوں کی حالت بہت نازک تھی۔ آگے دشمن کی دس ہزار فوج تیار تھی اور پیچھے یہودی بنو قریظہ حملہ کے لیے تیار تھا۔ تمام مسلمانوں کی عورتیں ایک

قلعہ میں بند تھیں۔جن کے دفاع کا کوئی بندوبست نہ تھا۔

سورہ احزاب آیت ۱۰-۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب (مسلمانوں) کی نگاہیں کج ہو گئیں اور دل حلق میں آ گئے۔تو لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اِس وقت مومنوں کی آزمائش کی گئی۔ اور انہیں شدت سے جھنجوڑا گیا۔اِن حالات میں منافقین طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں قیصرو کسریٰ کے خزانے دے رہے ہیں۔اب ہمارے گھر اور بیوی بچے بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اِن حالات میں بنوسلمہ پسپائی کا سوچ رہے تھے اور منافقین اپنے گھروں کو واپس جانے کا سوچ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے اجازت بھی طلب کر رہے تھے۔ کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں۔اور ہمیں واپس جانے دیں۔

سورہ احزاب آیت :۱۲ -۱۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن منافقین کے دلوں میں بیماری تھی اور وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو ہم سے وعدے کیے تھے۔ وہ سب دھوکہ تھا۔ایک جماعت واپس جانے کے لیے اجازت لے رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی کیفیت:

رسول اللہ ﷺ نے بنوقریظہ کی بدعہدی دیکھ کر اپنا سر اور چہرہ مبارک ڈھانپ لیا اور کافی دیر تک اِس حالت میں رہے اور فرمایا کہ مبارک ہو فتح تمہاری ہوگی۔

اِس کے بعد آپ نے حکم جاری کیا کہ جس گھر میں عورتیں ہیں اُس کی نگرانی سخت کر دی جائے تاکہ یہودی قبیلہ بنوقریظہ کو حملہ کرنے کی ہمت نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے مستقل حل کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ اگر مدینہ آمدن کا ۱/۳ حصہ بنوغطفان کو دے دیا جائے اور اُن کو کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو اِس طرح مشرکوں کی طاقت ختم ہو جائے گی۔

انصار کا جواب:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ سے مشورہ کیا تو اِن دونوں سرداروں نے جواب دیا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو ہمیں قبول ہے اور اگر آپ یہ معاہدہ ہماری خاطر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اِس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب ہم جاہل تھے

اُس وقت قبیلہ غطفان ہم سے ایک دانہ بھی خریدنے کے سوانہیں لے سکتے تھے۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔ اب ہم اِن کو دانہ دینے کے بجائے فیصلہ صرف تلواریں ہی کریں گی۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری رائے درست ہے۔ میں یہ کام صرف تمہاری خاطر کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اب سارا عرب ہم پر حملہ آور ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد:

اللہ تعالیٰ نے غیبی امداد کی کہ قبیلہ غطفان کا ایک شخص جس کا نام محمد نعیم بن مسعود تھا۔ وہ چھپ کر رسول اللہ ﷺ سے ملا اور عرض کی کہ میرا تعلق قبیلہ غطفان سے ہے۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں لیکن میرے ایمان کے متعلق ابھی کسی کو معلوم نہیں ہے لہٰذا اِن حالات میں آپ جو بھی مجھ سے کام لینا چاہیں میں تیار ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اکیلے تو کافروں کو شکست نہیں دے سکتے لہٰذا تم ایک کام کرو کہ جس طرح بھی ہو سکے کافروں اور یہودی قبیلہ میں نفاق ڈال دو تا کہ بنو قریظہ والے حملہ نہ کریں۔ اِس پر نعیم بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ اگر اِس کام میں مجھے جھوٹ بھی بولنا پڑے تو آپ مجھے اجازت دے دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی۔

محمد نعیم بن مسعود کی چال:

رسول اللہ ﷺ کا حکم سن کر محمد نعیم پہلے بنو قریظہ کے پاس گیا محمد نعیم کا یہودیوں میں کافی اثر تھا۔ اِس نے جا کر یہودیوں کو کہا کہ تمہیں تو معلوم ہے کہ میرا اور تمہارا کافی تعلق ہے۔ میں تمہیں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ قریش جو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ یہ تمام لوگ آپس میں رشتہ دار ہیں اور اِن کا گھر مکہ میں ہے اور تمہاری رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قریش کی طرح کوئی رشتہ داری نہیں ہے اور تمہارے گھر بھی مدینہ میں ہیں۔ اگر قریش کو شکست ہو گئی تو یہ واپس مکہ چلے جائیں گے۔ مگر تم نے تو مستقل یہاں رہنا ہے۔ اِس کے بعد مسلمان تمہارے خلاف کوئی اقدام کر سکتے ہیں۔ یہ بات سن کر بنو قریظہ نے کہا کہ بات تو تمہاری درست ہے۔ اب بتاؤ ہم اِن حالات میں کیا کر سکتے ہیں۔ اِس پر محمد نعیم نے کہا کہ تم قریش والوں سے کچھ آدمی یرغمال لے لو۔ قریش والوں کو پتہ ہو کہ ہمارے جوان

اِن کے پاس ہیں۔ وہ اپنے جوانوں کو چھوڑ کر نہ جائیں گے۔ اِس طرح وہ آخری دم تک جنگ کریں گے۔ یہ بات بنو قریظہ کو پسند آئی لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر قریش والے ہمیں اپنے جوان دیں تو جنگ کریں گے ورنہ نہیں کریں گے۔

اِس کے بعد محمد نعیم سیدھا قریش کے پاس گیا۔ کیونکہ محمد نعیم کے قریش کے ساتھ ذاتی تعلقات تھے۔ لہٰذا قریش سے کہا کہ مجھے آپ لوگوں کی محبت اور خیر خواہی درکار ہے مجھے معلوم ہوا کہ بنو قریظہ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلح ہو گئی ہے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا ہے کہ ہم قریش اور غطفان قبیلہ سے چند نوجوان لے کر رسول اللہ ﷺ کے حوالہ کر دیں گے۔ پھر آپ اُن کو قتل کر ڈالنا۔ اب اِس طرح یہودیوں کا رسول اللہ ﷺ کے پاس اعتماد بحال ہوگا۔ لہٰذا تم کسی طرح بھی اپنے نوجوان یہودیوں کے حوالہ نہ کرنا۔ یہ بات سن کر قریش نے محمد نعیم کا شکریہ ادا کیا۔ اِس کے بعد یہ بنو غطفان کے پاس گیا اور یہی بات بتلائی۔ انہوں نے بھی کہا کہ ہم کسی قیمت پر بھی اپنے نوجوان یہودیوں کے حوالے نہیں کریں گے۔

جنگ کے پیغامات:

جب محاصرہ کافی طول پکڑ گیا تو قریش نے یہودیوں کو پیغام بھیجا کہ آگے سے ہم حملہ کرتے ہیں اور پیچھے سے تم حملہ کرو۔ اب ہم محاصرہ سے تنگ آ گئے ہیں۔ ہمارے پاس خوراک کی کمی ہے اور ہمارے اونٹ اور گھوڑے بھی مر رہے ہیں۔

یہ سن کر بنو قریظہ نے کہا کہ آج سوموار کا دن ہے اِس دن ہم حملہ نہیں کر سکتے۔ ہم نے جو کام بھی کیا تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔

اور ساتھ بنو قریظہ نے پیغام دیا کہ جب تک تم اپنے کچھ نوجوان ہمارے پاس یرغمال نہ رکھو گے ہم حملہ نہیں کریں گے۔

قریش نے جب یہودیوں کا یہ مطالبہ سنا تو اُن کو پورا یقین ہو گیا کہ محمد نعیم نے جو کہا تھا وہ بالکل سچ تھا۔ لہٰذا انہوں نے جواب دیا کہ ہم کسی قیمت پر بھی اپنے نوجوان تمہارے پاس یرغمال نہیں رکھیں گے اِس طرح دونوں فریقوں کا ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہو گیا۔ قریش اور غطفان نے اپنے نوجوان یہودیوں کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی دعا:......رسول اللہ ﷺ اِس دوران اپنے رب سے دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ اِن لشکروں کو شکست دے اور اِن کافروں کو تباہ کر کے رکھ دے۔

مسلمانوں کی دعائیں:......اے اللہ ہماری پردہ پوشی فرما۔ اور خطرات کو دور کر دے۔

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور کافروں پر ٹھنڈی ہوا کا عذاب بھیجا۔ یہ ہوا بہت تیز اور اتنی ٹھنڈی تھی جیسے برف ہو اِس سے کافروں کے خیمے اُڑ گئے جانوروں کی رسیاں ٹوٹ گئیں۔ اور جانور بھاگ گئے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی فوج بھیجی جو نظر نہ آتی تھی۔ اِس نے کافروں کے دل میں مسلمانوں کا خوف پیدا کر دیا۔ اور اِن پر مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ ایک صحابی کا بیان تھا کہ خندق کے دوسری طرف جس طرف مشرک تھے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور جس طرف مسلمان تھے، وہاں بالکل امن تھا۔

حضرت حذیفہ کا بیان:

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ بھوک کی وجہ سے میں بہت کمزور ہو گیا تھا۔ کمزوری کی وجہ سے مجھے سردی بھی لگ رہی تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم دشمن کے کیمپ میں جاؤ اور حالات معلوم کر کے آؤ۔

آپ ﷺ کا فرمان سنتے ہی سردی کا نام ونشان نہ رہا۔ میں سیدھا دشمن کے کیمپ میں گیا۔ وہاں سخت اندھیرا تھا۔ تیز ہوا میں اُن کا سارا سامان ختم ہو گیا تھا۔ کھانے کو کچھ نہ بچا تھا۔ اور وہ جانے کی تیاریاں کر رہے تھے اور اپنی سواریوں پر سامان لاد رہے تھے۔

حذیفہ نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ کو ساری بات بتلائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے اِس جگہ کا معائنہ کیا تو وہ بالکل خالی تھی۔ اور لشکروں کا قافلہ جا چکا تھا۔ مشرکوں نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب مشرک کبھی بھی حملہ نہیں کریں گے۔ اب ہم ہی حملہ کریں گے اور ہمارا ہی لشکر اُن کی طرف جائے گا۔

مسلمانوں کی آزمائش

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾(الاحزاب:23)

''مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

ایمان لانے والوں میں کچھ نے اپنا عہد سچا کر دکھایا، کوئی اپنی نذر پوری کر چکا، اور کچھ وقت آنے کے منتظر ہیں۔

واقعہ:

حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے باپ کے سایہ تلے بڑے پیار سے تربیت پائی تھی۔ دنیا کا کوئی غم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کو اسلام کی دعوت کے لیے چن لیا۔ حضرت مصعب سارے عیش و آرام چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مدینہ کے لوگوں نے عقبہ کے مقام پر جب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اِن کے ساتھ مدینہ جانے کا فرمایا تا کہ وہاں جا کر دین کی تعلیم دیں۔ آپ کی تعلیم کی وجہ سے اوس اور خزرج کے لوگ مسلمان ہوئے۔ جب غزوہ اُحد میں کافروں نے مسلمانوں پر ہر طرف سے حملہ کیا تو آپ بھی شہید ہو گئے۔ جنگ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ کی میت پر کھڑے ہو کر یہ دعا کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ قیامت تک شہید ہیں۔

اِس قوم کے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی نذر پوری کر چکے۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا، وہ پورا کر چکے۔

واقعہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کچھ کی آزمائش ہو گئی اور کچھ کی آزمائش ابھی باقی ہے۔ حضرت انس بن نضر کسی وجہ سے بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ اُحد کی لڑائی کھلے میدان میں ہوتا کہ ہم جنگ میں حصہ لے سکیں۔ چنانچہ آپ نے جنگ میں حصہ لیا۔ جب ہر طرف سے افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ

اب ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ ہم بھی اُسی مقصد کے لیے جان دے دیں گے۔ جس مقصد کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جان دی۔ چنانچہ آپ نے تلوار پکڑی اور کفار کی صفوں میں گھس گئے اور بے شمار کافروں کو قتل کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گئے۔ آپ کے جسم پر بے شمار زخم تھے۔ آپ کی ہمشیرہ نے آپ کو اُنگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔

بنو قریظہ کا انجام

﴿وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا﴾ (الاحزاب:26)

''اور جن اہل کتاب نے ان سے ساز باز کر لی تھی انہیں (بھی) اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعوں سے نکال دیا اور ان کے دلوں میں (بھی) رعب بھر دیا کہ تم ان کے ایک گروہ کو قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔''

﴿وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ (الاحزاب:27)

''اور اس نے تمہیں ان کی زمینوں کا اور ان کے گھر بار کا اور ان کے مال کا وارث کر دیا اور اس زمین کا بھی جس کو تمہارے قدموں نے روندا نہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

یہ یہودی قبیلہ تھا۔ مدینہ کے بالکل ساتھ تھا۔ اِس قبیلہ کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا کہ کسی بھی جنگ کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اور اگر کوئی باہر سے حملہ کرے گا تو بھی مسلمان اور یہودی مل کر مقابلہ کریں گے۔ مگر غزوہ احزاب کے موقع پر اِس یہودی قبیلہ نے مسلمانوں کو دھوکا دیا۔ جب کفار نے دس (۱۰) ہزار لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کیا تو بنو قریظہ نے معاہدہ سے منحرف ہو کر کفار کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا۔ اور مسلمانوں کے پچھلی طرف جہاں عورتیں تھیں حملہ کا پروگرام بنالیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں اور یہودیوں کے تمام منصوبوں کو ختم کر دیا۔

کفار کے جانے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مدینہ کے اندر تشریف لائے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ نے ہتھیار رکھ دیے مگر فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے میں ابھی قریش کا تعاقب کر کے واپس آ رہا ہوں اب میں فرشتوں کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف جا رہا ہوں۔ میں جا کر اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دوں گا، اُن کے قلعوں میں زلزلہ پیدا کر دیتا ہوں آپ بھی اپنے رفقاء کے ساتھ تشریف لے آئیں۔

بنو قریظہ کی طرف روانگی:

رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ تمام صحابہ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوں۔ اور عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بنو قریظہ کے قلعہ کے نزدیک گئے تو یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اتنی دیر میں رسول اللہ ﷺ بھی صحابہ کے ساتھ پہنچ گئے۔

قلعہ کا محاصرہ:

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تین ہزار صحابہ تھے اور وہاں جا کر یہودیوں کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کے سخت ہونے کے بعد ان کے سامنے متبادل کے طور پر تین تجاویز زیر غور تھیں۔

(۱) یہودیوں نے اِس تجویز پر غور کیا کہ آپ واقعی سچے رسول (ﷺ) ہیں اور آپ وہی ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں ہے اس لیے ہم مسلمان ہو کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیں۔

(۲) تمام یہودی خود اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیں اور مرد تلوار لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔

(۳) یہودیوں نے مشورہ کیا کہ ہم سوموار کو تلواریں لے کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں کیونکہ مسلمانوں کو پتہ ہے کہ یہودی سوموار کو جنگ نہیں کرتے۔ مگر یہودیوں نے اپنے سرداروں کی یہ تینوں تجاویز مسترد کر دی گئیں۔

یہودیوں کا فیصلہ:

یہودیوں کے پاس اب ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ مگر زمانہ جاہلیت میں اُن کی دوستی حضرت ابولبابہ کے ساتھ تھی لہٰذا انہوں نے بہتر سمجھا کہ ہتھیار ڈالنے سے قبل حضرت ابولبابہ سے مشورہ کر لیا جائے۔ لہٰذا یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ہم ہتھیار ڈالنے کو تیار ہیں۔ مگر اِس کام سے قبل ہم حضرت ابولبابہ سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اُن کو ہمارے پاس بھیج دیں۔ دراصل یہودی یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ہتھیار ڈالنے پر رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابولبابہ کو جانے کی اجازت دی مگر ساتھ ہی فرمایا کہ اُن کے پاس جا کر کوئی راز نہ بتانا۔

حضرت ابولبابہ:

حضرت ابولبابہ کے باغات بھی یہودیوں کے قلعہ کے ساتھ ہی تھے۔ جب حضرت ابو لبابہ اُن کے پاس قلعہ کے اندر گئے تو یہودیوں نے رونا شروع کر دیا۔ اور ابولبابہ کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ یہودیوں کو روتا دیکھ کر حضرت ابولبابہ کا دل نرم پڑھ گیا۔ آخر یہودیوں نے حضرت لبابہ سے دریافت کیا کہ اگر ہم ہتھیار ڈال دیں تو رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اِس سوال کے جواب میں ابولبابہ نے اپنے گلے پر ہاتھ پھیرا، جس کا مطلب تھا کہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ یہ بات کہہ کر حضرت ابولبابہ کو احساس ہو گیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا راز فاش کر دیا ہے۔ یہ احساس ہوتے ہی آپ وہاں سے اُٹھے اور مسجد نبوی میں جا کر اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا۔ اور کہا کہ میں اُس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک رسول اللہ ﷺ خود آ کر مجھے نہیں کھولیں گے۔ اور نہ آئندہ کبھی یہودیوں کی زمین پر جاؤں گا۔

جب آپ کو آنے میں دیر لگی تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کا پتہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کو بتلایا گیا کہ حضرت ابولبابہ نے تو اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے پاس آ جاتا تو میں اُس کے لیے دعا کرتا۔ اب اُس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے تو اب اللہ تعالیٰ ہی اُس کا فیصلہ کریں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ کی توبہ قبول فرمائی۔ تو کچھ لوگوں نے آپ کو مبارک دی اور رسیاں کھولنے کی کوشش کی مگر آپ نے اُن کو روک دیا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ خود آ کر نہیں کھولیں گے میں نہیں کھولوں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے خود آ کر آپ کی رسیاں کھولیں، آج بھی مسجد نبوی میں وہ حصہ جس کو ریاض الجنۃ کہا جاتا ہے اُس میں ایک ستون ہے جس پر ستونِ ابولبابہ لکھا ہوا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ اِس جگہ ستون ہے جس کے ساتھ حضرت ابولبابہ نے اپنے آپ کو رسیوں سے باندھا تھا۔

یہودیوں کا ہتھیار ڈالنا:

حضرت ابولبابہ کے اشارہ کے باوجود یہودیوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ہتھیار ڈال دیں گے اور انہوں نے اِس کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو بھی کر دی۔ حالانکہ وہ دیر تک اپنے قلعوں

میں رہ سکتے تھے۔ اُن کے پاس اسلحہ اور خوراک بھی تھی۔ اِس کے برعکس مسلمانوں کے پاس ہر چیز کی کمی تھی۔ اور غزوہ احزاب کی وجہ سے تھکے ہوئے بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور یہودی اخلاقی طور پر ختم ہو گئے تھے۔ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے نعرہ لگایا کہ ہم یہ قلعہ فتح کر کے رہیں گے یا ہم وہی مزہ لیں گے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شہادت پا کر مزہ لیا ہے۔ جب انہوں نے ہتھیار ڈال دیے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کے ہاتھ باندھ کر عورتوں اور بچوں کو اُن سے علیحدہ کر دیا۔

قبیلہ اوس کی سفارش:

اِن کے ہتھیار ڈالنے کے بعد اوس قبیلہ کے لوگ جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ اِن کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو بنی قینقاع کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ اِس کا فیصلہ آپ کے سردار حضرت سعد بن معاذ کریں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی آمد سے قبل اوس قبیلہ اور بنو قریظہ کی دوستی تھی۔ اور یہ دونوں مل کر جنگ کرتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ کا نام سن کر سب خوش ہو گئے۔

حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ:

حضرت سعد بن معاذ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں آئے تھے کیونکہ غزوۂ احزاب کے موقعہ پر ایک تیر لگنے سے بازو کی رگ کٹ گئی تھی۔ اور اُس رگ سے خون بہہ رہا تھا۔ مگر آپ نے دعا کی تھی کہ یا اللہ اگر قریش کے ساتھ ابھی اور جنگیں ہیں تو مجھے زندہ رکھ کیونکہ مجھے جہاد بہت عزیز ہے۔ آپ نے مزید دعا کہ یا اللہ میں جب تک بنو قریظہ کا انجام نہ دیکھ لوں مجھے زندہ رکھ چنانچہ آپ کی دعا کرنے سے آپ کے بازو سے خون بہنا بند ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کا خیمہ مسجد نبوی کے پاس ہی لگوالیا تھا، تا کہ آپ کی دیکھ بھال ہو سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کی سواری کے لیے ایک گدھا بھیجا جس پر سوار ہو کر آئے تو اوس قبیلہ کے لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔ اور کہنے لگے کہ بنو قریظہ کے معاملہ میں نرمی کرنا۔ مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور آپ کی سواری جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اُٹھ کر اپنے سردار کا استقبال کرو۔ سب نے اُٹھ کر آپ کو سواری سے اُتارا۔ حضرت سعد نے فرمایا کہ میں جو بھی فیصلہ کروں گا وہ سب یہودیوں کو قبول ہو گا تو

سب یہودیوں نے کہا ہمیں قبول ہوگا۔

حضرت سعد نے اپنا چہرہ تعظیم کے طور پر دوسری طرف رکھا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ کیا آپ کو بھی۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مجھے بھی فیصلہ منظور ہوگا۔

اِس کے بعد حضرت سعدؓ نے اپنا فیصلہ سنایا کہ بنو قریظہ کی تمام عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے اور مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ اور اُن کی تمام جائیداد کو تقسیم کر دیا جائے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سعدؓ نے وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

اِس کے بعد مسلمانوں کو اِن کے جنگی سامان سے ڈیڑھ ہزار تلواریں دو ہزار نیزے، تین سو زرہیں اور پانچ سو ڈھالیں ملیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اِن تمام مردوں کو مدینہ کے ایک گھر میں جو ایک بنو نجار کے آدمی حارث کی بیٹی کی ملکیت تھا، میں قید کر دیا۔ اور ان تمام کو قتل کر دیا۔ اِن میں صرف دو آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ جن کے نام رفاعہ اور عبدالرحمٰن تھے۔ اِس کے علاوہ بھی چند افراد تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت سعد بن معاذ کی وفات

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن معاذ کی دعا قبول فرماتے ہوئے آپ کے بازو سے بہتا ہوا خون بند کر دیا تھا۔ جب آپ نے بنو قریظہ کا فیصلہ کر دیا اور اُن کا انجام بھی دیکھ لیا تو خون دوبارہ بہنا شروع ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے چونکہ آپ کا خیمہ مسجد نبوی کے ساتھ ہی لگوایا تھا۔ آپ کے بازو سے اتنا خون نکلا کہ مسجد نبوی کے ساتھ لگے ہوئے دوسرے خیموں تک چلا گیا۔ اور اِسی زخم سے آپ کی شہادت ہوئی۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت سعد کی وفات سے عرش بھی ہل گیا تھا۔ جب حضرت سعد کا جنازہ اُٹھایا گیا تو منافقین نے کہا کہ آپ کا جنازہ تو بہت ہلکا ہے۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سعد کے جنازہ کو فرشتوں نے بھی اُٹھا رکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کے جنازہ میں فرشتوں نے بھی حصہ لیا۔ رسول اللہ ﷺ جب جنازہ کے ساتھ چل رہے تھے تو آپ اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ صحابہ کرام کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شامل ہوئے۔ اِس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ مگر جب آپ نے اپنے ہاتھوں سے میت کو قبر میں اُتارا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ صحابہ نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قبر حد نگاہ تک وسیع تھی اور تمام قبر حوروں سے بھری ہوئی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا حضرت زینب سے نکاح

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾(الاحزاب:36)

''اور (دیکھو) کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾(الاحزاب:37)

''(یاد کرو) جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تو اس سے ڈرے، پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کرلی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کرلیں، اللہ کا (یہ) حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔''

یہ آیات اُس وقت نازل ہوئیں جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارث (جو آیت نازل ہونے سے قبل آپ کے منہ بولے بیٹے تھے) کی طلاق شدہ بیوی حضرت زینب سے نکاح کیا۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا تصور کیا جاتا تھا۔ اِسی وجہ سے

حضرت زید بن حارث کو زید بن محمد ﷺ کہا جاتا تھا۔ حضرت زینب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے کی سزا:

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت زینب کا نکاح حضرت زید سے کرنا چاہا تو حضرت زینب اور اُس کا بھائی رضا مند نہ تھے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جس نے میرے رسول ﷺ کا فیصلہ نہ مانا وہ گویا گمراہ ہوگیا۔

واقعہ:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کا رشتہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کرنا چاہا حضرت زینب اور اُن کا بھائی اِس رشتہ پر راضی نہ تھے۔ حضرت زینب کا خیال تھا کہ میں حسب نسب میں حضرت زید سے بہتر ہوں۔ میں قریش کی صاحب زادی ہوں اور حضرت زید ایک آزاد کردہ غلام ہیں۔ اِس رشتہ پر حضرت زینب کا بھائی حضرت عبداللہ جحش بھی راضی نہ تھا۔ ادھر حضرت زینب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی کہ میرے نبی (ﷺ) کا جس نے فیصلہ نہ مانا وہ گویا گمراہ ہوگیا تو سب نے رشتہ قبول کرلیا۔ حضرت زینب کا نکاح رسول اللہ ﷺ نے خود حضرت زید سے پڑھایا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید کی حق مہر کی رقم بھی خود ادا کی۔ حق مہر میں کچھ کپڑے اور خوراک کا سامان دیا۔

(نوٹ): حضرت زید کون تھے؟ اس کی تفصیل سورہ احزات آیت ۵ میں موجود ہے۔)

نبوت کو تسلیم کرنا:

مکہ میں چار ہی ایسی ہستیاں تھیں جنہوں نے بغیر شک اور شبہ کے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کیا۔ جنہوں نے سب سے پہلے آپ کو نبیما نا۔

(۱) حضرت خدیجہ الکبریٰ جو رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھیں۔ (۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے دوست تھے۔ (۳) حضرت علی، یہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ اور بچپن سے ہی رسول اللہ ﷺ کے زیر کفالت تھے۔ (۴) حضرت زید رضی اللہ عنہ یہ رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آزاد کر کے منہ

بولا بیٹا بنالیا۔

طلاق:

حضرت زید اور حضرت زینب کا نکاح تو ہو گیا مگر اِن کا نباہ نہ ہو سکا اور تعلقات کشیدہ رہنے لگے۔ حضرت زینب نے کبھی بھی حضرت زید کو اپنے برابر کا نہ سمجھا اور حضرت زینب کو یہ احساس تھا کہ میرا نکاح ایک کم درجہ کے آدمی سے ہوا ہے۔ لہٰذا اُن کے درمیان تلخیاں زیادہ ہو گئیں اور نوبت طلاق تک آ گئی۔

رسول اللہ ﷺ سے نکاح:

جب حضرت زینب اور حضرت زید کے درمیان تلخیاں تھیں تو ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ وحی آ چکی تھی کہ اب حضرت زینب سے آپ کا نکاح ہو گا۔ لیکن رواج کے مطابق منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اِس رواج کو توڑنا چاہتے تھے اور وہ بھی اپنے نبی (ﷺ) کے ذریعہ سے۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میرا اب حضرت زینب سے مزید نباہ نہیں ہو سکتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو نہ چھوڑو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے ڈر رہے ہو حالانکہ صرف مجھ سے ہی ڈرو رسول اللہ ﷺ پریشان تھے کہ لوگ کہیں گے کہ دیکھو اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اور مزید لوگ طعنہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ کام صرف اپنے نبی سے لینا چاہتے تھے اِسی وجہ سے جب لوگوں نے طعنہ دیا تو اِس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے ہی دیا۔

مشرکین کے اعتراضات:

(۱) پہلا یہ اعتراض تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اِس بات کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میرے نبی مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید کی بیوی سے نکاح کیا ہے تو حضرت زید میرے نبی کے بیٹے نہیں ہیں۔ اور نہ ہی میرے نبی حضرت زید کے باپ ہیں۔ اور میرے نبی کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں ہے۔

(۲) دوسری بات کا اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ لوگوں نے ایک حلال کو اپنے اوپر

حرام کر لیا ہے۔ اِس کو ختم کرنا ضروری ہے آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ اِن رسموں کا توڑنا ضروری ہے اور اِس رسم کو توڑا بھی میرے نبی کے ذریعہ سے ہے۔ تا کہ کوئی شک شبہ نہ رہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے آخری نبی ہیں۔ اِن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ رسالت آپ پر ختم ہوگئی ہے لہٰذا اِس رسم کو ختم بھی میرے نبی (ﷺ) ہی کریں گے۔ اگر یہ رسم ختم نہ کی جاتی تو قیامت تک قانون بن جاتا۔ اور قیامت تک ایک حلال چیز حرام ہو جاتی۔

ختم نبوت، خاتم النّبیین یعنی آخری نبی

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (الاحزاب:40)

"(لوگو) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد ﷺ نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا (بخوبی) جاننے والا ہے۔"

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو حضرت محمد ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ یہ میرے آخری نبی (ﷺ) ہیں۔ اِن کے بعد کوئی رسول یا نبی نہ آئے گا۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء (علیہم السلام) کرتے تھے۔ جب ایک فوت ہو جاتا تو دوسرا آجاتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو دوسرے انبیاء (علیہم السلام) چھ باتوں کی فضیلت دی گئی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے مجھے مختصر اور جامع بات کرنے کی صلاحیت دی۔

(۲) مجھے رعب کے ذریعہ نصرت بخشی گئی۔

(۳) میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔

(۴) میرے لیے تمام زمین کو مسجد بنایا گیا اور پاکیزگی کا ذریعہ بھی۔ مجھ سے پہلے تمام قومیں ایک خاص جگہ پر عبادت کر سکتی تھیں۔ جبکہ میرے لیے تمام زمین پاک ہے اور ہر جگہ عبادت ہو سکتی ہے۔ پانی نہ ملے تو تیمم بھی ہو سکتا ہے۔

(۵) مجھے تمام کائنات کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(۶) میرے بعد انبیاء کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔

حدیث:

میرے بعد نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد ﷺ ہوں۔ احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں۔ یعنی میرے ذریعہ سے کفر ختم کیا جائے گا۔ میں حاشر ہوں یعنی میرے ذریعہ سے لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے۔ میں عاقب ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اگر نبی آنا ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتے۔ حضرت علی کا میرے ساتھ وہی تعلق ہے جو حضرت ہارون (علیہ السلام) کا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ تھا۔

حدیث:

میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میری اُمت کے بعد کوئی اُمت نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا﴾(الاحزاب:69)

''اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی پس جو بات انہوں نے کہی تھی اللہ نے انہیں اس سے بری فرما دیا اور وہ اللہ کے نزدیک باعزت تھے۔''

اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اُن لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جن لوگوں نے اُن کو تکلیفیں دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بنائی ہوئی باتوں سے برات فرمائی اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعزت تھے۔

واقعہ:

یہ واقعہ صحیح بخاری میں درج ہے اور ابن کثیر میں بھی لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت شرمیلے تھے۔ اور شرم و حیاء کے باعث کسی کے سامنے ننگے نہیں ہوتے تھے۔ بنی اسرائیل والے آپ کو بہت تنگ کرتے تھے۔ قوم نے آپ کے متعلق یہ مشہور کر دیا تھا کہ آپ کے جسم پر برص کے داغ ہیں۔ اور اِسی وجہ سے اتنی پردہ داری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اِس بدگمانی کو دور کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ ایک دفعہ ننگے ہو کر کسی جگہ نہا رہے تھے۔ اور آپ نے اپنے کپڑے پتھر پر رکھے ہوئے تھے۔ آپ جب نہا کر فارغ ہوئے تو پتھر کے پاس آ کر اپنے کپڑے اُٹھانے لگے۔ تو پتھر آگے کھسک گیا۔ آپ آگے بڑھے تو پتھر اور آگے چلا گیا۔ اب پتھر آگے آگے چلنے لگا اور آپ پتھر کے پیچھے چلنے لگے۔ اب ایک جگہ بنی اسرائیل کے آدمی جمع تھے۔ پتھر وہیں آ کر رُک گیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہاں آ کر اپنے کپڑے پہن لیے۔ اِس طرح بنی اسرائیل کے آدمیوں نے آپ کے جسم کو دیکھ لیا۔ اور اُن کو یقین ہو گیا کہ آپ کے جسم پر کوئی برص کا داغ نہیں ہے۔ آپ نے غصہ میں آ کر پتھر پر کئی دفعہ اپنا عصا مارا جس سے پتھر پر اتنے ہی نشان پڑ گئے۔

قوم سبا کی تباہی

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ﴾ (سبا:15)

''قوم سبا کے لئے اپنی بستیوں میں (قدرت الٰہی کی) نشانی تھی ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے (ہم نے ان کو حکم دیا تھا کہ) اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، یہ عمدہ شہر اور وہ بخشنے والا رب ہے۔''

سورۃ السبا: آیت نمبر:16 تا 19:

''لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب (کا پانی) بھیج دیا اور ہم نے ان کے (ہرے بھرے) باغوں کے بدلے دو (ایسے) باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے اور (بکثرت) جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے۔'' ''ہم نے ان کی ناشکری کا یہ بدلہ انہیں دیا۔ ہم (ایسی) سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں ہی کو دیتے ہیں۔'' ''اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی چند بستیاں اور (آباد) رکھی تھیں جو برسر راہ ظاہر تھیں، اور ان میں چلنے کی منزلیں مقرر کردی تھیں، ان میں راتوں اور دنوں کو بہ امن وامان چلتے پھرتے رہو۔'' ''لیکن انہوں نے پھر کہا کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفر دور دراز کر دے چونکہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا برا کیا اس لئے ہم نے انہیں (گزشتہ) فسانوں کی صورت میں کردیا، اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے، ہر ایک صبر وشکر کرنے والے کے لئے اس (ماجرے) میں بہت سی عبرتیں ہیں۔''

اِن سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اِن نعمتوں کا ذکر کیا جو قوم سبا کو عطا کی گئیں تھیں اور اُن کی ناشکری کا ذکر کیا کہ اِس قوم نے کس طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی پھر اللہ تعالیٰ نے اِس قوم کا نشان تک مٹا ڈالا۔

قوم سبا:

یہ قوم عرب کے جنوب مغرب میں آباد تھی۔ جس کو آج یمن کہا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں یہ قوم انتہائی امیر تھی۔ دولت مند اور خوشحال ہونے کی وجہ سے اِس کا دور دور تک شہرہ تھا۔ شروع میں یہ قوم سورج کی پوجا کرتی تھی۔ اِس قوم کی حکمران ایک

عورت تھی۔ جس کا نام ملکہ بلقیس تھا اور اِس کو ملکہ سبا کہا جاتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہد ہد پرندہ نے آکر اِس ملک کے متعلق آکر تمام حالات بتلائے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے حملہ کرنے کی دھمکی دی تو ملکہ نے آکر اسلام قبول کرلیا۔ اِس طرح تمام ملک میں اسلام پھیل گیا اور سورج کی بجائے یہ قوم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگ گئی۔

ملک کی خوشحالی:

اللہ تعالیٰ نے اِس ملک کو اپنی تمام نعمتوں سے نواز رکھا تھا۔ یہ ملک زراعت اور صنعت میں باقی قوموں میں سب سے آگے تھا۔ انہوں نے اپنے ملک میں بڑے بڑے ڈیم بنا رکھے تھے۔ اِن کا سب سے بڑا ڈیم مآرب تھا۔ بارش کے دنوں میں یہ لوگ اِن ڈیموں میں پانی جمع کر لیتے۔ اور وہاں سے پہاڑوں کو کھود کر نہریں بنائی ہوئی تھیں۔ اِن نہروں کے ذریعہ سے یہ اپنی زمینوں کو پانی لگاتے تھے۔ اور ہر جگہ اِن کے باغات تھے۔ انہوں نے ہر جگہ سفر کے لیے سڑکیں بنائی ہوئی تھیں۔ اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر آبادیاں تھیں۔ سڑک کے دونوں طرف باغات ہی باغات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اِن کے راستہ کو محفوظ بھی بنا دیا تھا۔

اِن لوگوں نے دعا کی کہ ہمارے راستہ کو لمبا کر دے اِس طرح انہوں نے خود ہی ناشکری کی۔ اور خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔

عذاب:

اِس قوم نے ایک طرف تو جو اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا تھا اُن کی ناشکری شروع کردی۔ اور دوسری طرف وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک اللہ کی عبادت کرنے کی بجائے دوبارہ پھر سورج کی پوجا شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کے ڈیموں کے نیچے چوہے چھوڑے جنہوں نے ڈیموں کے نیچے سوراخ کرنے شروع کر دیے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اتنی بارش برسائی جس سے اِن کے ڈیم ٹوٹ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ڈیموں میں سوراخ کرنے کے لیے چوہے

چھوڑے تو اُن کے قد کافی بڑے سائز کے تھے۔ اِن بڑے سائز کے چوہوں کو دیکھ کر لوگوں کو اندازہ ہوگیا کہ یہ عام چوہے نہیں ہیں بلکہ یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو رہا ہے۔ لہٰذا انہوں نے یمن کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں منتقل ہونا شروع کر دیا۔

ہجرت:

یمن سے تین قبیلوں نے ہجرت کر کے عرب میں رہائش اختیار کی۔ دو قبیلے اوس اور خزرج تو آ کر یثرب یعنی مدینہ پاک میں آ کر آباد ہو گئے۔ تیرا قبیلہ بنوخزانہ آ کر مکہ اور جدہ کے درمیان تہامہ کے مقام پر آباد ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ پاک تشریف لے گئے تو ان دو قبیلوں اوس اور خزرج کی دعوت پر ہی گئے۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور آپ ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی تھی۔ آپ حضور ﷺ نے اُن کے پاس ہی اپنی رہائش رکھی تھی۔ مگر اِن کا تیسرا قبیلہ بنوخزاعہ جو مکہ اور جدہ کے درمیان آباد ہو گیا تھا اُس نے اسلام کو قبول نہ کیا۔

یمن میں جب اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈیم ٹوٹ گئے تو اُن کے تمام باغات تباہ ہو گئے اور زمین بنجر ہو گئی۔ مختلف وقتوں میں لوگوں نے زمین کو آباد کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

اِسی دوران یمن پر ایک ظالم بادشاہ بن گیا جو یہودی تھا۔ اور اُس کے ساتھ نجران کا علاقہ تھا اِس علاقہ میں عیسائیت پھیل چکی تھی۔ تمام لوگ عیسائی مذہب پر قائم تھے۔ مگر یمن کا بادشاہ جس کا نام ذوانوس تھا، بادشاہ خود اور قوم دوبارہ سورج کی پوجا کرنے لگے تھے۔ لہٰذا یمن کے بادشاہ ذوانوس نے نجران کی حکومت کو بت پرستی کی دعوت دی جس نے بت پرستی کرنے سے انکار کر دیا تو ذوانوس نے اُن کے ملک پر قبضہ کر لیا اور عیسائیوں کے لیے زمین میں بڑے بڑے گڑھے کھدوائے اور اُن میں آگ جلائی۔ اور لوگوں کو دعوت دی کہ جو بتوں کی پوجا کرے گا اُس کو کچھ نہیں کہا جائے گا مگر جو انکار کرے گا اُس کو آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ ایک روایت کے مطابق اِس ظالم بادشاہ نے تقریباً ستر ہزار عیسائیوں کو آگ میں زندہ جلا دیا۔

سورہ البروج میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو آگ میں پھینکنے کا ذکر کیا اور اِس واقعہ کو اصحاب الاخدود کا نام دیا ہے۔

نجران کے عیسائیوں میں جو لوگ بچ گئے وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے، حبشہ میں عیسائیوں کی حکومت تھی۔ نجران کے عیسائیوں نے حبشہ جا کر بادشاہ کو جو عیسائی تھا بتلایا کہ کس طرح یمن کے بادشاہ نے اُن کے اُوپر ظلم کیا ہے تو حبشہ کے بادشاہ نے ایک جرنیل ابراہہ کی سرکردگی میں فوج روانہ کی جس نے جا کر یمن پر قبضہ کر لیا۔

یہی وہ بادشاہ ابراہہ تھا جس کا مذہب عیسائی تھا۔ اِس نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے دن مکہ پر اپنے ہاتھوں سے حملہ کیا تھا تا کہ مکہ میں بیت اللہ کو تباہ کر دے مگر اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کے ذریعہ ابراہہ کی فوج کو تباہ کر دیا اور اِس کا ذکر قرآن کی سورت الفیل میں ذکر کیا ہے۔

بنوخزاعہ کا انجام:

یمن سے تیسرا قبیلہ بنوخزاعہ جو کافر ہی تھا اور مکہ کے نزدیک آباد ہو گیا تھا۔ کہ اِس دوران مکہ کو رسول اللہ ﷺ نے فتح کر لیا اور تمام کفار کو حکم جاری کر دیا کہ یا تو اسلام قبول کر لو یا یہ علاقہ کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ چنانچہ بنوخزاعہ اور کچھ دوسرے قبیلوں نے اسلام قبول نہ کیا اور بھاگ کر ایران چلے گئے۔ جب ایران کو بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا اور اسلام پھیل گیا تو اِن کافروں نے وہاں سے بھاگ کر کوہ ہمالیہ کے دامن میں پناہ لے لی۔ اِس وقت ملکوں کی کوئی سرحدیں نہ ہوتی تھیں۔ ہر جگہ مختلف قبیلے ہوتے تھے۔ بعد میں زمانہ گزرنے کے ساتھ جب ہندوستان اور افغانستان کی سرحدیں قائم ہوئیں تو یہ کافر بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک حصہ افغانستان میں چلا گیا اور دوسرا حصہ ہندوستان میں ہی رہ گیا جو اب پاکستان کا حصہ ہے۔ افغانستان میں جو حصہ رہ گیا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اب وہ علاقہ نورستان کہلاتا ہے اور جو حصہ پاکستان میں آیا انہوں نے اسلام کو قبول نہ کیا وہ علاقہ اب بھی کافرستان کہلاتا ہے۔ •

مومنوں کی اقسام

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾(فاطر :32)

''پھر ہم نے ان لوگوں کو (اس) کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑا فضل ہے۔''

﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾(فاطر :33)

''وہ باغات میں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے۔ اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اِس کتاب کی وراثت کے لیے مومنوں کو چن لیا ہے۔ مومنوں کی تین اقسام ہیں۔

(۱) پہلا گروہ وہ ہے جو اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے۔

(۲) دوسرا گروہ وہ ہے جو درمیانے راستہ پر ہے۔ کبھی گناہ بھی ہو جاتا ہے اور وہ کبھی نیکی کے بھی کام کرتے ہیں۔

(۳) تیسرا گروہ وہ ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے حکم پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک دوسرے پر نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔

اپنے نفس پر ظلم کرنے والے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے۔ قرآن پر اُن کا ایمان ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نبی مانتے ہیں اور آخری نبی مانتے ہیں۔ لیکن وہ اسلامی فرائض اور حقوق پر عمل نہیں کرتے۔ یہ مومن ہیں، کافر نہیں ہیں اِن کا ایمان کمزور ہے اِن لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے وارثین میں

شامل کیا ہے۔ اِن لوگوں کی رسول اللہ ﷺ کی امت میں اکثریت ہوگی۔ یہ مجرم ضرور ہیں لیکن باغی نہیں ہیں۔ اِن کا زبانی ایمان پختہ ہے لیکن اِن کا عمل کمزور ہے۔

درمیانی قسم کے لوگ:

یہ وہ لوگ ہیں جو وراثت کا کچھ حصہ ادا کرتے ہیں۔ مگر پوری طرح حق ادا نہیں کرتے۔ یہ لوگ فرماں بردار بھی ہیں اور خطا کار بھی ہیں۔ اِن لوگوں نے اپنے نفس کو کھلا نہیں چھوڑا بلکہ نیکی کا کام بھی کرتے رہتے ہیں۔ اور کبھی کبھی گناہ کے کام میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اِن کی تعداد پہلے گروہ سے کم ہے۔

نیکیوں میں سبقت لے جانے والے:

اللہ تعالیٰ نے جن مومنوں کو اپنی کتاب کا وارث بنایا ہے اُن میں اس گروہ کے لوگ سبقت لے جانے والے ہیں اور صف اول کے لوگ ہیں۔ یہ اتباع رسول ﷺ میں ہر وقت لگے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا پیغام دوسروں تک پہنچانے میں سستی نہیں کرتے۔ یہ دین حق کی خاطر قربانیاں بھی دیتے ہیں۔ اگر اِن سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوری توبہ کرتے ہیں اور اِن کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں یہی لوگ سب سے افضل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اُمت میں اِن کی تعداد سب سے کم ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے اِن تین اقسام کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ یہ لوگ جنت میں جائیں گے۔ علامہ زمخشری اور امام رازی نے اِس سے یہ مراد لی ہے کہ جنت میں یہ صرف نیکیوں میں سبقت لے جانے والا گروہ ہی جائے گا باقی دو فریقوں کے متعلق سکوت اختیار کیا ہے۔ تاکہ باقی دو گروہ اپنی آخرت کی فکر کریں اور نیکیوں میں سبقت حاصل کریں۔

مفسرین کی اکثریت:

مفسرین کی اکثریت کا خیال ہے کہ آیت میں تینوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ جنت میں جائیں گے۔

(۱) نیکیوں میں جو سبقت کرنے والا گروہ ہے وہ بغیر حساب کے جنت میں جائے گا۔

(۲) دوسرے گروہ سے معمولی سا حساب کتاب ہوگا اور پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(۳) تیسرا گروہ جو اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے۔ وہ سزا پانے کے بعد جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اِس آیت میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ امت محمدی ہے۔ اِن میں جو گناہ گار ہیں۔ اِن کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اور جو درمیانے درجے کے لوگ ہیں۔ اُن سے ہلکا سا حساب لیا جائے گا۔ اور جو گروہ نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے اُس گروہ کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں اِن کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ دوسرا گروہ جو نیکی کا کام بھی کرتا ہے اور کبھی اُن سے گناہ سے سرزد ہو جاتا ہے اُن سے ہلکا سا حساب لیا جائے گا۔

تیسرا گروہ جو اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہے اُن کو حشر کے دن جو پچاس ہزار کے برابر ہے۔ اِس پورے عرصہ کے لیے روک لیا جائے گا۔ پھر اِن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں لے گا۔ اِس پر وہ گناہ گار کہیں گے کہ شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا ہے۔

حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری شفاعت اِن لوگوں کے لیے ہوگی جن لوگوں نے کبیرہ گناہ کیے ہوں گے۔

اِس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اِن تینوں گروہوں کے متعلق فرما دیا ہے کفار کا پورا پورا حساب ہوگا اُن کو اُن کے ہر عمل کی سزا ملے گی۔ ایمان والے لوگوں کے ذمہ جو گناہ ہوں گے اور نیکیاں بھی ہوں گی، اِن کا مجموعی حساب ہوگا۔

جن لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اِن کو محشر کے پورے روز کے لیے (پچاس ہزار سال) روک لیا جائے گا۔ اِن کو جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا۔ بلکہ تابرخاست عدالت سزا دی جائے گی۔ ساری سختیاں اِن کے اوپر سے گزر جائیں گے۔ آخر اللہ تعالیٰ اِن پر رحم فرمائیں گے۔ اور اِن کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اِن کے علاوہ کچھ گناہ ایسے ہیں جن کی سزا اللہ تعالیٰ نے خود فرما دی ہے جس نے کسی کا عمداً ناحق قتل کیا۔ سود کا کام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی وعید کی سزا دی ہے۔ اِس قسم کے دیگر جرائم بھی ہیں۔ جب یہ لوگ جنت میں

جائیں گے تو کہیں گے کہ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں غم سے نجات دی۔ اور ابدی جگہ جو سب سے افضل ہے ٹھہرا دیا ہے۔ اب ہمیں نہ تھکان ہے اور نہ ہی مشقت ہے۔

اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے جس کی چاہے توبہ قبول کرلے چاہے وہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو۔ جو شخص اپنا کافرانہ مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اِس کے سابقہ گناہ معاف کر دیتا ہے۔

کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالنا

﴿إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ﴾ (یٰسین :08)

''ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، جس سے ان کے سراوپر کو الٹ گئے ہیں۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیا جائے گا۔ اور وہ ٹھوڑیوں تک اِس میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور اِن کے سراوپر کو اُٹھے ہوئے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ کافر غرور اور تکبر میں مبتلا تھے۔ ہٹ دھرم اور ضدی تھے۔ کسی کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ وہ نہ تو توحید کو مانتے تھے۔ اور نہ ہی رسالت اور قرآن کو مانتے تھے۔

واقعہ:

ایک دفعہ ابوجہل نے قسم اُٹھائی کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو سر پھاڑ دوں گا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو ابوجہل ایک بھاری پتھر لے کر آپ ﷺ کی طرف آیا۔ اور آپ ﷺ کو پتھر مارنے لگا تو اُس کا ہاتھ اپنی ہی گردن سے چپک گیا۔ اور پتھر بھی ہاتھ کے ساتھ ہی چپک گیا۔ اِسی حالت میں وہ واپس آگیا۔ جب دوسرے کافر سے پوچھا تو ابوجہل نے دوسرے کافر کو ساری حقیقت بتا دی، یہ سن کر ولید بن مغیرہ اُٹھا۔

واقعہ:

ولید بن مغیرہ اُٹھا اور غصہ میں کہا کہ میں وہ کام کروں گا جو ابوجہل نہیں کر سکا۔ اور ابو جہل کو بزدل کہا۔ ایک دن ولید بن مغیرہ بھی اپنے ہاتھ میں پتھر لے کر رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اِس کو اندھا کر دیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی آواز تو سن رہا تھا مگر اُس کو رسول اللہ ﷺ نظر نہ آرہے تھے۔ وہ اِسی حالت میں واپس آگیا اور آکر دوسرے کافروں کو یہی بات بتائی۔

واقعہ:

ابوجہل اور ولید کو ناکام دیکھ کر ایک اور کافر کو غصہ آیا تو وہ بھی پتھر لے کر رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھا اِس کافر کے ہاتھ میں بھی بھاری پتھر تھا۔ مگر فوری طور پر پیچھے کی جانب بھاگا۔ جب اُس کے کافر ساتھیوں نے پوچھا کہ تم پیچھے کی جانب کیوں بھاگے ہو تو اُس نے کہا کہ ایک بہت بڑا اور خوفناک بیل دم ہلاتا ہوا میری طرف آیا۔ اگر میں پیچھے کی جانب نہ بھاگتا تو وہ بیل مجھے ختم کر دیتا اور اپنے پاؤں کے نیچے کچل دیتا۔ اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ محض اپنے غرور اور تکبر کی وجہ سے اپنے کافرانہ عقائد پر قائم ہیں۔

مومن کا واقعہ (حضرت حبیب)

﴿وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ﴾ (یٰسین:20)

اور ایک شخص (اس) شہر کے آخری حصے سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ اے میری قوم! ان رسولوں کی راہ پر چلو۔"

سورۃ یٰسین: آیت نمبر:21 تا 29:

"ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ راہ راست پر ہیں۔" "اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" "کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بناؤں کہ اگر (اللہ) رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔" "پھر تو میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں۔" "میری سنو! میں تو (سچے دل سے) تم سب کے رب پر ایمان لا چکا۔" "(اس سے) کہا گیا کہ جنت میں چلا جا، کہنے لگا کاش! میری قوم کو بھی علم ہو جاتا۔" "کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں سے کر دیا۔" "اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا، اور نہ اس طرح ہم اتارا کرتے ہیں۔" "وہ تو صرف ایک زور کی چیخ تھی کہ یکا یک وہ سب کے سب بجھ بجھا گئے۔"

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بستی کے لوگ نافرمان تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس بستی میں اپنے نبی بھیجے جب انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی تو لوگوں نے کہا کہ تم ہمارے خداؤں کی توہین کرتے ہو۔ تم ہمارے جیسے ایک انسان ہی ہو۔ ہم تم کو سنگسار کر دیں گے۔

لوگوں کی باتیں سن کر بستی کا ایک شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مومن کہا ہے۔ بھاگ کر لوگوں کے پاس آیا۔ اور کہا کہ لوگو اِس رب کی بات مانو جو تمہارا بھی ہے اور ہمارا بھی ہے۔ ابھی وہ لوگوں کو رب کی باتیں بتلا ہی رہا تھا کہ لوگوں نے اُس کو شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کو فوری جنت میں جگہ دے دی۔ تو اُس نے کہا کہ کاش قوم میری دیکھتی کہ میرے

رب نے مجھے کیسی جگہ دے دی ہے۔ اِس آیت پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے اِس مومن نے زندگی میں بھی اپنی قوم کی بھلائی کی اور شہید ہونے کے بعد بھی۔

واقعہ:

اِسی طرح ایک واقعہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پیش آیا۔ ایک مسلمان عروہ بن مسعود ثقفی نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں جا کر دین کی تبلیغ کروں۔ اِس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کہیں تمہیں تمہاری قوم شہید نہ کر دے۔ اِس پر اُس نے کہا کہ میرا قبیلہ مجھ پر جان دیتا ہے، لوگوں کو مجھ سے محبت اور عقیدت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اجازت ملتے ہی حضرت عروہ اپنے قبیلہ میں گئے اور دین کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا کہ ایک شخص نے آپ کو تیر مارا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ اِس کے شہید ہونے کی خبر جب رسول اللہ ﷺ کو ملی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عروہ بھی اِسی طرح شہید ہے جس طرح سورہ یٰسین والا مومن جس نے شہید ہونے کے بعد کہا تھا کہ کاش میری قوم کو پتہ چل جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور جنت میں بھیج دیا ہے۔

جنتی اور دوزخی کی گفتگو

﴿قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ﴾(الصافات:51)

''ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا۔''

سورۃ الصافات: آیت نمبر:52 تا 59:

''جو (مجھ سے) کہا کرتا تھا کہ کیا تو (قیامت کے آنے کا) یقین کرنے والوں میں سے ہے؟'' ''کیا جب کہ ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے کیا اس وقت ہم جزا دیئے جانے والے ہیں؟'' ''کہے گا تم چاہتے ہو کہ جھانک کر دیکھ لو؟'' ''جھانکتے ہی اسے بیچوں بیچ جہنم میں (جلتا ہوا) دیکھے گا۔'' ''کہے گا واللہ! قریب تھا کہ تو مجھے بھی برباد کر دے۔'' ''اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں حاضر کیے جانے والوں میں ہوتا۔'' ''کیا (یہ صحیح ہے) کہ ہم مرنے والے ہی نہیں؟'' ''سوائے پہلی ایک موت کے، اور نہ ہم عذاب کیے جانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں فرمایا کہ حساب کتاب کے بعد جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے۔ تو وہ آپس میں گفتگو کریں گے۔ جنتی لوگ جنت میں بھی دنیا کے متعلق گفتگو کریں گے۔ جنت میں دنیا کی طرح باقاعدہ بازار لگیں گے اور خرید و فروخت ہوگی۔ مگر رقم کا لین دین نہ ہوگا۔ جنتی آدمی بازار جائے گا وہ جس چیز کی خواہش کرے گا وہ فوری اُس کے ہاتھ میں آجائے گی۔ اِسی طرح جنتی آدمی جن کی دنیا میں دوستی تھی۔ وہ دنیا کی بھی باتیں کریں گے۔ اچانک ایک جنتی دوسرے جنتی سے پوچھے گا کہ ایک آدمی دنیا میں ہم سے بحث کرتا تھا کہ جب ہم مر جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ ہوں گے دراصل اُس شخص کو یقین نہیں تھا کہ ہم جب مر جائیں گے تو دوبارہ ہم زندہ ہوں گے۔ وہ آخرت کا منکر تھا۔ اور قیامت پر بھی یقین نہیں رکھتا تھا۔ اب وہ جنتی آدمی دوسرے جنتی آدمی سے پوچھے گا کہ وہ شخص جو قیامت کا منکر تھا۔ آخرت پر یقین نہیں تھا اور کہتا تھا کہ دنیا ہی سب کچھ ہے۔ دوبارہ زندہ نہیں ہوں گے۔ پتہ نہیں اب وہ کہاں ہے۔

ابھی یہ لوگ یہ باتیں کر ہی رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ کا وہ حصہ بھی جس میں یہ شخص جو آخرت کا منکر تھا اِن لوگوں کے سامنے لے آئے گا۔ یہ جنتی آدمی اُس منکر آخرت کو دوزخ میں دیکھ کر کہیں گے کہ تم ہی وہ شخص تھے جو ہمیں بھی آخرت سے گمراہ کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی اور نہ ہی سزا اور جزا ہوگی۔

یہ جنتی آدمی دوزخی کو کہیں گے اگر ہم نے تمہاری بات مان لی ہوتی تو آج ہم تمہارے ساتھ ہوتے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ ہم توحید کے عقیدہ پر قائم رہے۔ اِس کے بعد وہ جنتی آدمی خوشی سے آپس میں باتیں کریں گے کہ اب ہمیں کبھی موت نہ آئے گی۔ اور نہ ہی ہمیں عذاب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیاب کر دیا ہے۔

واقعہ:

اِس واقعہ کو ابن کثیر نے لکھا ہے کہ دو شخص حصہ دار تھے۔ اُن کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہوگئیں۔ اُن میں سے ایک کاروبار کا ماہر تھا جبکہ دوسرا کاروبار سے ناواقف تھا۔ چنانچہ کاروبار کے ماہر نے دوسرے ناواقف سے کہا کہ تم اپنی یہ چار ہزار اشرفیاں لے لو اور اپنا علیحدہ کاروبار کرلو۔ چنانچہ دونوں اپنی اپنی رقم لے کر علیحدہ ہو گئے۔ کاروباری آدمی نے اپنی رہائش کے لیے ایک محل خریدا اور دوسرے کو لے جا کر دکھایا کہ دیکھو یہ میں نے محل خرید کیا ہے۔ چنانچہ دوسرے ناواقف ساتھی نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں ایک ہزار اشرفیاں خیرات کر رہا ہوں تو مجھے جنت میں ایک محل بنا دے۔ کاروباری نے ایک خوبصورت عورت سے شادی کی اور اپنے دوست ساتھی کو بتلایا کہ میں نے اب شادی کر لی ہے۔ چنانچہ دوسرے ناواقف آدمی نے اللہ تعالیٰ سے دعا کہ میں تیری راہ میں رقم صدقہ کر رہا ہوں تو مجھے جنت میں حوریں عطا کر۔ اِس کے بعد کاروباری نے رقم دے کر دو باغ بھی خرید کیے اور اپنے باغ اپنے دوسرے ساتھی کو دکھائے۔ چنانچہ دوسرے ساتھی نے اللہ تعالیٰ سے دعا کہ میں تیری راہ میں رقم غریبوں میں صدقہ کر رہا ہوں تو مجھے جنت میں باغ عطا کر۔ جب یہ دونوں مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں اُس کو وہ تمام چیزیں عطا کر دیں۔ اور پھر اِس نے اپنے دنیا دار ساتھی کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے جس نے دنیا میں محل خرید کیا۔ شادی کی اور باغ خرید کیے تھے۔ تو فرشتے نے کہا: وہ جہنم میں ہے، نیچے دیکھو تمہارا ساتھی دوزخ میں جل رہا

ہے۔ جب جنتی نے جھانک کر دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کاروباری کو دکھا دیا تو جنتی نے کہا کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا تھا مگر میرے رب نے مجھے بچالیا اور میں دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔

زقوم کا درخت

﴿أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ﴾(الصافات:62)

''کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا سینڈھ (زقوم) کا درخت؟''

﴿إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ﴾(الصافات:63)

''جسے ہم نے ظالموں کے لئے سخت آزمائش بنا رکھا ہے۔''

﴿إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ﴾(الصافات:64)

''بے شک وہ درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔''

﴿طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ﴾(الصافات:65)

''جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں۔''

﴿فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ﴾(الصافات:66)

''(جہنمی) اسی درخت سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں ایک زقوم کے درخت کا ذکر کیا ہے۔ کہ جب لوگوں کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ اور اُن کو بھوک لگے گی تو اُن کو زقوم کا درخت کھانے کو دیا جائے گا۔ جس کا ذکر اِن آیات میں ہے۔ زقوم کے درخت سے اِن کی ضیافت ہوگی۔ اِس درخت کو ظالموں کے لیے فتنہ بنا دیا ہے۔ یہ جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے اور یہ شیطان کے سر جیسا ہے، دوزخی اسے کھائیں گے۔

دوزخی جب اِس درخت کو کھائیں گے تو اِس کا مزہ تلخ ہوگا۔ اور اِس کی بو ناگوار ہوگی جب اِس کو توڑا جاتا ہے تو اِس سے دودھ نکلتا ہے۔ اور یہ دودھ جسم کے کسی بھی حصہ پر لگ جائے تو ورم آجاتا ہے۔ عام اندازہ یہ لگایا جاتا ہے کہ یہ تھوہر کا درخت ہے جو پاکستان میں بھی پایا جاتا ہے۔

قرآن کے الفاظ ہیں کہ یہ درخت دوزخ کی تہہ سے نکلے گا اور اِس درخت کی خوراک بھی آگ ہی ہوگی۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ یہ درخت صرف تہامہ میں ہی ہے۔

مفسرین کا خیال ہے کہ یہ درخت دنیا کے کسی حصہ میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ یہ درخت اللہ تعالیٰ صرف دوزخیوں کی خوراک کے لیے خاص طور پر دوزخ میں اُگائیں گے۔

ظالموں کے لیے فتنہ:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو کافروں نے سوال کیا کہ یہ زقوم کا درخت کیا ہے۔ ہم تو اِس نام کے کسی درخت کونہیں جانتے۔ حج کے لیے ایک شخص افریقہ سے آیا ہوا تھا۔ تو اُس نے کہا کہ ہمارے علاقے میں مکھن اور کھجور کو زقوم کہا جاتا ہے۔ یہ سن کر کافروں نے اِس آیت کا کافی مذاق اُڑایا۔ اور اِس درخت کے متعلق طرح طرح کی باتیں کیں اور آپس میں کہتے کہ ہمیں اِس درخت سے ڈرایا جاتا ہے، اور آپس میں کہتے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے گھروں میں خود زقوم بھیج رہا ہے۔

یہ کافر جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے اور ایک دوسرے سے کہتے کہ تم نے زقوم کھانی ہے۔ ایک دن ابوجہل نے اپنی لونڈی سے مسلمانوں کے سامنے کہا کہ جاؤ جا کر زقوم لاؤ۔ وہ گھر گئی اور جا کر مکھن اور کھجور لے آئی۔ اِس پر کافروں نے اِس کا خوب مذاق اُڑایا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کھانے کے لیے زقوم کا درخت اور پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا۔

حضرت الیاس علیہ السلام

﴿وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ (الصافات: 123)

"بے شک الیاس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے۔"

سورۃ الصافات: آیت نمبر: 124 تا 132:

"جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟" "کیا تم بعل (نامی بت) کو پکارتے ہو؟ اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟" "اللہ جو تمہارا اور تمہارے اگلے تمام باپ دادوں کا رب ہے۔" "لیکن قوم نے انہیں جھٹلایا، پس وہ ضرور (عذاب میں) حاضر رکھے جائیں گے۔" "سوائے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے۔" "ہم نے (الیاس علیہ السلام) کا ذکر خیر پچھلوں میں بھی باقی رکھا۔" "کہ الیاس پر سلام ہو۔" "ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔" "بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے۔"

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نبی حضرت الیاس علیہ السلام کو ایک ایسی قوم کی طرف بھیجا جو ایک بعل نامی بت کی پوجا کرتی تھی۔ جب میرے نبی نے اِن کو روکا تو قوم نے انکار کر دیا۔

حضرت الیاس علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ قرآن میں اِن کا صرف دو دفعہ ذکر آیا ہے۔ ایک سورہ الصافات میں اور دوسری دفعہ سورہ انعام میں آیت ۸۵۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب ریاست دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک حصے پر حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد کا قبضہ رہا۔ دوسرا حصہ جو شمالی فلسطین پر مشتمل تھا۔ یہ اسرائیلی ریاست تھی اور اس کا دارالخلافہ سامریہ تھا۔ یہ ریاست شروع ہی میں غلط راستہ پر چل پڑی تھی اور اِس ریاست میں شرک، بت پرستی اور ظلم عام تھا۔ اس کے بادشاہ نے ایک مشرک شہزادی سے شادی کر رکھی تھی، اس سے شرک اور بت پرستی میں اور اضافہ ہو گیا، بادشاہ پہلے اسرائیلی تھا اب مشرک بیوی کے کہنے پر یہ بھی مشرک بن گیا۔ اِس بادشاہ نے اپنے ملک کے دارالخلافہ میں ایک بت خانہ تعمیر کرایا۔ اِس بت خانہ میں ایک سب سے بڑا بت جس کا نام بعل تھا۔ اُس بت کی پوجا ہوتی تھی۔ شہر میں اِس بت کے نام کی قربانیاں دی جاتی تھیں۔

اِن حالات میں اللہ تعالیٰ اِس قوم کی اصلاح کے لیے حضرت الیاس علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا جس نے بادشاہ کو سمجھایا کہ اِن بتوں کی بجائے تم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو لیکن جب بادشاہ اخی اب اِن بتوں کی پوجا کرنے سے باز نہ آیا تو حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا: اب اِس علاقے میں بارش ہرگز نہیں ہوگی، اِس دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا جب تین سال تک بارش بالکل نہ ہوئی تو بادشاہ نے حضرت الیاس علیہ السلام سے درخواست کی کہ اپنے رب سے درخواست کرو کہ بارش ہو۔ مگر حضرت الیاس علیہ السلام نے جواب دیا کہ پہلے اِس بات کا فیصلہ کر دیہ تمہارا بت بعل سچا ہے یا میرا رب سچا ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے تجویز دی کہ تم تمام پجاری مل کر اپنے بتوں کے نام کی قربانی دو اور میں بھی اپنے رب کے نام کی قربانی کرتا ہوں۔ اِس میں جو قربانی ہاتھ لگائے بغیر بھسم ہو جائے وہ سچا ہے۔ چنانچہ بادشاہ اخی اب نے اِس تجویز کو قبول کر لیا۔

بادشاہ کے کہنے پر بت خانہ کے آٹھ سو ۸۰۰ پجاری آگئے اور انہوں نے اپنے بتوں کے نام کی قربانی رکھ دی دوسری طرف حضرت الیاس علیہ السلام نے بھی قربانی رکھ دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کی قربانی کو قبول فرما لیا۔ اِس سے یہ ثابت ہو گیا کہ بعل نامی بت جھوٹا ہے اور حضرت الیاس علیہ السلام کا رب سچا ہے۔ اور اکیلا ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام سے معاہدہ کے مطابق اُن تمام پجاریوں کو قتل کر دیا گیا۔ اِن کو قتل کرنے کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے اللہ! بارش برسا دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور بارشیں شروع ہو گئیں۔

اِن معجزات کو دیکھ کر بھی بادشاہ اخی اب اپنی مشرک بیوی کے شکنجہ سے نکل نہ سکا۔ ادھر بادشاہ کی مشرک بیوی نے بھی قسم کھالی کہ جس طرح حضرت الیاس علیہ السلام نے میرے پجاریوں کو قتل کرایا ہے میں بھی اِسی طرح حضرت الیاس (علیہ السلام) کو قتل کراؤں گی۔ مشرک بیوی نے بادشاہ کو اُکسایا کہ حضرت الیاس علیہ السلام کو قتل کر دو۔ جب حضرت الیاس علیہ السلام نے دیکھا کہ بادشاہ اب مجھے قتل کرا دے گا تو حضرت الیاس علیہ السلام نے بھاگ کر پہاڑ کے دامن میں پناہ لی۔

یہودا ریاست:

یہودیوں کی دوسری ریاست یہودا تھی۔ یہودا ریاست کے بادشاہ نے اسرائیلی ریاست

کے بادشاہ اخی اب کی بیٹی سے شادی کر لی۔ اِس طرح اِس ریاست میں بھی وہی خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ جو سامریہ ریاست میں تھیں۔ اُس ریاست میں بھی شرک، زنا اور ظلم عام تھا۔ اِس میں بھی یہی خرابیاں ہوگئیں حضرت الیاس علیہ السلام نے اِس ریاست میں بھی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر زور دیا۔ مگر قوم پر کوئی اثر نہ ہوا تو آپ نے بددعا کی۔ اور بادشاہ اخی اب کو کہا کہ میرا اللہ تعالیٰ تیرے مال، تیری اولاد کو تباہ کر دے گا۔

تیری انتڑیوں کے سبب تجھے بخار ہوگا۔ اِسی وجہ سے تو مر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ بادشاہ اِس بیماری سے مر گیا۔ بیرونی حملہ آوروں کے ہاتھوں اِس کا ملک تباہ ہو گیا۔ اور وہ حملہ آور اِس کے خاندان کو غلام بنا کر ساتھ لے گئے۔ اسرائیل کی سامریہ ریاست بھی تباہ ہوگئی۔

حضرت الیاس علیہ السلام نو سال تک پہاڑوں میں چھپے رہے۔ اِس دوران یہ ظالم بادشاہ مر گیا اور اِس کی جگہ دوسرے بادشاہ نے لے لی۔ اب حضرت الیاس علیہ السلام نے پہاڑوں سے نکل کر اِس بادشاہ کو اور قوم کو توحید کی دعوت دی۔ جس کو بادشاہ اور قوم نے قبول کر لیا۔ صرف دس ہزار افراد نے قبول نہ کیا جس کو بادشاہ نے خود اپنے ہاتھوں سے قتل کرا دیا۔

بعل بت کی حقیقت:

یہ اسرائیلی ریاست میں ایک بت تھا۔ یہ قوم اِس بت کی پوجا کرتی تھی۔ جب حضرت الیاس علیہ السلام یہاں تشریف لائے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ تم بتوں کی پوجا کرتے ہو اور ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا چھوڑ دیتے ہو۔ بعل کے لغوی معنی آقا اور سردار کے ہیں۔ مگر قوم اِس لفظ کو خدا کے معنی میں استعمال کرتی تھی۔ بت خانہ میں بعل سب سے بڑا بت تھا۔ اور اِس بعل بت کی بیوی جس کا نام عسارات تھا بت خانہ میں سب سے بڑی دیوی تھی۔ بنی اسرائیلی جب مصر سے نکلے تو انھوں نے مشرک قوموں میں شادی کر لی۔ اِس وجہ سے بنی اسرائیلی بھی دوسری مشرک قوموں کی طرح اِس بعل نامی بت اور اِس کی بیوی کے بت کی پوجا کرنے لگے۔ اِن بنی اسرائیلی ریاستوں نے بھی اپنے ملک میں بڑے بڑے بت خانے بنائے اُس میں بڑے بڑے بت رکھے اور اُن بتوں کی کھلم کھلا عبادت ہونے لگی۔ اور اُن کے ناموں پر جانور ذبح کیے جاتے۔ جس مندر میں یہ بعل بت تھا۔ اُس کے پجاریوں کی تعداد چار سو تھی۔ اور یہ بت سونے کا بنا ہوا تھا۔

کفار کی شرائط

﴿عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ﴾(ص :04)

''اور کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک انہیں ڈرانے والا آگیا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔''

سورۃ ص: آیت نمبر:5 تا07:

''کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔'' ''ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے کہ چلو جی اور اپنے معبودوں پر جمے رہو، یقیناً اس بات میں تو کوئی غرض ہے۔'' ''ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں سنی، کچھ نہیں یہ تو صرف گھڑت ہے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار میرے نبی ﷺ کو جھوٹا اور ساحر کہتے ہیں کہ میرے اِس نبی (ﷺ) نے بہت سارے خداؤں کی جگہ ایک ہی خدا بنالیا ہے یہ تو عجیب بات ہے اور یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ ڈٹے رہو اپنے مذہب پر اور اپنے اِن بتوں کی عبادت کرتے رہو۔ رسول اللہ ﷺ کی سب باتیں من گھڑت ہیں۔

جب ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش کے سرداروں نے محسوس کیا کہ اب اِن کا آخری وقت ہے تو قریش کے سرداروں نے فیصلہ کیا کہ اب اِن کے ساتھ چل کر بات کی جائے۔ کہ آپ ہمارا اور اپنے بھتیجا کا فیصلہ کر دیں۔ ورنہ لوگ ہمیں طعنہ دیں گے کہ اِن کی زندگی میں تو کچھ نہ کر سکے اور اب اِن کی زندگی کے بعد اِن پر ہاتھ ڈالا ہے۔

چنانچہ مکہ کے سردار ایک وفد لے کر ابو طالب کے پاس گئے اور اُن کو تمام بات بتائی۔ اِس وفد میں ابو جہل، ابوسفیان، امیہ بن خلف، عاص بن عقبہ اور شیبہ شامل تھے۔ انہوں نے آپ کے چچا کے پاس جا کر آپ کا گلہ کیا کہ کس طرح ہمارے خداؤں کی توہین کر رہا ہے۔ اور خود ہی کہا کہ ہم آپ کو ایک تجویز دیتے ہیں اور ہم انصاف کی باتیں کرتے ہیں۔ اِس پر ابو طالب نے کہا کہ آپ بتائیں اِس پر سرداروں نے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو کہیں کہ وہ اپنے خدا کی عبادت کرے ہم اِس کو کچھ نہیں کہیں گے۔ اور ہم اپنے خداؤں کی عبادت کریں

گے وہ ہمارے خداؤں کے خلاف کچھ نہ بولے۔اور نہ ہی ہمارے خداؤں کو جھوٹا کہے۔ اِن شرائط پر ہماری صلح کرادو۔

یہ سن کر ابو طالب نے حضرت محمد ﷺ کو بلایا اور کہا کہ میرے بھتیجے یہ قوم کے سردار آئے ہیں۔انہوں نے ایک درمیانی بات کی ہے اور کہا ہے کہ میں اِن کے درمیان صلح کرادوں۔اور آپ نے اِن کی شرائط آپ حضور ﷺ کو بتلائی۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چچا جان میں صرف ایک کلمہ اِن کو بتاتا ہوں اگر یہ مان جائیں تو نہ یہ صرف عرب عجم ان کے ماتحت ہو جائیں گے بلکہ قیصر و کسریٰ بھی اِن کے ماتحت ہوں گے۔

یہ الفاظ سن کر تمام سردار حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر ایک کلمہ کہنے سے عرب وعجم اور قیصر وکسریٰ ہمارے ماتحت ہو جائیں گے تو ہم اِس جیسے کئی کلمات کہنے کو تیار ہیں۔آپ نے فرمایا کہ تم لا اِلٰہ الا اللہ کہو اور ایک خدا کی عبادت کرو اور اپنے بتوں کی عبادت چھوڑ دو۔ جب کفار نے یہ الفاظ سنے تو وہ سخت طیش میں آگئے اور یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے ۔یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت حمزہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ایمان لا چکے تھے۔

میخوں والا فرعون

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ﴾ (ص: 12)

''ان سے پہلے بھی قوم نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا تھا۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باقی قوموں کے ساتھ میخوں والے فرعون کا لکھا ہے۔
فرعون مصر کا بادشاہ تھا۔ اِس کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ فرعون کی سلطنت بہت بڑی تھی۔ اور فرعون اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ اِسی فرعون کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا کہ جائیں فرعون کی طرف اور ایک اللہ تعالیٰ کا پیغام دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر (حضرت آسیہؒ جو فرعون کی بیوی تھی) میں پرورش پائی تھی۔

جنابِ آسیہ پہلے ہی حضرت موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئی تھی۔ جب فرعون کو پتہ چلا کہ میری بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئی ہے تو فرعون نے حضرت آسیہ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ کیونکہ فرعون اپنے آپ کو خدا، سورج اور دیوتا کہلاتا تھا اور تمام مصری فرعون کے آگے سجدہ کرتے تھے۔ فرعون نے دیکھا کہ حضرت آسیہ مجھ پر ایمان نہیں لاتی تو اُس نے حضرت آسیہ کو ایک لکڑی کے تختہ کے ساتھ کھڑا کیا اور اُس کے ہاتھ اور پاؤں میں لوہے کے کیل ٹھونک دیے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ کی تکلیف کو دور کر دیا۔ حضرت آسیہ کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ میرے جسم میں کیل ٹھونکے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت آسیہ کو جنت میں اُس کا محل دکھا دیتا، جس کو دیکھ کر حضرت آسیہ مسکرا دیتی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت آسیہ کے متعلق فرمایا کہ قیامت کے روز حضرت خدیجہ اور حضرت مریم کے ساتھ جنت میں عورتوں کی سردار ہوگی۔

حضرت داوٗد علیہ السلام کے حجرے میں دو آدمیوں کا گھسنا

﴿وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾(ص :21)

''اور کیا تجھے جھگڑا کرنے والوں کی (بھی) خبر ملی؟ جبکہ وہ دیوار پھاند کر محراب میں آ گئے۔''

سورۃ ص: آیت نمبر:22 تا25:

''جب یہ حضرت داود علیہ السلام کے پاس پہنچے، پس یہ ان سے ڈر گئے، انہوں نے کہا خوف نہ کیجئے! ہم دو فریق مقدمہ ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، پس آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے اور ناانصافی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے۔'' (سنیے) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے لیکن یہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اپنی یہ ایک بھی مجھ ہی کو دے دے اور مجھ پر بات میں بڑی سختی برتتا ہے۔'''' آپ نے فرمایا! اس کا اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری ایک دنبی ملا لینے کا سوال بیشک تیرے اوپر ایک ظلم ہے اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہی ہوتے ہیں کہ) ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور حضرت داود علیہ السلام سمجھ گئے کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے، پھر تو اپنے رب سے استغفار کرنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے گر پڑے اور (پوری طرح) رجوع کیا۔'''' پس ہم نے بھی ان کا وہ (قصور) معاف کر دیا، یقیناً وہ ہمارے نزدیک بڑے مرتبہ والے اور بہت اچھے ٹھکانے والے ہیں۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ بادشاہ تھا۔ بہت قوت والا تھا۔ مگر ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کے لیے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا۔ اور حضرت داوٗد علیہ السلام کو فیصلہ کرنے کی صلاحیت بھی دے رکھی تھی۔

واقعہ:

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ کا ذکر فرمایا ہے جس میں حضرت داوٗد علیہ السلام کی

توبہ کا ذکر ہے۔ کہ اُن دو آدمیوں کی باتیں سن کر آپ سجدہ میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔ اِس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد اپنے نفس کی پیروی نہ کر اور حق کے ساتھ حکومت کر۔

حضرت داؤد کا طریقہ یہ تھا آپ ایک دن حکومت کرتے اور ایک دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ اور اِس دن آپ کی عبادت کی جگہ پر کسی کو آنے کی اجازت نہ ہوتی۔

ایک دفعہ آپ عبادت کے دن عبادت میں مصروف تھے۔ محل کے تمام دروازے بند تھے۔ باہر پہرہ دار مقرر تھے کہ دو اشخاص دیوار پھلانگ کر محل کے اندر داخل ہو کر آپ کے عبادت والے کمرہ میں آ گئے جہاں آپ اکیلے تھے۔ اُن کو دیکھ کر آپ گھبرا گئے کہ مجھے نقصان نہ پہنچائیں۔ مگر انہوں نے کہا کہ ہم آپ سے ایک فیصلہ کروانے آئے ہیں۔

ایک شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک ہی دُنبی ہے اور میرے اِس دوسرے ساتھی کے پاس ننانوے (۹۹) دُنبیاں ہیں۔ میرا یہ ساتھی مجھے کہہ رہا ہے کہ اپنی یہ ایک دُنبی بھی مجھے دو تاکہ میرے پاس سو (۱۰۰) دُنبیاں ہو جائیں۔ میرا یہ ساتھی طاقت ور بھی ہے اور اِس نے مجھے باتوں باتوں میں دبا لیا ہے۔ لہٰذا آپ اِس کا حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور ناانصافی نہ کرنا۔ کیونکہ یہ شخص میرے ساتھ ظلم کر رہا ہے۔

اِس شخص کی بات سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو بہت بڑا ظلم ہے اور اکثر لوگ ایک دوسرے کے معاملہ میں ظلم کرتے ہیں۔ ایسے بہت کم لوگ ہیں جو انصاف کرتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام ابھی یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اُن کو احساس ہوا کہ یہ تو میرا امتحان لیا جا رہا ہے اور یہ میری ہی آزمائش ہے۔ لہٰذا آپ فوری سجدہ میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا۔

دراصل حضرت داؤد علیہ السلام سے ایسا کوئی فعل سرزد ہوا تھا جو اِس کیس سے مماثلت رکھتا تھا۔ اِس کیس کے متعلق مفسرین نے بھی لکھا ہے۔

مفسرین کی اکثریت نے اِس رائے سے اتفاق کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک جرنیل اُدیاہ نام کا تھا۔ آپ نے اِس جرنیل سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تاکہ میں اِس سے شادی کر لوں۔ یہ خواہش ایک عام آدمی کی طرف سے نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی

اور طاقت ور بادشاہ کی طرف سے تھی۔ وہ جرنیل بادشاہ کے سامنے اپنے آپ کو مجبور سمجھ رہا تھا اور طلاق دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

اِن حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دو آدمیوں کو بھیجا تا کہ حضرت داؤد کو احساس ہو۔ شروع میں حضرت داؤد علیہ السلام نے اُن کی باتیں سن کر فیصلہ بھی سنا دیا مگر جب آپ کو اِن دو آدمیوں کا اپنے خاص کمرہ میں آنا اور وہی کیس سنانا جو حضرت داؤد علیہ السلام کر رہے تھے تو آپ کو احساس ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لیے آزمائش ہے تو آپ فوری سجدہ میں گر گئے اور توبہ کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اِس جرنیل سے اپنی صرف خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو تا کہ میں اِس سے شادی کرلوں۔

علامہ محشری نے بھی یہی لکھا ہے کہ جس انداز میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا اِس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے محض اپنی خواہش کا ہی اظہار کیا تھا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد کی بے شمار بیویاں تھیں۔ اِس واقعہ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے (۹۹) بیویاں تھیں جب کہ اُس جرنیل اوریاہ کی صرف ایک ہی بیوی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے جرنیل کو بھی کہا کہ اِس ایک بیوی کو بھی طلاق دے دو تا کہ اِس سے نکاح کرلوں۔

یہودیوں کی طرف سے تہمت:

یہودیوں کا ایک گروہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا مخالف ہے۔ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک دن اپنے اس جرنیل اوریاہ کی بیوی کو نہاتے ہوئے دیکھ لیا اور اِس پر عاشق ہو گئے۔ اور بلا کر زنا کیا جس سے ایک بچہ پیدا ہوا اور یہی بچہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) ہیں۔ وہی عورت حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ہے۔ بعد میں حضرت داؤد علیہ السلام نے اِس جرنیل کو ایک جنگ میں بھیج دیا۔ اور وہ جرنیل اِس جنگ میں مارا گیا۔ اور اِس کی بیوی سے نکاح کرلیا۔

دراصل بنی اسرائیل والے اُس وقت کے انبیاء علیہم السلام کو یا تو قتل کر دیتے یا پھر اُن پر

تہمتیں لگاتے تھے۔ بنی اسرائیل کے ایک فرد قارون نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کا الزام لگایا تھا۔ اب اِن کی خرافات اور نبیوں (علیہم السلام) پر تہمتیں اِن کی اپنی کتاب تلمود اور بائبل میں درج ہیں۔

(سورہ ص: حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ سورہ النمل میں لکھا جا چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ سورہ الانبیاء میں درج ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔)

شرک کے سوا تمام گناہ معاف

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (الزمر: 53)

"(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندو! جن لوگوں نے اپنے اوپر بہت ظلم کر لیے وہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ تمام گناہوں کو بخش دیں گے۔

روایت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چند مشرک جن لوگوں نے بہت قتل کیے تھے اور کثرت سے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہم نے بہت زیادہ گناہ کیے ہیں۔ کیا ہماری بھی کوئی بخشش کی صورت ہے۔ کیا اگر ہم اسلام قبول کر لیں تو ہمارے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے یا ہمیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ اگر ہم نے دوزخ ہی میں جانا ہے تو پھر ہمیں اسلام قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اِن حالات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے اور دل سے سابقہ گناہوں پر نادم ہو اور آئندہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے تو اللہ تعالیٰ اُس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اگر پھر بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے۔

حدیث:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی اِس آیت کے بدلہ میں مجھے ساری دنیا کی دولت بھی دے تو مجھے یہ آیت سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک بوڑھا شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ مجھ سے بہت گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ میرے گناہ

معاف ہو جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہے۔ اور وہ وحدہ لا شریک ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ ہاں دل سے مانتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا کہ کیا تو میری رسالت کو مانتا ہے تو اِس بوڑھے نے جواب دیا کہ ہاں میں دل سے آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) مانتا ہوں۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو تم کیوں توبہ نہیں کرتے اور مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی کیوں نہیں مانگتے؟ میں تو بہت ہی رحیم اور کریم ہوں۔

روایت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے ننادوے (۹۹) قتل کیے اور وہ شخص بنی اسرائیل کے ایک عابد کے پاس گیا کہ کیا میرے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ اُس عابد نے کہا کہ نہیں، تو اُس قاتل نے اُس عابد کو بھی قتل کر دیا۔ اِس طرح سو (۱۰۰) ہو گئے۔ اِس کے بعد یہ قاتل ایک اور عابد کے پاس گیا اور یہی سوال کیا تو اِس عابد نے کہا کہ تم فلاں بستی میں چلے جاؤ وہاں بستی کے لوگ بڑے نیک ہیں۔ وہاں جا کر توبہ کرو اور اُن کے ساتھ رہ کر نیک کام کرو۔ چنانچہ وہ قاتل عابد کی ہدایت کے مطابق اُس نیک بستی کی طرف چلا مگر راستہ میں وہ قاتل بیمار ہو گیا اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا مگر اُس نے ہمت نہ ہاری اور سینے کے بل چلنا شروع ہو گیا۔ اور اِسی حالت میں اِس کی روح پرواز کر گئی۔ روح نکلتے ہی جنت کے فرشتے اور دوزخ کے فرشتے آ گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ جگہ کی پیمائش کی جائے۔ اگر بستی کی جگہ نزدیک ہے تو جنت والے روح کو لے جائیں اور اگر بستی کی جگہ دور ہے تو دوزخ کے فرشتے روح کو لے جائیں۔ بظاہر بستی کا فاصلہ زیادہ تھا مگر اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے بستی کا فاصلہ کم کر دیا اِس لیے جنت میں چلا گیا۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

حدیث:

رسول اللہ ﷺ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بندے گناہ کریں ہی نہ اور ہمیشہ نیک کام کرتے رہیں تو میں اِن کی جگہ اور قوم کو لے آؤں گا۔ جو گناہ کرے اور توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کو توبہ بہت پسند ہے۔

آسمان وزمین اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

(الزمر:67)

''اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے)، وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ساری زمین اِس کی مٹھی میں ہوگی۔ اور آسمان ہاتھ پر لپیٹا ہوا ہوگا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ جس طرح ایک بچہ گیند کو اپنی مٹھی میں لے لیتا ہے اور ایک شخص اپنے رومال کو اپنے ہاتھ کے گرد لپیٹ لیتا ہے یہ کام اِن دونوں کے لیے معمولی ہے۔ اِسی طرح میرے لیے یہ معمولی کام ہوگا کہ زمین میری مٹھی میں ہوگی اور آسمان ہاتھ پر لپٹا ہوا ہوگا۔

حدیث شریف:

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں یہی آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ تمام زمینوں، آسمانوں اور تمام سیاروں کو اپنے ہاتھ میں لے کر اِس طرح گھمائے گا جس طرح ایک بچہ گیند کو گھماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں بادشاہوں، میں جبار ہوں، اور کبریائی کا مالک ہوں، وحدہ لاشریک ہوں۔ کہاں ہیں جو وہ دنیا میں اپنے آپ کو بادشاہ اور جبار کہتے تھے؟ اور وہ متکبر تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ ادا کر رہے تھے تو آپ ہل رہے تھے جس سے منبر بھی ہل رہا تھا۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہوا کہ کہیں آپ منبر سے نیچے ہی نہ گر جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس آیت کو پڑھنے کے بعد جس کو رونا آجائے وہ جنتی ہے اور جس کو

رونا نہ آئے وہ رونے جیسی شکل بنالے۔

اللہ تعالیٰ یہ الفاظ اُس وقت ادا فرمائیں گے جب پہلے صور پر تمام مخلوق بدحواس ہوکر بھاگ رہی ہوگی اور دوسرے صور پر تمام مخلوق مرجائے گی تو ذی روح زندہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یہ الفاظ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ مالک ہے خالق ہے، رب العالمین ہے۔ رحمٰن ہے رحیم ہے، کریم ہے وحدہ لاشریک ہے اور آخرت کا مالک ہے۔

صور پھونکنے کی تعداد

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ﴾(الزمر :68)

''اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہوکر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہوکر دیکھنے لگ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ الزمر میں دو دفعہ صور پھونکنے کا ذکر کیا ہے یعنی ایک دفعہ مرجانے کا ذکر ہے اور دوسری دفعہ دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر ہے مگر سورہ النمل میں سب سے پہلے صور کا ذکر بھی فرمایا ہے کہ پہلے صور پر تمام لوگ بدحواس ہوکر اِدھر اُدھر بھاگنے لگیں گے۔ اور کسی کو بھی ایک دوسرے کا ہوش نہیں ہوگا۔ مائیں اپنے بچوں کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گی۔

حدیث:

حدیث میں تین دفعہ صور پھونکنے کا ذکر ہے۔ پہلا صور گھبرا دینے والا ہے۔ دوسرا صور مار دینے والا ہے اِس صور کے بعد تمام دنیا مرجائے گی۔ اِس صور کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، آج دنیا کا کوئی جبار اور متکبر بادشاہ نہیں رہا ہے۔

تیسرے صور کے بعد تمام دنیا زندہ ہوجائے گی اور جو لوگ پہلے ہی مرچکے تھے۔ وہ بھی زندہ ہوکر بھاگتے ہوئے میدانِ حشر کی طرف آئیں گے اور وہاں حساب کتاب شروع ہوجائے گا۔

قیامت کا مختصر حال:

تیسرے صور کے بعد جب تمام لوگ زندہ ہو جائیں گے تو تمام زمین رب کے نور سے چمک جائے گی۔ حساب وکتاب جس میں اُس آدمی کا نامہ اعمال درج ہوں گے اُس آدمی کے سامنے رکھ دی جائے گی۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور دوسرے لوگ جو گواہ ہوں گے۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو جائیں گے۔ اُس وقت حق کے ساتھ فیصلہ ہوگا۔ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ جس شخص نے جو بھی ظلم کیا ہوگا اُس کا اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

فیصلہ کے بعد:

جب تمام لوگوں کا حساب ہو جائے گا تو جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اُن کو گروہ درگروہ ہانک کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ اور جب یہ دوزخی دوزخ کے دروازہ پر پہنچیں گے تو دوزخ کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ اِن کافروں کو دیکھ کر دوزخ کے فرشتے، کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول (علیہم السلام) نہیں آئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر نہیں سناتے تھے۔ کیا رسولوں (علیہم السلام) نے قیامت کے دن سے نہیں ڈرایا تھا کہ یہ دن ضرور آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ حساب لے گا۔

دوزخیوں کا جواب:

فرشتوں کا سوال سن کر کافر جواب دیں گے ہاں ہمارے پاس رسول آئے تھے مگر ہم نے اُن کی بات نہیں مانی اب ہمارے بچنے کی کوئی صورت ہے۔ مگر اب فیصلہ ہو چکا ہے اور وہ دوزخ کے حق دار ہو چکے ہیں۔

لہٰذا فرشتے اُن کو کہیں گے کہ اب داخل ہو جاؤ دوزخ میں۔ اب تم نے ہمیشہ اِس میں رہنا ہے اور اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ یہی لوگ بڑے دنیا میں متکبر تھے۔ اب ان کا بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

جنتی لوگ:

جنت میں وہ لوگ جائیں گے جن لوگوں نے دنیا میں اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع گزاری ہوگی۔ اِن کو گروہ درگروہ جنت میں لے جایا جائے گا۔ جب یہ جنت میں جائیں گے تو جنت کے دروازے پہلے ہی کھلے ہوئے ہوں گے۔ اور جنت کے فرشتے ان کو دیکھ کر

سلام کہیں گے۔ اور کہیں گے کہ داخل ہو جاؤ جنت میں۔ اب تم نے ہمیشہ اِس میں رہنا ہے۔ اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اِس پر جنتی لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔ اور سب اُس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کا ترانہ گا رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے

﴿تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ (مؤمن:2)

''اس کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو غالب اور دانا ہے۔''

﴿ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾ (مؤمن:3)

''گناہ کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول فرمانے والا، سخت عذاب والا، انعام وقدرت والا)، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے سب کچھ جاننے والا ہے گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص گناہوں سے باز نہ آئے اُس کو احساس ہی نہ ہو کہ اُس نے گناہ کیا ہے اور توبہ بھی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ پھر سخت سزا دینے والا ہے۔

واقعہ:

مفسرین نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا ایک واقعہ لکھا ہے شام کے ایک شخص کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوستی تھی۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُس کو بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص شام سے مدینہ پاک میں آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُس شخص سے اپنے دوست کا حال پوچھا کہ وہ کیسا ہے۔ اُس شخص نے کہا کہ وہ تو تباہ ہو گیا وہ شراب پیتا ہے۔ گانے سنتا ہے اور عورتوں کا رسیا ہے۔ اور وہ بُرے کاموں میں زندگی گزار رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بڑا صدمہ ہوا اور اُس مہمان سے فرمایا کہ جب شام واپس جاؤ تو مجھے مل کر جانا۔ چنانچہ یہ شخص واپس جانے سے قبل حضرت عمر فاروق

سے ملا۔ آپ نے اپنے کاتب کو بلایا اور اپنے دوست کے نام ایک خط لکھا اور اُس مہمان کو دیا کہ جا کر میرے دوست کو دے دینا۔

خط کا متن:

یہ خط عمر فاروق کا اپنے دوست کے نام تم پر سلام ہو۔ میں تم پر اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ گناہوں کو معاف کرنے والا اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ وہ بڑی قدرت والا ہے۔ اِس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے سب نے اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ خط لکھنے کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دوست کے لیے ہدایت کی دعا کی اور مسجد میں موجود سب لوگوں سے بھی کہا کہ تم بھی اِس کے لیے ہدایت کی دعا کرو۔ مہمان نے یہ رقعہ حضرت عمر فاروق سے لے کر شام جا کر آپ کے دوست کو دیا۔ اُس نے جب رقعہ پڑھا تو اُس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ بار بار رقعہ پڑھتا اور روتا رہا خط پڑھنے کے بعد اُس نے بُرے کاموں سے توبہ کی اور آئندہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنے لگا۔

حضرت عمر فاروق کو جب اپنے دوست کی توبہ کے متعلق اطلاع ملی تو آپ کو نہایت خوشی ہوئی۔ اِس کے بعد حضرت عمر فاروق نے مسجد میں تمام لوگوں سے فرمایا کہ تم جب بھی اپنے دوست کو بُرے کام کرتے دیکھو تو اِس کو ملامت کرنے کی بجائے ہمیشہ ہدایت کی دعا کرو۔ اگر تم اُس کو ملامت کرو گے تو ہو سکتا ہے وہ اور زیادہ گمراہ ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم اور مومن کا بیان

﴿وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾(مؤمن:27)

''موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس تکبر کرنے والے شخص (کی برائی) سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔''

سورۃ المؤمن: آیت نمبر:28 تا 32:

''اور ایک مومن شخص نے، جو فرعون کے خاندان میں سے تھا اور اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، کہا کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے، اگر وہ جھوٹا ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہو، تو جس (عذاب) کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ تو تم پر آ پڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کی رہبری نہیں کرتا جو حد سے گزر جانے والے اور جھوٹے ہیں۔'' ''اے میری قوم کے لوگو! آج تو بادشاہت تمہاری ہے کہ اس زمین پر تم غالب ہو لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا؟ فرعون بولا، میں تو تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود دیکھ رہا ہوں اور میں تو تمہیں بھلائی کی راہ ہی بتلا رہا ہوں۔'' ''اس مومن نے کہا اے میری قوم! (کے لوگو) مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم پر بھی ویسا ہی روز (بد عذاب) نہ آئے جو اور امتوں پر آیا۔'' ''جیسے امت نوح اور عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں کا (حال ہوا، اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا۔'' ''اور اے میری قوم! مجھے تم پر ہانک پکار کے دن کا بھی ڈر ہے۔'' ''جس دن تم پیٹھ پھیر کر لوٹو گے، تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کا ہادی کوئی نہیں۔''

یہ آیات اِن حالات کا بتا رہی ہیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام لگاتار توحید کی تبلیغ کر رہے تھے۔ جس سے فرعون نالاں تھا تو اُس نے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دوں گا۔ جس پر دربار میں موجود ایک نہایت ہی اہم عہدہ پر فائز اور فرعون کی برادری کا فرد جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ پر ایمان لے آیا تھا مگر اُس نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا۔ وہ خاموش نہ رہ سکا اور بول پڑا

اللہ تعالیٰ نے اِس کو مومن کا خطاب دیا ہے۔

مومن کا خطاب:

اِس شخص نے اعلان کیا کہ اے دربار والو تم موسیٰ (علیہ السلام) کو اِس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ تمہیں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہے اور وہ خود بھی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام اپنے بیان میں جھوٹا ہے تو وہ خود ہی عذاب بھگتے گا اور اگر سچا ہے اور تم اُس کی مخالفت کرتے ہو تو تم پر بھی عذاب آسکتا ہے۔ آج تمہاری بادشاہی ہے۔ اگر تم پر عذاب آ گیا تو تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچائے گا۔

فرعون کا جواب:

دربار کے ہی ایک انتہائی اہم عہدیدار کی باتیں سن کر فرعون پریشان ہو گیا اور بولا میں تو وہی بات کہتا ہوں جو مجھے مناسب معلوم ہوتی ہے۔

مومن کا بیان:

فرعون کی بات کے باوجود مومن نے دوبارہ فرعون کو مخاطب کیا اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو تم پر بھی سابقہ قوموں جیسے قوم نوح، عاد، ثمود اور لوط جیسا عذاب آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا تم ڈرو اُس عذاب سے جب تمہیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

اِس سے قبل حضرت یوسف علیہ السلام بھی ہدایت لے کر آئے تھے۔ اُس وقت بھی تم شک ہی کرتے رہے۔ کہ اب کوئی آئندہ نبی نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

فرعون کا جواب:

مومن کے بیان کے درمیان ہی فرعون بول پڑا کہ ہامان ایک اُونچی عمارت بناؤ تا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے رب کو دیکھوں کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ فرعون یہ چاہتا تھا کہ لوگ اِس کی باتوں پر توجہ نہ دیں۔

مومن کا بیان:

فرعون کی مداخلت کے باوجود مومن نے بیان جاری رکھا۔ مومن نے کہا کہ اے لوگو! یہ

دنیا تو چند روزہ ہے۔ آخری زندگی ہی اصل ہے اگر تم بُرے کام کرو گے تو ویسا ہی بدلہ ملے گا اور اگر تم ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل کر دے گا۔ وہاں تمہیں موت نہ آئے گی۔

اے لوگو میں تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی دعوت دیتے ہو۔ آخر ہم نے اللہ تعالیٰ کے پاس ہی جانا ہے۔ اِس بیان کے بعد فرعون اور اِس کے درباریوں نے خفیہ طور پر اِس مومن کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اُن کی ہر چال کو ناکام بنادیا۔

فرعون کو قبر میں عذاب

﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾(مؤمن:46)

''آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فرعون کو قبر میں صبح شام دوزخ کی آگ دکھائی جاتی ہے۔ فرعون کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ تمہیں قیامت کے روز ایک بڑے عذاب یعنی دوزخ کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ الفاظ صرف فرعون کے لیے نہیں ہیں۔ بلکہ ہر اُس شخص کے لیے ہے جس نے دوزخ میں جانا ہے اور ہر دوزخی کو قبر میں بھی دوزخ کی جھلک دکھائی جاتی ہے۔ اِسی طرح جو جنتی ہے اُس کی قبر کی طرف بھی جنت کی ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے تاکہ اُس کو پتہ چل جائے کہ اُس کی آخری منزل کہاں ہے۔

حدیث:

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مرتا ہے اُس کو قبر میں اُس کی آخری منزل دکھائی جاتی ہے۔ خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی اور اُس کو بتایا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہاری منزل جہاں تم نے جا کر رہنا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمہیں دوبارہ اُٹھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتا ہے

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾(مؤمن:60)

''اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ مگر جو لوگ غرور اور تکبر کی وجہ سے مجھ کو نہیں پکارتے تو میں اُن کو قیامت کے روز دوزخ میں ڈالوں گا۔

اِس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ صرف مجھ سے ہی مانگو۔ میں ہی قبول کروں گا۔ دراصل انسان کے دل میں یہ پختہ یقین ہونا چاہیے کہ وہی اللہ تعالیٰ میرا مالک اور خالق ہے۔ اور وہی میری فریاد سنتا ہے۔

حدیث:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قضا کو کوئی نہیں ٹال سکتا، سوائے دعا کے۔ بندہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے فیصلے کو بدل دے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی میں یہ طاقت نہیں ہے۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس دعا کو تین طریقوں سے قبول فرماتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک طریقہ یہ ہے کہ اُس دعا کو دنیا میں ہی قبول فرما لیتے ہیں۔ اور جس کے لیے وہ دعا کرتا ہے دنیا میں ہی اُس کو عطا کر دیتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا قبول کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اُس شخص پر یا اُس کے خاندان پر کوئی مصیبت یا آفت آنے والی ہے جس کو دعا کرنے والا نہیں جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس دعا کی وجہ سے اُس آفت کو ٹال دیتا ہے۔

(۳) تیسرا طریقہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ہے کہ وہ دعا جو بندہ مانگتا ہے اُس دعا کو روک لیتا ہے اور جب میدان حشر میں حساب ہورہا ہوگا تو اُس دعا کو نیکیوں کے پلڑا میں رکھ کر تولا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ نیکیوں کا پلڑا دوسرے پلڑے کی نسبت جھک جاتا ہے تو بندہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ یا اللہ یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تیری وہ دعائیں تھیں جو میں نے دنیا میں قبول نہیں کیں اور اب آخرت میں اُن کا تجھے ثواب دے رہا ہوں۔ اِس پر بندہ عرض کرے گا کہ یا اللہ تو دنیا میں میری کوئی دعا بھی قبول نہ کرتا۔ میری سب دعاؤں کو آخرت کے لیے رکھ لیتا۔ تا کہ میرے درجات اور بلند ہو جاتے۔

حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ یا اللہ اگر تو چاہے بلکہ اُس کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی ہے۔

حدیث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ دعا مانگنے کے بعد بندہ کو جلد باز نہیں ہونا چاہیے۔ بندہ یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی مگر وہ قبول نہیں ہوئی۔ اور اِس وجہ سے دعا مانگنی چھوڑ دے۔

حدیث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز کی وقعت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اُس سے مانگا جائے۔

عقبہ بن ربیعہ کا رسول اللہ ﷺ کے پاس آنا

﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ﴾

(حم السجدة:13)

''اب بھی یہ روگرداں ہوں تو کہہ دیجئے! کہ میں تمہیں اس کڑک (عذاب آسمانی) سے ڈراتا ہوں جو مثل عادیوں اور ثمودیوں کی کڑک ہوگی۔''

﴿إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ﴾

(حم السجدة:14)

''ان کے پاس جب ان کے آگے پیچھے سے پیغمبر آئے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ ہم تو تمہاری رسالت کے بالکل منکر ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی (ﷺ) اپنی قوم کو قومِ عاد اور قومِ ثمود پر جو عذاب آیا اُس سے ڈراؤ۔ اور کفار سے فرمادیں کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ مگر کفار نے جواب دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہماری ہدایت کے لیے فرشتے نازل کرتا۔ لہٰذا ہمیں آپ پر یقین نہیں ہے۔

واقعہ:

قریش کے کافی لوگ ایمان لا رہے تھے۔ مگر اُن میں اکثریت غریب لوگوں کی یا پھر اکثر غلام تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ اگر اِن سرداروں میں کوئی ایمان لے آئے تو جو مسلمانوں پر سختیاں ہو رہی تھیں اُن میں نرمی ہو جائے گی۔ مگر جب مسلمانوں میں اضافہ ہونے لگا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ایمان لا چکے تھے، تو کفار کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اور انہوں نے سوچنا شروع کیا کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ کو اپنا دین پھیلانے سے روکا جائے۔

ایک دن کفار خانہ کعبہ میں بیٹھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق مشورہ کر رہے تھے جس میں عقبہ بن ربیعہ بھی موجود تھا۔ جو سردار ابوسفیان کا سسر اور ہندہ کا باپ تھا نے کفار سے کہا کہ اگر تم مجھے اجازت دو تو میں رسول اللہ ﷺ سے بات کرتا ہوں شاید وہ میری کوئی تجویز مان

جائیں اور ہمارے خداؤں کی مخالفت کرنا چھوڑ دیں۔ تمام کفار نے اِس بات سے اتفاق کیا۔ چنانچہ عقبہ اُٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور کہا: میرے بھتیجے! آپ کی وجہ سے سارے خاندانوں میں مصیبت آئی ہوئی ہے۔ آپ ایک اعلیٰ خاندان کے فرد ہیں۔ ساری قوم دو حصوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔ آپ ہمارے خداؤں کو بُرا کہتے ہیں۔ ہمارے باپ دادا کو کافر کہتے ہیں۔ میں آپ کو کچھ تجاویز دیتا ہوں۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابو ولید سناؤ میں سنوں گا۔

(۱) عقبہ نے کہا کہ اگر آپ کے پاس مال کی کمی ہے تو ہم آپ کو اتنا مال دے دیتے ہیں جس سے آپ مال دار ہو جائیں گے۔

(۲) اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو سردار مان لیتے ہیں اور آپ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔

(۳) اگر آپ بادشاہی چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔

(۴) اگر آپ پر کسی جن کا سایہ ہے تو ہم آپ ﷺ کا اپنے خرچہ سے علاج کرا دیتے ہیں۔

آپ حضور ﷺ نے تمام باتیں خاموشی سے سنیں جب باتیں کر کے عقبہ خاموش ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابو ولید تمہاری بات ختم ہو گئی۔ اِس پر عقبہ نے جواب دیا کہ ہاں میری بات ختم ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری بات غور سے سنو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور حم السجدہ کی اِن آیات کی تلاوت شروع کر دی۔ جب آپ حضور ﷺ نے قوم عاد اور قوم ثمود پر عذاب کا ذکر کیا تو عقبہ نے فوراً رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور درخواست کی کہ قوم پر رحم کریں یہ آیات سن کر عتبہ اُٹھا اور سرداروں کے پاس جا کر کہا کہ میں وہ کلام سن کر آیا ہوں جو نہ شعر ہے نہ ہی کہانت ہ اور نہ ہی وہ جادو ہے اور جب رسول اللہ ﷺ نے قوموں پر عذاب کا ذکر کیا تو میں نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا کہ قوم پر رحم کریں۔ آپ تو جانتے ہیں کہ آپ حضور ﷺ جو بھی بات کرتے ہیں وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔ مجھے خوف ہوا کہ کہیں ہم پر بھی عذاب نہ آجائے۔

عقبہ نے رائے دی کہ رسول اللہ ﷺ کو ہم اُن کے حالات پر چھوڑ دیتے ہیں اگر وہ تمام عرب پر غالب آگئے تو ہماری جیت ہوگی۔ اور اگر دوسری قوموں سے ہار گئے تو ہم پر کوئی الزام نہیں آئے۔ اِس پر سرداروں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا تم پر بھی جادو چل گیا ہے اِس پر عقبہ نے کہا کہ میں نے تو صرف رائے دے دی ہے آگے تمہاری مرضی ہے۔

جنت میں اللہ تعالیٰ کے انعامات

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾(حم السجدة :30)

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔''

﴿نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ﴾(حم السجدة :31)

''ہم تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے، جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لیے (جنت میں موجود) ہے۔''

﴿نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ﴾(حم السجدة :32)

''غفور و رحیم (معبود) کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو ایک مانا اور اِس پر قائم رہے۔ تو فرشتے اُس سے کہتے ہیں کہ اب کوئی فکر نہ کرو۔ ہم دنیا میں بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ ابن کثیر میں ہے کہ جب بندے پر نزع کا وقت آتا ہے تو فرشتے اُس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فکر نہ کرو تم آخری منزل کی طرف جا رہے ہو۔ بے خوف ہو جاؤ تمہاری حفاظت اب ہمارے ذمہ ہے۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نزع کے وقت فرشتے روح سے کہتے ہیں کہ تو پاک روح

ہے۔ پاک جسم میں تھی۔ اب نکل آ۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی طرف چل۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے اور تو جنتی ہے۔

اِسی طرح جب مومن قبروں سے اُٹھیں گے تو فرشتے جو اِس کی زندگی میں اِس کے ساتھ تھے۔ وہی اِس کے پاس آئیں گے اور اِس کو جنت کی بشارت سنائیں گے۔ اور کہیں گے کہ کوئی خوف نہ کر۔ اب تمہیں کوئی ڈر نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کیے تھے وہ پورے ہوں گے۔ اِس طرح اِس کا خوف امن میں بدل جائے گا۔ اور رحمت کے فرشتے اِس کے ساتھ ہوں گے۔ فرشتے ہر وقت روح کو بشارتیں سناتے رہیں گے۔ اور کہیں گے کہ جس طرح ہم نے دنیا میں تیری حفاظت کی، اِسی طرح ہم تیری قبر میں، حشر میں قیامت کے میدان میں، پل صراط پر تیری حفاظت کریں گے، اور آخرت میں بھی تیرے ساتھ رہیں گے۔

حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جنت میں بازار بھی ہوں گے۔ جو ہر جمعہ کو لگائیں گے۔ وہاں پر مال کی خرید وفروخت نہ ہوگی۔ جنتی آدمی کا جو مال لینے کو دل چاہے گا وہ مال مل جائے گا۔ اور تمام جنتیوں کی وہاں ملاقاتیں بھی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہاں رب کا دیدار بھی ہوگا۔ یہ دیدار اِس طرح ہوگا جیسے آدھے دن کے وقت سورج اور چودھویں رات کو انسان چاند دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں اپنے بندوں سے باتیں بھی کرے گا۔ اور ایک سے اُس کے گناہوں کے بارے میں پوچھے گا تو بندہ عرض کرے گا کہ یا اللہ تو نے میرے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تبھی تو میری رحمت سے تو جنت میں ہے۔

مشکل وقت میں صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا

﴿وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ (حم السجدة :35)

''اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پا سکتا۔''

﴿وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (حم السجدة :36)

''اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرو یقیناً وہ بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کتنا ہی مشکل وقت آئے تو صبر کرو۔ برائی کا جواب نیکی سے دو۔ یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ شیطان سے بچ کر رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

واقعہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت جس کو امام احمد نے مسند احمد میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اکٹھے تشریف لا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے لگا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموش کھڑے سنتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس دوران مسکرا رہے تھے۔ جب وہ شخص حضرت ابو بکر کو بہت سخت الفاظ کہنے سے نہ رُکا تو حضرت ابو بکر نے بھی جواب میں اُس کو سخت الفاظ کہہ دیے حضرت ابو بکر کے منہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب الفاظ سنے تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے اور آپ وہاں سے فوری چل دیے۔

آپ کو جاتا ہوا دیکھ کر حضرت ابو بکر بھی فوری وہاں سے چل دیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وہ شخص مجھے گالیاں نکال رہا تھا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ اور جب میں نے جواب دیا تو آپ ناراض ہو کر چل دیے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم خاموش تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا تھا جو تمہاری طرف سے اُس کو جواب دے رہا تھا۔ اور جب تم نے سخت جملہ کہا تو فرشتہ چلا گیا اور

اُس کی جگہ شیطان آ گیا شیطان کے ہوتے ہوئے میں وہاں نہیں رُک سکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کا محافظ ہے

﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾(الشوریٰ:52)

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے، آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنایا، اس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں، بیشک آپ راہ راست کی رہنمائی کر رہے ہیں۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ہی نگہبان ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں علیہم السلام کی بچپن ہی سے تربیت فرمائی اِسی طرح اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کی بچپن سے لے کر اِس دنیا سے رخصت ہونے تک تربیت، نگہبانی اور حفاظت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جاہلانہ رسم ورواج سے بچا کر رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن میں فرمایا کہ ہم نے بچپن ہی سے انہیں علم وحکمت سے نوازا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ اُس وقت آپ کی عمر تین سال تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی گہوارہ ہی میں تھے کہ آپ نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی ہے۔ نبی بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بابرکت بنایا ہے۔ میں جہاں بھی ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب بھائیوں نے کنویں میں پھینکا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ آپ اِس عمل سے اپنے بھائیوں کو مطلع کرد گے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بچپن ہی میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کریں۔ آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں فرعون کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا اور فرعون کے محل میں پرورش کی۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب میں بڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرے دل میں بتوں اور شعر گوئی سے نفرت پیدا ہوگئی۔ اور میں نے بچپن ہی سے جاہلانہ رسموں میں کبھی حصہ نہ لیا۔ صرف دو موقعہ پر اپنے چچا کے ساتھ گیا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اِس سے بچالیا۔ اور پھر میں نے کبھی اِن میں حصہ لینے کا قصد نہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ بچپن میں اپنے چچا کے ہمراہ شام کی طرف سفر کیا راستہ میں ایک عیسائی راہب جس کا نام بحیرہ تھا۔ سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ میں نبوت کی تمام کی تمام نشانیاں دیکھیں تو آزمانے کی خاطر آپ کو لات اور منات کی قسم کھانے کو کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کم سنی کے باوجود راہب سے فرمایا کہ مجھے اِن بتوں کے بارے میں مت پوچھو مجھے اِن بتوں سے جتنی نفرت ہے کسی اور سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو کافروں سے بھی نجات دلائی۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

﴿وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾(زخرف:58)﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾(زخرف:59)

''اور انہوں نے کہا کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ تجھ سے ان کا یہ کہنا محض جھگڑے کی غرض سے ہے، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔'' ''عیسیٰ ﷺ بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے نشان قدرت بنایا۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ایک بندہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس پر انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے نمونہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اِن آیات میں حقیقت بتائی کہ وہ اور کچھ نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے تھے۔ مگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اِن آیات کی تلاوت فرمائی تو کفار نے شور مچا دیا کہ عیسائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں۔

روایت:

رسول اللہ ﷺ نے جب اِن آیات کی تلاوت کی تو ایک شخص نے اعتراض کیا کہ عیسائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اور اُس کی پوجا کرتے ہیں۔ تو کیا ہمارے ہی معبود بُرے ہیں۔ جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ یہ باتیں کر کے کفار نے رسول اللہ ﷺ کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا اور شور مچانے لگے کہ اب رسول اللہ ﷺ کے پاس اِس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) تو میرا ایک بندہ ہے۔ جس کو میں نے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور وہ بنی اسرائیل کو میرا کلام سناتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میں نے نشانیاں دی تھیں۔ اور لوگوں کو کہا کہ میں تمہیں ایک حقیقت بتانے آیا ہوں۔

معجزات:

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ پیدا کیا۔

(۲) آپ مٹی سے پرندہ بناتے اور اُس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونک مارتے تو وہ

زندہ ہو جاتا۔

(۳) آپ مردے کو بھی زندہ کر دیتے۔

بنی اسرائیل کے اختلافات:

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ شروع کی تو بنی اسرائیل دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

(۱) ایک گروہ نے آپ کی اِس حد تک مخالفت کی کہ آپ پر ناجائز اولاد کا الزام لگایا۔ اور آپ کو سولی پر چڑھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمانوں پر اُٹھا لیا۔ یہ بعد میں اپنے آپ کو یہودی کہلانے لگے۔

(۲) دوسرا گروہ آپ کا اِس حد تک گرویدہ ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا، کبھی کہتے خود حضرت عیسیٰ اللہ ہیں اور کبھی کہا کہ تین میں تیسرا ہے یعنی حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا دیا اور اپنے آپ کو عیسائی کہلانے لگے۔

کفار مکہ پر قحط کا عذاب

﴿يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (الدخان:11)

''جو لوگوں کو گھیر لے گا، یہ دردناک عذاب ہے۔''

سورۃ الدخان: آیت نمبر: 12 تا 15:

''کہیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ آفت ہم سے دور کر ہم ایمان قبول کرتے ہیں۔'' ''ان کے لیے نصیحت کہاں ہے؟ کھول کھول کر بیان کرنے والے پیغمبران کے پاس آ چکے۔'' ''پھر بھی انہوں نے ان سے منہ پھیرا اور کہہ دیا کہ سکھایا پڑھایا ہوا باولا ہے۔'' ''ہم عذاب کو تھوڑا دور کر دیں گے تو تم پھر اپنی اسی حالت پر آ جاو گے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کفار پر اللہ تعالیٰ نے قحط کا عذاب نازل کیا اور یہ ایک دردناک سزا تھی۔ تو پھر کہتے تھے کہ ہم پر یہ عذاب ٹال دیں تو ہم ایمان لے آئیں گے۔

واقعہ:

رسول اللہ ﷺ لگا تار کفار مکہ کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ مگر کفار لگا تار توحید اور رسالت کا انکار کر رہے تھے۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے میرے رب! اِس قوم پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا قحط نازل کر کے میری مدد فرما۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اِس دعا کے بعد اِن پر ایسا قحط پڑا کہ لوگ چمڑا اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بھوک کی شدت سے لوگ تنگ آ گئے تو ابو سفیان نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی آپ صلہ رحمی کی تاکید کرتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ آپ کی قوم بھوک سے مر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس عذاب کو دور کر دے۔ اور اِس وقت کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ عذاب دور کر دیا تو ہم توحید اور رسالت پر ایمان لے آئیں گے، مگر جب یہ عذاب اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا تو اپنے وعدہ سے مکر گئے۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اِن پر بڑی ضرب غزوہ بدر میں لگائی اور اِن کے ستر (۷۰) سردار قتل ہو گئے۔

قوم تبع

﴿أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾(الدخان :37)

”کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم کے لوگ اور جو ان سے بھی پہلے تھے۔ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا یقیناً وہ گناہ گار تھے۔“

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قوم تبع کا ذکر فرمایا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔

قوم تبع کے حالات:

مفسرین لکھتے ہیں کہ جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا۔ اِسی طرح یمن کے بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا۔ یہ علاقہ بہت زرخیز تھا۔باغات عام تھے،لوگ بھی بہت خوشحال تھے یہ قوم حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایمان لائے تھے ورنہ پہلے سورج کی پوجا کرتے تھے۔ اِس وقت اِس ملک کی بادشاہ ملکہ سبا تھی۔ اور اِس کا نام ملکہ بلقیس تھا۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو مطلع کیا ہے کہ تمہاری تو کوئی طاقت ہی نہیں ہے۔تم سے یہ قوم تبع بہت زیادہ طاقتور اور خوشحال تھے۔

مفسرین کے مطابق اِس کا ایک بادشاہ جس کا نام ابو کرب تھا۔ ایمان لے آیا۔اور سب سے پہلے اِسی بادشاہ نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا۔

ایک دفعہ یہ بادشاہ مدینہ کے پاس سے گزرا تو اِس نے وہاں ایک خاص قسم کی خوشبو محسوس کی۔اِس بادشاہ کے ساتھ علماء کی ایک جماعت بھی تھی بادشاہ نے علماء سے اِس خاص قسم کی خوشبو کے متعلق دریافت کیا تو علماء نے کہا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں آخری نبی اپنی رہائش رکھیں گے۔

آخری نبی کا سن کر بادشاہ نے ایک رقعہ لکھا جس میں درج تھا کہ میں آپ پر ایمان لایا اور قیامت کے روز مجھے اپنی شفاعت سے محروم نہ رکرنا۔

خط کے الفاظ:

اِس خط میں تبع کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کہ اگر میں رسول اللہ

ﷺ کی اپنی زندگی میں زیارت نہ کرسکوں تو آپ قیامت کے روز میری شفاعت کرنا۔ میں آپ ﷺ پر ایمان لا چکا ہوں۔ اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کرنا۔ میرا اُس قوم سے تعلق ہے جو آپ سے پہلے گزر چکی ہے۔

بادشاہ کے علماء کی ایک جماعت بھی تھی۔ چنانچہ آپ نے علماء کی ایک جماعت کو اِس جگہ رہائش رکھنے کا فرمایا۔ اور اُن کے لیے مکانات بنا کر دیے۔ اور خوراک کا بھی بندوبست کردیا۔ اُس جماعت میں جو سب سے بڑا عالم تھا اُس کو یہ خط دیا اور تاکید کی کہ اگر تمہاری زندگی میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئیں تو خط اُن کو دے دینا ورنہ تم اپنی اولادوں کو یہ خط دیتے جانا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو خط آپ حضور ﷺ تک پہنچا دینا۔ تبع کا زمانہ رسول اللہ ﷺ کی آمد سے ایک ہزار سال پہلے کا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پاک میں تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے رہائش حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس رکھی۔

مفسرین کا یہ خیال ہے کہ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی اُسی علماء خاندان سے تھا جنہوں نے تبع بادشاہ کے کہنے پر یہاں رہائش رکھی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے وہ خط رسول اللہ ﷺ کو دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ خط لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ خط پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کے ایمان کو قبول فرمایا اور شفاعت کی درخواست کو بھی قبول فرمایا۔ اِس بادشاہ کے بعد تبع قوم نے ایمان کو چھوڑ دیا اور بتوں کی پوجا شروع کردی جس وجہ سے اِس قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (الاحقاف:10)

''آپ کہہ دیجئے! اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اسے نہ مانا ہو اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس جیسی گواہی بھی دے چکا ہو اور وہ ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے سرکشی کی ہو، تو بیشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے اِس قرآن کی گواہی تو ایک بنی اسرائیل کا شخص دے چکا ہے اور وہ ایمان بھی لے آیا۔ اور تم ابھی اپنے گھمنڈ میں ہی ہو۔

مفسرین کی اکثریت نے اِس بنی اسرائیل کے ایک شخص سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام لیا ہے جو یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے بھی فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ اِس کا ذکر بخاری شریف اور مسلم شریف میں بھی ہے۔ اِس روایت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام:

آپ اسلام لانے سے قبل یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔ یہودی قوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل بنی اسرائیل کہلاتی تھی۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا اعلان فرمایا تو دو گروہ بن گئے ایک گروہ وہ تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تو وہ اپنے آپ کو عیسائی کہلانے لگے اور بنی اسرائیل کا دوسرا گروہ وہ تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لایا وہ اپنے آپ کو یہودی کہلانے لگے۔ شروع میں یہ دونوں گروہ بنی اسرائیلی تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل ہی سے تھے۔

اسلام قبول کرنا:

حضرت عبداللہ یہودیوں کے عالم تھے تو آپ نے ایک دفعہ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ

میں آئے۔ رسول اللہ ﷺ اُس وقت خانہ کعبہ ہی میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ یہودیوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی عبداللہ بن سلام ہیں۔ تو حضرت عبداللہ نے عرض کی کہ میں ہی عبداللہ بن سلام ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے تورات میں میرے متعلق نہیں پڑھا تو عبداللہ نے عرض کی کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اوصاف بتلایئے۔ اِسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ ﷺ کو سورت اخلاص پڑھ کر سنائی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے یہی سورت اُن کو پڑھ کر سنا دی۔ اور حضرت عبداللہ بن سلام نے یہ سورت سنی تو فوراً آپ پر ایمان لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے مدینہ آنے تک اپنے ایمان کو چھپائے رکھا۔ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ پاک میں تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام ایک کھجور کے درخت سے کھجوریں اُتار رہے تھے۔ آپ کو جب پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لا چکے ہیں تو آپ نے خوشی سے درخت سے نیچے چھلانگ لگا دی جس پر آپ کی والدہ نے کہا کہ اگر اِس وقت حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بھی آ جاتے تو تمہیں اتنی خوشی نہ ہوتی۔ اِس پر حضرت عبداللہ نے اپنی والدہ سے کہا کہ مدینہ میں آخری نبی (ﷺ) آ چکے ہیں۔ اِس لیے میں خوش ہوں۔

ایمان کا اظہار:

ایک دن حضرت عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ابھی تک میری قوم یہودیوں کو میرے اسلام قبول کرنے کے متعلق علم نہیں ہے۔ آپ مجھے یہودیوں کی نظر سے چھپا دیں اور میرے متعلق اُن سے پوچھیں کہ وہ میرے متعلق کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ ابھی اُن کو میرے ایمان لانے کا علم نہیں ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سلام کو چھپا دیا اور یہودیوں سے پوچھا کہ تمہارے عالم حضرت عبداللہ کے متعلق کیا خیال ہے تو یہودیوں نے حضرت عبداللہ کی بہت تعریف کی اور کہا کہ وہ تورات کے بہت بڑے عالم ہیں۔ اور ہم تمام اُسی کی پیروی کرتے ہیں۔ جب یہودی اپنی بات ختم کر چکے تو حضرت عبداللہ اچانک یہودیوں کے سامنے آئے کہا کہ اے میری قوم میں نے تورات میں لکھی ہوئی تمام نشانیاں رسول اللہ ﷺ میں دیکھ لی ہیں، تورات میں تمام نشانیاں رسول اللہ ﷺ میں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کے

آخری نبی (ﷺ) ہیں۔ میں اِن پر ایمان لا چکا ہوں، آپ بھی ایمان لے آؤ۔ یہ الفاظ سن کر یہودیوں نے حضرت عبداللہ پر بہتان اور تہمتیں لگانا شروع کر دیں۔ اور آپ کو بُرا کہہ کر چل دیئے۔

حضرت عبداللہ کا خواب:

حضرت قیس بن عبادہ سے روایت ہے کہ ہم مسجد نبوی میں موجود تھے۔ کہ ایک شخص آیا، نماز ادا کی آپ کو دیکھ کر صحابہ نے کہا کہ یہ شخص جنتی ہے۔ یہ سن کر میں اِس کے پیچھے گیا اور کہا کہ آپ کے متعلق صحابہ کہتے ہیں کہ یہ شخص جنتی ہے۔ اِس پر آپ نے کہا کہ لوگوں کو وہ بات نہیں کہنی چاہیے جس کا اُن کو علم نہ ہو۔ البتہ اتنی سی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک سرسبز وادی میں موجود ہوں۔ اور اُس وادی کے عین درمیان ایک ستون ہے۔ اِس ستون کی اونچائی آسمانوں تک ہے۔ اُس کے عین آخر ایک لوہے کا کڑا ہے۔ اِس وادی میں ایک شخص نے مجھے کہا کہ اِس ستون پر چڑھ جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں نہیں چڑھ سکتا۔ اُس شخص نے مجھے سہارا دیا اور میں اِس ستون پر چڑھ گیا اور اُس کڑے کو پکڑ لیا۔ اُس شخص نے کہا کہ اِس کڑے کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اِس دوران میری آنکھیں کھل گئیں اور وہ لوہے کا کڑا میرے ہاتھوں میں تھا۔

میں نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کو سنایا آپ نے فرمایا کہ سرسبز وادی اسلام کی وادی ہے۔ ستون سے مراد دین ہے۔ اور کڑے سے مراد یہ ہے کہ تم موت تک دین پر قائم رہو گے۔

ابن کثیر میں ہے کہ یہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام تھے۔

رسول اللہ ﷺ سے جنوں کا قرآن سننا

﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ﴾ (الاحقاف:29)

اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب پڑھ کر ختم ہوگیا تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے۔"

سورۃ الاحقاف: آیت نمبر:30 تا31:

"کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔" "اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ)، تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دیگا۔"

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے انہوں نے قرآن سنا۔ اور واپس جا کر جنوں سے کہا کہ ہم نے ایک ایسا کلام سنا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہوئی کتاب کی تصدیق کرتا ہے ہم نے ایمان قبول کر لیا ہے تم بھی ایمان لے آو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں سے درگزر کرے گا اور دوزخ کی آگ سے بچالے گا۔

واقعہ:

اِس واقعہ کا پس منظر یہ ہے جس وقت جنوں کا قرآن سننے کا واقعہ پیش آیا۔ وہ آپ پر انتہائی سختی کا دور تھا۔ تین برس سے قریش نے آپ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کا بائیکاٹ کرر کھا تھا۔ قریش نے آپ اور آپ کے خاندان کو شعب ابی طالب میں قید کرر کھا تھا۔ آپ کے تمام گھروں کی ناکہ بندی کی ہوئی تھی۔ آپ کوئی چیز نہ خرید سکتے تھے، اور نہ ہی قریش کے لوگ آپ تک کھانے کی اشیاء آنے دیتے تھے۔ اگر کوئی قافلہ باہر سے آتا تو آپ

اُن سے کوئی چیز خریدنا چاہتے تو قریش کے لوگ زیادہ رقم دے کر خود خرید لیتے۔ مخالفت میں ابولہب سب سے آگے تھا۔

بائیکاٹ کی وجہ سے بعض دفعہ آپ اور آپ کے خاندان کو گھاس، ہڈیاں اور سوکھے پتے کھانے کی نوبت آجاتی۔ تین سال کے بعد جب قریش کا محاصرہ ختم ہوا تو حضرت ابو طالب جو سب سے زیادہ آپ کی حمایت کرتے تھے۔ وہ وفات پاگئے۔ چچا کی وفات کے ایک ماہ کے اندر آپ کی سب سے ہمدرد بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس سال کو رنج وغم کا سال کہتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کافر قریش اور دلیر ہو گئے۔ حتی کہ آپ کا گھر سے نکلنا بھی دشوار ہو گیا۔

کفار سے تنگ آکر آپ نے طائف جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں جا کر سب سے مضبوط قبیلہ بنو ثقیف کو اسلام کی دعوت دیں۔

آپ کا خیال تھا کہ اگر بنو ثقیف قبیلہ نے دعوت قبول کر لی تو وہاں رہائش رکھ کر اسلام کی تبلیغ کرسکوں گا۔ ایک روایت کے مطابق کہ آپ وہاں اکیلے تشریف لے گئے اور دوسری روایت کے مطابق آپ کے ساتھ حضرت زید بھی تھے۔ طائف میں آپ چند دن رہے اور بنو ثقیف کے سرداروں کو دعوت دی سرداروں نے اسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ آپ کو فوری طائف سے نکلنے کا حکم دیا۔ تاکہ آپ سے متاثر ہو کر کوئی مسلمان نہ ہو جائے۔ سرداروں نے آپ کے پیچھے لڑکے لگا دیے جو آپ کو پتھر مارنے لگے۔ جس وجہ سے خون بہنے لگا اور آپ کی جوتیاں خون سے تر ہو گئیں۔ اِن حالات میں آپ طائف سے نکل کر راستہ میں ایک باغ کی دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مشہور دعا کی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

اے میرے رب! میں اپنی بے بسی، بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں بے قدری کا شکوہ نہیں کرتا۔ اے ارحم الراحمین! تو سارے کمزوروں کا رب ہے۔ میرا رب بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے حوالہ کیا ہے کسی بے رحم قوم کے حوالہ جو مجھ سے بدتمیزی سے پیش آئے۔ یا کسی دشمن کے حوالہ جو مجھ پر قابو پالے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی دشمنی کی پرواہ نہیں

ہے۔ اگر تیری طرف سے مجھے عافیت نصیب ہو جائے تو اِس میں میرے لیے کشادگی ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے اُس نور کی جو اندھیرے میں اُجالا اور آخرت کے معاملہ کو درست کرتا ہے۔ مجھے اِس سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے غضب کا مستحق ہو جاؤں۔ میں تیری مرضی پر راضی ہوا یا تو ہی سب کچھ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی واپسی:

آپ طائف والوں سے دل شکستہ ہو کر جب قرن المنازل کے قریب پہنچے تو آسمان پر ایک بادل چھا گیا۔ تو آپ نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ جو طائف والوں نے آپ سے سلوک کیا ہے اللہ تعالیٰ نے دیکھ بھی لیا ہے اور جو کہا ہے وہ سن بھی لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ ایک پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ آپ اِس کو جو حکم دیں گے یہ تعمیل کرے گا۔ اِس پر پہاڑوں کے فرشتہ نے کہا کہ اگر آپ مجھے حکم دیں میں دونوں پہاڑوں کو اُٹھا کر طائف والوں پر اُلٹ دوں۔ اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِس کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اُمید ہے اِن کی نسل سے ایسے آدمی پید اہوں گے۔ جو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں گے۔

جنوں کی آمد:

آپ حضور ﷺ طائف سے واپس آتے ہوئے مکہ کے نزدیک نخلہ کے مقام پر ٹھہر گئے۔ آپ اِس وقت پریشان تھے کہ جو سلوک طائف والوں نے آپ کے ساتھ کیا ہے اگر اِس کا مکہ والوں کو پتہ چل گیا تو وہ بھی آپ کے ساتھ بہت بُرا سلوک کریں گے۔ چنانچہ آپ کچھ دن نخلہ کے مقام پر رُک گئے آپ ایک دن قرآن کی تلاوت کر رہے تھے کہ جنوں کے ایک گروہ کا ادھر سے گزر ہوا انہوں نے قرآن سنا اور ایمان لے آئے اور واپس جا کر جنوں میں تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری رسول اللہ ﷺ کو سنائی کہ اگر انسان آپ (ﷺ) سے دور بھاگ رہے ہیں تو جن آپ (ﷺ) پر ایمان لا رہے ہیں۔ اور اپنے دوسرے گروہوں میں اسلام پھیلا رہے ہیں۔

اِس موقعہ پر جن آپ (ﷺ) کے سامنے نہیں آئے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ نے جنوں کو دیکھا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ جن آپ ﷺ پر ایما

ن بھی لے آئے ہیں، اور آگے دعوت کو بھی پھیلا رہے ہیں۔ یہ جن اِس سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے کیونکہ جب انہوں نے قرآن سنا تو فوری بولے کہ یہ وہی کلام ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا ہے اور اب اُس کلام کی تصدیق کر رہا ہے۔

جنوں کے وفود:

(۱) جنوں کا پہلا وفد جنہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نخلہ کے مقام پر تلاوت کرتے سنا اور دوسرے جنوں کو سنایا تو دوسرے جن بھی ایمان لے آئے اور وفود کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے لگے۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر غائب رہے۔ ہمیں سخت فکر تھی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے رہے۔ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں غارِ حرا کی طرف سے آتے ہوئے نظر آئے تو ہمارے عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ایک جن بلانے کے لیے آیا تھا۔ میں اُس جن کے ساتھ گیا اور جنوں کے ایک وفد کو اسلام سکھایا۔

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج میرے ساتھ کون جائے گا میں جنوں کو اسلام کی دعوت دینے جا رہا ہوں۔ جس پر میں تیار ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ جا کر لکیر کھینچ دی اور مجھے ہدایت کی کہ اِس لکیر سے باہر مت جانا۔ آپ نے آگے جا کر اُونچی آوز میں قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سارے اشخاص جمع ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سن رہے تھے اور یہ اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے درمیان حائل تھے۔

(۴) حضرت عبداللہ نے ایک اور واقعہ کا ذکر فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے نزدیک حجون کے مقام پر جنوں کے ایک مقدمہ کا فیصلہ سنایا۔ اِس کے کئی سال بعد میں نے کوفہ کے مقام پر جاؤں کے گروہ کو دیکھا یہ بالکل ویسے ہی تھے جیسے حجون کے مقام پر ایک گروہ کو دیکھا تھا، اور یہ حجون کے جنوں سے ملتے تھے۔

جنات کی تبلیغ:

حضرت براء بن عازب سے یہ روایت بیان کرتے ہیں او تفسیر ابن کثیر میں موجود ہے

کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ فرما رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ آپ میں اسواد بن قارب ہیں۔ جس پر خاموشی طاری رہی آئندہ سال آپ نے پھر وہی سوال دہرایا۔ ہم نے سوال کیا کہ اسواد بن قارب کون ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اِس کے ایمان لانے کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ اِسی اثنا میں اسواد بن قارب آگئے۔ اُن کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اسواد اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کریں۔ اِس پر اسواد نے عرض کی کہ میں ہند میں تھا۔ ایک جن میرے تابع تھا۔ ایک رات اُس نے مجھے جگایا اور کہا کہ اُٹھو قبیلہ لوئی بن غالب میں اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے۔ جاؤ اور اُن پر ایمان لے آؤ۔ وہ جن تین دن تک مجھے یہی تلقین کرتا رہا۔ اُس کی باتیں سن کر میرا دل بھی اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ اور میں اپنی سواری پر مکہ پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے اسود آجاؤ جو تجھے یہاں لایا ہے میں اُس کو بھی جانتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اب بھی وہ جن آتا ہے اِس پر میں نے عرض کی کہ جب سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے وہ جن نہیں آتا۔ اور میں خوش ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اِس جن کے بدلہ میں اسلام کی نعمت عطا کر دی ہے۔

دوسرا واقعہ:

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ اسلام سے قبل جب بھی ہم سفر کرتے تو راستے میں جب رات کو ٹھہرتے تو اُونچی آواز سے کہتے کہ اے جنوں کے بادشاہ ہم نے یہاں رات گزارنی ہے۔ ہم تمہاری پناہ میں آتے ہیں۔ اِس دفعہ بھی ہم نے آواز لگائی تو آگے سے ایک آواز آئی کہ اب تمہیں ہماری پناہ کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے مکہ میں ایک رسول (ﷺ) کو مبعوث فرما دیا ہے مکہ جاؤ اور اُن پر ایمان لاؤ اور آئندہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگا کرو۔

جنات کی خوراک:

جنوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: ہماری خوراک کیا ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری خوراک ہڈی ہوگی اور تمہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہوگا۔ جب وہ ہڈی تمہیں ملے گی تو اُس پر پہلے کی طرح گوشت موجود ہوگا۔ تمہارے جانوروں کا چارہ گوبر ہوگا۔ جب

تمہارے جانور کھائیں گے تو وہ اُسی طرح ہو جائے گا جس طرح گوبر بننے سے پہلے تھا۔

جنات کا واقعہ:

رسول اللہ ﷺ سے قبل جنات آسمانوں سے کوئی خبر لے آتے تھے اور اُس میں کچھ ملاوٹ کر کے لوگوں کو سناتے تھے۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ اِس دنیا میں تشریف لائے تو جنات کا آسمانوں پر جانا بند ہو گیا اور جب یہ جاتے تو اِن پر شعلے برسائے جاتے۔ اِس پر شیطانوں نے سوچا کہ ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے اور اِس خبر کی تلاش میں نکل پڑے۔ اِس طرح جنوں کی ایک جماعت عرب کی طرف نکل پڑی جب یہ جماعت نخلہ کے مقام پر پہنچی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن کی تلاوت کرتے سنا جب انہوں نے قرآن کے الفاظ سنے تو اُن کو یقین ہو گیا کہ یہی وہ قرآن ہے جس کی وجہ سے ہمارا آسمانوں پر داخلہ بند ہو گیا ہے اور انہوں نے اپنی جماعت سے آ کر کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تم بھی ایمان لے آؤ۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا حامی وناصر

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ﴾

(سورہ محمد :11)

"وہ اس لئے کہ ایمان والوں کا کارساز خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس لئے کہ کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی اور حامی وناصر ہے اور کافروں کا کوئی ولی نہیں ہے۔

واقعہ:

غزوہ اُحد میں جب مسلمانوں کو وقتی طور پر شکست ہوئی تو ابو سفیان نے بڑے فخر اور غرور سے اعلان کیا اور مسلمانوں کو مخاطب ہوکر کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ اور اُن کے دونوں ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں۔ اِس بات کا جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو اُس نے نعرہ لگایا کہ سب ختم ہو گئے۔

ابوسفیان کی طرف سے نعرے سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا تو آپ نے اُونچی آواز میں جواب دیا کہ سب زندہ ہیں۔ اِس پر ابوسفیان نے جواب دیا کہ تمہارے شہیدوں کا مُثلہ کیا گیا ہے جس کا نہ میں نے حکم دیا تھا اور نہ ہی میں اِس سے ناراض ہوں۔ اِس کے بعد ابوسفیان نے نعرہ لگایا۔ ہبل کا بول بالا ہو۔ ہبل اُن کا بت تھا۔ اِس کے جواب میں مسلمانوں نے نعرہ لگایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بلند وبالا ہے اور اُس کی شان سب سے اُونچی ہے۔

اِس کے جواب میں ابوسفیان نے کہا کہ عزیٰ ہمارے پاس ہے (یہ بھی ایک بت کا نام تھا) تمہارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اِس کے جواب میں مسلمانوں نے نعرہ لگایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مولا اور ولی ہے تمہارا کوئی مولا اور ولی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر نعرہ لگایا کہ ہم نے مرکر جنت میں جانا ہے۔ جبکہ تم مرکر دوزخ میں جاؤ گے۔

صلح حدیبیہ (فتح مبین)

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا﴾(الفتح :01)

"بیشک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے۔"

﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾(الفتح :02)

"تاکہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، اور تجھ پر اپنا احسان پورا کر دے، اور تجھے سیدھی پر راہ چلائے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے نبی ﷺ! میں نے آپ (ﷺ) کو کھلی فتح عطا کر دی ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہر اگلی پچھلی کوتاہی سے درگزر فرمائے۔ اور آپ پر اپنی نعمت مکمل کر دے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ یہ آیات صلح حدیبیہ کے فوری بعد نازل ہوئیں۔

حدیبیہ کا واقعہ:

یہ آیات اُس وقت نازل ہوئیں جب رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کے بعد واپس مدینہ پاک تشریف لے جا رہے تھے۔ اُس وقت سب مسلمان دل شکستہ تھے۔ کہ کافروں نے ہمیں عمرہ بھی نہیں کرنے دیا اور ہم نے صلح بھی کافروں کی مرضی کی شرائط کے تابع کی ہے۔ کیونکہ کافروں کی طرف سے جو شرائط تھیں وہ بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب:

یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کر رہے ہیں۔ نبی کا خواب دیکھنا بھی ایک وحی کی قسم ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر نبی پر فرض ہوتا ہے کہ وہ اُس وحی کی تکمیل کرے۔ مسلمانوں کی مکہ کے کافروں سے سخت دشمنی تھی۔ اِن کافروں کے ساتھ تین جنگیں ہو چکی تھیں۔ حالات انتہائی خراب تھے۔ مگر خواب کی تکمیل بھی ضروری تھی۔ چنانچہ اِن حالات میں رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لے کر عمرہ کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مسلمان ہتھیاروں کے بغیر جا رہے تھے۔ بظاہر

ایسے حالات تھے کہ مسلمان اپنے آپ کو بغیر ہتھیاروں کے دشمن کے حوالہ کرنے جا رہے ہیں۔ اور خواب کو بھی سچا کرنا تھا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کو خواب سنایا اور مدینہ کے ارد گرد بھی مسلمانوں میں اعلان کروادیا کہ عمرہ کرنے کے لیے جانا ہے۔ اس اعلان پر چودہ سو صحابہ تیار ہو گئے جبکہ منافقین مذاق کرنے لگے کہ اب مسلمان واپس نہیں آئیں گے۔

قافلہ کی روانگی:

چھ (٦) ہجری کو قافلہ روانہ ہوا اور مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام باندھا۔ قربانی کے لیے ستر اُونٹ ساتھ لیے جن کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے تھے۔ اور تمام صحابہ کے پاس صرف ایک تلوار تھی۔ جو عرب رواج کے مطابق زائرین کو اجازت تھی۔ اور لبیک کہتے ہوئے قافلہ روانہ ہوا، جب اِس قافلہ کی قریش کو خبر ہوئی تو وہ سخت پریشان ہو گئے۔ کیونکہ اگر وہ مسلمانوں کو عمرہ کرنے دیتے ہیں تو وہ اپنی بے عزتی محسوس کرتے تھے اور اگر روکتے ہیں تو تمام قبائل اُن کے دشمن ہو جاتے۔ اور قبائل کہیں گے کہ قریش کعبہ کے مالک بن گئے ہیں۔ کیونکہ قریش کو یہ حق نہیں تھا کہ کسی کو بھی عمرہ کرنے سے روکے۔ اِن حالات کے باوجود کفار نے فیصلہ کیا کہ ہم مسلمانوں کو عمرہ کرنے نہیں دیں گے۔

قریش کی شرارت:

قافلہ سے آگے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک مخبر کو آگے بھیج رکھا تھا کہ وہ قریش کی رسول اللہ ﷺ کو خبریں پہنچاتا رہے کہ اُن کا کیا ارادہ ہے۔ مخبر نے یہ اطلاع دی کہ قریش نے خالد بن ولید کی قیادت میں دو سو گھڑ سواروں کا ایک دستہ مسلمانوں کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو جنگ کرنے کے لیے اُکسائے اور تمام قبائل کو یقین دلایا جائے کہ مسلمان عمرہ کرنے کے لیے نہیں آئے بلکہ یہ جنگ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ نے اُس راستہ سے جانے کا ارادہ ترک کر دیا جس راستہ پر خالد بن ولید اپنے گھڑ سواروں کے ساتھ موجود تھا۔ آپ راستہ تبدیل کر کے حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے۔ اب آگے حرم کی حدود تھی اور آپ نے وہیں قیام کیا۔

پہلا وفد:

رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قیام کیا، مگر قریش نے مسلمانوں کی طرف بنو خزاعہ کے سردار بدیل بن ورقا کو بھیجا وہ یہ دیکھنے کے لیے آیا کہ مسلمان کس نیت سے آئے ہیں۔ کیونکہ قریش کہتے تھے کہ مسلمان جنگ کے لیے آئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خزاعہ کے سردار کو یقین دلایا کہ ہمارا ارادہ جنگ کا بالکل نہیں ہے بلکہ ہم تو عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ یہ ہمارے پاس قلادے والے اونٹ ہیں۔ اور صرف ایک تلوار ہے جس سے ہم نے اِن کی قربانی کرنی ہے۔ سردار یہ سن کر واپس چلا گیا اور قریش کو کہا کہ مسلمان صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں۔ جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

دوسرا وفد:

مکہ والوں نے قبیلہ حابیش کے سردار جلیس بن ورقا کو بھیجا کہ تم مسلمانوں کو آمادہ کرو کہ وہ عمرہ نہ کریں اور واپس چلے جائیں۔ اُس نے آخر رسول اللہ ﷺ سے باتیں کیں اور قربانی کے جانور دیکھے اور ہتھیار دیکھے کہ مسلمانو ں کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو وہ بھی واپس چلا گیا اور جا کر قریش کو کہا کہ مسلمان صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں۔ اُن کا جنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اگر تم نے جنگ کی تو ہم تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔

تیسرا وفد:

قریش کا ایک سردار عروہ بن مسعود ثقفی آیا اور رسول اللہ ﷺ سے باتیں کیں مگر رسول اللہ ﷺ نے اِن کو بھی وہی جواب دیا جو دوسرے سرداروں کو دیا تھا۔ اِس نے واپس جا کر بتلایا کہ آپ حضور ﷺ عمرہ کرنے کے لیے تشرف لائے ہیں، ان کے پاس ہتھیار نہیں ہیں اور یہ بھی بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کی اس قدر عزت کرتے ہیں کہ میں نے روم کے بادشاہ قیصر اور ایران کے بادشاہ کسریٰ کی اتنی عزت نہیں دیکھی۔ صحابہ تو رسول اللہ ﷺ کا پسینہ بھی نیچے گرنے نہیں دیتے۔ اُن کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے۔

اِس کے بعد قریش نے پچاس آدمیوں کا لشکر بھیجا تا کہ مسلمانوں کو جوش دلا کر جنگ شروع کریں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اُن کو گرفتار کر لیا اور فوری رہا بھی کر دیا۔ قریش لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ مسلمان جنگ کرنے کی خاطر آئے ہیں۔

اِس کے بعد قریش نے اسی (۸۰) آدمیوں پر ایک لشکر بھیجا تا کہ مسلمان جنگ کریں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اِن کو بھی گرفتار کرلیا اور بعد میں رہا بھی کر دیا، جب اُن کی چال ناکام ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ حضرت عثمان غنی کو مکہ بھیجیں تا کہ قریش سے بات چیت کر سکیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مکہ جانا:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مکہ میں جا کر قریش کو یقین دلاؤ کہ ہمارا ارادہ صرف عمرہ کرنے کا ہے۔ اور کعبہ کی زیارت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ جا کر اُن سے بات چیت کرتے رہے مگر وہ کسی بات پر راضی نہ ہوئے تو مشرکین نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دعوت دی کہ آپ عمرہ کر سکتے ہیں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بغیر عمرہ نہیں کرسکتا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار نے آپ کو شہید کر دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کو اکٹھا کیا اور اُن سے کہا کہ ہم اُس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ نہ لے لیں۔ اِس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔

بیعت رضوان:

رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک درخت کے نیچے اکٹھا کیا اور اُن سے موت پر بیعت کی۔ کہ ہم بدلہ کے بغیر نہیں جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کے اوپر دوسرا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ ایک ہاتھ میرا ہے اور یہ دوسرا ہاتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کہ یا اللہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیرے اور تیرے رسول (ﷺ) کے کام کی غرض سے گئے ہیں۔

حدیث:

بخاری اور مسلم شریف میں حدیث موجود ہے کہ آج جن لوگوں نے بیعت کی ہے۔ یہ افضل لوگ ہیں، اور اِن میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا تمام صحابہ میں سے صرف ایک آدمی نے بیعت نہ کی تھی۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اِن مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

صلح نامہ:

کفار نے جب سنا کہ مسلمانوں نے موت کے اوپر بیعت کی ہے اور وہ جنگ کے لیے تیار ہیں تو انہوں نے فوری حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا۔ اور آپ کے ساتھ سہیل بن عمرو کو بھی بھیجا تا کہ آپ سے گفتگو کریں۔ بات چیت کے بعد مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک معاہدہ طے ہوا۔

معاہدہ کی شرائط:

(۱) دس سال تک دونوں فریق جنگ نہیں کریں گے۔ (۲) جو شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا مسلمان اُس کو واپس کر دیں گے اور جو مسلمان کافر ہو کر مکہ جائے گا تو مشرک اُس کو واپس نہیں کریں گے۔ (۳) دونوں فریقوں کے حلیف ہیں اُن پر بھی حملہ نہ کیا جائے اور نہ ہی مدد کی جائے گی۔ (۴) اِس سال مسلمان واپس چلے جائیں عمرہ نہ کریں۔ اگلے سال عمرہ کے لیے آئیں عمرہ کریں۔ عمرہ کے دوران کفار مکہ کو خالی کر دیں گے اور پہاڑوں پر چلے جائیں گے۔ مسلمان اپنے ساتھ صرف ایک تلوار لا سکتے ہیں۔

صحابہ کی ناراضگی:

جب یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سخت پریشان تھے۔ خاص طور پر شرط نمبر۲ کے متعلق کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ پاک میں جائے گا تو اُس کو واپس کر دیا جائے گا۔ اور کوئی شخص کافر ہو کر مدینہ سے مکہ جائے گا تو اُس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ اِس شرط پر مسلمان خاص طور پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سخت پریشان تھے اور اِس پریشانی کا اظہار آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی کیا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جو بھی کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہی کرتا ہوں۔ اِس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہے۔

اِسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب بھی سچا ہے تو پھر ہم عمرہ کرنے کے بغیر واپس کیوں جا رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی حدیبیہ کے مقام پر

بیٹھ گئی تھی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ آپ کی اونٹنی تھک کر بیٹھ گئی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تھک کر نہیں بیٹھی بلکہ اِس کو اُس ہستی نے روکا ہے جس ہستی نے ابرہہ کے ہاتھوں کو خانہ کعبہ پر حملہ سے روکا تھا۔ آج کفار جو بھی مطالبہ کریں گے میں مان لوں گا۔

ابو جندل کا واقعہ:

جب سہیل بن عمرو کافر سے معاہدہ لکھا جارہا تھا اور ابھی دستخط نہ ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو کا بیٹا جو مسلمان ہو گیا تھا اور اِس کو گھر میں قید کیا ہوا تھا۔ اُس کو جب پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ کے نزدیک آئے ہوئے ہیں تو وہ قید سے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ اور پناہ کی درخواست کی۔ سہیل بن عمرو نے دیکھا کہ یہ بیٹا گھر سے بھاگ کر آگیا ہے تو اُس نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ اِس کو واپس کرو۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے لہٰذا اُس کو واپس نہ لو۔ ادھر سہیل بن عمرو کا یہ اپنا بیٹا تھا۔ اُس نے ضد کی کہ میں اُس وقت تک معاہدہ پر دستخط نہیں کروں گا جب تک میرے بیٹا ابو جندل کو واپس نہیں کرو گے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل کو واپس کر دیا۔ اُس وقت ابو جندل رو رہا تھا۔ جس کو دیکھ کر باقی صحابہ کرام بھی رونے لگے۔ ابو جندل کے جسم پر تشدد کے نشانات بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی بہتر حل پیدا کرے گا۔

صلح کے بعد:

جب صلح نامہ لکھا جا چکا اور دستخط ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ قربانی کر کے اپنے سروں کو منڈوا دو اور احرام کھول دو۔ مسلمان اِس وقت سکتے کے عالم میں تھے اور سخت پریشان تھے۔ اِس وجہ سے کوئی مسلمان اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ اُم سلمہ کے مشورہ پر خود حجامت بنوائی۔ قربانی کی اور احرام کھول دیا۔ آپ کو دیکھ کر تمام مسلمانوں نے بھی عمل کیا۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تو راستہ میں سورت فتح نازل ہوئی کہ یہ مسلمانوں کی فتح مبین ہے۔ آپ حضور ﷺ نے فوری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ سورت سنائی۔ لہٰذا تھوڑے عرصہ کے بعد ہی اِس صلح کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ اور اِسی شرط کی وجہ سے ہی مکہ فتح ہوا۔

معاہدہ صلح کے فوائد:

(۱) مدینہ منورہ کو ایک ریاست تسلیم کرلیا گیا۔

(۲) قریش نے یہ تسلیم کیا کہ اسلام ایک مذہب ہے اور وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح عمرہ کر سکتے ہیں۔

(۳) مسلمانوں کو دس سال تک امن ہو گیا۔ اور مسلمانوں نے امن کی وجہ سے کھل کر تبلیغ کی اور نزدیک کے تمام قبائل اسلام قبول کرتے رہے۔ جس وقت معاہدہ ہوا مسلمانوں کی تعداد ۱۴۰۰ تھی۔ اور مکہ فتح ہوا تو تعداد دس ہزار تھی۔

(۴) رسول اللہ ﷺ نے امن کے دنوں میں مدینہ پاک میں اسلامی قوانین نافذ کیے۔

(۵) امن کی وجہ سے آپ نے یہودیوں کے سب سے بڑے قلعہ خیبر کو فتح کیا اور اس کے علاوہ بھی بے شمار بستیاں فتح کیں۔ جو اِس سے قبل قریش اور باقی قبائل کے ماتحت تھیں۔ دو سال کے بعد ہی مسلمان تمام قبائل سے طاقت ور ہو گئے۔

ابو بصیر کا واقعہ:

معاہدہ کے فوری بعد ایک شخص ابو بصیر مسلمان ہو گیا جو مکہ میں اُس کے گھر والوں نے قید کر رکھا تھا۔ مگر وہ بھاگ کر مدینہ پاک میں آ گیا۔ معاہدہ کے مطابق ابو بصیر کے گھر والے اُس کو لینے کے لیے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کے مطابق اُس کو واپس کر دیا۔ مگر جب راستہ میں دو مشرک ابو بصیر کو لے جا رہے تھے، تو ابو بصیر نے اُن دونوں مشرکوں میں سے ایک کو قتل کر دیا، دوسرا مشرک بھاگ گیا۔ اب ابو بصیر نے مدینہ جانے کی بجائے بحیرہ احمر کے کنارے جا کر رہائش رکھ لی۔ سمندر سے شکار کرتا اور کھاتا۔

ابو بصیر کو دیکھتے ہوئے اب جو بھی مکہ میں مسلمان ہوتا تو وہ بھاگ کر بحیرہ احمر کے کنارے ابو بصیر کے پاس چلا جاتا۔ اور یہ تعداد آہستہ آہستہ ستر (۷۰) ہو گئی۔ مکہ والوں کا تجارتی راستہ بھی یہی تھا۔ اب جو بھی مکہ والوں کا تجارتی وفد جاتا یہ اُس کو لوٹ لیتے۔ کیونکہ یہ لوگ نہ تو مکہ والوں کے ماتحت تھے اور نہ ہی مدینہ والوں کے ماتحت تھے۔ جب مکہ والوں نے دیکھا کہ اب ہمارے تجارتی قافلے محفوظ نہیں رہے تو انہوں نے خود جا کر رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ معاہدہ کی اِس شرط کو ختم کر دیتے ہیں اور آپ اِن کو مدینہ میں واپس بلا لیں۔ ہم اِن کی واپسی کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ اِس طرح یہ شرط خود بخود ختم ہو گئی۔

طاقتور لوگوں سے جنگ کرنا

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾(الفتح:16)

"آپ پیچھے چھوڑے ہوئے بدویوں سے کہہ دو کہ عنقریب تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں بہت بہتر بدلہ دے گا اور اگر تم نے منہ پھیر لیا جیسا کہ اس سے پہلے تم منہ پھیر چکے ہو تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی (ﷺ) (وہ لوگ جو بیعتِ رضوان میں شریک نہیں ہوئے) فرما دینا کہ عنقریب تمہیں ایسے لوگوں سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا جو بڑے زور آور ہیں۔ اگر تم نے اِن کے خلاف جہاد کیا اور وہ مطیع ہو گئے تو تمہیں اجر دیا جائے گا ورنہ سزا سخت ہے۔

واقعہ:

یہ آیت اِن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو جان بوجھ کر بیعتِ رضوان میں شامل نہ ہوئے اور نہ انہوں نے عمرہ کے لیے مکہ جانے والوں کا ساتھ دیا کیونکہ اِن کو خوف تھا کہ اب مسلمان کبھی واپس نہیں آئیں گے مگر جب مسلمان واپس آ گئے تو وہ حیران تھے کہ یہ مسلمان کیسے واپس آ گئے۔ اِس کے بعد جب مسلمان یہودیوں کے قلعہ خیبر کو فتح کرنے کے لیے جانے لگے تو یہ منافقین بھی تیار ہو گئے کہ مالِ غنیمت میں حصہ ملے گا مگر اللہ تعالیٰ نے اِن کو منع کر دیا کہ تم نہیں جا سکتے۔ تم نے بیعتِ رضوان میں شرکت نہیں کی تھی۔ البتہ آئندہ تمہیں موقع دیا جائے گا کہ جنگ میں حصہ لو وہ زبردست قوم ہے اُس سے جنگ کرنی پڑے گی۔ اگر تم جنگ میں شریک ہوئے تو اجر دیا جائے گا اور بزدلی دکھائی تو سخت سزا دی جائے گی۔

غزوہ خیبر کے بعد غزوہ موتہ ہوا جس میں کوئی خاص جنگ نہیں ہوئی اور اُس سے بھی حضرت خالد بن ولید لشکر کو بچا کر لے آئے۔ اِس میں مسلمانوں کے تین جرنیل شہید ہوئے جو حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم تھے۔ اِس کے بعد مکہ فتح ہوا اِس

میں کافروں نے جنگ نہیں کی قریش نے بغیر جنگ کے ہی شکست تسلیم کر لی۔

اِس کے بعد غزوہ حنین ہوا جس میں کافر تین ہزار تھے۔ کافروں کے دو قبیلے ہوازن اور بنو ثقیف تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ اِس میں مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد کی بجائے اپنی طاقت اور تعداد پر بھروسہ کیا کہ ہم بہت طاقتور ہیں۔ لہٰذا پہلے ہی مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور جب رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح دے دی۔

مسیلمہ کذاب:

رسول اللہ ﷺ کے وصال سے تھوڑا عرصہ قبل جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ وہ اسلام کی پابندی سے آزادی چاہتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے فوری بعد انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اور ایک شخص جو قبیلہ بنو حنیفہ کا سردار تھا، خود کو اللہ تعالیٰ کا نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا کہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی ہوں۔ اُس کو مسیلمہ کذاب کہا جاتا تھا۔ یہ قبیلہ خود بہت طاقت ور تھا۔ اسلام کی مخالفت میں اور قبائل بھی اُس کے ساتھ شامل ہوگئے۔ اِس طرح یہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت طاقت ور ہوگئے۔

یمامہ کے سردار طلحہ کا بیان:

یہ بنی غر کا سردار تھا۔ یہ یمامہ سے آیا اور مسیلمہ کذاب سے ملا۔ اور پوچھا کہ تم کیسے رسول بنے۔ تمہارے پاس بھی کوئی آتا ہے۔ اِس پر مسیلمہ کذاب نے کہا کہ میرے پاس رحمٰن آتا ہے۔ سردار نے پوچھا کہ دن کو یا رات کو۔ مسیلمہ کذاب نے کہا کہ میرے پاس رات کو آتا ہے۔ اِس پر سردار نے کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) تو سچے نبی تھے۔ مگر تم جھوٹے ہو، مگر مجھے تم جھوٹے نبی بھی رسول اللہ (ﷺ) سے زیادہ محبوب ہو۔

مسلمانوں کا حملہ کرنا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا مگر اِس کو کامیابی نہ ہوئی۔ اِس کے بعد بھی حملہ کیا گیا مگر یہ بھی حملہ کامیاب نہ ہو سکا۔

اِس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حملہ کیا جس میں کافی تعداد میں حافظ قرآن بھی تھے۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ساٹھ ہزار کا لشکر تھا۔ مقابلہ کھلے میدان میں ہوا۔ مسیلمہ کذاب کے پاس کافی مقدار میں جنگی سامان بھی تھا۔

شروع میں تو مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ آخر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر لگایا اور مسیلمہ پر یکبارگی حملہ کیا۔ جنگ کے چند ہی لمحوں میں دشمن کے سات ہزار کافر قتل ہو گئے، اِس طرح کافروں کے اوسان خطا ہو گئے۔

لوگوں نے مسلمہ سے کہا کہ تم نے تو فتح کا کہا تھا، اِس پر مسیلمہ نے کہا کہ خود جنگ کرو کسی کی مدد کا انتظار نہ کرو اور یہ خود میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ مسیلمہ کذاب کا لشکر ایک باغ میں گھس گیا جس کے گرد مضبوط چار دیواری تھی۔ اور ایک بڑا دروازہ تھا۔ مسلمہ کذاب کے لشکر نے باغ کے اندر داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

اسلامی لشکر کے ایک صحابی حضرت براء بن مالک اپنے دوسرے صحابی کے کندھے پر چڑھ کر دیوار کے اوپر گئے اور باغ کے اندر جا کر کافروں کا مقابلہ کرتے ہوئے دروازہ اندر سے کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی مسلمانوں کی فوج باغ میں داخل ہو گئی۔ اور اندر گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی حضرت وحشی جس نے غزدہ اُحد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ اور مکہ فتح کے وقت اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے مسیلمہ کذاب پر وہی تیر چلایا جس سے مسیلمہ کذاب موقعہ پر ہی قتل ہو گیا۔ اُس کے قتل ہوتے ہی کافروں نے ہتھیار ڈال دیے۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ پہلے ہمیں معلوم نہ تھا کہ زبردست قوم کون ہے اب پتہ چلا کہ یہی زبردست قوم تھی جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ اِس طرح یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جنگ نہ ہونا

﴿هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾(الفتح:25)

"یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے لئے موقوف جانور کو اس کی قربان گاہ میں پہنچنے سے (روکا، اور اگر ایسے (بہت سے) مسلمان مرد اور (بہت سی) مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا، (تو تمہیں لڑنے کی اجازت دے دی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے اور اگر یہ الگ الگ ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے کس وجہ سے جنگ روکی۔ حالانکہ دونوں طرف سے یعنی مسلمان اور کافر جنگ کے لیے تیار تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ مکہ میں ابھی ایسے مسلمان تھے جو کمزور تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جن کو کافروں نے قید کیا ہوا تھا۔ اور کچھ مسلمان ایسے بھی جنہوں نے کافروں کے ظلم کی وجہ سے ایمان ظاہر نہ کیا تھا۔ اور انہوں نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا۔ اِن حالات کی وجہ سے وہ ہجرت نہ کر سکے۔ مدینہ کے مسلمانوں کو مکہ کے مسلمانوں کے متعلق معلومات نہ تھیں۔ اگر اِن حالات میں مسلمانوں کو جنگ کی اجازت مل جاتی اور وہ کافروں پر حملہ کر دیتے تو اس وجہ سے مکہ کے مسلمان بھی معلومات نہ ہونے کی بنا پر مدینہ کے مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو سکتے تھے۔ اِس طرح یہ سب گناہ کے مستحق ہو جاتے۔ جس کا اِن کو علم ہی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مومن مکہ میں نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنگ کی اجازت دے دیتا اور فتح بھی مسلمانوں کی ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔

نبی (ﷺ) کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾(الحجرات:02)

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی (ﷺ) کی آواز سے بلند نہ کرو یہ نہ ہو کہ تمہارے سب اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں اِس کی خبر بھی نہ ہو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آہستہ بولنا اپنا معمول بنا لیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو پہلے ہی آہستہ بولتے تھے۔ اِس کے بعد جو بھی وفد رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے لیے آتا اُس کو پہلے ہی سمجھا دیا جاتا۔ کہ رسول اللہ ﷺ سے کیسے گفتگو کرنی ہے۔

حضرت ثابت بن قیس کا واقعہ:

حضرت ثابت بن قیس کی آواز قدرتی طور پر بہت بلند تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے آپ کو گھر میں قید کر لیا اور باہر نکلنا بند کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ثابت کو مسجد نبوی میں نہ دیکھا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا تو صحابہ کرام نے عرض کی کہ یہ آیت جب سے نازل ہوئی ہے۔ حضرت ثابت کو یہ شک ہے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے آپ کو گھر میں قید کر لیا ہے۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت کو بلایا اور فرمایا کہ تم قابل فخر زندگی بسر کرو گے۔ ایک جنگ میں شہادت پاؤ گے اور سیدھے جنت میں جاؤ گے۔ لہٰذا آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید

ہوئے۔

جنگ میں آپ نے ایک زرہ پہن رکھی تھی، جس کو ایک شخص نے آپ کی شہادت کے بعد اُتار لیا۔ آپ نے خواب میں لشکر کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میری زرہ ایک شخص نے اُتار لی ہے۔ اِس شخص کی رہائش سب مکانوں کے آخر میں ہے۔ اِس کے خیمہ کے نزدیک ایک گھوڑا چر رہا ہے۔ جو ایک لمبی رسی سے بندھا ہوا ہے۔ اُس شخص نے زرہ کے اوپر ایک دیگچہ اُلٹا کر کے رکھا ہوا ہے اِس دیگچہ کے اوپر ایک اونٹ کا کجاوہ ہے۔ وہ آپ میری زرہ وہاں سے لے لیں۔

دوسری بات یہ بتائی کہ میرے ذمہ کچھ قرضہ ہے جب آپ مدینہ پاک جائیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کرنا کہ وہ میرا قرض اُتار دیں۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ برآمد کر لی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے ذمہ جو قرضہ تھا وہ ادا کر دیا۔

خبر کی تحقیق کر لیا کرو

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ (الحجرات:06)

''اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں جب تمہیں کوئی خبر ملے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔

واقعہ:

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بنی مصطلق کا سردار حارث رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان لے آیا۔ آپ نے سردار کو نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ جس کو سردار نے قبول کر لیا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میں قبیلہ میں جا کر اپنے قبیلہ والوں کو اسلام کی دعوت دوں گا۔ اور زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی کہوں گا۔ آپ چند روز کے بعد اپنا نمائندہ بھیج دینا تا کہ وہ آکر ہمارے مال کی زکوٰۃ وصول کر لے۔

ولید بن عقبہ:

رسول اللہ ﷺ نے سردار حارث کے وعدہ کے مطابق ولید بن عقبہ کو روانہ کیا کہ وہ جا کر سردار حارث سے زکوٰۃ لے آئیں۔

زمانہ جاہلیت میں ولید بن عقبہ نے اِس قبیلہ کے آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ اور یہ قتل اِس کے ذمہ تھا۔ لہٰذا ولید کو شک ہوا کہ اگر میں قبیلہ میں گیا تو شاید یہ مجھے قتل کر دیں۔ لہٰذا ولید راستہ ہی سے واپس مدینہ چلا گیا اور جا کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ قبیلہ والوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اور قبیلہ والے مجھے قتل کرنے لگے تھے۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔

حضرت خالد بن ولید کی روانگی:

ولید سے یہ باتیں سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کیا کہ فوری اِس

قبیلہ پر حملہ کر دینا چاہیے کیونکہ انہوں نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے مصلحت سے کام لیا۔

اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی کہ اے ایمان والو! جب تک میرا رسول (ﷺ) تمہارے درمیان موجود ہیں تو تم رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو ورنہ تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔

یہ آیت اِس وجہ سے نازل ہوئی کہ صحابہ رسول اللہ ﷺ سے اپنی بات منوانا چاہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مصلحت سے کام لیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تاکید کی کہ فوری حملہ نہ کر دینا بلکہ پہلے تحقیق کر لینا۔ اگر وہ انکار کریں تو پھر جنگ کرنا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رات کو اُس قبیلہ کے پاس پہنچے اور باہر ہی پڑاؤ ڈال لیا اور اپنا ایک جاسوس روانہ کیا کہ وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیں۔ جاسوس نے آ کر اطلاع دی کہ وہ پکے مسلمان ہیں۔ وہاں مسجدوں سے اذانوں کی آوازیں آ رہی ہیں۔ یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود وہاں گئے اور سردار حارث سے ملاقات کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حارث کو پکا مسلمان پایا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حارث سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا، تو سردار نے جواب دیا کہ ہمارے پاس تو کوئی آیا نہیں ہے۔ بلکہ ہم تو انتظار کر رہے تھے۔ کہ کوئی آدمی آئے تو زکوٰۃ لے جائے، اب میں زکوٰۃ لے کر خود جاؤں گا اور رسول اللہ ﷺ کو خود دوں گا۔ چنانچہ سردار حارث خود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ گیا اور رسول اللہ ﷺ کو زکوٰۃ پیش کی اور تمام حالات سے بھی آگاہ کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

بیت اللہ کی چھت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اذان دینا

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (الحجرات:13)

''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے، اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے بنایا اور پھر مختلف قبیلوں میں تقسیم کر دیا، تاکہ تمہاری پہچان ہو سکے، مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی معزز ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

واقعہ:

جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ خانہ کعبہ کے اوپر چڑھ کر اذان دو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کے اوپر جاکر اذان دی تو آپ کی آواز سن کر وہاں قریش کے چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن میں ایک شخص عتابؔ بولا کہ شکر ہے یہ آواز سننے سے قبل ہی میرا باپ فوت ہو گیا۔ دوسرے شخص حارث بن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صرف یہی ایک کالا آدمی ملا تھا جو اذان دے۔ تیسرا شخص سہیل بن عمرو بولا کہ جیسے اللہ کی مرضی۔ اور چوتھا شخص ابوسفیان پاس بیٹھا ہوا تھا، بولا کہ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری گفتگو سے یہ پتھر بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مطلع کر دیں گے۔

جب اِن کی یہ گفتگو ختم ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے آ کر اِن کی باتیں دہرا دیں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی فرد اور خاندان کی اہمیت نہیں ہے۔ بلکہ تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پارسا ہوگا۔

مشرکوں کے تین بت

﴿أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ﴾(النجم:20)

''کیا تمہارے لیے لڑکے اور اللہ کے لیے لڑکیاں ہیں؟''

﴿تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ﴾(النجم:21)

''یہ تو اب بڑی ناانصافی کی تقسیم ہے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب ذرا بتاؤ تم نے کبھی ذرا لات عزیٰ اور منات دیوی کی حقیقت پر غور کیا۔

لات:

یہ بت طائف میں تھا۔ طائف کا مشہور اور سب سے طاقتور قبیلہ بنوثقیف اِس کی پوجا کرتا تھا۔ جب یمن کا بادشاہ ابرہہ اپنے ہاتھیوں کو لے کر خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے طائف سے گزرا تو بنوثقیف کو یہ خیال گزرا کہ ابرہہ ہمارے بت خانہ کو نہ گرادے تو جب ابرہہ طائف کے قریب آیا تو بنوثقیف نے اپنا ایک آدمی بادشاہ کے پاس بھیجا کہ تم ہمارے بت خانہ کو کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔ اِس کے بدلہ میں ہم اپنا ایک آدمی دیتے ہیں جو تمہیں مکہ کا راستہ بتائے گا۔ بنوثقیف کو بھی یقین تھا۔ یہ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے کیونکہ ایک بت لات خانہ کعبہ کے اندر بھی رکھا ہوا تھا۔

عزیٰ:

یہ بت ایک وادی نخلہ جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے وہاں رکھا ہوا تھا۔ نخلہ وادی وہی ہے جہاں جنوں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنا اور مسلمان ہو گئے تھے۔ اِس بت کی پوجا قبیلہ شیعبان کرتا تھا یہ قبیلہ قریش کا حلیف تھا۔ یہ قبیلہ اپنے جانور لا کر بھی اِس بت کے نام پر قربان کرتا تھا۔ غزوہ اُحد کے موقعہ پر ابوسفیان نے اِسی بت قسم کھائی تھی کہ عزیٰ ہمارے پاس ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ نعرہ ابوسفیان سے سن کر حضرت عمر کو فرمایا تھا کہ اِس کا جواب دو کہ ہمارے پاس مولا اللہ ہے۔ تمہارے پاس کوئی مولا نہیں ہے۔ قریش اور بنو کنانہ کے لوگ بھی اس بت کی پوجا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب بت کو توڑنے کا وقت

آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ اِس بت کو توڑ دو۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر اِس بت کو توڑ دیا اور ساتھ ہی حضرت خالد رضی اللہ عنہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے کہ اے عزی میں تیرا منکر ہوں اور میں تیری پاکی بیان نہیں کرتا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اِس بت کو توڑ کر جب واپس گئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میں نے اِس بت کو توڑ دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی بت باقی ہے تم نے سارا بت نہیں توڑا ہے چنانچہ حضرت خالد واپس آئے۔ اور جب بقایا بت کو توڑنے لگے تو محافظوں نے شور مچا دیا کہ یا عزیٰ یا عزیٰ تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک ننگی عورت ہے۔ جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، اور وہ اپنے اوپر مٹی ڈال رہی ہے۔ تو آپ نے تلوار سے اِس عورت کے دو ٹکڑے کر دیے اور واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہی عورت عزیٰ تھی۔

مناۃ:

یہ بت مکہ اور مدینہ کے درمیان سمندر کے کنارے پر تھا۔ اِس بت کی قبیلہ اوس، خزرج اور بنو خزاعہ پوجا کرتے تھے۔ آپ نے اِس بت کو توڑنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ یہ تینوں قبیلے اِس بت کے پاس جا کر احرام باندھا کرتے تھے اور خانہ کعبہ میں حج کرتے تھے۔ یہ قبیلے اِس بت کے گرد طواف بھی کرتے تھے۔ اور اپنے جانور اِس بت کے پاس لے جا کر ذبح کرتے تھے۔ اِن تینوں قبیلوں نے اپنا ایک بت خانہ کعبہ کے اندر رکھا ہوا تھا۔ یہ قبیلے بھی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں۔ اِن کو بھی یقین تھا کہ خانہ کعبہ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اور یہ اِسی کا گھر ہے مگر اس کے باوجود بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

قریش کا سردار ولید بن مغیرہ

﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى﴾(النجم:33)

''کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے منہ موڑ لیا۔''

﴿وَأَعْطَى قَلِيلًا وَأَكْدَى﴾(النجم:34)

''اور بہت کم دیا اور ہاتھ روک لیا۔''

﴿أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَى﴾(النجم:35)

''کیا اسے علم غیب ہے کہ وہ (سب کچھ) دیکھ رہا ہے؟''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے نبی (ﷺ) تم نے اِس شخص کو دیکھا۔ جو راہ خدا سے پھر گیا۔ پھر وہ شخص تھوڑا سا معاوضہ دے کر رک گیا۔ جب کہ وہ حقیقت دیکھ رہا تھا۔

واقعہ:

اِن آیات کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ ولید بن مغیرہ کے بارے نازل ہوئیں۔ جو قریش کے سرداروں میں ایک بڑا سردار تھا۔ ولید بن مغیرہ اکثر رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا اور قرآن سنتا۔ قرآن سن کر یہ کہتا کہ یہ بہت ہی اعلیٰ قسم کا کلام ہے یہ نہ تو جادو ہے اور نہ ہی شعر ہے۔ جب دوسرے سرداروں کو پتہ چلا تو وہ بہت فکر مند ہوئے کہ کہیں یہ مسلمان ہی نہ ہو جائے۔ چنانچہ اِس کا ایک دوست اِس کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر رہے ہو۔ یہ تو بہت ہی شرم کی بات ہے، اِس پر ولید نے کہا کہ مجھے قیامت کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ اِس پر اِس کے دوست نے کہا کہ تم مجھے اتنی رقم دے دو تو میں تمہارے حصہ کا عذاب اپنے سر لے لوں گا۔ چنانچہ ولید نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور جتنی رقم اپنے دوست کو دینے کا وعدہ کیا تھا، اُس کا کچھ حصہ دیا اور بقایا دینے سے مکر گیا۔

قرآن میں اِس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ اب اِس شخص نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور ولید نے پوری رقم بھی ادا نہیں کی۔ یہ شخص بڑا احمق اور کنجوس ہے۔ اِس میں اور برائیوں کے ساتھ یہ دو برائیاں بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاؤ

﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ﴾(النجم :59)

''پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو۔''

﴿وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ﴾(النجم :60)

''اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟''

﴿وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ﴾(النجم :61)

''(بلکہ) تم کھیل رہے ہو۔''

﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾(النجم :62)

''اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور (اسی) کی عبادت کرو۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو سن کر تم تعجب کرتے ہو، تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ جھک جاؤ اللہ تعالیٰ کے آگے۔ اور بندگی بجالاؤ۔

مشرکین کا سجدہ کرنا:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ پہلی سورت ہے کہ جب تمام کفار اور مسلمان خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اُونچی آواز سے اِس سورت کو پڑھنا شروع کر دیا۔ قریش جو پہلے قرآن سن کر شور مچایا کرتے تھے۔ اُن کو ہوش ہی رہا اور وہ بڑے غور سے قرآن کو سن رہے تھے۔ اور کفار بالکل خاموش تھے جب رسول اللہ ﷺ اِس آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا تو آپ کو دیکھ کر کفار نے بھی سجدہ کیا۔ اِن میں ایک کافر امیہ بن خلف ہی ایسا تھا جس نے سجدہ نہ کیا اور مٹی اُٹھا کر اپنے ماتھے کو لگالی اور کہا کہ میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔ اور بعد میں وہ کفر کی حالت ہی میں مر گیا۔

مہاجرین حبشہ کا واقعہ:

اِس زمانہ میں کافی لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ اِن کو جب مشرکین نے تنگ کیا تو وہ ہجرت کر کے حبشہ میں چلے گئے۔ اِن کو جب یہ اطلاع ملی کہ مکہ کے کفار نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا ہے تو یہ بات مشہور ہو گئی کہ تمام کفار مسلمان ہو گئے ہیں۔ لہٰذا یہ بات

سن کر حبشہ سے کچھ مسلمان واپس آگئے۔ اور مکہ میں آکر اُن کو پتہ چلا کہ کفار پہلے کی طرح مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں تو وہ واپس حبشہ چلے گئے۔

چاند پھٹ گیا

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾(القمر:01)

''قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں فرمایا کہ چاند پھٹ گیا اور قیامت کی گھڑی قریب ہے۔

واقعہ:

حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ہجرت سے پانچ سال قبل کا واقعہ ہے کہ کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ کہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ اُس وقت منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اور کفار مکہ بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ چاند کی چودھویں رات تھی، کفار کے مطالبہ پر آپ نے چاند کی طرف اشارہ کیا تو آپ ﷺ کے اشارہ کرتے ہی وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ چاند کا ایک ٹکڑا پہاڑی کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا پہاڑی کے دوسری طرف ہو گیا۔ یہ کیفیت صرف چند لمحے ہی رہی۔ پھر دوبارہ دونوں ٹکڑے مل گئے، اِس وقت رسول اللہ ﷺ نے سب سے فرمایا کہ تم سب گواہ رہو۔ کفار نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ کفار سے جادو کے الفاظ سن کر مومنوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے تم پر جادو کیا ہے تو جو باہر لوگ ہیں اُن پر تو جادو نہیں کیا۔ اِس پر یہ طے ہوا کہ جو باہر سے قافلے آئیں گے، اُن سے پوچھ لیں گے۔ جب باہر سے قافلے آئے تو اُن سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی کہ ہم نے یہ منظر دیکھا ہے۔ کیونکہ اللہ خالق باقی سب مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتی ہے۔

قیامت کا منظر

﴿إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾(الواقعہ :01)

''جب قیامت قائم ہو جائے گی۔''

﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾(الواقعہ :02)

''جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔''

﴿ خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ﴾(الواقعہ :03)

''وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی۔''

سورہ واقعہ،آیت نمبر:1 تا26:

قیامت آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اِس کو کوئی نہیں ٹال سکتا، ہر چیز تہہ بالا ہو جائے گی۔ زمین ہل جائے گی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے،لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ آگے والے اور دائیں طرف والے جنت میں ہوں گے اوّر بائیں والے دوزخ کے حق دار ہوں گے۔

لوگوں کی تقسیم:

اِس دن لوگ تین حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

دائیں ہاتھ والے:...... ایک گروہ عرش کے دائیں جانب ہوگا۔ یہ وہ گروہ ہوگا جو حضرت آدم کے دائیں کروٹ سے نکلے ہوں گے۔ انہوں نے دنیا میں اپنی زندگی اللہ اور اُس کے نبی علیہ السلام کے حکم کے تحت گزاری ہوگی۔ اِن کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

بائیں ہاتھ والے :...... یہ لوگ عرش کے بائیں جانب ہوں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں کروٹ سے نکلے ہوں گے۔ اِن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے خلاف زندگی گزاری ہوگی، اِن کے نامہ اعمال اِن کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

خاص لوگ :...... یہ لوگ خاص الخاص ہوں گے۔ یہ خاص قرب والے لوگ ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کے لیئے وقف کر دی تھی۔ یہ لوگ جنت کے

سردار ہوں گے۔ ان میں نبی، صدیقین، شہداء کرام اور صالحین ہوں گے۔ گویا تعداد میں کم ہوں گے۔

روایت:

اِس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن عمر نے روایت کیا ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یااللہ بندے دنیا میں رہتے ہیں، کھاتے اور پیتے ہیں۔ بیوی بچوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ہمیں بھی اِن جیسا بنا دے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں اِن جیسا نہیں بناؤں گا۔ میں نے تمہیں (کُن) کہہ کر بنایا جب کہ انسان کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

جنت میں داخلہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں میری اُمت ایک چوتھائی ہوگی۔ پھر فرمایا کہ ایک تہائی، پھر فرمایا کہ آدھی اُمت ہوگی۔ اور آدھی باقی تمام اُمتیں ہوں گی۔ اور اُن میں بھی میری اُمت کے لوگ ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ غالب رہے گی۔ وہ راہِ حق پر ہوگی۔ میری اُمت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے، ایک اور روایت کے مطابق ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار افراد بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینا

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (الحدید:10)

''تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تنہا) اللہ ہی ہے تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے۔ ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے۔''

﴿مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾ (الحدید:11)

''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کے لیے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لیے پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے۔ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے جب مسلمانوں پر ظلم ہو رہا تھا۔ خرچ کیا وہ لوگ برتر ہیں۔ اور جن لوگوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا وہ اُن لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ جن لوگوں نے پہلے خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے قرض حسنہ دو۔ میں تمہیں دُگنا کر کے واپس کروں گا۔

قرض حسنہ دینا، انصاری صحابی کا واقعہ:

اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں فرمایا کہ مجھے قرض حسنہ دو میں تمہیں دوگنا کر کے واپس کروں گا۔ اِس کے علاوہ اجر عظیم بھی عطا کروں گا۔ جب یہ الفاظ ایک انصاری صحابی حضرت ابودحداح نے سنے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ کیا اللہ تعالیٰ نے

قرض حسنہ مانگا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، اِس پر اُس نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عرض کی کہ میں نے اپنا باغ جس میں ۶۰۰ کھجوروں کے درخت اور میری اپنی ذاتی رہائش بھی ہے۔ وہ میں نے اللہ تعالیٰ کو دے دیا۔ اِس کے بعد وہ انصاری صحابی واپس آئے اور باغ کے باہر کھڑے ہو کر اپنی بیوی کو آواز دی کہ بچوں کو لے کر باہر جاؤ اور بیوی کو کہا کہ میں نے یہ باغ اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے دیا ہے۔ جب اُس کی بیوی نے یہ سنا تو اپنے خاوند سے کہا کہ تم نے بہت منافع کا سودا کیا ہے۔ اور وہ اپنا سامان اور بچوں کو لے کر باہر آ گئی۔

رہبانیت اختیار کرنا

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾(الحدید:27)

''ان کے بعد پھر بھی ہم اپنے رسولوں کو پے در پے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور ان کے ماننے والوں کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا ہاں رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے ازخود ایجاد کر لی تھی ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا سوائے اللہ کی رضا جوئی کے۔ سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی، پھر بھی ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے۔ انہیں ان کا اجر دیا اور ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر رہبانیت اختیار کی جو وہ نباہ نہ کر سکے انہوں نے رہبانیت خود اختیار کی اُن پر فرض نہیں کی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل پر جابر لوگ مسلط ہو گئے اور لگاتار تین دفعہ اِن کو شکست دی۔ اِن میں بہت ہی کم لوگ بچے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر اب بھی ہم نے جنگ کی تو ہم میں کوئی زندہ نہ بچے گا۔ چنانچہ وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے۔ اور آخری نبی کا انتظار کرنے لگے۔ جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا۔ مگر بعد میں یہ لوگ خود ہی اِس وعدہ سے پھر گئے۔ اور انہوں نے رہبانیت کو مذہب کا حصہ بنا لیا۔

واقعہ:

ایک شخص رہبانیت اختیار کر کے جنگلوں میں چھپ گیا اور اُس نے اپنے ماں باپ کو بھی چھوڑ دیا۔ اور وہ مذہب میں ترقی کرتا ہوا سینٹ سیمون بن گیا۔ اِس کی جدائی میں اِس کا باپ مر گیا۔ اور اُسکی جدائی کے تیس سال بعد اُس کی ماں کو پتہ چلا تو وہ مشکلات برداشت کر کے

وہاں پہنچی۔ مگر خانقاہ میں کوئی عورت نہ جا سکتی تھی۔ باہر سے ہی ماں نے اپنے بیٹے کو پیغام دیا کہ یا تو مجھے اندر آنے دو یا باہر آ کر مجھے اپنی شکل دکھا دو۔ میں تمہاری ماں ہوں۔ اِس بات کا بھی اُس پادری پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ماں تین دن باہر ہی انتظار کرتی رہی۔ اور آخر کار باہر دروازہ کے قریب فوت ہو گئی۔ جب دوسرے لوگوں نے اُسے جا کر بتلایا کہ تمہاری ماں مر گئی ہے تو اُس کے بیٹے سینٹ سیمون نے باہر آ کر اپنی ماں کے لیے دعا کی۔

واقعہ:

ایک دفعہ چند صحابہ اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ دنیا میں رہ کر ہم عبادت نہیں کر سکتے لہٰذا انہوں نے آپس میں کہا کہ میں ساری زندگی نفل ادا کرتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ساری عمر روزے رکھا کروں گا۔ اِس بات کا جب رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو سختی سے منع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ پر اُس کے جسم کا بھی حق ہے۔ اُس کے ماں باپ کا بھی حق ہے اور اُس کے بچوں کا بھی حق ہے۔

حضرت خولہ کا واقعہ

﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾(المجادلة:01)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی، اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا تھا، بیشک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔''

﴿ الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنكُم مِّن نِّسَائِهِم مَّا هُنَّ أُمَّهَاتِهِمْ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ﴾(المجادلة:02)

''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے، یقیناً یہ لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی میں نے اُس عورت کی بات سن لی۔ جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے تکرار کر رہی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کیے جاتی تھی۔ میں تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ سب کی سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

واقعہ:

یہ عورت بنی خزرج قبیلہ کی تھی اور اِس کا نام حضرت خولہ بن ثعلبہ تھا، اِن کے خاوند حضرت اوس بن صامت قبیلہ کے سردار کے بھائی تھے۔ اور یہ دونوں انصاری تھے۔ حضرت اوس کے بڑھاپے کی وجہ سے ان کی طبیعت میں چڑچڑا پن پیدا ہوگیا تھا۔ ایک دن آپ نے غصہ میں آکر اپنی بیوی سے اظہار کر دیا۔

ظہار:

عرب رواج کے مطابق اگر خاوند اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پیٹھ جیسا کہہ دے یا یہ کہہ دے کہ اگر میں تجھ سے مباشرت کروں تو اپنی ماں سے کروں تو طلاق ہو جاتی تھی۔ چاہے

طلاق کے الفاظ نہ بھی بولے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں:

حضرت خولہ نے جب یہ الفاظ اپنے خاوند سے سنے تو فوری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئی۔ اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسی صورت بتائیں، جس سے میرا خاندان اور خاوند اور بچے تباہی سے بچ جائیں۔ میری شادی ہوئی تو میں جوان تھی، صاحب مال تھی اور میرے گھر والے بھی موجود تھے۔ اب میں بوڑھی ہو چکی ہوں، گھر والے بھی فوت ہو چکے ہیں۔ اور خاوند بھی بوڑھا ہے۔ اب اُس کی دیکھ بھال کرنے والا بھی کوئی نہیں رہا آپ کوئی ایسی صورت بتائیں کہ ہم اکٹھے رہ سکیں۔ اِس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار کرلی۔ کیونکہ اُس وقت تک رسول اللہ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ وہ عورت بار بار رسول اللہ ﷺ سے تقاضا کر رہی تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ خاموش تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ وہ عورت رسول اللہ ﷺ سے تقاضا بھی کر رہی تھی اور رو بھی رہی تھی۔ جس کو دیکھ کر مجھے بھی رونا آگیا، رسول اللہ ﷺ کی خاموشی کو دیکھ کر وہ عورت اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگی۔ کہ اے اللہ اب میں اپنی تنہائی اور اپنے خاوند کی جدائی کا شکوہ تجھ سے کرتی ہوں، حضرت خولہ بار بار آسمان کی طرف منہ کرکے دعا کر رہی تھی۔

وحی کا نزول:

حضرت خولہ ابھی فریاد کر رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خولہ تمہیں مبارک ہو، تیرے اور خاوند کے درمیان طلاق نہیں ہوئی۔

اللہ کا حکم:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی اور یہ الفاظ کہنے سے بیوی ماں نہیں ہوجاتی البتہ یہ الفاظ کہنے کا کفارہ ہے کہ ایک غلام کو آزاد کرو۔ حضرت خولہ نے عرض کی کہ ہمارے پاس غلام نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو ماہ کے روزے رکھو۔ اِس پر حضرت خولہ کے خاوند نے عرض کی کہ اگر میں تین دن لگاتار روزے رکھوں تو میری

بینائی کمزور ہو جاتی ہے۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ اِس پر اُس نے کہا کہ میرے گھر میں تو فاقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کو کھجوریں دیں اور کہا کہ اب اِس کو ساٹھ مسکینوں میں تقسیم کر دو۔

حضرت خولہ کا مقام:

اِس خصوصیت کی وجہ سے صحابہ کرام آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ تھے تو آپ ایک دفعہ اپنی سواری پر دوسرے صحابہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ راستہ میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو روک لیا۔ اور نصیحت کرنے لگی کہ اے عمر تمہیں یاد ہے جب لوگ تجھے عمیر کہا کرتے تھے۔ اب تم خلیفہ بن گئے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور موت کو ہر وقت یاد کرو۔ عذاب کا خوف کھاؤ۔ وہ نصیحت کرتی رہی اور آپ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب کافی دیر گزر گئی تو لوگوں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین آپ اِس بڑھیا کی کافی دیر باتیں سنتے رہے۔ اِس پر آپ نے کہا کہ اگر یہ بڑھیا مجھے دن بھر بھی کہتی رہتی تو میں اِس کی باتیں سنتا رہتا۔ صرف نماز کے وقت اِس سے چھٹی لیتا۔ پھر آپ نے لوگوں سے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں یہ وہ عورت ہے جس کی بات اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر سن لی تھی۔

یہودیوں کا رسول اللہ ﷺ کو سلام کہنا

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ (المجادلة:8)

''کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنہیں کانا پھوسی سے روک دیا گیا تھا وہ پھر بھی اس روکے ہوئے کام کو دوبارہ کرتے ہیں اور آپس میں گناہ کی اور ظلم وزیادتی کی اور نافرمانیٔ پیغمبر کی سرگوشیاں کرتے ہیں، اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر جو ہم کہتے ہیں سزا کیوں نہیں دیتا، ان کے لیے جہنم کافی (سزا) ہے جس میں یہ جائیں گے، سو وہ برا ٹھکانا ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جیسا ہم نے اسلام کا طریقہ بتایا ہے۔ یہودی ایسے سلام نہیں کرتے۔

واقعہ:

یہودی جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کو السلام علیکم کہنے کی بجائے سام علیکم کہتے۔ اِس کا مطلب ہے کہ (نعوذ باللہ) آپ کو موت آئے اور ساتھ ہی باہر جا کر کہتے کہ اگر یہ سچے نبی ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا۔ ایک دفعہ یہودی آپ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے آپ کو اسام علیک کہا آپ نے جواب میں علیک کہہ دیا۔

یہودیوں کے یہ الفاظ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سن رہی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ الفاظ برداشت نہ ہو سکے۔ آپ نے غصہ میں کہہ دیا کہ یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس پہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ نرمی کرو اور بدزبانی نہ کرو۔ اِس پر حضرت عائشہ نے کہا کہ یہودیوں نے آپ ﷺ کے متعلق بہت بُرے الفاظ کہے تھے۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی اُن کو علیک کہہ دیا تھا۔ اِس کا مطلب تھا تم کو بھی موت آئے۔ یہودیوں کو یہ پورا یقین تھا کہ آپ (ﷺ) سچے نبی ہیں۔ پھر بھی مخالفت سے باز نہیں آتے تھے۔

مومن کافروں کا دشمن ہے

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾(المجادلة:22)

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے، گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے، اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں، یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، آگاہ رہو! بے شک اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ مومن کافروں کا مخالف ہے۔ وہ کافر جو اللہ اور اُس کے نبی ﷺ پر ایمان نہیں لائے وہ کافر چاہے اُس کے باپ ہوں، بھائی ہوں، چاہے اُس کے بیٹے ہوں یا خاندان کا کوئی بھی فرد ہے۔ مومن اِن تمام کا دشمن ہے جو کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب یہ حکم نازل فرمایا تو اُس وقت لوگ مسلمان تو ہو گئے تھے مگر اُن کی دوستیاں ابھی کافروں کے ساتھ تھیں۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم آ گیا تو اُس کی مثالیں غزوہ بدر ہی میں مل گئی۔

واقعات:

(۱) غزوہ بدر میں صحابی حضرت ابوعبیدہ کا غیر مسلم باپ ان کے سامنے آیا تھا، حضرت ابوعبیدہ نے تلوار کا وار کر کے اُس کا سر قلم کر دیا۔

(۲) ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق کے والد ابوقحافہ نے (جو اُس وقت ابھی ایمان نہ

لائے تھے) رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کے الفاظ کہہ دیے۔ یہ الفاظ سن کر حضرت ابو بکر نے اپنے والد کو زور سے دھکا دیا جس سے وہ گر گیا، جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر سے پوچھا تو آپ نے عرض کی کہ اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اِس کا سر قلم کر دیتا۔

(۳) غزوہ بدر کے میدان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ میں اپنے بیٹے عبداللہ سے جنگ کروں (جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا) مگر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اجازت نہ دی۔ اور فرمایا کہ ابو بکر مجھے تم اپنی ذات سے فائدہ لینے دو۔ تم میرے کان اور آنکھوں کی مانند ہو۔

(۴) غزوہ بدر کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے بیٹے حضرت عبداللہ نے جو غزوہ بدر کے وقت کافر تھے اور کافروں کی طرف سے حصہ لیا تھا) اپنے باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اباجان غزوہ بدر میں ایک دفعہ آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے مگر میں نے والد سمجھ کو آپ کو چھوڑ دیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ بیٹے اگر تو میری زد میں آجاتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

(۵) بدر کے میدان میں ایک انصاری حضرت مصعب کے حقیقی بھائی جو کافر تھا کو زور دے کر باندھ رہا تھا۔ تو حضرت مصعب نے اُس انصاری سے کہا کہ اِسے اور زور سے باندھو ،اس کی ماں بہت مالدار ہے۔ اِس پر حضرت مصعب کے بھائی نے کہا کہ تو میرا بھائی ہو کر یہ کہہ رہا ہے۔ اِس پر حضرت مصعب نے کہا کہ اِس وقت تو میرا بھائی نہیں ہے بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے۔

(۶) حضرت مصعب بن عمیر نے میدان بدر میں اپنے بھائی عبید کو قتل کیا۔

(۷) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا۔

(۸) حضرت حمزہ نے اپنے قریبی رشتہ دار عتبہ اور شیبہ کو قتل۔ اِسی طرح حضرت علی نے اپنے رشتہ دار ولید کو قتل کیا۔

مدینہ کے یہودی

﴿هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾(الحشر :02)

''وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلے حشر کے وقت نکالا، تمہارا گمان (بھی) نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ خود (بھی) سمجھ رہے تھے کہ ان کے (سنگین) قلعے انہیں اللہ (کے عذاب) سے بچا لیں گے پس ان پر اللہ (کا عذاب) ایسی جگہ سے آ پڑا کہ انہیں گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں (برباد کروا رہے تھے پس اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔''

یثرب کی تاریخ:

مدینہ پاک کا پہلے نام یثرب تھا۔ اِس جگہ سب سے پہلے ایک قوم عمالقہ آباد ہوئے اِس قبیلہ کے سردار کا نام یثرب بن مہلا ئیل تھا۔ لہٰذا سردار نے اپنے نام کی مناسبت سے اِس جگہ کا نام یثرب رکھ لیا۔ اِس قبیلہ کا کام ڈاکہ زنی۔ چوری اور قتل و غارت تھا۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نائب حضرت یوشع کی قیادت میں ایک لشکر یثرب کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ اِس قبیلہ کے کسی بھی فرد کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ لہٰذا حضرت یوشع نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق ایک لشکر تیار کیا اور اِس قبیلہ پر حملہ کر دیا اور قبیلہ کے تمام لوگوں کو قتل کر دیا مگر بادشاہ کا ایک بیٹا جو بڑا خوبصورت اور جوان تھا اُس کو قتل نہ کیا اور اِس لڑکے کو ساتھ لے کر فلسطین واپس آ گئے تو پتہ چلا کہ حضرت موسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ فلسطین کے لوگوں کو جب پتہ چلا کہ اِس لشکر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے یعنی ایک لڑکے کو قتل نہیں کیا تو بنی اسرائیل نے اِس لشکر کو فلسطین میں رہنے کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ اِس لشکر نے اِدھر اُدھر گھومنے کی بجائے یثرب میں ہی رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ

بنی اسرائیل (یہودی) کا پہلا قافلہ یثرب میں رہائش پذیر ہو گیا۔

(۲) بنی اسرائیل نے جب لگاتار اپنے انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی کی اور اُن کو قتل بھی کرنا شروع کر دیا۔ تو ایک نبی نے بددعا کی جس کے نتیجہ میں ایک بادشاہ جس کا نام بخت نصر تھا۔ بنی اسرائیل کے شہر یروشلم پر حملہ کیا اور اِس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ بنی اسرائیل کی سب سے بڑی عبادت گاہ ہیکل سلیمانی کو تباہ و برباد کر دیا۔ بے شمار بنی اسرائیلیوں کو غلام بنایا اور لاکھوں قتل کر دیے گئے اور بنی اسرائیل شہر سے بھاگ گئے اِن اسرائیلیوں میں دوسرے ملکوں میں اور کچھ یثرب میں آ کر دوسرے بنی اسرائیلیوں کے ساتھ آباد ہو گئے۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۶۰۰ سال قبل کا ہے۔

(۲) دوسری دفعہ بنی اسرائیل پر روم کی حکومت نے حملہ کیا تو رومیوں نے بھی اِن کا قتل عام کیا یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سو ۱۰۰ سال بعد کا ہے۔ اِن میں تین قبیلے بنی قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ یثرب میں آ کر آباد ہو گئے۔ یثرب کا جو سب سے زرخیز علاقہ تھا اُس پر یہودیوں نے قبضہ کر لیا۔ اور کھیتی باڑی شروع کر دی۔ اور پھر رفتہ رفتہ جوڑ توڑ اور سود خوری کے ذریعہ اِس علاقہ پر اپنا قبضہ پختہ کر لیا۔

اوس اور خزرج قبائل یثرب میں:

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ پاک میں تشریف لائے تو اوس اور خزرج کے اکثر لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور جو لوگ باقی تھے۔ انہوں نے بھی آپ کی آمد کے بعد اسلام قبول کر لیا۔

یثرب میں آمد:

یہ دونوں قبائل اوس اور خزرج یمن کے رہنے والے تھے۔ اور وہاں عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ قبیلہ جات حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جب وہاں کی حکمران ملکہ بلقیس تھی ملکہ کے ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا۔ شروع میں تو یہ لوگ توحید پر قائم رہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع کر دی۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِن پر عذاب آیا۔ اِن لوگوں نے زراعت کے لیے بڑے بڑے ڈیم بنا رکھے تھے۔ جس سے یہ لوگ نہریں نکال کر اپنے رقبہ کو سیراب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کی

نافرمانی کی وجہ سے اِن پر عذاب نازل کیا اور اِن کے ڈیم ٹوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے چوہوں کو حکم دیا کہ اِن کے ڈیموں کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا گیا۔

جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈیم ٹوٹ گئے اور پانی ختم ہو گیا۔ زمین اور اِن کے باغات تباہ ہو گئے تو اِن کے تین قبائل جس میں دو قبائل اوس اور خزرج جو یثرب کے اطراف آباد ہو گئے اور ایک قبیلہ بنو خزاعہ مکہ اور مدینہ کے درمیان آباد ہو گیا۔ شروع میں یثرب کی بہتر زمینوں پر یہودیوں کا قبضہ تھا۔ اِس وجہ سے اوس اور خزرج کو بنجر زمین پر ہی آباد ہونا پڑا۔ جب اِن قبیلوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو اِن قبائل کے ایک شخص مالک بن عجلان نے سرداری سنبھال لی اور یہودیوں سے زرخیز زمین واپس لینے کا منصوبہ بنایا۔ یمن کی تباہی کے وقت اِن کا ایک قبیلہ شام میں جا کر آباد ہو گیا۔ یہ قبیلہ بہت طاقتور تھا۔ مالک سیدھا اِس قبیلہ کے پاس شام میں گیا اور اِس قبیلہ سے یہودیوں کے خلاف مدد طلب کی اِس قبیلہ کا نام غسان تھا اور اس کے سردار کا نام جبیلہ تھا۔ اِس قبیلہ کے سردار نے مدد دینے کا وعدہ کیا اور کہا تم تیار رہنا میں کسی بھی وقت آ جاؤں گا۔ چنانچہ غسان قبیلہ کا سردار جبیلہ ایک بڑا لشکر لے کر یثرب کی طرف روانہ ہوا اور اِس کی اطلاع اُس نے یثرب کے قبائل اوس اور خزرج کو کر دی۔ اور یثرب کے باہر آ کر پڑاؤ ڈال دیا اور یہودیوں کو بھی اطلاع دی کہ یثرب کے باہر آ کر مجھے ملو ورنہ میں ایک زبردست حملہ کروں گا۔ یہودی کاروبار میں تو طاقتور تھے مگر لڑائی میں بہت بزدل تھے۔ انہوں نے لشکر کا سن کر اپنے اپنے قبائل کے سرداروں کو اکٹھا کیا اور باقی بھی چیدہ چیدہ معتبر آدمیوں کو لے کر غسان قبیلہ کے پاس آ گئے۔ غسان قبیلہ کے سردار جبیلہ نے اِن تمام یہودیوں کو قتل کر دیا اور اوس اور خزرج قبائل کو کہا کہ اِن کی زرخیز زمینوں پر قبضہ کر لو۔

اِس واقعہ کے بعد یہودی قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ نے یثرب کے باہر جا کر رہائش اختیار کر لی۔ مگر ایک قبیلہ بنو قینقاع جس کی دوستی اوس اور خزرج کے ساتھ تھی۔ وہ یثرب کے اندر ہی رہا۔

اِس طریقہ سے اوس اور خزرج کو یہودیوں پر برتری حاصل ہو گئی یہودی قبیلہ بنی قینقاع جس کی رہائش یثرب کے اندر تھی۔ زرگری کا کام کرتا تھا۔ یہ قبیلہ بہت مالدار تھا۔ اور یہ بنو خزرج کے زیر سایہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا یہودیوں کے ساتھ معاہدہ:

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے آتے ہی یہودیوں کے تمام قبائل کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا کہ اب ہم مل کر رہیں گے۔ ایک دوسرے کے خلاف کوئی جنگ نہیں کریں گے بلکہ اگر کوئی باہر سے حملہ آور ہوا تو بھی ایک دوسرے کی مدد کریں۔ کیونکہ اُس وقت یمن کے قبائل اوس اور خزرج مسلمان ہو چکے تھے۔

معاہدہ کی شرائط:

جنگ کی صورت میں مسلمان اور یہودی اپنے اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور دشمن کے خلاف مل کر جنگ کریں گے۔

یہودیوں کا اپنا دین اور مسلمانوں کا اپنا دین ہوگا۔ جو شخص ظلم کرے، گناہ کے کام کرے اور اپنے خاندان کو تباہ کرے تو باقی قبیلہ کا اِس کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔

معاہدہ میں شریک قبیلہ کے خلاف اگر کوئی باہر سے قبیلہ حملہ کرتا ہے تو تمام معاہدہ میں شریک قبائل مل کر مقابلہ کریں گے۔ ہر قبیلہ کو گناہ سے بچنا ہوگا۔ یثرب کے اندر کوئی فتنہ فساد برپا نہیں کریں گے۔ فتنہ فساد دونوں فریقوں کے لیے منع ہوگا۔

یہ معاہدہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان طے پایا۔ یہودی کچھ عرصہ تو اِس معاہدہ پر قائم رہے۔ مگر جلد ہی اِس معاہدہ سے منحرف ہو گئے۔

یہودی قبیلہ قینقاع کا اخراج:

اِس معاہدہ کی سب سے پہلے بدعہدی یہودی قبیلہ بنو قینقاع نے کی۔ یہ یہودی قبیلہ خزرج قبیلہ کا حلیف تھا۔ شہر کے اندر ہی اِس کی رہائش تھی۔ جنگی ساز وسامان سے بھی لیس تھا۔ یہ قبیلہ سونار، لوہار اور برتن سازی کا کام کرتا تھا۔ اِس کا بچہ بچہ اسلحہ سے لیس تھا۔ ہر وقت جنگ کے لیے تیار رہتے تھے۔ بنو خزرج قبیلہ کا سردار عبداللہ بن ابی جو منافق اعظم کے نام سے مشہور تھا اِن کا زبردست حامی تھا۔ جب غزوہ بدر ہوا تو اِس قبیلہ کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے لہٰذا یہ مسلمان اِس جنگ میں ختم ہو جائیں گے۔ مگر اِن کی توقعات کے برعکس جب مسلمانوں کو فتح ہو گئی۔ تو یہ قبیلہ سخت غصہ میں تھا اور پریشان بھی تھا۔ جب بھی کوئی مسلمان اِن کے محلہ میں آتا تو یہ یہودی اُس سے چھیڑ چھاڑ کرتے۔

اخراج کی وجہ:

یہودیوں کی بدمعاشی اِس حد تک بڑھ گئی کہ ایک مسلمان عورت اِن کے پاس زیور بنوانے آئی۔ جس نے حجاب پہنا ہوا تھا یہودی دوکاندار نے اِس کو حجاب اُتارنے کے لیے کہا مگر عورت نے کہا کہ میں مسلمان ہوں حجاب نہیں اُتاروں گی۔ عورت زمین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک دوسرے یہودی نے اِس عورت کا پلو خفیہ طور پر زمین میں ایک کنڈے کے ساتھ باندھ دیا۔ جس کا عورت کو پتہ نہ چلا۔ جس کی وجہ سے جب عورت اُٹھنے لگی تو عورت برہنہ ہو گئی۔ جس پر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور وہاں پر موجود ایک مسلمان نے اُس یہودی دکاندار کو قتل کر دیا جواب میں یہودیوں نے مل کر اِس مسلمان کو قتل کر دیا۔

یہ واقعہ سن کر رسول اللہ ﷺ خود اِس محلّہ میں تشریف لائے اور یہودیوں کو شریفانہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کی۔ مگر یہودیوں نے جواب دیا: اے محمد (ﷺ) آپ نے شاید ہمیں قریش سمجھ رکھا ہے۔ اِن کو تو لڑنا نہیں آتا تھا۔ وہ شکست کھا گئے اور وہ آپ کے رشتہ دار تھے۔ جب ہم سے واسطہ پڑے گا تو پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ جنگ کیا ہوتی ہے۔ ہم جنگ کرنا جانتے ہیں۔ یہودیوں کی طرف سے گویا یہ اعلانِ جنگ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ سن کر اِس یہودی قبیلہ قینقاع کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ پندرہ روز تک جاری رہا۔ آخر یہودیوں نے ہتھیار پھینک دیے اور اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس قبیلہ کے تمام آدمیوں کو باندھ لیا۔ اِس موقعہ پر عبداللہ بن ابی منافق اِن کی حمایت کے لیے آ گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے تقاضا کیا کہ اِن کو معاف کر دیا جائے۔ اِس منافق اعظم نے رسول اللہ ﷺ پر سخت دباؤ ڈالا اور آپ کا گریبان پکڑ لیا۔ اور کہا کہ آپ جب تک اِن کو معاف نہ کرو گے میں گریبان نہیں چھوڑوں گا۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے اِس قبیلہ کو اِس شرط پر معاف کر دیا کہ یہ قینقاع قبیلہ اپنا تمام اسلحہ اور صنعت کا سامان یہاں چھوڑ دیں گے۔ اور صرف اپنا گھر کا کھانے پینے کا سامان لے کر مدینہ سے چلے جائیں۔ لہٰذا یہ قبیلہ شام کی طرف چلا گیا۔ ایک روایت کے مطابق اِن میں کچھ راستہ میں مر گئے اور باقی وہاں جا کر مر گئے۔

یہودی قبیلہ بنونضیر کے سردار کعب بن اشرف کا قتل:

یہودی قبیلوں نے شروع میں تو رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کرلیا۔ کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ یہ چند آدمی ہیں۔ لہٰذا یہ خود ہی بھاگ جائیں گے۔ مگر جب لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے اور معرکہ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ اسلامی قوانین نافذ کرنے شروع کر دیے تو یہودی قبیلوں کو فکر لاحق ہوئی کہ یہ تو تمام قبائل پر قابض ہو جائیں گے لہٰذا اب انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔ یہ مختلف مسلمانوں کے خلاف افواہیں پھیلاتے۔ شرارت کے تحت اسلام قبول کرتے تین چار دن رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے اور پھر مرتد ہو جاتے اور لوگوں کو بتاتے کہ ہم نے جا کر باتیں سنی ہیں۔ یہ کوئی مذہب نہیں ہے۔ یہ سب دھوکا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق لوگوں کو بتلاتے کہ آپ اللہ کے نبی (ﷺ) نہیں ہیں۔ دو گروہ جو مسلمان ہو گئے تھے یعنی اوس اور خزرج۔ یہ اُن کے درمیان نفرت پھیلاتے۔ اِن لوگوں کو انصار کہا جاتا تھا۔ اور جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اُن کو مہاجر کہا جاتا تھا۔ یہ یہودی انصار اور مہاجرین کے درمیان نفرت پیدا کرتے۔ غرض یہ کہ ہر طرح سے مسلمانوں کو تنگ کرتے۔ بعض یہودیوں نے مسلمانوں سے قرضہ لیا ہوا تھا۔ اب انہوں نے یہ قرضہ واپس کرنے سے انکار کر دیا کہ جب ہم نے قرضہ لیا تو تم مسلمان نہ تھے۔ اب تم مسلمان ہو گئے ہو ہم رقم واپس نہیں کریں گے۔

غزوہ بدر کے وقت بھی وہ منحرف ہو گئے کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ مسلمان کبھی واپس نہیں آسکیں گے۔ مگر جب مسلمان فاتح بن کر آئے تو یہودی غصہ میں آگئے۔

کعب بن اشرف کا قتل:

یہ شخص یہودی قبیلہ بنونضیر کا سردار تھا۔ یہ قبیلہ سے سب بڑا تھا۔ اور یہ سردار مسلمانوں کا بڑا دشمن تھا۔ جب غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور ایک یہودی قبیلہ قینقاع کو مدینہ سے نکال دیا گیا تو یہ سردار سخت غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ اِس نے قسم کھا کر کہا کہ اب ہمارے لیے مرجانا ہی بہتر ہے۔ لہٰذا یہ سردار مکہ گیا اور قریش کے سامنے پر جوش تقریریں کیں۔ اور اُن قریش کو جنگ کے لیے اُکساتا رہا۔ یہ شاعر تھا۔ مکہ سے واپس مدینہ میں آکر اِس نے مسلمان عورتوں خاص طور پر ازواج مطہرات کے متعلق بھی عشقیہ اشعار کہتے۔ لہٰذا اِس کی

شرارتوں سے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ نے اِس کے قتل کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے اِس کے قلعہ میں جا کر اِس کو قتل کر دیا۔

بنونضیر قبیلہ کا اخراج:

یہ قبیلہ طاقت ور تھا۔ یہودی تھا اور اِس کا سردار بھی کعب بن اشرف مسلمانوں کا دشمن تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے بعد یہودی قبیلہ قینقاع کو مدینہ سے نکال دیا اور اِس قبیلہ کے سردار کو قتل کرادیا تو یہودی کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے، مگر اُن کے دل بغض سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ ہر وقت سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اِسی دوران غزوہ اُحد ہوا۔ جس میں یہودی پابند تھے کہ وہ مسلمانوں کی مدد کرتے۔ مگر انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جنگ میں مسلمانوں کی مدد نہ کی۔ اور غزوہ اُحد میں مسلمانوں کو عارضی شکست ہوئی تو یہودیوں کے حوصلے مزید بڑھ گئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنالیا۔

واقعہ:

غزوہ اُحد کے بعد ایک مسلمان عمرو بن امیہ کے ہاتھوں قبیلہ بنو عامر کے دو آدمی غلطی سے قتل ہو گئے جن کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ تھا۔ لہٰذا معاہدہ کے مطابق مسلمانوں اور یہودی قبیلہ بنونضیر پر خون بہالازم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابیوں کو لے کر اِن کے پاس گئے تاکہ اِن سے اِن کے حصہ کا نصف خون بہا لے سکیں۔ یہودی قبیلہ نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو ایک دیوار کے ساتھ بٹھا دیا۔ اور ساتھ ہی یہودیوں نے مشورہ کیا کہ کچھ نوجوان یہودی ایک بھاری پتھر لے کر اِس دیوار پر جائیں اور وہ پتھر رسول اللہ ﷺ پر گرا دیں۔ اِس سازش پر عمل کرنے سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو مطلع کر دیا۔ آپ (ﷺ) فوری وہاں سے تشریف لے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بلالیا۔ آپ نے اِس یہودی سازش سے صحابہ کرام کو بھی اطلاع کر دی۔ اب یہودیوں کے ساتھ کوئی رعایت نہ تھی لہٰذا آپ نے اُن کو دس (۱۰) دن کے اندر علاقہ چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ اِسی دوران عبداللہ بن ابی نے یہودی قبیلہ کو پیغام دیا کہ تم علاقہ چھوڑنے سے انکار کر دو۔ میں دو ہزار

آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا۔ میرے علاوہ بنی قریظہ اور بنی غطفان والے بھی تمہاری مدد کو آئیں گے۔ لہٰذا یہودی قبیلہ بنی نضیر نے اپنے گھروں سے جانے سے انکار کر دیا۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے اُن کے گھروں کا محاصرہ کر لیا۔ اِس محاصرہ کو ابھی صرف چھ (٦) دن ہی گزرے تھے کہ بنو نضیر نے اِس شرط پر یثرب (مدینہ) چھوڑنے پر رضا مندی ظاہر کر دی شرط کے مطابق اسلحہ کے علاوہ وہ اپنا سامان اونٹوں پر جتنا لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔ اِس طرح مدینہ پاک دو یہودی قبیلوں بنی قینقاع اور بنو نضیر سے خالی ہو گیا۔ اِس قبیلہ بنو نضیر میں صرف دو یہودی مسلمان ہوئے۔ باقی تمام یہودی شام اور خیبر کی طرف چلے گئے۔

شیطان کا وسوسہ ڈالنا

﴿كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾ (الحشر:16)

''شیطان کی طرح کہ اس نے انسان سے کہا کفر کر، جب وہ کفر کر چکا تو کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں فرمایا کہ شیطان انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ کفر کر۔ جب بندہ کفر کر لیتا ہے تو کہتا ہے میں تیرے اِس فعل سے بے زار ہوں اور میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

بنی اسرائیل کے عابد کا واقعہ:

ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی۔ وہ رات کو ایک خانقاہ کے پاس سے گزرتی تھی۔ ایک دفعہ شیطان کے کہنے پر راہب نے اِس عورت سے زنا کیا جس سے اِس عورت کو حمل ٹھہر گیا چنانچہ شیطان نے اِس راہب کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اِس طرح تمہاری بدنامی ہوگی لہٰذا تو اِس عورت کو قتل کر دے۔ راہب نے یہ خیال آتے ہی اِس عورت کو قتل کر دیا اور دور جا کر اِس کو دفن کر دیا تا کہ اِس طرف کسی کا دھیان ہی نہ جائے۔ رات کو وہی شیطان اِن کے بھائیوں کے خواب میں آیا اور اِن کو سارے حالات بتلا دیے اور جگہ بھی دکھا دی کہ اُن کی بہن کہاں دفن ہے۔ صبح اُٹھ کر سارے بھائیوں نے اپنے خواب دوسرے کو سنائے تو سب کو یقین ہو گیا کہ خواب سچا ہے لہٰذا انہوں نے یہی بات بادشاہ کو سنائی۔ بادشاہ نے عورت کی لاش نکلوا لی اور راہب کو طلب کر لیا۔ جب راہب بادشاہ کے پاس جا رہا تھا تو وہی شیطان انسان کے روپ میں ملا اور کہا کہ تم بادشاہ کے پاس جا رہے ہو وہ تمہیں قتل کر دے گا۔ اگر تم مجھے سجدہ کر دو تو میں تمہیں بچا لوں گا لہٰذا راہب نے اُس کو سجدہ کر دیا۔ جب راہب پوری طرح ایمان سے فارغ ہو گیا تو اُسی شیطان نے اُس سے کہا کہ میں تیرے اِن تمام کاموں سے بَری ہوں میں تو رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ بادشاہ نے راہب کو قتل کر دیا۔ اِس طرح راہب سے دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔ اِس روایت کو حضرت علی اور حضرت ابن مسعود نے

روایت کیا ہے اور ابن کثیر میں درج ہے۔

جریج عابد کا قصہ:

آپ ایک بہت بڑے عابد تھے۔ ہر وقت اپنی خانقاہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ اِس کی عبادت کو دیکھ کر شیطان نے اِس کے مخالفوں کو اُکسایا۔ اور اُن کے دل میں یہ ڈالا کہ کسی بھی طرح اِس کو بدنام کرو۔ چنانچہ مخالفوں نے ایک عورت کو تیار کیا۔ اور اس عابد پر الزام لگادیا کہ یہ بچہ اِس عابد کا ہے۔ اِس عورت سے یہ بات سن کر لوگ مشتعل ہو گئے اور لوگوں نے شیطان کے اکسانے پر اِس بزرگ کی خانقاہ گرادی۔ آخر اِس عابد نے لوگوں سے کہا کہ اِس عورت نے میرے مخالفوں سے مل کر مجھے بدنام کیا ہے اور مجھ پر یہ جھوٹا الزام لگایا ہے۔ اِس عورت کا بچہ ابھی اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا۔ حضرت جریج عابد نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اِس دودھ پیتے بچہ سے کہا کہ بتاؤ تمہارا باپ کون ہے۔ اِس بچہ نے جواب دیا کہ میرا باپ ایک گڈریا ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے معافی مانگی اور خانقاہ کو دوبارہ تعمیر کر دیا۔

حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں تین بچوں نے بچپن میں گفتگو کی۔ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دی۔ تیسرا یہ بچہ تھا۔ جس نے اِس جریج عابد کے حق میں گواہی دی۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا واقعہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾(الممتحنة:01)

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے اور (خود) اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں، پیغمبر کو اور خود تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کے لیے اور میری رضا مندی کی طلب میں نکلتے ہو (تو ان سے دوستیاں نہ کرو، تم ان کے پاس محبت کا پیغام پوشیدہ پوشیدہ بھیجتے ہو اور مجھے خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور وہ بھی جو تم نے ظاہر کیا، تم میں سے جو بھی اس کام کو کرے گا وہ یقیناً راہ راست سے بہک جائے گا۔“

﴿إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ﴾(الممتحنة:02)

”اگر وہ تم پر کہیں قابو پالیں تو وہ تمہارے (کھلے) دشمن ہو جائیں اور برائی کے ساتھ تم پر دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں اور (دل سے) چاہنے لگیں کہ تم بھی کفر کرنے لگ جاؤ۔“

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم چھپا کر اِن کو پیغام نہ بھیجو۔ تم اِن کو خفیہ پیغام اور اعلانیہ پیغام نہ بھیجو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ دشمن تو یہ چاہتا ہے کہ تم کافر بن جاؤ۔ قیامت کے دن یہ تمہارے رشتہ دار کام نہ آئیں گے۔ اور نہ ہی تمہاری اولاد کام آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اِس دن جدائی ڈال دے گا۔ وہ ذات صرف تمہارے اعمال دیکھے گی۔

واقعہ:

یہ آیت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ آپ ایک بدری صحابی تھے۔ آپ بھی دوسرے صحابہ کی طرح ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ پاک میں آ گئے تھے۔ مگر آپ کے بیوی بچے ابھی مکہ ہی میں تھے۔ جب مسلمانوں اور کافروں میں صلح حدیبیہ ہوگئی اور معاہدہ ہو گیا تو قریش کی طرف سے اِس معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگئی جس سے یہ معاہدہ ختم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے خفیہ طریقہ سے مکہ پر حملہ کا پروگرام بنایا تا کہ کھلم کھلا جنگ سے وہاں قتل و غارت نہ ہو۔ اِس حملہ کی اطلاع سوائے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اور کسی کو نہ تھی۔ انہی دنوں ایک عورت مکہ سے مدینہ میں آئی جو کسی زمانہ میں حضرت عبدالمطلب کی لونڈی تھی۔ وہ آخر رسول اللہ ﷺ سے ملی اور مدد کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کی مدد کر دی۔ جب وہ جانے لگی تو اِس بدری صحابی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اِس کو کچھ دینار دیے اور ساتھ ہی ایک رقعہ دیا اور اسے کہا کہ یہ رقعہ لے کر مکہ میں قریش کے سرداروں کو دے دینا۔ اور تاکید کی کہ یہ راز کسی کو مت بتانا۔

جب یہ عورت چلی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اِس رقعہ کے بارے میں اپنے نبی ﷺ کو مطلع کر دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فوری طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر اور حضرت مقداد بن اسود کو اِس عورت کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ یہ عورت اِس وقت مدینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر مکہ کی طرف روضہ خاخ کے مقام پر ملے گی۔ اُس کے پاس ایک رقعہ ہے۔ اگر وہ رقعہ دے تو لے آنا اور اگر نہ دے تو اُس کو قتل کر دینا۔

چنانچہ یہ تینوں صحابہ اُس مقام پر جس کی نشاندہی رسول اللہ ﷺ نے کی تھی پہنچے تو وہ عورت مل گئی۔ آپ صحابہ کرام نے اُس عورت سے رقعہ کے متعلق دریافت کیا مگر وہ عورت مکر گئی کہ میرے پاس رقعہ نہیں ہے۔ تب صحابہ کرام نے اُس سے کہا کہ ہم تجھے ننگا کر کے تلاشی لیں گے۔ تب اُس عورت نے اپنے سر سے اپنے بالوں میں چھپائے ہوئے رقعہ کو صحابہ کے سپرد کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ رقعہ لے کر جا کر رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب رقعہ پڑھوایا تو اُس میں رسول اللہ ﷺ کے حملہ کے متعلق لکھا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اور یہ رقعہ مکہ کے قریش کے سرداروں کے نام لکھا ہوا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ رقعہ پڑھ کر حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی، تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے معاملہ میں آپ جلدی نہ کریں میں نہ تو مرتد ہوا ہوں اور نہ ہی میں منافق ہوا ہوں، دراصل میرے بال بچے مکہ میں ہیں۔ میں قریشی نہیں ہوں۔ میرا مکہ میں نہ تو قبیلہ ہے اور نہ ہی میرا کوئی بڑا خاندان ہے۔ میرے صرف بیوی بچے ہیں۔ جو صرف قریش کے رحم وکرم پر ہیں۔ میں نے سوچا کہ اگر میں قریش پر کوئی احسان کروں گا تو وہ میرے بچوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ مہاجرین میں سے اکثر کے بچے مکہ میں ہیں۔ مگر اُن کے وہاں قبیلے والے موجود ہیں۔ میرا صرف یہی مقصد تھا۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حاطب نے سچ بولا ہے۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اِس کا سر قلم کردوں۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر تمہیں معلوم نہیں یہ حاطب بدری صحابی ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم خواہ کچھ کرو میں نے تمہیں معاف کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو دیے۔ اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندہ یہ چاہے گا کہ وہ اپنی بیوی بچے بھی فدیہ میں دے دے تو میری جان چھوٹ جائے۔

سورہ عبس، آیت ۳۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز آدمی بیوی، بچوں، ماں باپ اور خاندان سے بھاگے گا اور ہر آدمی اپنے ہی حال میں گرفتار ہوگا۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

ہندہ زوجہ ابوسفیان کا بیعت کرنا

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾(الممتحنة:12)

اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی نیک کام میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کر لیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے اور معاف کرنے والا ہے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو وہ الفاظ بتائے ہیں کہ جو عورتیں مسلمان ہونے کے لیے آئیں تو اِس طریقہ سے اِن سے بیعت لو۔

اِس آیت کے مطابق مفسرین نے ہندہ زوجہ ابوسفیان کا واقعہ لکھا ہے کہ جب وہ مسلمان ہونے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے اُس سے بھی بیعت لی اور جو اُس نے سوالات کیے، انسوالوں کے جواب دیے۔

رسول اللہ ﷺ:......میں اِس شرط پر تمہیں بیعت کرتا ہوں کہ تم کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرو گے۔

ہندہ:......جس شرط کے ساتھ مردوں کی بیعت قبول نہیں ہوئی اُس کے بغیر ہماری بیعت کیسے قبول ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ:......تم چوری نہ کرو گی۔

ہندہ:......میں ابوسفیان کے ہاں سے اُس کی اجازت کے بغیر مال لے لیتی ہوں مجھے معلوم نہیں وہ میرے لیے حلال ہے یا حرام ہے۔ اِس پر ابوسفیان نے کہا کہ جو پہلے لے چکی

ہو وہ حلال ہے، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرا دیے۔

رسول اللہ ﷺ:......تم زنا نہیں کرو گی۔

ہندہ:......کیا آزاد عورتیں بھی زنا کرتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ:......تم وعدہ کرو کہ اپنے بچوں کو قتل نہ کرو گی۔

ہندہ:......ہندہ نے جواب دیا کہ اِن بچوں کے باپوں کو تو آپ نے پہلے ہی قتل کر دیا ہے۔ اب اِن بچوں کی حفاظت کے لیے آپ ہمیں کہہ رہے ہیں۔ یہ فقرہ سن کر رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسکرا دیے۔

رسول اللہ ﷺ:......تم کسی پر بہتان نہ لگاؤ گی۔

ہندہ:...... بہتان لگانا تو اچھے اخلاق کے خلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ:......تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔

ہندہ:......حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔

جمعہ کے وقت کھیل تماشہ کی طرف توجہ دینا

﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ (الجمعة:11)

"اور جب کوئی سودا بکتا دیکھیں یا کوئی تماشا نظر آجائے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی رساں ہے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صحابہ کرام نے جب جمعہ کے وقت کھیل تماشہ ہوتے دیکھا تو وہاں سے چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیا۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ کھیل تماشہ سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

واقعہ:

اِس واقعہ کو صحابہ کرام کی اکثریت حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ، حضرت حسن بصری اور دوسرے صحابہ کرام نے لکھا ہے۔ کہ شام سے ایک تجارتی قافلہ عین جمعہ کے وقت مدینہ منورہ میں آیا۔ اُس وقت جب کوئی قافلہ آتا تو ڈھول بجایا کرتے تھے جس سے لوگوں کو اطلاع ہو جاتی کہ کوئی قافلہ آیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اُس وقت جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ ڈھول کی آواز سن کر سوائے بارہ (۱۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باقی سب لوگ قافلہ کی طرف چلے گئے۔ جو باقی رہ گئے اُن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عمار، حضرت حذیفہ، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم رہ گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے اِن لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم بھی چلے جاتے اور اِس میں کوئی بھی نہ رہتا تو اِس وادی سے آگ بہہ نکلتی۔

عبداللہ بن اُبی منافق کا کردار

﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ﴾(منافقون:01)

''تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں۔''

سورۃ المنافقون: آیت نمبر:02 تا05:

''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے پس اللہ کی راہ سے رک گئے، بیشک برا ہے وہ کام جو یہ کر رہے ہیں۔'''' یہ اس سبب سے ہے کہ یہ ایمان لا کر پھر کافر ہوگئے، پس ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔ اب یہ نہیں سمجھتے۔'''' جب آپ انہیں دیکھ لیں تو ان کے جسم آپ کو خوشنما معلوم ہوں، یہ جب باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتوں پر (اپنا) کان لگائیں، گویا کہ یہ لکڑیاں ہیں دیوار کے سہارے سے لگائی ہوئیں، ہر (سخت) آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچو اللہ انہیں غارت کرے کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔'''' اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لیے اللہ کے رسول استغفار کریں تو اپنے سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ منافق لوگ ظاہری طور پر آپ کو رسول اللہ ﷺ مانتے ہیں۔ مگر دل سے نہیں مانتے اور آپ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ یہ خود بھی آپ کا حکم نہیں مانتے بلکہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ لہٰذا آپ اِن کے لیے مغفرت کی دعا نہ کریں۔

واقعہ:

جب تک رسول اللہ ﷺ مکہ میں رہے وہاں صرف دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک آپ کے انتہائی حامی جو جان قربان کرنے کو تیار تھے۔ دوسرے آپ کے انتہائی مخالف جو آپ ﷺ کو جان سے مارنے کے لیے ہر وقت تیار تھے۔ مگر جب آپ ﷺ مدینہ پاک میں

آئے تو یہاں ایک تیسرا گروہ پیدا ہو گیا۔ جو کسی مجبوری کی وجہ سے یا اپنے قبیلہ کے مجبور کرنے پر مسلمان تو ہو گئے مگر انہوں نے دل سے رسالت کو تسلیم نہ کیا تھا۔ یہ لوگ ظاہری طور پر مسلمان تھے مگر دل میں ایمان نہ تھا۔ اِن کا کردار منافقانہ تھا۔ اور اِن کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔

رسول اللہ ﷺ سے بغض:

(۱) ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں یہ شخص عبداللہ بن ابی مل گیا تو اِس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدتمیزی کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس کی شکایت حضرت سعد بن عبادہ سے کی۔ کیونکہ عبداللہ بن ابی کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ اِس قبیلہ کا سربراہ حضرت سعد بن عبادہ تھے۔ اِسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے شکایت بھی سربراہ سے کی۔ حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپ اِن کو معاف کر دیں۔ کیونکہ عبداللہ بن ابی کا خیال ہے کہ محض آپ کی وجہ سے اِس کی بادشاہی ختم ہوئی ہے۔ ورنہ آج وہ دونوں قبیلوں کا بادشاہ ہوتا۔

(۲) غزوہ بدر کے بعد جب یہودی قبیلہ بنی قینقاع نے ایک مسلمان عورت کے ساتھ گستاخی کی اور رسول اللہ ﷺ نے اِن کا محاصرہ کیا تو اِس قبیلہ نے ہتھیار ڈال دیے۔ تو اِس منافق نے رسول اللہ ﷺ کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ یہ میرے ساتھی ہیں۔ اِن میں سات سو جنگجو ہیں۔ آپ اِن کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ سے بدتمیزی کرتے ہوئے اِس یہودیوں کو چھوڑنے کے لیے دباؤ ڈالا۔

(۳) غزوہ اُحد کے موقعہ پر بھی یہ شخص اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر چلا مگر راستہ میں جب ابوسفیان کی قیادت میں کافروں کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس آ گیا اور بیان کیا کہ آج جنگ نہیں ہو گی۔

(۴) اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے یہودی قبیلہ بنو نضیر کا محاصرہ کیا تو وہ یہودی رسول اللہ ﷺ سے صلح کے لیے رضامند تھے۔ مگر اِس نے یہودیوں کو پیغام دیا کہ تم ہتھیار نہ ڈالو میں تمہاری مدد کے لیے تیار ہوں۔

(۵) غزوہ بنی مصطلق کے موقعہ پر بھی اِس نے مسلمانوں پر کاری ضرب لگائی۔ ایک

طرف اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا اور دوسری طرف اس نے پوری کوشش کی کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان لڑائی ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی ہر کوشش ناکام بنادی، اس منافق نے یہ الفاظ بھی مسلمانوں کے متعلق کہے کہ مدینہ جا کر عزت والا ذلیل کو نکال دے گا۔ اس کے یہ الفاظ سن کر اس کا اپنا حقیقی بیٹا اس کے راستہ کی دیوار بن گیا اور اس نے اپنے والد کو کہا کہ جب تک تم رسول اللہ ﷺ سے معافی نہ مانگو گے میں تمہیں مدینہ میں داخل نہ ہونے دوں گا۔

حلال کو حرام کر دینا

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾(التحریم:01)

''اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے نبی آپ (ﷺ) کیوں ایک چیز کو حرام کرتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ اور آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو۔

واقعہ:

یہ واقعہ صحیح بخاری اور مسلم شریف میں درج ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ عصر کے بعد اپنی تمام ازواج مطہرات کے ہاں جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حضرت زینب کے ہاں زیادہ دیر بیٹھنے لگے، دراصل حضرت زینب کے ہاں شہد آیا تھا۔ آپ کو شہد زیادہ پسند تھا۔ اور آپ وہاں شہد نوش فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت حفصہ، رضی اللہ عنہا حضرت سودہ اور حضرت صفیہ نے مل کر طے کیا کہ آپ حضور ﷺ جس کے پاس بھی جائیں تو وہ کہے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ دراصل مغافیر ایک پھول ہے جس سے بو آتی ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے یہ پروگرام اِس لیے بنایا کہ آپ کو حضرت زینب کے ہاں زیادہ دیر بیٹھنے سے روکا جا سکے۔ رسول اللہ ﷺ بڑے نفاست پسند تھے۔ اور بو سے آپ ﷺ کو سخت نفرت تھی۔ لہٰذا جب سب نے آپ کو کہا: آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے تو آپ نے عہد کیا کہ میں آئندہ شہد استعمال نہ کروں گا۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے نبی ﷺ! آپ نے اپنی بیویوں کو خوش کرنے کی خاطر ایک حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا راز ظاہر کرنا

﴿وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ﴾ (التحریم:03)

''اور یاد کر جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی، پس جب اس نے اس بات کی خبر کر دی اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبی نے تھوڑی سی بات تو بتا دی اور تھوڑی سی ٹال گئے، پھر جب نبی نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے دی۔ کہا سب جاننے والے پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلایا ہے۔''

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے نبی ﷺ نے ایک بات راز داری سے ایک بیوی کو بتائی اور اِس کو فرمایا کہ اِس کو ظاہر نہ کرنا۔ مگر بیوی نے وہ بات ظاہر کر دی اور دوسری بیوی کو بتلا دی اللہ تعالیٰ نے اِس راز فاش کرنے کی بات اپنے نبی ﷺ پر ظاہر کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی بیوی سے راز فاش کرنے کے متعلق پوچھا تو بیوی نے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتلایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا جو سب جانتا ہے۔

واقعہ:

رسول اللہ ﷺ جب صلح حدیبیہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے تمام بادشاہوں کو خطوط لکھے جن میں اُن کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ اِن میں ایک خط سکندریہ کے بادشاہ کو بھی لکھا اور اسلام کی دعوت دی۔ اُس نے اسلام کی دعوت تو قبول نہ کی مگر وہ بڑے اخلاق سے پیش آیا۔ آپ کا خط حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بدری صحابی لے کر گئے تھے۔ بادشاہ نے آپ کے ایلچی کے ساتھ دو لڑکیاں روانہ کیں جو نہایت اعلیٰ خاندان کی تھیں۔ جن میں ایک کا نام ماریہ تھا۔ ماریہ نے اسلام قبول کر لیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اُس سے شادی کر لی اور دوسری کی شادی حضرت حسان رضی اللہ عنہ جو شاعر تھے اُس کے ساتھ کر دی۔ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں حضرت ماریہ سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام رسول اللہ ﷺ نے اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

مناسبت سے ابراہیم رکھا۔ جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ آپ ہر روز ایک بیوی کے ساتھ رات گزارتے تھے۔ ایک دن حضرت حفصہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی کے ہاں گئے تو آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے والدین کے پاس گئی ہوئی ہے۔ اِسی دوران حضرت ماریہ وہاں آ گئیں۔ اور آپ نے حضرت ماریہ کے ساتھ خلوت میں وقت گزارا۔ اِسی دوران حضرت حفصہ بھی واپس آ گئیں۔ تو اُس نے دیکھا کہ میرے گھر میں حضرت ماریہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ تو حضرت حفصہ نے اِس کا بُرا منایا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو خوش کرنے کی خاطر وعدہ لیا کہ میں حضرت ماریہ سے کوئی تعلق نہ رکھوں گا۔ اور ساتھ ہی خوشخبری بھی سنا دی کہ میرے بعد عائشہ کا والد خلیفہ ہوگا اور اُن کے بعد تمہارا والد خلیفہ بنے گا۔ آپ نے حضرت حفصہ سے وعدہ لیا کہ وہ یہ بات حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو نہیں بتائے گی۔ مگر حضرت حفصہ نے یہ بات حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو بتلا دی اور آپ کا راز ظاہر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے نبی ﷺ کو بتا دی۔ اِس روایت کو حضرت عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

سورہ الملک کی فضیلت

حدیث:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے ایک جگہ اپنا خیمہ نصب کیا۔ مگر اُس کو یہ علم نہ تھا کہ یہاں ایک قبر ہے۔ صحابی کو قبر سے سورہ ملک کی تلاوت کرنے کی آواز آئی۔

اِس صحابی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میں نے ایک قبر سے سورہ ملک کی آواز سنی جیسے کوئی شخص اِس سورت کی تلاوت کررہا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت قبر کے عذاب کو روکنے والی ہے یہ سورت اپنے قاری کو قبر میں عذاب نہیں ہونے دیتی۔

حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں ایک سورت ایسی ہے جو تبارک الذی سے شروع ہوتی ہے اِس کی تیس (۳۰) آیات ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز اپنے قاری کے لیے شفاعت کرے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دیں گے۔

حدیث:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ہوں یا مسجد میں ہمیشہ سورہ السجدہ، اور سورہ الملک کی تلاوت کرتے تھے۔

روایت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا سورہ الملک پڑھا کرو۔ اپنی بیوی اور اپنی اولاد کو بھی سکھاؤ۔ یہ نجات دینے والی ہے۔ یہ قیامت کے دن اپنے رب کے حضور اپنے قاری کے لیے جھگڑا کرے گی اور اُسے عذاب سے بچالے گی۔

باغ والوں کا قصہ

﴿إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ﴾(القلم:17)

بیشک ہم نے انہیں اسی طرح آزمالیا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جبکہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی اس باغ کے پھل اتارلیں گے۔"

سورۃ القلم: آیت نمبر:18 تا 32:

"اور انشاء اللہ نہ کہا۔""پس اس پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا چاروں طرف گھوم گئی اور یہ سو ہی رہے تھے۔""پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی۔""اور صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں۔""کہ اگر تمہیں پھل اتارنے ہیں تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی سویرے چل پڑو۔""پھر یہ سب چپکے چپکے یہ باتیں کرتے ہوئے چلے۔""کہ آج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آنے پائے۔" "اور وہ لپکتے ہوئے صبح سویرے گئے۔(سمجھ رہے تھے) کہ ہم قابو پا گئے۔""جب انہوں نے باغ دیکھا تو کہنے لگے یقیناً ہم راستہ بھول گئے۔""بلکہ ہم محروم اور بد قسمت ہیں۔""ان سب میں جو بہتر تھا اس نے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم اللہ کی پاکیزگی کیوں نہیں بیان کرتے؟""تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم ہی ظالم تھے۔""پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملامت کرنے لگے۔" کہنے لگے ہائے افسوس! یقیناً ہم سرکش تھے۔" کیا عجب ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے دے ہم تو اب اپنے رب سے ہی آرزو رکھتے ہیں۔"یوں ہی آفت آتی ہے اور آخرت کی آفت بہت بڑی ہے۔کاش! انہیں سمجھ ہوتی۔"

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں اُن آدمیوں کا ذکر کیا ہے جن کا باغ تھا۔ جب انہوں نے اِس کے پھل مسکینوں کو نہ دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اِس باغ کو تباہ کر دیا۔

واقعہ:

مفسرین نے لکھا ہے کہ یمن کے نزدیک صنعا شہر میں ایک نہایت نیک اور سخی آدمی

رہتا تھا۔ اُس کا ایک باغ تھا۔ جب اُس کا پھل پک جاتا تو وہ اِس کا کچھ حصہ غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیتا۔ جب وہ مر گیا تو اُس کے تین بیٹے تھے۔ انہوں نے پروگرام بنایا کہ اب ہمارے اخراجات زیادہ ہو گئے ہیں۔ آمدنی وہی ہے لہٰذا اب ہم اِس باغ کی آمدن میں مسکینوں اور غریبوں کو کچھ نہ دیں گے۔ اور مسکینوں کے آنے سے قبل ہی صبح جا کر تمام پھل توڑ لیں گے۔ اِن میں ایک لڑکا نیک تھا۔ اُس نے کہا کہ ہمیں اپنے باپ کی طرح اِس کا کچھ حصہ غریبوں اور مسکینوں کو بھی دینا چاہیے، مگر دوسرے بھائی نہ مانے۔

جب باغ کا پھل پک گیا تو انہوں نے پروگرام بنایا کہ ہم باغ میں جائیں گے۔ اُس وقت ابھی مسکین اور غریب نہ آئے ہوں گے۔ اور اُن کے آنے سے پہلے ہی پھل توڑ لیں گے۔ انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہ کہا اور ارادہ تھا کہ اِس پھل میں سے کسی کو کچھ نہ دیں گے۔ جب یہ تینوں بھائی باغ میں گئے تو وہاں باغ کا نام ونشان نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے باغ کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ اِس پر ایک بھائی نے جو نیک تھا۔ کہا کہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ غریبوں کو خوشی سے دیا کرو۔ اور وہ تینوں بھائی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔

حضرت عمر کے دل پر قرآن کا اثر

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ﴾(الحاقة:41)

”یہ کسی شاعر کا قول نہیں (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے۔“

﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾(الحاقة:42)

”اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، (افسوس) بہت کم نصیحت لے رہے ہو۔“

﴿تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(الحاقة:43)

”(یہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔“

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قول رسول کریم کا ہے۔ نہ یہ کسی شاعر کا قول ہے اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا ہے۔

واقعہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرنے کی خاطر گھر سے نکلا۔ مگر آپ پہلے ہی حرم میں جا چکے تھے۔ اور قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور غور سے قرآن سننے لگا۔ آپ اِس وقت سورہ الحاقہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ جیسے قریش کہتے ہیں یہ شاعر بہت اچھا ہے۔ یہ الفاظ ابھی میں دل میں سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے فرمایا یہ ایک رسول کریم کا قول ہے۔ یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔ تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔ آپ کے الفاظ سن کر میں نے دل میں سوچا کہ اگر یہ شاعر نہیں ہیں تو پھر یہ کسی کاہن کا قول ہوگا یہ الفاظ میرے دل میں ہی تھے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ کسی کاہن کا قول نہیں ہے۔ تم لوگ غور کم کرتے ہو۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ سن کر میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ اور قوم کا جواب

سورہ نوح:

اِس سورت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال قوم کو سمجھایا۔ مگر قوم نے آپ کا انکار کر دیا اِس کے بعد آپ نے بددعا دی جو اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی۔

قوم کے حالات:

بابا آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم گمراہی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ خاص طور پر ہر ایک نے اپنے اپنے بت بنا رکھے تھے۔ اور اُن بتوں کی پوجا کر رہے تھے۔

بتوں کی ابتداء:

مفسرین کی اکثریت نے یہ لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد بعض لوگ بڑے عبادت گزار تھے۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے تھے۔ اُن میں پانچ آدمی دوسروں کی نسبت زیادہ عبادت گزار تھے۔ جب یہ لوگ فوت ہو گئے، تو اُن کے پیروکار بہت ہی غمگین تھے۔ چنانچہ ابلیس اِن کے پاس انسانی شکل میں آیا اور اِن کو کہا کہ تم زیادہ غم نہ کرو۔ اِن کی تصویریں بنا کر اپنے گھروں میں رکھ لو جس سے تمہیں سکون ملے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد شیطان پھر اِن کے پاس انسانی شکل میں آیا اور اُن کو کہا کہ محض تصویریں بنا کر گھر میں رکھنے سے تمہیں اتنا سکون نہیں ملتا۔ اب تم اِن کے بت بنا کر گھروں میں رکھ لو۔ اور پھر اِن کے پاس بیٹھ کر اِن کو یاد کرتے رہا کرو۔ اِس کے بعد لوگوں نے اِن کی پوجا شروع کر دی اور انہی سے اپنی مرادیں مانگنے لگے۔ اِن نیک بندوں کے نام یہ تھے۔ (۱) وُد۔ (۲) سواع۔ (۳) یغوث۔ (۴) یعوق۔ (۵) نسر۔

چنانچہ لوگوں نے نیک آدمیوں کے بت بنائے اور اِن بتوں کے نام بھی وہی رکھے تھے جو نیک آدمیوں کے تھے۔ اِس کے بعد وہ نیک آدمی جس کا بت بنایا گیا جس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس قبیلہ نے اُس کا بڑا بت بنایا۔ اور اپنے قبیلہ کا خدا بنالیا۔ انہی کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔

(۱) ود:...... یہ بت قبیلہ بنی خزاعہ کا تھا۔ یہ قبیلہ اِس کی پوجا کرتا تھا۔ یہ قبیلہ کیونکہ قریش کے نزدیک آباد تھا۔ لہٰذا قریش نے بھی بنی خزاعہ کو دیکھ کر اِس بت کی عبادت شروع کر دی۔

(۲) سواع:...... یہ عورت کی شکل کا بت تھا۔ یہ قبیلہ بنی ہذیل کی دیوی تھی یہ قبیلہ اِس کی پوجا کرتا تھا۔

(۳) یغوث:...... یہ بت قبیلہ بنی طے کا تھا۔ یہ قبیلہ اِس کو اپنا دیوتا سمجھتا تھا۔ اِس کی شکل انہوں نے شیر کی بنائی ہوئی تھی۔

(۴) یعوق: یہ بت قبیلہ بنی ہمدان کا تھا۔ اِس کی شکل اِس قبیلہ نے گھوڑے کی بنائی ہوئی تھی۔ یہ قبیلہ اِس کی پوجا کرتا تھا۔

(۵) نسر:...... یہ بت قبیلہ بنی حمیر کا تھا۔ یہ اِس قبیلہ کا دیوتا تھا۔ اِس کی شکل اِس قبیلہ نے گدھ سے ملتی جلتی بنا رکھی تھی۔ یہ قبیلہ اِس بت کی پوجا کرتا اور اِسی سے مرادیں مانگتا تھا۔

تبلیغ:

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت نوح علیہ السلام کو اِس قوم کی طرف مبعوث فرمایا تو آپ علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی۔ اور اپنی قوم کو کہا کہ اے میری قوم ایک اللہ کی عبادت کرو۔ شرک نہ کرو۔ جو رب العالمین ہے صرف اُسی کی عبادت کرو۔ تقویٰ اختیار کرو۔ بُرے کاموں سے باز آ جاؤ۔

اگر تم شرک نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازے گا۔ آسمانوں سے بارشیں برسائے گا۔ تمہاری فصلیں بہتر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں مال و دولت سے نوازے گا۔ تمہارے باغ سرسبز ہوں گے۔ پانی کی نہریں جاری ہوں گی۔ آپ نے قوم کو سمجھایا کہ اگر تم نے میری بات تسلیم کی اور میری پیروی کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام جب ساڑھے نو سو سال تبلیغ کر کے تھک گئے اور قوم کے کسی فرد نے بھی آپ کی پیروی نہ کی اور دیکھا کہ قوم اب میری پیروی کرنے والی نہیں ہے تو آپ نے اَللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا:

﴿وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا﴾ (نوح: 26)

''اورنوح علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پالنے والے! تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے سہنے والا نہ چھوڑ۔''

﴿إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾

(نوح:27)

''اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو (یقیناً) یہ تیرے (اور) بندوں کو (بھی) گمراہ کردیں گے اور یہ فاجروں اور ڈھیٹ کافروں ہی کو جنم دیں گے۔''

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا﴾(نوح:28)

''اے میرے پروردگار! تو مجھے اور میرے ماں باپ اور جو بھی ایمان کی حالت میں میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور کافروں کو سوائے بربادی کے اور کسی بات میں نہ بڑھا۔''

بعد میں یہ بت جن کی نوح علیہ السلام کی قوم عبادت کرتی تھی۔قریش نے خانہ کعبہ میں لاکر رکھ دیے۔

خانہ کعبہ میں بت پرستی:

قریش کا ایک آدمی جس کا نام عمرو بن لحی تھا۔ یہ شخص تجارت کی غرض سے دوسرے علاقوں میں جاتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ یہ ایسے علاقہ میں گیا جہاں بتوں کی بہت پوجا ہوتی تھی۔ یہ شخص اِن بتوں سے متاثر ہوا۔ اور سب سے پہلے اِس شخص نے اُن علاقوں سے بت لاکر خانہ کعبہ میں رکھے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اِس شخص نے تین سو چالیس سال کی عمر پائی۔ یہ عمرو بن لحی اور اِس کی اولاد پانچ سو سال تک خانہ کعبہ کے متولی رہے۔ اِس خاندان نے خانہ کعبہ میں بت پرستی کو رواج دیا۔

جنوں کا قرآن سننا

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا﴾(الجن:01)

''(اے محمد ﷺ آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔''

﴿يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾(الجن: 02)

''جو راہ راست کے طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لا چکے (اب) ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے نبی (ﷺ) جنوں کے ایک گروہ نے قرآن کو غور سے سنا اور اپنی قوم میں جا کر کہا کہ ہم نے قرآن سنا ہے جو راہنمائی کرتا ہے۔ ہم اُس پر ایمان لے آئے ہیں۔ اب ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

واقعہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبلیغ کی غرض سے عکاظ بازار کی طرف جا رہے تھے۔ یہ وقت تھا جب جنات کا آسمانوں کی طرف جانے کا راستہ بند کر دیا تھا اور جنات اِس تلاش میں تھے کہ زمین پر کوئی اہم واقعہ ہونے والا ہے جب جنات آسمانوں کی طرف جاتے تو شہاب ثاقب اُن کا پیچھا کرتے۔ لہٰذا جنات کے سردار ابلیس نے تمام کافر جنات کو حکم دیا کہ جاؤ زمین پر پھیل جاؤ اور معلوم کرو کہ کیا واقعہ ہونے والا ہے۔ چنانچہ شیطان زمین کا چکر لگاتے ہوئے جب مکہ کے نزدیک نخلہ کے مقام پر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں۔ انہوں نے تلاوت سنتے ہی فوری اسلام قبول کر لیا اور جا کر اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے آج ایک بہت اعلیٰ کلام سنا ہے اور ہم اُس پر ایمان لے آئے ہیں۔ اور ساتھ ہی کہا کہ اس کلام کی شان بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اب ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ ہمارے کچھ نادان دوست حق کے خلاف بات کرتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے خلاف کبھی غلط بات نہیں کریں گے۔ اور خدا کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے۔ لہٰذا جب جنوں نے حق کو سنا تو فوری ایمان لے آئے۔

جنوں کا غرور اور تکبر

﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ (الجن:06)

"بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب انسانوں نے جنات سے پناہ مانگنی شروع کی تو جنات کے غرور اور تکبر میں اور اضافہ ہو گیا۔

واقعہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عرب کے لوگ جب کسی وادی سے گزرتے ہوئے وہاں رات کو آرام کرتے یا سو جاتے تو آرام اور سونے سے پہلے قبل اُونچی آواز میں کہتے کہ ہم اِس وادی کے رب کی پناہ مانگتے ہیں۔ تاکہ ہم ہر آنے والی آفت سے محفوظ رہیں۔ اِن کا عقیدہ تھا کہ اگر ہم نے جنوں سے پناہ نہ مانگی تو جن ہمیں تنگ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنا زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ لیا تھا کہ زمین پر جا کر صرف میری ہی عبادت کرنا مگر جب انسانوں نے ایک اللہ تعالیٰ کی بجائے اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی بجائے جنوں سے پناہ مانگنی شروع کر دی تو اُن کا دماغ خراب ہو گیا۔ اور اُن کے دماغ میں غرور اور تکبر آ گیا۔ اُنہوں نے سمجھا کہ یہ وہی خلیفۃ اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کی بجائے ہم سے پناہ مانگ رہا ہے۔ اور جن بھی گمراہی میں دلیر ہو گئے۔

واقعہ:

ایک صحابی نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ میں ایک قافلہ کے ہمراہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف جا رہا تھا۔ ہمارا پڑاؤ ایک وادی میں ہوا جب رات ہوئی تو میں نے رواج کے مطابق آواز لگائی اور جنات سے پناہ طلب کی۔ اِس پر مجھے ایک آواز سنائی دی جو مجھ سے مخاطب تھا کہ اے انسان اب تجھے ہم سے پناہ مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا اعلان کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری رسول ﷺ ہیں۔ لہٰذا جا کر اُن پر ایمان لاؤ اور اُس کے رب کی پناہ طلب کرو۔ وہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے مکہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لے آیا۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا پیار سے خطاب

﴿یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ (المزمل:01)

"اے کملی اوڑھنے والے۔"

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) سے بڑے پیار سے فرمایا کہ اے چادر لپیٹ کر سونے والے اُٹھ اور نماز کے لیے قیام کر۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب غارِ حرا میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ پڑھیے اللہ کے نام سے اِس وجہ سے آپ پر خوف طاری ہوا تو آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھادو۔ جب آپ ﷺ چادر لے اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام پھر حاضر ہوئے اور کہا:

﴿یَاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ "اے چادر اوڑھنے والے اُٹھ"

دراصل عرب کے رواج کے مطابق کسی کو جس شخصیت سے پیار ہوتا تو وہ جس حالت میں ہوتا اُسے اُسی لقب سے پکارا جاتا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ چادر لے کر لیٹے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسی طرح پیار سے فرمایا۔

واقعہ:

ایک دفعہ حضرت حذیفہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سونے والے جاگ۔

واقعہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے اور مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔ اِس بات کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اظہار کر دیا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ناراض ہو کر گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ آپ کو تلاش کرتے ہوئے مسجد میں آئے آپ نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ مسجد میں کچے صحن پر سوئے ہوئے ہیں۔ اور جسم پر مٹی لگی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوتراب اُٹھو۔ (یعنی مٹی کے باپ اُٹھو)

واقعہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی یہ خطاب رسول اللہ ﷺ نے ہی دیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلیوں سے بڑا پیار تھا۔ آپ ہر وقت بلیوں سے کھیلتے رہتے تھے۔ آپ حضور ﷺ نے ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اے ابو ہریرہ یعنی بلی کا باپ۔ آپ حضور ﷺ کے فرمانے کے بعد آپ اِسی نام سے مشہور ہو گئے اور لوگ آپ کا اصلی نام ہی بھول گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حلال رزق تلاش کرنا

﴿وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾

''اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جو رزق کی تلاش میں مختلف شہروں کا سفر کرتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا رزق تلاش کرتے ہیں، اِس حلال رزق تلاش کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر درجہ دیا ہے۔

حدیث:

اگر ایک شخص ایک شہر سے سامان دوسرے شہر لے آتا ہے اور جو اُس وقت بھاؤ ہے اُسی بھاؤ پر فروخت کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کا مرتبہ شہید کے برابر ہے۔

واقعہ:

اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ غلہ کو اِس وجہ سے روکنا کہ جب بھاؤ زیادہ ہوگا میں فروخت کروں گا سختی سے منع فرمایا ہے۔ غلہ کو سٹاک کرنے کے متعلق علامہ قرطبی نے یہ ایک واقعہ لکھا کہ شہر میں ایک تاجر رہتا تھا اُس نے اپنا سامان بصرہ بھیجا اور وہاں اپنے نمائندہ کو تاکید کی کہ جس وقت مال پہنچے تم نے اُس دن جو بھی بھاؤ ہو فروخت کر دینا۔ مہنگا ہونے کے لالچ میں اِس کو مت روکنا۔ چنانچہ اِس تاجر کا جس دن مال وہاں پہنچا اُس دن بھاؤ ذرا کم تھا۔ تاجر کے نمائندہ نے اُس دن مال کو فروخت نہ کیا اور سستا ہونے کی وجہ سے مال کو روک لیا۔ چند دن بعد جب مال مہنگا ہو گیا تو فروخت کرنے لگ گیا۔ اور بہت زیادہ منافع کمانے لگ گیا۔ نمائندہ نے یہ تمام حقیقت اپنے مالک کو بتائی کہ میں نے مال روک لیا ہے اور اب فروخت کرنے سے بہت منافع ہو رہا ہے۔ یہ سن کر مالک نے اپنے نمائندہ کو لکھا کہ دین کی

سلامتی کے لیے تھوڑا منافع بھی بہت زیادہ ہے۔ تمھیں جس وقت میرا پیغام ملے۔ تمہارے پاس جتنا بھی مال باقی ہے وہ سب مال غریبوں میں مفت تقسیم کر دو۔ یہ کام شاید اللہ تعالیٰ کے ہاں روکنے کا صدقہ ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کر دے۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی بھی اناج کو ذخیرہ نہ کرو کہ جب زیادہ ہوگا تو پھر فروخت کروں گا۔

روایت:

ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دھڑا دھڑ اناج خرید رہے ہیں۔ آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ اس میں برکت عطا کر، اور لوگوں سے اناج کے متعلق دریافت فرمایا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ اناج پہلے سے خرید کر رکھا ہوا تھا۔ تاکہ جب مہنگا ہوگا تو پھر فروخت کروں گا۔ اب مہنگا ہوا ہے تو فروخت کیا جارہا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال پر لوگوں نے بتایا کہ یہ اناج حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام فروخ کا ہے۔ اِس پر آپ نے اُن کو بلا کر کہا کہ آئندہ یہ کام نہ کرنا اور کبھی بھی اناج کا ذخیرہ نہ کرنا۔ فروخ نے توبہ کرلی۔ مگر ایک اور آزاد کردہ غلام نے کہا کہ یہ اناج میں نے اپنی رقم سے خریدا ہے اب میری مرضی ہے کہ جب چاہوں فروخت کروں۔ چنانچہ یہ غلام بعد میں جزام کی بیماری سے مر گیا۔

ذخیرہ کرنے والا تاجر یا تو مفلس ہو جائے گا یا وہ جزام کی بیماری سے مرے گا۔

روایت:

ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ مال اِس نیت سے سٹاک نہ کرو کہ جب مہنگا ہوگا تو تب فروخت کروں گا۔ جب صحابی نے سنا جس کا مال فروخت ہونے کے لیے یمن جا رہا تھا۔ اُس نے اپنے منشی کو لکھا کہ مال جب تمہارے پاس پہنچے تو فوری فروخت کر دینا۔ مگر منشی نے چند دن روک کر مہنگا فروخت کیا جب مالک کو پتہ چلا کہ منشی نے مال کے مہنگا ہونے کی نیت سے مال کو روکا تھا تو مالک نے تمام رقم غریبوں میں تقسیم کر دی کہ میں نے تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرنی تھی۔ منافع سے میرا کوئی تعلق نہ ہے۔

ولید بن مغیرہ

﴿ذَرْنِی وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا﴾(المدثر:11)

''مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے۔''

﴿وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا﴾(المدثر:12)

''اور اسے بہت سا مال دے رکھا ہے۔''

سورۃ المدثر: آیت نمبر:13 تا 24:

''اور حاضر باش فرزند بھی۔'' ''اور میں نے اسے بہت کچھ کشادگی دے رکھی ہے۔'' ''پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔'' ''نہیں نہیں، وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔'' ''عنقریب میں اسے ایک سخت چڑھائی چڑھاؤں گا۔'' ''اس نے غور کر کے تجویز کی۔'' ''اسے ہلاکت ہو کیسی (تجویز) سوچی؟'' ''وہ پھر غارت ہو کس طرح اندازہ کیا۔'' ''اس نے پھر دیکھا۔'' ''پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا۔'' ''پھر پیچھے ہٹ گیا اور غرور کیا۔'' ''اور کہنے لگا تو یہ صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے اُس کو اکیلا پیدا کیا۔ اُس کو ڈھیر سارا مال دیا۔ اُس کو بیٹے دیے، قبیلہ میں نامور کیا۔ وہ اب بھی زیادہ مال کی تمنا رکھتا ہے۔ اور وہ میری آیات کا مخالف ہے۔ اُس نے میرے رسول (علیہ السلام) کے متعلق بات بنائی۔ اپنی پیشانی سیکھڑی منہ بنایا، تکبر کیا، اور بولا کہ یہ نبی (علیہ السلام) کچھ نہیں ہیں۔ محض ایک جادوگر ہیں۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے بلکہ ایک انسان کا کلام ہے۔ اِس کو عنقریب دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

واقعہ:

جب رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا اور آپ پر وحی کا سلسلہ شروع ہوا، اور آپ نے لوگوں کو قرآن سنانا شروع کیا۔ جس کی بدولت لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ سب سے پہلے آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بچوں میں حضرت علی، اور عورتوں میں

حضرت خدیجۃ الکبریٰ مسلمان ہو گئیں۔ اِن حالات میں کافروں میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی کہ لوگ اگر قرآن سنتے رہے تو یہ نہ ہو کہ سب مسلمان ہو جائیں۔ اِس طرح ہماری سرداری ختم ہو جائے گی۔ تمام سردار اکٹھے ہوئے۔ اور انہوں نے مشورہ کیا کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی جائے۔ ان دنوں میں حج کا موسم آ رہا تھا۔ کفار کو خطرہ تھا کہ باہر کے قبائل حج پر آئیں گے اور اگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن سن لیا تو ایسا نہ ہو کہ وہ بھی مسلمان ہونا شروع ہو جائیں۔ لہٰذا انہوں نے مشورہ کیا کہ اِس کا کیا حل ہے۔

ایک کافر سردار نے تجویز دی کہ آپ حضور ﷺ کو کاہن کہا جائے۔ مگر ولید نے اِس تجویز کو رد کر دیا کہ آپ کاہن نہیں۔

ایک دوسرے سردار نے کہا: آپ کو مجنون کہا جائے گا مگر ولید نے اِس کی بات کو بھی رد کر دیا کہ آپ مجنون نہیں ہیں۔ اِسی طرح دوسرے سرداروں نے مختلف تجاویز رکھیں، کسی نے کہا کہ آپ شاعر ہیں، کسی نے کہا کہ آپ ساحر ہیں اور کسی نے کہا کہ آپ کہانت کے ماہر ہیں، مگر اِن تمام تر تجاویز کو ولید نے رد کر دیا۔ بلکہ ولید نے کہا کہ آپ حضور ﷺ کے کلام میں ایک تاثیر ہے کہ اِس کلام کی بدولت آپ نہ کاہن ہیں، نہ مجنون، نہ ہی ساحر اور نہ ہی کہانت ہے۔ آپ کا کلام ہی بہت پر اثر ہے۔

جب ولید نے اِن تمام القابات کو رد کر دیا۔ تو ابو جہل نے ولید کو طعنہ دیا کہ ہمیں ایسے لگتا ہے کہ آپ پر بھی اُس کا جادو چل گیا ہے۔ اگر آپ کو بھی رقم کی ضرورت ہے تو ہم دے دیتے ہیں۔ مگر ولید نے کہا کہ میں تو چاہتا ہوں کہ ہم آپ حضور ﷺ کو مختلف ناموں سے نہ پکاریں بلکہ تمام لوگ ایک ہی نام سے پکاریں تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے۔ اگر ہم آپ حضور ﷺ کو مختلف ناموں سے پکارتے رہے تو کوئی بھی ہم پر یقین نہ کرے گا۔ اِس پر تمام سرداروں نے ولید کو اختیار دیا کہ تم جو بھی نام رکھو ہم تمام اُسی نام سے رسول اللہ ﷺ کو پکاریں گے۔ اِس پر ولید نے کہا کہ آپ تمام سردار رسول اللہ ﷺ کو جادوگر کے نام سے پکارا کریں کیونکہ اِن کی وجہ سے ہمارے خاندان میں جدائی ہو گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں اِسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ ولید کو یقین تھا کہ آپ

اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔ اور آپ کا کلام بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اِس شخص پر ہمارے بہت ہی احسانات ہیں۔ جب یہ پیدا ہوا تو اکیلا تھا۔ اِس کے پاس کچھ نہ تھا۔ ہم نے اِس کو کافی مال دیا اور پھر بیٹے بھی دیے۔ جو بڑے نامور تھے۔ اِن کے ایک بیٹے کا نام خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھا جو بعد میں اسلام قبول کرنے کے بعد سیف اللہ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ لقب آپ کو رسول اللہ ﷺ نے غزوہ موتہ کے موقعہ پر دیا۔ جو شام اور اسرائیل کی سرحد پر لڑی گئی اُس وقت یہ علاقہ رومن بادشاہت کے ماتحت تھا۔

ولید کے تمام بیٹے ہر وقت ولید کے ساتھ رہتے۔ اور تمام مجلسوں میں شریک رہتے۔ ولید خود تمام سرداروں کا سردار تھا۔ باوجود اِس یقین کے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور یہ کلام بھی اللہ تعالیٰ کا ہے اِس نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی اور اِسی نے آپ حضور ﷺ کو جادوگر کا لقب دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب اِس پر عذاب لازم ہے۔

جب ابوجہل نے ولید سے کہا کہ تم خود ہی نام تجویز کرو تو ولید نے بڑے غرور اور تکبر سے مجمع کی طرف دیکھا۔ اور عجیب طریقہ سے منہ بنایا اور سرداروں سے بڑے غرور سے کہا کہ چلو سب سردار آپ حضور ﷺ کو جادوگر کہا کرو۔ ولید نے اپنے ضمیر کی آواز کو رد کر دیا اور تکبر کی بنا پر کہا کہ یہ انسانی کلام ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ولید کہا کرتا تھا، اگر دوبارہ زندہ کیا تو میں جنت میں جاؤں گا تبھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دوزخ میں جائے گا۔

دوزخ کے انیس (19) فرشتے

﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾(المدثر:30)

''اور اس میں انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔''

﴿ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ﴾(المدثر:31)

''ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے رکھے ہیں۔ اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے تا کہ اہل کتاب یقین کر لیں، اور اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو جائے اور اہل کتاب اور اہل ایمان شک نہ کریں اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کافر کہیں کہ اس بیان سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ تو کل بنی آدم کے لیے سراسر پند ونصیحت ہے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے دوزخ پر انیس فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ اور اِس تعداد کو کافروں کے لیے فتنہ بنا دیا ہے۔

واقعہ:

اللہ تعالیٰ نے جب دوزخ کا منظر بتایا اور فرمایا کہ دوزخ پر انیس (۱۹) داروغے مقرر ہیں۔ تو کافروں نے اِس کا خوب مذاق اُڑایا۔ اور کہنے لگے کہ ہمیں بتایا جا رہا تھا کہ بابا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جن لوگوں نے کفر کیا سب کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ دوسری طرف یہ کہا جا رہا ہے کہ دوزخ پر صرف انیس داروغے ہوں گے۔ ابوجہل اور دوسرے

سرداروں نے اِس کا خوب مذاق بنایا۔ اور کہا کہ ہم دس آدمی مل کر اِس ایک ایک داروغے کو قابو کرلیں گے۔ اِن سرداروں میں ایک آدمی جو قبیلہ جمح کا پہلوان بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگا کہ اِن انیس (۱۹) دروغوں میں سے سترہ (۱۷) کے لیے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں باقی دو کو تم سب مل کر سنبھال لینا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کافر سردار مذاق کر رہے ہیں۔ اُن کو میرے فرشتوں کی طاقت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ میرے فرشتوں کی طاقت کا اگر اندازہ کرنا ہو تو قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، قوم شعیب اور قوم فرعون کا حشر دیکھ لو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری آیات کو پڑھ کر مومنوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ خوف سے رونے لگتے ہیں۔ کافروں کے کفر میں اضافہ ہوجاتا ہے تو وہ میری آیات کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

ابوجہل کا واقعہ

﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّى﴾(القیامة:31)

''اس نے نہ تو تصدیق کی نہ نماز ادا کی۔''

سورۃ القیامۃ، آیت نمبر:32 تا35:

'بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی۔''پھر اپنے گھر والوں کے پاس اتراتا ہوا گیا۔'''' افسوس! ہے تجھ پر حسرت ہے تجھ پر۔''وائے ہے اور خرابی ہے تیرے لیے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِس نے نہ تصدیق کی نہ نماز پڑھی، بلکہ حق کی مخالفت کی پھر وہ نخرے کرتا ہوا گھر کی طرف چل دیا۔

واقعہ:

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اِس شخص کی بربادی قریب ہے اور وہ اِس بربادی سے بچ نہیں سکتا۔

ابوجہل ایک دن بڑے غرور اور تکبر سے جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس کو اِس حالت میں جاتا ہوا دیکھ کر اِس کا ہاتھ پکڑا اور جھنجھوڑا اور کچھ فرمایا، اس کے جواب میں ابوجہل نے کہا کہ آپ مجھے دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اب اگر تمہارا رب بھی آجائے تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اِن دو پہاڑوں کے درمیان جتنے لوگ آباد ہیں، میں اِن سب سے معزز ہوں۔ جب بدر کی جنگ کا دن آیا تو اِس نے جنگ سے پہلے کہا کہ آج کے بعد ایک اللہ تعالیٰ کی کوئی عبادت نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں اِس کو دو بچوں کے ہاتھوں قتل کروادیا اور اِس کی سرداری خاک میں مل گئی۔

ابوجہل نبوت اور قیامت کا بھی منکر تھا۔ کفار کے سرداروں کا نمائندہ تھا۔ یہ کبھی بھی رب کے سامنے نہ جھکا۔ یہ ہر روز دوسرے سرداروں کے ہمراہ خانہ کعبہ میں آتا مگر رسول اللہ ﷺ جب بھی قرآن کی تلاوت کرتے یہ اِن آیات کا انکار کرتا بلکہ مذاق کرتا اور کہتا کہ یہ تو تمام پرانے زمانے کے قصے ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن اُم مکتوم کا واقعہ

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰیٓ﴾(عبس:01)

”وہ ترش رو ہوا اور منہ موڑ لیا۔“

﴿ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمٰى﴾(عبس:02)

”(صرف اس لئے) کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا۔“

﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰىٓ﴾(عبس:03)

”تجھے کیا خبر شاید وہ سنور جاتا۔“

﴿اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرٰىٓ﴾(عبس:04)

”یا نصیحت سنتا اور اسے نصیحت فائدہ پہنچاتی۔“

﴿اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى﴾(عبس:05)

”جو بے پرواہی کرتا ہے۔“

﴿فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى﴾(عبس:06)

”اس کی طرف تو تو پوری توجہ کرتا ہے۔“

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ترش رو ہوا اور بے رخی برتی اِس بات پر کہ ایک اندھا آ گیا ہے۔

واقعہ:

اِس آیت میں حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ صحابی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ صحابی کی والدہ حضرت عبد اللہ بن اُم مکتوم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے والد آپس میں حقیقی بہن بھائی تھے۔ یہ صحابی اولین صحابہ کرام میں سے ایک تھے۔ یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مسئلہ لے کر گئے تھے اور عرض کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سیدھا راستہ بتائیے۔ اور جو علم اللہ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی سکھا دیجئے۔ جب حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم آپ کے پاس گئے تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت مشرکین مکہ کے سرداروں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ اگر ان سرداروں میں سے ایک سردار نے بھی اسلام قبول کر لیا تو اسلام کو کافی مدد ملے گی۔ کفار کے سرداروں میں عتبہ، ابو

جہل، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ اور عباس بن مطلب موجود تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے اِن کفار کی موجودگی میں حضرت عبد اللہ بن اُم مکتوم کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ حضرت اُم مکتوم بعد میں موذن بھی بنے اور دوسرے حضرت بلال بھی موذن تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے کوئی خاص توجہ نہ دی تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ اِن آیات کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ آپ کی خاص توجہ سے بات سنتے تھے۔ اور اکثر پوچھ لیتے تھے کہ کوئی کام تو نہیں ہے۔

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے سرداروں پر بھی عتاب نازل فرمایا ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو رد کر رہے تھے۔

قیامت کا منظر:

جب کفار نے اسلام کی دعوت کو رد کیا تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کا نقشہ کھینچا کہ جب تیسرا اور آخری صور پھونکا جائے گا۔ تو یہ آواز اتنی بلند ہوگی کہ کسی کو دوسرے کا ہوش نہ ہوگا۔ نہ تو کسی کی طرف دیکھنے کی ہمت ہوگی اور نہ ہی کوئی دوسرے کی مدد کر سکے گا۔ بلکہ ہر شخص اپنے دنیا میں پیاروں سے جیسے ماں باپ، بہن بھائی اولاد بھی دور بھاگے گا۔ ہر طرف نفسانفسی کا عالم ہوگا ہر چہرہ پریشان ہوگا۔

حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز ننگے ہوں گے اور نظریں جھکی ہوئی ہوں گی۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ عورتیں بھی ننگی ہوں گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں عورتیں بھی ننگی ہوں گی اور ساتھ ہی فرمایا کہ اُس دن کسی کو دوسری طرف دیکھنے کا ہوش نہ ہوگا۔

اصحاب الاخدود کا واقعہ

﴿قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ﴾(البروج:04)

''(کہ) خندقوں والے ہلاک کیے گئے۔''

﴿النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ﴾(البروج:05)

''وہ ایک آگ تھی ایندھن والی۔''

﴿إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ﴾(البروج:06)

''جب کہ وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے تھے۔''

﴿وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ﴾(البروج:07)

''اور مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔''

﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾(البروج:08)

''یہ لوگ ان مسلمانوں (کے کسی اور گناہ کا) بدلہ نہیں لے رہے تھے، سوائے اس کے کہ وہ اللہ غالب لائق حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے۔''

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے برجوں والے آسمان کی قسم کھائی ہے۔ اور ساتھ ہی قیامت کی ہولناکی کی قسم کھائی اور پھر اصحاب الاخدود کا واقعہ کا ذکر فرمایا ہے۔

واقعہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اقتدار والے جو آگ کے بڑے بڑے گڑھوں کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے گڑھوں میں آگ جلا رکھی تھی۔ اور وہ ایمان لانے والوں کو آگ کے گڑھوں میں پھینک رہے تھے۔ اور خود باہر بیٹھ کر نظارہ کر رہے تھے۔ لہٰذا قیامت کے روز اِن کا جو حشر ہوگا لوگ اِس کا تماشا دیکھیں گے۔

پہلا نظریہ:

یہ واقعہ حضرت صہیب رومی نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ایک ملک کے بادشاہ کے پاس ایک جادوگر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اُس نے بادشاہ سے کہا کہ میں اب اِس عمر میں ہوں کہ کسی بھی وقت موت آسکتی ہے، اس لیے ریاست میں سے ایک ذہین فطین

لڑکا تلاش کر کے میرے پاس بھیج دو تا کہ میں اُسے جادو کا سکھا دوں۔ بادشاہ نے اُس کو ایک لڑکا دیا تا کہ وہ جادوگر اِس کو جادو کا علم سکھا دے۔ وہ لڑکا جب جادوگر کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر آتا تھا۔ وہ لڑکا راہب سے مل کر اُس سے دین کا علم بھی سیکھنے لگا۔ وہ دین میں پختہ ہو گیا اور اللہ پر بھی اُس کا یقین پختہ ہو گیا۔ راہب کی تربیت سے یہ لڑکا صاحبِ کرامت ہو گیا۔ یہ لڑکا اندھوں اور کوڑوں کو تندرست کرنے لگا۔ جب بادشاہ کو پتہ چلا کہ یہ لڑکا اب ایک اللہ پر ایمان لے آیا ہے اور بت پرستی چھوڑ دی ہے تو اُس نے پہلے راہب کو قتل کرا دیا اور پھر لڑکے کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مگر لڑکا کسی بھی طریقہ سے قتل نہ ہو سکا۔ جب بادشاہ ہر حربہ آزمانے کے بعد بھی لڑکے کو قتل نہ کر سکا تو لڑکے نے خود بادشاہ کو کہا کہ تو مجھے کسی بھی طریقہ سے قتل نہیں کر سکتا۔ میں تجھے طریقہ بتاتا ہوں۔ جس سے میں مر سکتا ہوں۔ تو اپنے پاس ایک تیر لے اور اُس تیر پر میرے اور اپنے رب یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلا تو اُس تیر لگنے سے میں مر جاؤں گا۔ بادشاہ نے لڑکے کے رب یعنی اللہ کا نام لے کر تیر چلایا تو وہ لڑکا مر گیا۔

جب لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ تمام لوگ جو بادشاہ نے یہ منظر دکھانے کے لیے اکٹھے کیے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ ایک اللہ یعنی رب کا نام لیا تو وہ مر گیا تو تمام لوگ بھی ایمان لے آئے۔ اور انہوں نے بادشاہ کے دین کو چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کو غصہ آ گیا تو اُس نے آگ کے بڑے بڑے گڑھے کھدوائے اور اُن میں آگ جلائی۔ اور جو لوگ ایک اللہ پر ایمان لے آئے تھے، اُن کو اُٹھا کر اُن گڑھوں میں پھینک دیتا۔ اِسی دوران ایک عورت جس کے پاس ایک بچہ بھی تھا۔ وہ بھی ایمان لے آئی تھی۔ جب اِس کو آگ میں پھینکا جانے لگا تو وہ سہم گئی۔ جس پر بچہ بولا کہ ماں ڈرو مت تم حق پر ہو۔ یہ واقعہ ابن کثیر نے درج کیا ہے۔

دوسرا واقعہ:

یہ واقعہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسرائیلی روایتوں سے اخذ کیا ہے کہ ایک دفعہ روم والے بنی اسرائیل پر غالب آ گئے اور بنی اسرائیل کو مجبور کیا کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین سے انکار کر دو اور ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ۔ جس پر لوگوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے آگ کے بڑے بڑے گھڑھے کھدوائے اُن میں آگ جلائی اور پھر لوگوں کو اُس میں پھینکنا

شروع کر دیا۔

تیسرا واقعہ:

اِس واقعہ کو ابن خلدون اور ابن ہشام نے درج کیا ہے کہ یمن کا بادشاہ ایک دفعہ یثرب گیا۔ تو اُس کو یہودی مذہب بہت اچھا لگا۔ اور اُس نے یہودی مذہب اختیار کرلیا۔ اور واپس اپنے ملک جاتے ہوئے یہودی بنو قریظہ سے دو علماء کو بھی ساتھ لے گیا تا کہ یمن جا کر لوگوں کو یہودی مذہب کی تبلیغ کر سکیں۔ جب یہ بادشاہ مر گیا تو اُس کا بیٹا جس کا نام ذوانوش تھا وہ تخت نشین ہوا۔ اِس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے ہمسایہ ملک نجران کے عیسائیوں کو یہودی مذہب اختیار کرنے کی دعوت دی مگر لوگوں نے انکار کر دیا تو بادشاہ ذوانوش نے اِس ملک پر حملہ کر دیا اور اِن کو آگ کے گڑھوں میں پھینکنا شروع کر دیا۔ اِس طرح اِس نے بیس ہزار لوگوں کو آگ میں زندہ جلا دیا۔

نجران کے واقعات:

جب یمن کے بادشاہ نے نجران پر حملہ کیا تو اُس وقت عیسائی حکومت تھی۔ اِس سے قبل نجران میں بت پرستی کا عام رواج تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نجران میں ایک عیسائی پادری آیا اور اُس نے عیسائی مذہب کی عام تبلیغ کی اور بت پرستی سے منع کیا۔ آہستہ آہستہ لوگوں نے عیسائی مذہب قبول کرنا شروع کر دیا۔ اور بت پرستی کو چھوڑ دیا۔ نجران پر حملہ کے وقت اُس پر تین سردار تھے جو حکومت کا نظام چلاتے تھے۔ جب یمن کے بادشاہ ذوانوس نے عیسائی حکومت ختم کر دی اور لوگوں کو آگ میں جلا دیا تو ایک شخص جس کا نام دوس تھا بھاگ کر روم گیا کیونکہ اُس وقت وہاں روم میں بھی عیسائی حکومت تھی۔ اِس شخص دوس نے روم کے بادشاہ کو تمام حالات بتائے کہ کس طرح نجران کے عیسائیوں پر یمن کے بادشاہ نے ظلم کیا ہے تو روم کے بادشاہ نے حبشہ کے حکمران نجاشی کو جو عیسائی تھا۔ اِن کی مدد کے لیے کہا اور ایک بڑی فوج بھی روانہ کی۔ جب حبشہ کے بادشاہ نے حملہ کیا تو یمن کا بادشاہ ذوانوس حملہ میں مارا گیا۔ اور یہودی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یمن بھی حبشہ کی حکومت کا حصہ بن گیا۔

نجران حکومت:

جب نجران میں دوبارہ عیسائی حکومت قائم ہو گئی تو وہاں تین سردار حکومت کرنے لگے۔

سید:......اِس کے ذمہ خارجی اُمور تھے۔ یہ باہر کے ملکوں سے تعلقات رکھتا تھا۔

عاقب:......اِس کے ذمہ داخلی اُمور کا کام تھا۔ یعنی لوگوں کی جانوں اور مال کی حفاظت

اسقف:......اِس کو بشپ بھی کہا جاتا تھا۔ اِس کے ذمہ مذہبی امور کی ذمہ داری ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ:

اِن تینوں سرداروں نے مدینہ پاک میں آکر رسول اللہ ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بحث کی تھی اور اُن کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو کافی سمجھانے کی کوشش کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ مگر وہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے میرے نبی (ﷺ) اِن کو مباہلہ کی دعوت دے دو اور رسول اللہ ﷺ اپنے بچوں کو لے کر آ گئے مگر انہوں نے جو ستر (۷۰) افراد پر مشتمل وفد تھا۔ مباہلہ سے بھاگ گیا۔ کیونکہ اِن کو یقین تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی (ﷺ) ہیں جب یہ واپس نجران گئے تو مسلمان ہو گئے اور اِن کو دیکھ کر ملک کے باقی لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ (آل عمران:61)

بیت اللہ پر حملہ:

رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ سے قبل حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے جو لشکر یمن پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ اُس کا سربراہ ابرہہ تھا۔ یمن کی حکومت ختم کرنے کے بعد یہ یمن کا خود بادشاہ بن گیا اور عیسائی حکومت کا اعلان کر دیا۔ یمن کے نئے بادشاہ ابرہہ نے ملک میں ایک بہت بڑا کلیسا تیار کیا اور تمام ملک اور دور نزدیک کے تمام قبائل میں اعلان کر دیا کہ آج کے بعد کوئی مذہبی رسوم ادا کرنے خانہ کعبہ یعنی مکہ میں نہ جائیں بلکہ تمام لوگ اب یمن میں آکر اِس کلیسا میں عبادت کیا کریں۔ جس پر لوگوں نے عمل نہ کیا۔ کیونکہ وہاں کے تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی خانہ کعبہ کو مذہب کا مرکز مانتے تھے۔

جب یمن کے بادشاہ نے اعلان کیا تو ایک مسلمان کو غصہ آ گیا اُس نے کلیسا میں جا کر غلاظت پھینک دی جس کی وجہ سے ابرہہ کو غصہ آیا اور اُس نے خانہ کعبہ پر حملہ کر دیا اور اپنے ساتھ بے شمار ہاتھی بھی لیے جس پر اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کی فوج اور ہاتھیوں کو ایک چھوٹے سے پرندے ابابیلوں سے تباہ کر دیا۔ (سورۃ الفیل)

نوٹ:

(۱) نجران کے عیسائی وفد کی رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کرنے کی پوری تفصیل سورہ آل عمران میں درج ہے۔ (آل عمران، آیت ۶۱)

(۲) یمن کے بادشاہ ابرہہ کا ہاتھیوں سمیت خانہ کعبہ پر حملہ کی تفصیل سورہ الفیل میں دیکھیں۔

آخرت میں سخی آدمی اور کنجوس کے ساتھ سلوک

سورہ اللیل کا مفہوم:

اِس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص سخاوت کرے، تقویٰ اختیار کرے اچھی بات کی تصدیق کرے اُس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اور جو بخل کرے کنجوس ہو۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے لاپرواہی اختیار کرے اور اچھی باتوں کا انکار کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

واقعہ:

مفسرین نے اِس آیت سے متعلق ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص کا ایک کھجوروں کا باغ تھا۔ اِس باغ میں ایک کھجور کا درخت ایسا تھا جس کی کھجوریں باقی سب کھجوروں سے بہترین تھیں۔ باغ کے ساتھ ایک مسکین کا گھر تھا۔ اِس کھجور کی شاخیں اُس مسکین کے گھر میں بھی جاتی تھیں۔ اگر اِس کھجور کے درخت کی کھجوریں پک کر اِس مسکین کے گھر میں گر جاتیں اور اِس مسکین کے بچے اُس کھجوروں کو اُٹھا کر کھانے کی کوشش کرتے تو باغ کا مالک اُس مسکین کے بچوں سے وہ کھجوریں بھی چھین لیتا۔ ایک دن اِس مسکین نے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ باغ کا مالک اُس کے بچوں پر ظلم کر رہا ہے۔ اور تمام ماجرہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا۔ آخر اِس مسکین کا قصہ سن کر رسول اللہ ﷺ اُس کے ساتھ باغ کے مالک کے پاس گئے اور فرمایا کہ اگر تم یہ ایک کھجور کا درخت مجھے دے دیں تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں اِس سے بہتر کھجور کا درخت عطا کریں گے۔ جس کی کھجوریں بھی اِس کھجوروں سے بہت عمدہ ہوں گی۔ مگر باغ کے مالک نے جواب دیا کہ میرے تمام باغ میں یہی ایک کھجور کا

درخت ہے جس کی کھجوریں باقی تمام باغ سے عمدہ ہیں۔ یعنی میں یہ درخت نہیں دے سکتا۔

جب رسول اللہ ﷺ اور باغ کے مالک کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی تو ایک اور شخص یہ تمام گفتگو سن رہا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ واپس چلے گئے تو وہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر میں وہ درخت خرید کر آپ کو دے دوں تو مجھے بھی جنت میں وہی انعام ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تیرے لیے بھی وہی انعام ہوگا۔ چنانچہ یہ شخص باغ کے مالک کے پاس گیا اور اِس درخت کی قیمت پوچھی تو باغ کے مالک نے کہا کہ میں اِس کھجور کے بدلہ میں چالیس کھجور کے درخت لوں گا جس کے تنے بھی مضبوط ہوں۔ اگر تم مجھے اِس قسم کے درخت دے دو تو یہ درخت میں تمہیں دے دوں گا۔ اِس طرح اِس شخص نے اپنے باغ سے اُس کو چالیس درخت دے دیے اور وہ ایک درخت خرید کر رسول اللہ ﷺ کو دے دیا اور عرض کی کہ اب یہ درخت آپ ﷺ کا ہے۔

دوسری روایت:

ایک اور روایت میں ہے کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ جس غلام کو دیکھتے کہ اِس نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اب اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اس کا مالک اِس پر سختی اور تشدد کر رہا ہے تو آپ اُس کو خرید کر آزاد کر دیتے۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابو قحافہ نے اپنے بیٹے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا (حضرت ابو قحافہ اُس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے) کہ تم کمزور غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے ہو جو تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ اِس سے بہتر ہے کہ تم کوئی مضبوط غلاموں کو خرید کر آزاد کرو تا کہ مشکل میں وقت میں تمہارے کام آسکیں اور تمہاری طرف سے دشمنوں سے لڑیں۔

اِس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں اِن کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر خرید کر آزاد کرتا ہوں اور میں اِن سے دنیاوی فائدہ حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہے

﴿وَالضُّحٰی﴾ (الضحی :01)

''قسم ہے چاشت کے وقت کی۔''

﴿وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی﴾ (الضحی :02)

''اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے۔''

﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی﴾ (الضحی :03)

''نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ بیزار ہو گیا ہے۔''

﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ (الضحی :04)

یقیناً تیرے لئے انجام آغاز سے بہتر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ہرگز آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔ آنے والا وقت بہتر ہوگا۔

واقعہ:

یہ آیات اِن حالات میں نازل ہوئیں حضور ﷺ پر وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی وحی کا انتظار رہتا۔ ایک طرح سے وحی آپ کی روح کی غذا تھی۔ پھر اچانک یہ سلسلہ رُک گیا۔ جب وحی رکنے کا سلسلہ طویل ہوا تو کفار مکہ کو بھی اِس کا علم ہو گیا۔ کیونکہ قبل ازیں جب وحی نازل ہوتی تو آپ لوگوں کو سناتے۔ اب آپ نے جب وحی نہ سنائی تو کفار نے باتیں بنانی شروع کر دیں۔ آپ حضور ﷺ رات کو قیام اللیل کے لیے بھی اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اب بیماری اور پریشانی کی وجہ سے نہ اُٹھ سکے تو ابولہب کی بیوی جو ابوسفیان کی ہمشیرہ تھی۔ آپ کی بالکل ہمسائی تھی۔ ابولہب رسول اللہ ﷺ کا حقیقی چچا تھا۔ ابولہب کی بیوی کا نام ام جمیل تھا۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ کو طعنہ دیا کہ کیا تمہارے شیطان نے تمہارا پیچھا چھوڑ دیا ہے وہ عورت رسول اللہ ﷺ کی دیوار ہمسائی تھی لہٰذا وہ طعنے دے کر رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرتی۔ باقی مشرکین کو بھی جب پتہ چلا تو انہوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ تمہارے رب نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور تمہارا رب تم سے ناراض ہے۔

آپ مشرکین کی باتیں سن کر اور ام جمیل کے طعنے سن کر نہایت دل گرفتہ تھے اور دل

میں خیال کرتے کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے کبھی پریشانی کے عالم میں آپ پہاڑ پر چڑھ جاتے اور اپنے آپ کو نیچے گرانے کی کوشش کرتے۔ تو حضرت جبرائل علیہ السلام آپ کو آ کر تسلیاں دیتے۔

اِس پر اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے ناراض نہیں ہے۔ دراصل آپ کی تربیت کے لیے یہ وقفہ بہت ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی کہ آنے والے دنوں میں حالات بہتر ہوں گے۔ تمہارا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا سینہ کھولنا اور ذکر بلند کرنا

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾(الم نشرح:01)

"کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔"

﴿وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ﴾(الم نشرح:02)

"اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا۔"

﴿الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ﴾(الم نشرح:03)

"جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی۔"

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾(الم نشرح:04)

"اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔"

اِس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آپ کا سینہ کھول دیا ہے۔ آپ کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ اور آپ کے ذکر اور نام کو بلند کر دیا۔

سینہ نبوت کشادہ کر دیا:

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بڑی جرأت کر کے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپ نے نبوت سے پہلے کیا دیکھا تھا۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوہریرہ میں دس سال کا تھا۔ اور جنگل میں اکیلا کھڑا تھا۔ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ ایک آدمی دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ یہ وہی ہیں۔ اتنے میں دو شخص میرے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے جن کے چہرے منور تھے اور اُن سے بہترین خوشبو آ رہی تھی۔ دونوں نے خوش نما کپڑے پہن رکھے تھے۔ انہوں نے میرے بازو تھام لیے مگر مجھے محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ انہوں نے میرے بازو پکڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے لٹا دیا۔ میرا سینہ کھول دیا۔ اِس سے مجھے نہ کوئی تکلیف ہوئی اور نہ ہی کوئی خون کا قطرہ نکلا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اِس میں سے حسد اور بغض نکال دو۔ اور اِس میں رحم بھر دو۔ رحمت اور کرم بھی بھر دو۔ چنانچہ دوسرے نے ایسے ہی کیا۔ حسد اور بغض کو نکال کر اِس میں رحمت اور کرم بھر دیا۔ اور پھر دائیں اور بائیں کا

انگوٹھا ہلا کر کہا کہ اب سلامتی کے ساتھ اُٹھیں۔

آپ کا ذکر بلند کرنا:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح آپ کا نام بلند کر دیا ہے۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب بھی میرا نام آئے گا۔ میرے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی بلند کیا جائے گا۔ اب دنیا میں ایسا کوئی خطہ نہیں ہے جہاں آپ کا نام بلند نہ ہو رہا ہو۔ ہر وقت آپ کے اُمتی آپ پر درود وسلام بھیج رہے ہیں۔ جمعہ کے خطبوں اور نماز میں بھی آپ کا ذکر ہو رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾(العلق:01)

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔"

﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾(العلق:02)

"جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔"

﴿اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ﴾(العلق:03)

"تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔"

﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾(العلق:04)

"جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔"

﴿عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾(العلق:05)

"جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔"

اِس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے نبی ﷺ! اپنے رب کے نام سے پڑھو۔ جس نے پیدا کیا، تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ وہ علم دیا جو تو نہ جانتا تھا۔

روایت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا خوابوں کی شکل میں ہوئی۔ آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ سچا ہوتا۔ اور یہ خواب ایسے ہوتا جیسے آپ دن کو روشنی میں دیکھ رہے ہیں۔ اِس کے بعد آپ تنہائی پسند ہو گئے اور غارِ حرا میں جا کر عبادت کرنے لگے۔ اِس وقت عبادت کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔ آپ گھر سے کھانا لے جاتے اور غارِ حرا میں عبادت میں مصروف رہتے جب کھانا ختم ہو جاتا تو آپ گھر تشریف لے آتے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کو دو تین دن کا کھانا تیار کر کے دے دیتی اور آپ غارِ حرا میں جا کر عبادت میں مصروف رہتے۔

وحی کا آنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن ایک فرشتہ

میرے پاس آیا اور کہا کہ پڑھو۔ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے مجھے بازوؤں میں کس لیا جس سے میری قوت برداشت جواب دے گئی تو اُس نے مجھے چھوڑ دیا اور دوبارہ کہا کہ پڑھو۔ میں نے دوبارہ وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتہ نے پھر وہی عمل دہرایا۔ اور چھوڑ دیا۔ تیسری دفعہ پھر میں نے وہی جواب دیا اور فرشتہ نے وہی عمل دہرایا کہ مجھے بازوؤں میں کسا تو کہا کہ اب پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے پیدا کیا۔ اِس پر میں نے اِقْرَاء سے لے کر یَعلَمْ پڑھ لیا۔

اِس کے بعد رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ حضرت خدیجہ سے فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھا دو اِس پر آپ کی بیوی نے چادر اوڑھا دی جب آپ سے یہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے تمام ماجرا اپنی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو سنایا۔ اور کہا کہ میری جان کو خطرہ ہے۔

یہ سن کر آپ کی بیوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ضائع نہ کرے گا آپ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں لوگوں کی امانتیں واپس کرتے ہیں۔ نیک کاموں میں مدد کرتے ہیں اور آپ مہمان نواز ہیں۔

حضرت خدیجہ آپ ﷺ کو لے کر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عیسائی ہو گئے تھے اور اپنے ہاتھ سے عبرانی اور عربی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کو بھی تمام قصہ سنایا تو اُس نے کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی آتا تھا۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ آپ کی قوم آپ کو شہر سے نکال دے گی اگر میں اُس وقت تک زندہ رہا تو میں مدد کروں گا۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ لوگ تو مجھے پیار کرتے ہیں۔ مجھے صادق اور امین کہتے ہیں۔ کیا میری قوم مجھے اس شہر سے نکال دے گی۔ اِس پر ورقہ نے کہا کہ ہاں بالکل نکال دے گی۔ ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے کہ جو آپ پیغام لے کر آئے ہیں وہ لوگوں کو سنایا جائے تو لوگوں نے ہمیشہ مخالفت کی۔ اِس کے تھوڑی ہی دیر بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

نبوت سے قبل آپ کی زندگی نہایت پاکیزہ تھی۔ تبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی صداقت کی تصدیق کی اور ورقہ نے بھی جو آپ کو اچھی طرح سے جانتا تھا آپ کی ایمانداری

کی تصدیق کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دوست تھے اور آپ کے متعلق بہت علم تھا۔ تبھی جب آپ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی تو فوری ایمان لے آئے۔

ابو جہل کا واقعہ

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى﴾ (العلق:09)

''(بھلا) اسے بھی تو نے دیکھا جو بندے کو روکتا ہے۔''

سورۃ العلق: آیت نمبر:10 تا 18:

''جبکہ وہ بندہ نماز ادا کرتا ہے۔'' بھلا بتلا تو اگر وہ ہدایت پر ہو۔'' یا پرہیز گاری کا حکم دیتا ہو۔'' بھلا دیکھو تو اگر یہ جھٹلاتا ہو اور منہ پھیرتا ہو تو۔'' کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔'' یقیناً اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔'' ایسی پیشانی جو جھوٹی خطا کار ہے۔'' یہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے۔'' ہم بھی (دوزخ کے) پیادوں کو بلا لیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے اُس شخص کو دیکھا جو بندے کو منع کرتا ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہے۔ وہ نیک کاموں کی تلقین کرتا ہے، منع کرنے والا حق کو جھٹلاتا ہے (ابو جہل) وہ منہ موڑتا ہے مگر نہیں جانتا کہ اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اُس کی پیشانی کے بل پکڑ کر کھینچیں گے۔ اُس کی پیشانی خطا کار ہے۔ وہ اپنے حامیوں کو بلا لے اور ہم جہنم کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔

واقعہ:

رسول اللہ ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا اور اسلامی طریقہ سے نماز شروع کی تو ابو جہل نے آپ کو ڈرا کر روکنے کی کوشش کی۔ آپ رسول اللہ ﷺ نے ابھی اعلانیہ تبلیغ شروع نہ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ابھی جو عبادت کا طریقہ سکھایا آپ اُسی طرح عبادت کرنے لگے تھے۔

کفار نے آپ کو اِس نئے طریقے سے نماز پڑھتے دیکھ کر سمجھ لیا کہ آپ ایک نیا دین لا رہے ہیں۔ لہٰذا جب آپ نماز پڑھتے تو کفار آپ کو حیرت سے دیکھتے۔ آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر ابو جہل کو ایک شیطانی خیال آیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو دھمکی دی کہ آئندہ اِس طرح خانہ کعبہ میں عبات نہ کرنا۔

ابوجہل کی دھمکی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ابوجہل نے کفار سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے زمین پر ماتھا رکھتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم نے دیکھا ہے۔ اِس پر ابوجہل نے کہا کہ لات اور عزیٰ کی قسم میں نے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس طرح عبادت کرتے دیکھ لیا تو آپ کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا اور آپ کا منہ مبارک رگڑ دوں گا۔ ایسے ہوا کہ ابوجہل نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر آگے بڑھا اور فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا۔ اور منہ کسی چیز سے بچانے کی کوشش کرنے لگا۔ جب لوگوں نے ابوجہل سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا تو اُس نے کہا کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ حائل ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ میرے نزدیک آتا تو فرشتے اُس کا حشر نشر کر دیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس طرح نماز ادا کرتے دیکھ لیا تو اُن کی گردن کچل دوں گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ میرے نزدیک آیا تو فرشتے اُس کو اعلانیہ پکڑ لیں گے۔

روایت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ ابراہیم کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ابوجہل کا وہاں سے گزر ہوا تو ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ اِس طریقہ سے عبادت نہ کیا کرو۔ اب اگر آئندہ آپ نے اِس طریقہ سے عبادت کی تو میں سخت سزا دوں گا۔ اِس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سخت الفاظ کہہ دیے جس پر ابوجہل نے کہا کہ مجھے دھمکیاں دیتے ہو۔ یہ سب وادی کے لوگ میرے ساتھ ہیں۔ بطحاء کی وادی کے لوگ بھی میرے ساتھ ہیں۔ اتنے زیادہ لوگ کسی اور سردار کے ساتھ نہیں ہیں۔ میں اگر ایک آواز دوں تو سارے لوگ آجائیں گے

اور یہاں تل دھرنے کی جگہ نہ ہوگی۔ ابوجہل کے الفاظ سن کر حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیات سنائیں کہ اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی سے بال پکڑ کر زمین پر گھسیٹیں گے۔ لوگوں کی نظر میں یہ ایک سردار کی چوٹی ہے مگر دراصل یہ ایک غلط اور جھوٹے شخص کی ہے۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سورۃ البینہ کی فضیلت:

جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ اِس سورت کو حضرت ابی کو پڑھ کر سنائیں اِس بات کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی کو بلایا اور فرمایا ابھی میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سورت حضرت ابی کو پڑھ کر سنائیں۔ تو حضرت ابی نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ اِس پر حضرت ابی رو دیے۔

واقعہ:

اِس واقعہ کی مفسرین نے تفصیل لکھی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ نزدیک سے حضرت ابی گزرے تو آپ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کا پڑھنا صحیح نہیں ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اِسی طرح سنا ہے۔ چنانچہ دونوں صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور دونوں نے اپنے اپنے انداز میں قرآن پڑھ کر سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں نے صحیح پڑھا ہے اور آپ حضور ﷺ نے حضرت ابی کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو سات قرأتوں سے پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اِس پر حضرت ابی فرماتے ہیں کہ میں شک میں پڑ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میری حالت دیکھ کر میرے سینہ پر ہاتھ رکھا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔ اور پھر مجھے ایسے محسوس ہوا گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ سورت سنائی اور حضرت ابی غور سے سنتے رہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت صحابی کو ثابت قدمی عطا فرمائے گی۔ اور حضرت ابی کا شک دور کر دے گی جس طرح صلح حدیبیہ کے بعد جب سورہ الفتح نازل ہوئی تو آپ نے یہ سورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پڑھ کر سنائی۔ تاکہ اُن کا شک دور ہو جائے۔

واقعہ فیل

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ﴾(سورة الفيل:۱)

”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا“

﴿اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ﴾(سورة الفيل:۲)

”کیا اس نے ان کی تدبیر کو ناکام نہیں کر دیا۔“

﴿وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ﴾(سورة الفيل:۳)

”اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے۔“

﴿تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ﴾(سورة الفيل:۴)

”جو ان پر کھنگر کی کنکریاں پھینکتے تھے۔“

﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ﴾(سورة الفيل:۵)

پھر اس نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا۔“

وجہ نزول

یمن کا بادشاہ ابرہہ جس نے ہاتھیوں اور فوج کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ کرنا چاہا۔

واقعہ

یہ واقعہ حضور ﷺ کی پیدائش سے پچاس برس قبل کا ہے اور بعض مفسرین کے مطابق آپ کی پیدائش کے وقت کا یہ واقعہ ہے۔

یمن میں یہودی حکومت تھی جس کے بادشاہ کا نام ذوانوس تھا، جبکہ اس کے ہمسایہ نجران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کی حکومت تھی، یمن میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، یہودی مذہب کی بجائے بت پرستی عام ہوگئی تھی اور یہاں کے لوگ مشرکانہ رسم ورواج کے مطابق زندگی گزارنے لگے۔ یمن کے بادشاہ ذوانوس نے نجران کے عیسائیوں میں اعلان کرا دیا کہ وہ عیسائی مذہب چھوڑ کر ہمارا مذہب اختیار کریں مگر عوام نے عیسائی مذہب چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ یمن میں ذوانوس کی حکومت طاقت ور تھی اس نے زمین میں بڑے بڑے گڑھے کھدوائے اور عیسائیوں کو کہا کہ جو مذہب تبدیل کرنے سے انکار کرے گا اس کو ان آگ کے گڑھوں میں پھینک دیا جائے گا۔ ذوانوس نے ان زمین کے گڑھوں میں

زبردست آگ جلائی ہوئی تھی۔ چنانچہ جو بھی عیسائی انکار کرتا وہ ان کو اس آگ میں پھینک دیتا، اس طرح اس نے تقریباً بیس ہزار عیسائیوں کو آگ میں زندہ جلا دیا اور خود باہر بیٹھ کر نظارہ کرتا رہا۔ قرآن میں اس واقعہ کو سورہ البروج میں اس واقعہ کو اصحاب الاخدود کے نام سے پکارا ہے۔ اس واقعہ میں ایک عیسائی بچ گیا تو وہ بھاگ کر روم چلا گیا وہاں عیسائی حکومت تھی اس نے روم کے بادشاہ کو ظلم کی داستان سنا دی۔ روم کے بادشاہ نے حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی کو لکھا کہ ان کی ہر ممکن مدد کرے چنانچہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ایک بہت بڑا لشکر ایک سردار ابرہہ بن صباح کی نگرانی میں یمن کی طرف روانہ کیا جس نے جنگ میں یمن کے بادشاہ کو شکست دی اور بادشاہ کو قتل کر دیا اور اس طرح وہاں کا بادشاہ بن گیا۔ ابرہہ نے بادشاہ نجاشی کو خط لکھا جس میں کافی خوشامد کی اور کہا کہ میں یمن میں ایک شاندار گرجا تعمیر کر رہا ہوں اور یہ اتنا خوبصورت ہوگا کہ اس سے پہلے اس جیسا کسی نے بنایا ہوگا اور نہ ہی بعد میں کوئی بنائے گا۔

ابرہہ نے جب گرجا تعمیر کر لیا تو تمام قبائل میں اعلان کرا دیا کہ آج کے بعد کوئی قبیلہ جو حج کی غرض سے مکہ میں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ اب وہ مکہ کی بجائے یمن میں اس گرجا میں حج کیا کریں گے۔ یہ اعلان سن کر وہ تمام قبائل اور خاص طور پر قریش کے جذبات بھڑک اٹھے اور چند نوجوانوں نے یمن جا کر اس میں گندگی پھینک دی اور ایک روایت کے مطابق اس گرجا کو آگ لگا دی جب اس کی اطلاع ابرہہ کو ملی تو اس نے ایک لشکر تیار کیا جس میں ۵۷۱ھ میں ۶۰ ساٹھ ہزار فوج اور تیرہ ہاتھی تھے اور اس لشکر کے ساتھ خانہ کعبہ پر حملہ کی غرض سے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ایک دو قبیلوں نے مزاحمت کی مگر انہوں نے شکست کھائی اس طرح بادشاہ ابرہہ یہ لشکر لے کر طائف اور مکہ کے درمیان قبیلہ بنو ثقیف پہنچ گیا۔ یہ قبیلہ بتوں کی پوجا کرتا تھا۔ انہوں نے خیال کیا کہ کہیں یہ ہمارے بت خانہ پر حملہ نہ کر دے انہوں نے ابرہہ کو پیغام دیا کہ ہم آپ کو ایک رہبر دیتے ہیں جو تمہیں مکہ کا سیدھا راستہ بتائے گا اور اس کے بدلہ میں ہمارے بت خانہ پر حملہ نہ کرنا، اس رہبر کا نام ابو رغال تھا۔ چنانچہ رہبر ابورغال اس لشکر کو لے کر جب مزدلفہ اور وادی منٰی کے درمیان وادی محسر میں پہنچا تو ابرہہ کے سب سے بڑے ہاتھی جس کا نام محمود تھا اور اس پر خود ابرہہ سوار تھا،

خانہ کعبہ کی طرف جانے سے انکار کر دیا اور وہیں بیٹھ گیا، اسی دوران رہبر ابو رغال جو راستہ دکھانے آیا تھا وہ مر گیا اور اس کو وہیں دفنا دیا گیا۔ جس کی قبر پر عرب کے لوگ کافی سال سنگباری کرتے رہے اور بنو ثقیف کو طعنہ دیتے رہے کہ انہوں نے اپنا بت خانہ بچانے کی خاطر اس کو خانہ کعبہ کا راستہ دکھایا۔ جب ابرہہ کا ہاتھی آگے نہ بڑھا تو ابرہہ نے مکہ والوں کے جانور جو وہاں چر رہے تھے پکڑ لیے جس میں رسول اللہ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔

روایت

ایک روایت کے مطابق ابرہہ نے اپنا ایک نمائندہ مکہ بھیجا کہ وہ جا کر مکہ کے سرداروں کو بلا کر لائے، چنانچہ سرداروں نے آپ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب کو بھیج دیا۔ ابرہہ نے جب آپ ﷺ کے دادا کو دیکھا تو بڑی عزت کی اور کہا کہ میں خانہ کعبہ گرانے کے لئے آیا ہوں۔ اس پر عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میں اس گھر کا مالک نہیں ہوں میں تو صرف ایک متولی ہوں۔ جب تم خانہ کعبہ گرانے کے لئے جاؤ گے تو گھر کا مالک خود ہی اس کو بچا لے گا۔ میں ان اونٹوں کا مالک ہوں جو تم پکڑ کر لائے ہو وہ مجھے واپس کر دو۔ یہ سن کر ابرہہ نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر میں نے آپ کو بہت معزز سمجھا تھا مگر آپ میرے لئے معزز نہیں ہیں۔

دوسری روایت

اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ جب عبدالمطلب کو پتہ چلا کہ یمن کا بادشاہ خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے آ رہا ہے تو آپ خود چل کر اس کے پاس گئے اور کافی رقم دینے کی پیشکش کی اور فرمایا کہ یہ امن کی جگہ ہے تمہیں جو بھی ضرورت ہو ہم پوری کر دیتے ہیں، مگر ابرہہ طاقت کے نشہ میں چور تھا، اس نے کہا کہ یہ امن کی جگہ ہے تبھی تو اس کو گرانے کے لئے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے بہت کوشش کی مگر وہ راضی نہ ہوا۔ حقیقت یہ تھی کہ اگر مکہ کے تمام قبائل کو جمع کیا جاتا تو ان کی تعداد چھ ہزار بنتی تھی جبکہ ابرہہ کے فوجیوں کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ چنانچہ عبدالمطلب نے واپس آ کر تمام قبائل میں اعلان کرا دیا کہ اپنے بچوں کو لے کر پہاڑوں پر چلے جاؤ اور خود خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر دعائیں کرنے لگے۔

ا۔ خدایا ہر بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر۔

۲۔ خدایا کل اُن کی طاقت اور تدبیر غالب نہ آنے پائے اگر تو ان کو اور ہمارے قبیلہ کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو تیری مرضی ہے۔

۳۔ صلیب کی آل اور ان کے پرستاروں کے مقابلہ پر آج اپنی آل کی مدد کر۔

۴۔ اے میرے رب! مَیں آج تیرے سوا کسی سے مدد کی امید نہیں رکھتا، تو اپنے گھر کی حفاظت کر۔

۵۔ اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے اس کو روک دے اور راستہ میں ہی تباہ کر دے۔

اللہ کا عذاب:

یہ دعائیں کر کے جناب عبدالمطلب پہاڑ پر چلے گئے اور ابرہہ اپنے ہاتھیوں کے ہمراہ مکہ کی طرف بڑھنے لگا مگر اس کا خاص ہاتھی محمود دوبارہ پھر بیٹھ گیا اسی دوران اللہ کی فوج آ گئی۔ آسمان پر ہر طرف چھوٹے چھوٹے پرندے ابابیل ہی دکھائی دیتے تھے۔ ہر پرندے کی چونچ میں اور دونوں پنجوں میں ایک ایک کنکر تھا۔ یہ کنکر مکئی کے دانوں کے برابر تھے، یہ کنکر مٹی کے بنے ہوئے تھے اور ان کنکروں کو دوزخ کی آگ میں پکایا گیا تھا۔ یہ کنکر جس پر بھی گرتا اس کے سر پر لگنے کے بعد اس کے جسم سے ہوتا ہوا سیدھا زمین میں دھنس جاتا جس سے اُن کے جسموں میں خارش پیدا ہو گئی اور جسم گل کر زمین پر گرنا شروع ہو جاتا لشکر کا کچھ حصہ تو وہیں مر گیا اور باقی رستہ میں مر گیا۔ مرتے ہوئے لشکر نے ایک آدمی کو پکڑا کہ ہمیں واپسی کا راستہ بتاؤ تو وہ کہنے لگا کہ آج تمہیں اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہ اللہ کا عذاب ہے۔

ابرہہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا تخت پر بیٹھ گیا مگر ایک اور قبیلہ کے سردار نے اس کو شکست دے کر خود تخت پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح ابرہہ کی حکومت ختم ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب حاجی وادی محسر سے گزریں تو تیز تیز قدموں سے گزر جائیں اور اس وادی میں ہرگز نہ رکیں۔

اس واقعہ کے بعد یہ معاملہ سارے عرب میں مشہور ہو گیا اور چھ سال تک لوگ ایک ہی اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ بتوں کی عبادت بند ہو گئی اس سال کو عام الفیل کہتے ہیں۔ اس

کے بعد لوگوں نے دوبارہ بتوں کی پوجا کرنی شروع کر دی۔

ایک روایت یہ ہے کہ اسی سال رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی ایک اور روایت ہے کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے پچاس سال پہلے کا ہے۔ بعد میں بھی مصیبت کے وقت ایک ہی اللہ کو پکارتے تھے مگر خوش حالی کے وقت بتوں کی پوجا کرتے۔

قریش پر اللہ تعالیٰ کے احسانات

﴿لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ﴾(سورۃ قریش ۱)

''قریش کے مانوس ہونے کی بنا پر۔''

﴿اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ﴾(سورۃ قریش ۲)

''سردی اور گرمی کے سفروں سے۔''

﴿فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ﴾(سورۃ قریش ۳)

''انہیں اس گھر کے رب کی عبادت کرنی چاہیے۔''

﴿الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾(سورۃ قریش ۴)

''جس نے بھوک میں انہیں کھانے کو دیا اور خوف سے امن عطا فرمایا۔''

وجہ نزول

یہ آیات قبیلہ قریش کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اس قبیلہ پر اپنے احسانات جتوائے ہیں۔

مفہوم سورت

اللہ تعالیٰ نے یہ سورت قبیلہ قریش کے بارے میں نازل فرمائی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا تعلق بھی قبیلہ قریش سے تھا، اس سے قبل جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نعمتیں عطا کیں تھیں۔ اسی طرح قبیلہ قریش پر اپنی نعمتیں نازل فرمائی۔ بنی اسرائیل نے بھی بے پناہ نعمتیں عطا ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی اور پیغمبروں کی مخالفت کی، اسی طرح قبیلہ قریش نے بھی اللہ تعالیٰ کے نبی حضور ﷺ کی بے پناہ مخالفت کی۔

حضور ﷺ کا فرمان قبیلہ قریش کے متعلق: حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات فضیلتیں عطا کیں ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک یہ ہے کہ میں قبیلہ قریش سے ہوں۔

۲۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ نبوت اور آخری نبی بنو قریش سے ہے۔

۳۔ قریش کے لوگ خانہ کعبہ کے متولی ہیں۔

۴۔ قریش کے لوگ آب زم زم کے کنویں کے متولی ہیں اور لوگوں کو پانی پلاتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہاتھی والوں پر غالب کیا جب ابرہہ نے ہاتھی لے کر حملہ کیا۔

۶۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرتا تھا تو قریش نے ہاتھی والوں کے حملہ کے بعد دس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔

۷۔ یہ سورت قریش خاص طور پر قبیلہ قریش کے بارے میں نازل فرمائی۔

حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا: اولاد اسماعیل سے میں کنانہ کو چنا، بنی کنانہ سے قریش کو چنا، قریش سے بنو ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم سے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ کو چنا۔ اس طرح کنانہ کے بیٹے نضر کی اولاد بنو قریش کہلائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سمندری جانوروں میں ایک جانور جس کا نام قرش ہے وہ سب سے طاقت ور ہے کوئی اس کو ہڑپ نہیں کر سکتا بلکہ یہ جانور سب کو ہڑپ کر جاتا ہے۔ اور مقابلہ میں یہ جانور سب پر غالب آ جاتا ہے۔ اس کا نام قرش ہے، مگر آہستہ آہستہ اس کا نام تبدیل ہو کر قریش ہو گیا کیونکہ قبیلہ قریش والے بھی سب سے طاقت ور تھے۔

قریش کی تاریخ:

قریش کا قبیلہ سارے عرب میں منتشر تھا۔ اس قبیلہ کا سردار اور جدِ امجد قصیٰ بن کلاب نے اپنے قبیلہ قریش کو اکٹھا کیا اور ان کو مکہ لا کر آباد کیا۔ اس وقت مکہ میں کوئی کھیتی باڑی نہ تھی اور نہ ہی زمین ہموار تھی، پانی کا نام ونشان نہ تھا، جو وہ اپنی فصلوں کو لگاتے، چاروں طرف پہاڑ تھے، لہٰذا شروع میں قریش کی گزراوقات نذرانوں پر تھی، لوگ ہر سال حج کے لئے آتے اور قریش والوں کو نذرانے دیتے، اور یہ لوگ حاجیوں کی خدمت کرتے، جب یہ نذرانے ختم ہو جاتے تو پھر بھوک اور افلاس ان لوگوں پر چھا جاتی۔

حضور ﷺ کے پردادا عبد مناف قریش کے سردار نے جب یہ حالات دیکھے تو ان کو ایک تدبیر سوجھی۔ ان کے چار بیٹے تھے، انہوں نے سوچا کہ ان حالات میں قریش کمزور ہو جائیں گے اور اموات بھی زیادہ ہوں گی۔ تو عبد مناف نے اپنے چاروں بیٹوں کو تجارت کرنے کی ترغیب دی تاکہ بھوک سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ اس زمانہ میں تجارت کے راستہ پر دوسرے ملکوں کا قبضہ تھا۔ یہ ملک جن کو اجازت دیتے تھے صرف اسی ملک کے قافلے وہاں

سے گزر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ کسی اور قافلہ کو جانے کی اجازت نہ تھی، راستہ میں ڈاکوؤں کا بھی ہر وقت خطرہ رہتا تھا کہ وہ لوٹ نہ لیں قریش کو ایک یہ بھی فائدہ ہوا کہ دوسرے ملکوں کے وفود حج کے لئے مکہ میں آتے رہتے تھے اور قریش ان کی خدمت کرتے تھے، اس طرح قریش کے دوسرے ملکوں سے ذاتی تعلقات تھے۔ لہٰذا عبدمناف نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ وہ جا کر دوسرے ملکوں کے سربراہوں سے ملاقات کریں تا کہ ان سربراہوں سے تجارت کے لئے راستہ لیا جا سکے، اس طرح راستہ میں جو ڈاکو لوٹ لیتے تھے ان سے بھی محفوظ رہا جا سکے گا۔

عبدمناف نے اپنے ایک بیٹے ہاشم کو شام کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ دوسرے بیٹے عبدشمس کو حبشہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا اور تیسرے بیٹے عبدالمطلب کو یمن کے بادشاہ کے پاس بھیجا اور چوتھے بیٹے نوفل کو فارس کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ ان چاروں بیٹوں نے ان بادشاہوں سے ذاتی تعلقات پیدا کئے اور ان سے تجارت کے لئے راستہ کی سہولت حاصل کی، لہٰذا ان بادشاہوں نے قریش کو تجارت کے لئے راستہ بھی دیا اور ہر قسم کی سہولت بھی مہیا کی۔ اس طرح ان بادشاہوں نے نہ صرف عبدمناف کے بیٹوں کو راستہ دیا بلکہ وہ تمام سہولتیں بھی مہیا کیں۔ یہ تمام سہولت صرف اس وجہ سے تھیں کیونکہ یہ خانہ کعبہ کے متولی تھے۔ حاجیوں کی خدمت کرتے تھے اور ان سے سلوک بھی بہت اچھا کرتے تھے اور کوئی بھی قبیلہ ان سے تنگ نہ تھا۔

قریش کو راستہ کی سہولت ملنے کے بعد تجارت کی غرض سے باہر کے ملکوں کو جانے لگے۔ راستہ میں ان کو کوئی تنگ نہ کرتا تھا۔ بلکہ ہر قبیلہ ان کی حفاظت کرتا تھا۔ راستے میں ڈاکہ زنی کرنے والے لوگوں کو جب یہ علم ہوتا ہے کہ یہ قریش کا تجارتی قافلہ ہے تو وہ بھی قریش کا نام سنتے تو ڈاکہ مارنے کی بجائے ان کی حفاظت کرتے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہی حالات کو جو قریش کو راستہ کی محفوظ سہولت ملیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قریش میں نے تمہیں وہ راستہ جس پر تم گرمیوں اور سردیوں میں سفر کرتے ہو، مانوس نہیں کر دیا اور امن بھی دے دیا۔

ان حالات میں قریش تجارت کرنے لگے، تجارت میں جو بھی منافع ہوتا وہ قریش کے

لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا جس سے لوگوں کی حالت بہتر ہو گئی اب ان میں کوئی فقیر نہ رہا اور کوئی قبیلہ ان کا کوئی مالی طور پر ہم عصر نہ رہا۔

اس کاروبار کی وجہ سے قریش کے تمام ملکوں شام، مصر، عراق، یمن اور حبشہ سے تعلقات بہتر ہو گئے، قریش کے لوگ تعلیم سے بھی سب سے آگے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریش کے لوگ باقی سب لوگوں کے سردار ہیں پہلے سرداری حمیر قبیلہ کے پاس تھی اللہ نے ان سے چھین کر قریش کو دے دی۔

قریش کی شہرت:

یہ قریش خانہ کعبہ کے متولی تھے، جب ابراہہ نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا اور اللہ نے ابرہہ کی فوج کو تباہ کر دیا اور یہ فوج جب واپس جانے لگی تو لوگوں نے ان کو مرتے دیکھا تو تمام قبیلوں کو یقین ہو گیا کہ یہ واقعی اللہ کا گھر ہے۔ لہٰذا تمام قبیلوں میں قریش کی عزت اور شہرت کئی گنا زیادہ ہو گئی۔

ابوجہل کی جہالتیں

﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ﴾ (سورۃ الماعون۱)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو قیامت کو جھٹلاتا ہے۔''

﴿فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ﴾ (سورۃ الماعون۲)

''یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے''

﴿وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (سورۃ الماعون:۳)

''اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔''

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ﴾ (سورۃ الماعون:۴)

''ان نماز پڑھنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔''

﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾ (سورۃ الماعون:۵)

''جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔''

﴿الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾ (سورۃ الماعون۶)

''وہ لوگ جو ریاکاری کرتے ہیں۔''

﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ (سورۃ الماعون:۷)

''اور وہ معمولی چیز دینے سے انکار کرتے ہیں۔''

وجہ نزول

اس سورت کی ابتدائی چار(۴) آیات ابوجہل کے متعلق اور باقی تین آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں۔ جو دکھلاوے کی نماز پڑھنے والے تھے۔

واقعہ

ایسا شخص جو نہ تو قیامت یعنی روزِ جزا اور سزا پر ایمان رکھتا ہے، یتیم کا مال کھا جاتا ہے اور کنجوس اتنا ہے کہ نہ تو کسی کو کھانے کے لیے کچھ دیتا ہے بلکہ اس کا حق بھی مار لیتا ہے۔ تفہیم القرآن میں مولانا مودودی نے ابوجہل کے دو واقعات لکھے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیات ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئیں۔

مکہ میں ابوجہل کی زیرِ کفالت ایک یتیم بچہ تھا۔ جس کا سارا مال ابوجہل کے پاس تھا۔

بچہ جب جوان ہوا تو وہ ابوجہل کے پاس مال لینے کے لئے گیا تو اس نے مال دینے سے انکار کر دیا۔ ایک دفعہ وہ مکہ کے سرداروں کے پاس گیا اور ان سے کہا: ابوجہل سے میرا مال واپس لے دیں، سرداروں نے شرارت کے طور پر اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کا کہا اور کہا کہ یہ تمہیں تمہارا مال لے دیں گے اور آپس میں باتیں کرنے لگے کہ اب دیکھیں ابوجہل حضور ﷺ کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ وہ بچہ ان سرداروں کے مذاق کو نہ سمجھ سکا اور وہ حضور ﷺ کے پاس آیا کہ آپ میرا سامان ابوجہل سے واپس لے دیں۔ بچے کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ اس کو ساتھ لے کر ابوجہل کے پاس اس کے مکان پر گئے اور فرمایا: اس بچہ کا تمہارے پاس سامان ہے وہ اسے واپس کر دو۔ ابوجہل بغیر کوئی بات کئے اپنے مکان میں گیا اور اس بچے کا سارا سامان لا کر اس کو دے دیا۔ بعد میں جب ابوجہل ان سرداروں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ کیا تم نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے، جس پر ابوجہل نے کہا کہ میں نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا، بات یہ ہے اگر محمد ﷺ اکیلے ہوتے تو میں انکار کر دیتا جبکہ آپ کے ساتھ تو بے شمار خطرناک بلائیں تھیں اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے زندہ کھا جاتیں۔

واقعہ

تفہیم القرآن میں ایک اور واقعہ درج ہے کہ باہر کے قبیلہ کا ایک آدمی اپنا اونٹ فروخت کرنے کے لئے مکہ میں آیا، اس شخص سے وہ اونٹ ابوجہل نے خرید لیا لیکن جب اس شخص نے رقم کا تقاضا کیا تو ابوجہل نے رقم دینے سے انکار کر دیا۔ وہ تاجر ابوجہل سے فریاد کرتا رہا مگر ابوجہل نے صاف انکار کر دیا۔ مجبور ہو کر وہ تاجر مکہ کے سرداروں کے پاس گیا کہ ابوجہل نے مجھ سے اونٹ خرید کیا ہے لیکن رقم دینے سے انکاری ہے۔ آپ میری رقم مجھے دلوا دیں۔ اس پر سرداروں کو پھر شرارت سوجھی اور انہوں نے اس تاجر کو حضور ﷺ کے پاس بھیج دیا کہ وہ تمہاری رقم واپس کرا سکتے ہیں۔ حضور ﷺ اس تاجر کو لے کر ابوجہل کے پاس گئے اور فرمایا کہ اس کے اونٹ کی رقم فوری ادا کر دو۔ ابوجہل یہ سن کر اپنے مکان کے اندر گیا اور اس تاجر کی رقم لا کر اُسے دے دی۔ سرداروں نے کہا: تم نے فوری بات مان لی اور تاجر کو رقم ادا کر دی؟ ابوجہل نے جواب دیا کہ اگر میں انکار کر دیتا تو حضور ﷺ کے ساتھ اس قسم کی بلائیں

تھیں تو وہ مجھے فوری ختم کر دیتیں۔

تیسرا واقعہ

ابوجہل حضور ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ ایک دن اس نے سرداروں کے ساتھ قسم کھائی کہ اگر حضور ﷺ نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی تو میں آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھ دوں گا۔ یا یہ کہا کہ میں آپ کے سر مبارک کو پتھر مار کر کچل دوں گا۔ ایک دن آپ نماز ادا کر رہے تھے کہ ابوجہل آپ کی طرف آیا مگر پھر فوری واپس بھاگ کھڑا ہوا۔ جب لوگوں نے پوچھا تو ابوجہل نے کہا کہ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان ایک آگ اور بہت سارے پر حائل ہو گئے۔ اگر میں آگے بڑھتا تو وہ آگ مجھے جلا دیتی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ آگے آتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کے پرزے پرزے کر دیتا۔

دراصل ان تمام سرداروں کی اخلاقی حالت انتہائی گری ہوئی اور گندی تھی۔ ایک دفعہ ابولہب نے خانہ کعبہ سے مورتی چرائی تھی۔

❋❁❋

حوضِ کوثر

﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ (سورة الكوثر ۱)

''اے نبی! ہم نے آپ کو کوثر عطا کر دی ہے۔''

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (سورة الكوثر ۲)

''پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں۔''

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ (سورة الكوثر ۳)

بے شک تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔''

وجہ نزول

آپ کے بیٹے کی وفات پر کفار نے طعنہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حوصلہ افزائی کے لئے آپ کو کوثر نہر عطا کر دی۔

سورۂ کوثر کا پس منظر

اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی ﷺ کو اطلاع دی کہ ہم نے آپ کو کوثر نہر عطا کر دی ہے۔ جب معراج کے موقعہ پر آپ کو ساتوں آسمانوں اور جنت کی سیر کرائی گئی تو آپ نے جنت میں ایک نہر دیکھی جس پر آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ نبوت کے ابتدائی سال انتہائی تنگدستی کے تھے۔ پوری قوم آپ کی دشمن ہوگئی تھی، آپ پر ایمان لانے والے انتہائی غریب اور نادار تھے۔ آپ کے مخالف کافر سردار انتہائی طاقت ور تھے اور دور تک کامیابی کے کوئی آثار نہ تھے، ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے کئی سورتیں نازل فرمائیں تا کہ آپ کو حوصلہ ملتا رہے۔

سورہ ضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے نبی ﷺ! آنے والا دور سابقہ دور سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ کچھ عطا کریں گے جس سے آپ خوش ہو جائیں گے۔

سورہ الم نشرح میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ کا نام بلند کر دیا ہے جو دشمن آپ کو بدنام کر رہے ہیں انہوں نے خود ہی آپ کا نام بلند کرنے اور ناموری عطا کرنے کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تنگدستی کے بعد آسانیاں ہیں آپ ان مصائب سے پریشان

نہ ہوں، عنقریب یہ دور ختم ہونے والا ہے۔

نبی کی ﷺ اولاد:

ایک تو حالات کی وجہ سے آپ پریشان تھے، کافر آپ کو بہت تنگ کرتے تھے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بچے اور بچیاں عطا فرمائیں سب سے پہلے جناب قاسم پیدا ہوئے۔ اس کے بعد حضرت زینب اور پھر جناب عبداللہ پیدا ہوئے۔ اس کے بعد پھر تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ مگر کچھ ہی دنوں بعد جناب قاسم وفات پا گئے۔ بیٹیوں میں حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں۔ بیٹوں میں حضرت قاسم کے بعد عبداللہ بھی وفات پا گئے۔ تو دشمنوں نے بہت خوشیاں منائیں اور تمام کافر کہنے لگے کہ حضور ﷺ مذہب میں تو ہم سے علیحدہ ہوئے تھے اور ان کے دنیا سے جانے کے بعد اس دنیا میں کوئی بھی اس کا نام لیوا نہ ہوگا۔

عاص بن وائل مکہ کے کافروں میں سے ایک سردار تھا جب بھی حضور ﷺ کا نام اس کے سامنے لیا جاتا تو وہ کہتا کہ ان کا نام مت لو، آپ کے جانے کے بعد تو ان کا کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔

عقبہ بن ابی معیط یہ بھی ایک کافر سردار تھا۔ اس کے سامنے بھی جب حضور ﷺ کا نام لیا جاتا تو یہ کہتا کہ آپ کا تو کوئی نام لینے والا بھی نہیں رہا اور ان کے دنیا سے جانے کے بعد آپ کا نام ہی ختم ہو جائے گا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) جڑ کٹا کہتا تھا یعنی جس کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہو۔

کعب بن اشرف یہودی سردار رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں سب سے آگے تھا۔ یہ شخص اپنے اشعار میں آپ ﷺ کے اور ازواجِ مطہرات کے خلاف بکواس کیا کرتا تھا، جس کو بعد میں قتل کر دیا گیا۔ ایک دفعہ وہ مکہ میں آیا اور کہنے لگا کہ دیکھو وہ لڑکا جو اپنے قبیلہ سے کٹ چکا ہے اور اب بھی وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ تمام اختیار ہمارے پاس ہیں اور اس کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔

قریش کے لوگ تو حضور ﷺ کی اپنی برادری تھی وہ حضور ﷺ کو کمزور اور بے یارو مددگار اور بے اولاد سمجھتے تھے جو اپنی قوم سے کٹ چکا ہے اور وہ اب بے نام ہے اور آپ کا

کوئی وارث نہیں ہے۔ آپ کے بیٹے عبداللہ کی وفات کے بعد تو ابوجہل نے بھی ایسی ہی بے ہودہ باتیں کیں تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ دکھ اس بات کا تھا کہ ابولہب جو آپ کا حقیقی چچا تھا اور آپ کا ہمسایہ بھی تھا، ابولہب کی بیوی ام جمیل جو ابوسفیان کی ہمشیرہ تھی۔ انہوں نے تو بے حد خوشیاں منائیں اور لوگوں کے گھروں میں جا کر اُن کو مبارک بادیں دیں اور کہا کہ اب آپ کا دوسرا بیٹا بھی فوت ہو گیا ہے اور آپ لاولد ہو گئے ہیں اور اب آپ حضور ﷺ کی جڑ کٹ گئی ہے ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تسلی دینے اور ڈھارس بندھانے کی خاطر یہ سورت نازل فرمائی اور خوشخبری سنائی کہ ہم نے آپ کو جنت میں ایک نہر عطا کر دی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے معراج کے موقعہ پر وہ نہر آپ کو دکھا بھی دی اور میدانِ حشر میں نہر کوثر کی ایک شاخ حوض کوثر ہے جس سے حضور ﷺ اپنی امت کو پانی پلائیں گے اور جو بھی اس کا پانی پیئے گا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔

معبودانِ باطلہ سے برأت

﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ (سورۃ الکافرون ۱)

''آپ فرمادیجئے: اے کافرو!''

﴿لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ (سورۃ الکافرون ۲)

''نہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں۔''

﴿وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ﴾ (سورۃ الکافرون ۳)

''اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔''

﴿وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ﴾ (سورۃ الکافرون ۴)

''نہ میں عبادت کروں گا ان کی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔''

﴿وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ﴾ (سورۃ الکافرون ۵)

''اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کروے گے۔''

﴿لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾ (سورۃ الکافرون ۶)

تمہارے لئے تمہارا دین اور میرا دین میرے لئے۔''

وجہ نزول

یہ سورت خاص طور پر امیہ بن خلف اور عمومی طور پر تمام کافروں کے بارے میں نازل ہوئی۔

واقعہ

حضور ﷺ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر جب اسلام پھیلنے لگا اور لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ حتی کہ ایک موقعہ ایسا آیا کہ کوئی ایسا گھر نہ تھا جہاں سے کوئی نہ کوئی شخص مسلمان نہ ہوا ہو لیکن یہ الگ بات ہے بعض نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا تھا اور کچھ نے ابھی اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا۔

امیہ بن خلف

اسلام کو پھیلتا ہوا دیکھ کر برداشت نہ کر سکا یہ غصہ میں آ کر اپنے غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر انتہائی ظلم کرتا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بعد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا

تھا۔ امیہ ایک دن دوسرے کافروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس مجلس میں اس کا بھائی اُبی بن خلف اور عتبہ بن ربیعہ بھی موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت خانہ کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عتبہ نے کہا کہ میں اگر حضور ﷺ کے پاس جاؤں اور اپنی بات سمجھاؤں اور کچھ لالچ بھی دوں تو ہوسکتا ہے آپ میری بات مان جائیں اور آپ ہماری مخالف کرنا ترک کر دیں۔ اس پر تمام کافروں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ جائیں اور اُن سے بات کر لیں۔ چنانچہ عتبہ اٹھا اور حضور ﷺ کے پاس جا کر باتیں کرنے لگا اور کہنے لگا: اے میرے بھتیجے! یقیناً آپ ہم سے ہیں جو آپ کا اپنے خاندان میں مقام ہے وہ بھی میں جانتا ہوں۔ آپ ایک ایسی بات کرتے ہیں جس سے سارے قبیلہ میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ عقلمندوں کو بے وقوف بنا دیا ہے ہمارے معبودوں کو رسوا کر دیا ہے۔ ہمارے دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور ہمارے ابا و اجداد کو کافر کہا جا رہا ہے۔ میرے بھتیجے! میں آپ کے سامنے چند باتیں کرتا ہوں، اس میں جو آپ کو پسند آئے اس پر غور کر لو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔ عتبہ نے کہا گر آپ دولت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بہت دولت جمع کر کے دے دیتے ہیں۔ جس سے آپ سب سے امیر ہو جائیں گے، اگر آپ سرداری چاہتے ہیں تو ہم آپ کو سردار تسلیم کر لیتے ہیں، اگر آپ کو کوئی آسیب کی بیماری ہے تو ہم آپ کا علاج کرا دیتے ہیں، حضور ﷺ نے عتبہ کی باتیں غور سے سنی اور فرمایا: اب میری بات غور سے سنو! اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے سورہ حم السجدہ کی تلاوت شروع کر دی جس پر عتبہ غور سے قرآن سنتا رہا۔ جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا جبکہ عتبہ نے مٹی اٹھا کر اپنے ماتھے پر لگا لی اور کہا کہ میرے لئے اب یہی کافی ہے۔ اس کے بعد عتبہ اٹھ کر سیدھا اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے وہاں جو کلام سنا ہے اس جیسا کلام میں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ وہ نہ تو شعر ہیں نہ جادو ہے اور نہ ہی کاہن کی باتیں ہیں۔ میری ایک بات مانو اس کو اس حال پر چھوڑ دو۔ اگر یہ تمام لوگوں پر غالب آ گیا تو آپ حضور ﷺ ہم میں سے ہیں۔ جس سے ہماری بھی عزت ہے اور اگر عربوں نے آپ کو شہید کر دیا تو تمہارا مطلوب حاصل ہو جائے گا۔ اب تم جو چاہو کرو۔

ان حالات میں قریش میں کچھ کرنے کی طاقت نہ تھی زیادہ سے زیادہ وہ غلام مسلمانوں

پر ظلم کر سکتے تھے۔اسلام پھیلنا شروع ہو گیا اور وفود آنے لگے جو حضور ﷺ کی باتیں سنتے اور ان میں اکثر مسلمان ہونا شروع ہو گئے جس سے کافروں پر کافی اثر ہوا۔ وہ مسلمان جن پر کافر ظلم کر رہے تھے، حضور ﷺ نے اُن کو اجازت دے دی کہ تم نزدیکی ملک حبشہ چلے جاؤ۔ وہاں کا بادشاہ نہایت نیک دل انسان ہے۔اس کے دل میں بھی اسلام آ گیا تھا اور اس نے یہ یقین کر لیا تھا کہ آپ محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔لہٰذا کافروں نے حبشہ جا کر بادشاہ سے شکایتیں کیں اور رشوت دے کر کوشش کی کہ ان مسلمانوں کو اپنے ملک سے باہر نکال دو مگر نجاشی بادشاہ نے انکار کر دیا اس کے بعد مکہ کے کافر سرداروں نے یہ خیال کیا کہ اب ہماری عزت اسی میں ہے کہ حضور ﷺ سے صلح کی جائے تو انہوں نے ایک وفد جس میں امیہ بن خلف، اسود بن عبدالمطلب، ولید بن مغیرہ اور عاصم بن وائل تھے یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے عرض کی کہ ہم آپ کو ایک تجویز دیتے ہیں جو ہم دونوں کے لئے ہو گی انہوں نے کہا: آؤ! ہم ایک روز اس کی عبادت کرتے ہیں جس کی آپ عبادت کرتے ہیں، پھر دوسرے روز آپ اس کی عبادت کریں جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔اس طرح ہم ایک ہو جائیں گے اور اس طرح ہم دونوں طرف سے حصہ وصول کر لیں گے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی تا کہ کافر ہمیشہ کے لئے ناامید ہو جائیں اور آئندہ ان کو حضور ﷺ سے کوئی امید باقی نہ رہے۔

> اے میرے نبی! آپ ان کافروں سے فرما دیجئے کہ نہ میں عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو، نہ تم عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں نہ میں پرستش کروں گا جس کی تم نے کی اور نہ تم اس کی پرستش کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔تمہارا دین تمہارے لئے اور میرا دین میرے لئے ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے مشن کی تکمیل کا اشارہ

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ (سورة النصر ۱)

''جب اللہ کی مدد آ جائے گی اور فتح نصیب ہو جائے گی۔''

﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ (سورة النصر ۲)

''تو آپ دیکھیں گے کہ لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہو رہے ہیں۔''

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ (سورة النصر ۳)

''لہٰذا آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں اور مغفرت مانگیں، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

وجہ نزول

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ کو اطلاع دی کہ آپ کی تبلیغ کا کام مکمل ہو چکا ہے اور آپ اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں۔

واقعہ

یہ سورت منٰی کے مقام پر نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے مشہور خطبہ میدانِ عرفات میں پڑھا۔ یہ آخری سورت ہے جو مکمل نازل ہوئی۔ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری وفات کی خبر دے دی ہے اور میرا مشن اور وقت پورا ہو چکا ہے۔

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے میری وفات کی اطلاع دے دی ہے تو یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑی تو حضور ﷺ نے ان کے کان میں ایک بات کہی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑی، پوچھنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ خاندان میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملو گی یہ بات میرے والد حضرت محمد ﷺ نے فرمائی۔ لہٰذا وفات کا سن کر روئی اور جب ملاقات کا بتایا تو میں ہنس پڑی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات کی اطلاع دے دی ہے۔

مشہور آخری خطبہ

اس سورت کے بعد آپ میدانِ عرفات میں تشریف لے گئے آپ نے لوگوں سے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ جس پر لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: آج ایامِ تشریق کا بیچ کا دن ہے۔ آپ نے دوبارہ فرمایا: یہ کونسا مقام ہے؟ لوگوں نے پھر وہی جواب دیا، آپ نے فرمایا: یہ مشعر حرام ہے۔

ا۔ اے لوگو! میں دیکھ رہا ہوں کہ آج کے بعد اس جگہ میں اور آپ کبھی اکٹھے نہ ہوں گے۔

۲۔ بے شک تمہارے اموال، تمہارے خون اور تمہاری عزتیں اتنی حرمت اور عزتیں والی ہیں جتنی حرمت اور عزت تمہارے اس دن (یوم عرفہ)، مہینے (ذی الحجہ) اور شہر مکہ کو حاصل ہے۔ خبردار! آج کے بعد خون ریزی نہ کرنا، ایک دوسرے کا مال نہ لوٹنا، کسی بھائی کی بے عزتی نہ کرنا قریب ہے کہ تم اللہ سے ملو گے اور تمہارے اعمالوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خبردار! میرے بعد بھٹک نہ جانا۔ ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا۔

۳۔ لوگو! سن لو اور خبردار ہو جاؤ میں نے زمانہ جاہلیت کی ہر بات کو پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ جاہلیت میں جو خون ہوا سب بھلا دیا ہے، میں سب سے پہلا خون ربیع بن حارث کا خون ہے جو سعد قبیلہ میں ہذیل کے ہاتھوں قتل ہوا، معاف کرتا ہوں، زمانہ جاہلیت کا سود بھی معاف کرتا ہوں، پہلا سود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہے جو میں معاف کرتا ہوں۔

۴۔ اے لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو تم نے اللہ کے عہد سے اسکو بیوی بنایا ہے۔ اپنے عہد کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان عوتوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے جس طرح تمہارا حق ہے۔ اسی طرح اُن کا بھی حق ہے۔ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اپنی عورتوں کا ہر طرح سے خیال رکھو۔

۵۔ اے لوگو! غور سے سن لو میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اس کتاب پر عمل کرنا اور میری سنت کو نہ چھوڑنا۔

۶۔ اے لوگو! سن لو میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ آئے گا، ایک رب کی عبادت کرنا، نماز پڑھنا، روزے رکھنا، زکوٰۃ اور عشر ادا کرنا۔

۷۔ قیامت کے روز میری بابت سوال ہوگا جس پر سب لوگوں نے بلند آواز سے کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے بلکہ حق ادا کر دیا ہے اس پر آپ ﷺ نے اوپر انگلی اٹھائی اور کہا: اے اللہ! گواہ رہنا، یہ الفاظ تین مرتبہ کہے۔

۸۔ آخر میں آپ نے فرمایا: آپ کا یہ فرض ہے کہ میرا یہ پیغام اُن لوگوں تک پہنچاؤ جو حاضر نہیں ہیں۔

ابولہب کی ہلاکت خیزی

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ (سورۃ اللھب ۱)

’’ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں، وہ ہلاک ہو گیا۔‘‘

﴿مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾ (سورۃ اللھب ۲)

’’اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کام نہ آئی۔‘‘

﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ (سورۃ اللھب ۳)

’’عنقریب اسے شعلے والی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔‘‘

﴿وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ (سورۃ اللھب ۴)

’’اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے۔‘‘

﴿فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ (سورۃ اللھب ۵)

’’اس کے گردن میں مُنج کی رسی ہو گی۔‘‘

وجہ نزول

یہ سورت رسول اللہ ﷺ کے حقیقی چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کے بارے میں نازل ہوئی۔

وجوہات

اللہ تعالیٰ نے جب بھی دنیا میں کوئی نبی مبعوث فرمایا اس کے ذمہ سب سے پہلے تبلیغ کا کام لگایا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ میں نے تمہیں نبوت کے لئے چن لیا ہے اب تم دونوں فرعون کے دربار میں جاؤ اور اسے توحید کا پیغام دو کہ اللہ ایک ہے۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے سامنے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بھی فرمایا کہ اب آپ اپنے خاندان کو توحید کا پیغام دو۔

یہ سورت ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی اس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اور کنیت ابو عتبہ تھی، اس کے چہرے کی چمک دمک اور چہرے کی سرخی کی وجہ سے ابولہب یعنی شعلے والا کہا جانے لگا اور اسی نام سے شہرت پائی، یہ کافر تھا اور حضور ﷺ کا سخت دشمن۔ رسول اللہ ﷺ کو ایذا رسانی میں سب سے آگے رہتا تھا۔

خاندان کو دعوت:

جب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ پہاڑ پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر اپنے خاندان کے ہر ہر فرد کا نام لے کر بلایا اور ساتھ ہی زوردار آواز میں یہ الفاظ کہے یا صباحاہ! (ہائے صبح کی آفت) یہ آواز سن کر سب لوگ جمع ہو گئے۔ دراصل عربوں میں یہ آواز تب لگائی جاتی تھی جب کسی قبیلہ پر کوئی آفت آنے والی ہو۔

جب تمام قبیلہ کے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم مجھ پر یقین کر لو گے۔ سب لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم یقین کر لیں گے کیونکہ آپ صادق اور آمین ہیں اور آپ نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا، آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں اگر تم نے شرک نہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ کو ایک اور مجھے رسول تسلیم نہ کیا تو تم ایک سخت عذاب میں پھنس جاؤ گے۔ یہ سن کر ابولہب بولا کہ تیرا ناس ہو (نعوذ باللہ)۔ کیا اسی لئے ہمیں یہاں بلایا تھا اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر چل دیا اور کہا کہ تمہارے ہاتھ ٹوٹیں (نعوذ باللہ)

روایت: ایک دن ابولہب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں آپ کا دین قبول کر لوں تو مجھے کیا فضیلت ملے گی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دین میں سب برابر ہیں اس پر ابولہب نے کہا کہ پھر مجھے آپ کا دین قبول نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ہمسایہ:

مکہ میں ابولہب رسول اللہ ﷺ کا ہمسایہ تھا، اس وجہ سے اس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن بھی آرام کرنے نہ دیا۔ جب آپ نماز پڑھتے تو ابولہب اور اس کی بیوی آپ پر گندگی پھینک دیتی، ابولہب کی بیوی آپ کے دروازے کے باہر کانٹے دار جھاڑیاں پھینک دیتی جس سے آپ خود اور آپ کے بچے زخمی ہو جاتے۔ اُم جمیل رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں اپنے خاوند سے بھی بڑھ کر تھی اور آپ ﷺ کو ہر وقت بُرے الفاظ سے یاد کرتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ شعبِ ابی طالب میں قید:

جب رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں تک پہنچاتے رہے تو مکہ کے کافروں نے رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے خاندان کو ایک وادی میں

قید کر دیا جو بعد میں شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس وقت ابولہب ایک خاندان میں واحد شخص تھا جس نے خاندان کا ساتھ دینے کی بجائے دشمنوں کا ساتھ دیا اور اس وقت بھی اس نے دشمنی کی انتہا کر دی۔ جب بھی کوئی قافلہ سامان فروخت کرنے کے آتا تو ابولہب قافلہ والوں کو کہتا کہ ان کے پاس اپنا سامان فروخت نہ کرو اگر قافلے والے اس کی بات سے انکار کر دیتے تو یہ شخص زیادہ رقم دے کر خود سامان خرید لیتا تاکہ خاندان والے اس سامان کو نہ خرید سکیں۔ چنانچہ حضور ﷺ اور آپ کا خاندان تین سال تک وہاں قید رہا اور خاندان کو بعض اوقات سوکھے پتے پانی میں بھگو کر کھانے پڑتے اور نہایت کسمپرسی کی حالت میں یہ دن گزارے۔

رسول اللہ کے ﷺ خاندان کا کردار

جب رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچا رہے تھے تو ابولہب سب سے زیادہ مخالف تھا۔ اس زمانہ میں خاندان کے لوگ ایک دوسرے کا بہت خیال کیا کرتے تھے اور خاندان میں مخالفت کا تصور بھی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ابوجہل نے حضور ﷺ کو تنگ کیا اور بُرا بھلا کیا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے اور ابھی اسلام بھی قبول نہ کیا تھا، شکار سے واپس آرہے تھے کہ ایک باندی نے کہا کہ آپ تو شکار کھیلتے رہتے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ ابوجہل نے آپ کے بھتیجے کو بہت بُرا بھلا کیا ہے یہ سن کر حضرت حمزہ غصہ میں آ گئے اور جا کر ابوجہل کے سر پر تیر کمان مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے میرے بھتیجے کو بہت تنگ کیا ہے۔

دوسری طرف مدینہ کے لوگوں نے جب اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور مکہ میں آ کر حضور ﷺ کو مدینہ میں آنے کی دعوت دی تو حضرت عباس جو حضور ﷺ کے چچا تھے اور ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا، انہوں نے مدینہ کے لوگوں کو کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے ہم ان کا ہر طرح سے خیال کرتے ہیں۔ اگر آپ ان کو اپنے پاس لے جانا چاہتے ہیں تو ان کا ہر طرح سے خیال کرنا، جس طرح ہم ان کا خیال کرتے ہیں۔

ابولہب سے رشتہ داریاں اور اس کی مخالفت کرنا:

لوگوں کے تصور میں یہ بات نہ تھی کہ ایک حقیقی چچا اپنے بھتیجے کی اس قدر مخالفت کر سکتا ہے۔ جب حج کا موسم آتا اور دور دراز سے لوگ حج کے لئے مکہ میں آتے، مکہ سے باہر عکاظ

کا بہت بڑا بازار لگتا۔ رسول اللہ ﷺ اس موقعہ پر بازار میں چلے جاتے، وہاں موجود ایک ایک فرد سے ملتے ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سناتے، انہیں وعظ کرتے کہ اللہ ایک ہے اسی کی عبادت کرو، بتوں کی پوجا نہ کرو اور ان کو قرآن سناتے، ابولہب آپ کے پیچھے ہوتا اور لوگوں کو کہتا کہ یہ میرا بھتیجا ہے اس کی بات نہ سنو، یہ تم لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جائے گا اور اس نے ہمارا مذہب چھوڑ دیا ہے اور کبھی غصہ میں آ کر آپ کو پتھر مارتا جس سے آپ زخمی ہو جاتے۔

حضور ﷺ کے بچوں کا فوت ہونا:

جب آپ کا بیٹا قاسم فوت ہوا اور اس کے بعد آپ کا دوسرا بیٹا فوت ہوا تو ابولہب اور اس کی بیوی خوش ہو کر دشمنوں کے پاس گئے اور ان کو جا کر مبارک باد دی کہ آج سے محمد ﷺ کا نام ونشان مٹ گیا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں فرمایا ہے اور آپ کو نہر کوثر عطا فرمائی جب یہ سورت نازل ہوئی تو ابولہب نے غصہ میں آ کر حضور ﷺ کے خلاف بکواس کرنے میں انتہا کر دی اس پر لوگوں نے خود ہی کہنا شروع کر دیا کہ ابولہب غصہ میں اندھا ہو گیا ہے اور جھوٹ بول رہا ہے اس طرح لوگوں نے خود ابولہب کی باتوں کو جھوٹ سمجھنا شروع کر دیا اور اس کی بات پر دھیان نہ دیا۔

ابولہب کی بیوی کا غصہ:

جب یہ سورت نازل ہوئی تو اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ ابولہب کی بیوی ام جمیل بھی دوزخ کا ایندھن بنے گی اور منج کی رسی اس کے گلہ میں ہوگی۔ تو وہ غصہ سے پاگل ہوگئی۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حطیم کی دیوار پر تشریف فرما تھے تو ابولہب کی بیوی گالیاں دیتی ہوئی خانہ کعبہ میں آ گئی جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ کہیں چھپ جائیں یہ عورت آپ کو دیکھ کر اور گالیاں دے گی اور مزید بکواس کرے گی مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ فکر نہ کریں وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔ جب وہ عورت نزدیک آئی تو حضور ﷺ اُسے نظر نہ آئے تو اس عورت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارا صاحب کہاں ہے؟ اس نے ہماری ہجو کی ہے۔ جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! انہوں نے تمہاری ہجو نہیں کی، کیونکہ یہ سورت تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ وہ عورت آپ کو نہیں دیکھ

سکی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اور اس کے درمیان حضرت جبرائیل علیہ السلام حائل ہو گئے تھے۔ اس سورت کے نازل ہونے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ مشرکین کو یقین ہو گیا کہ دین کے معاملہ میں کسی کا کوئی لحاظ نہیں ہے، جس نے دین قبول کیا وہ بھائی ہے جس نے انکار کیا وہ مخالف ہے۔

ابولہب کی چوری:

ابولہب خانہ کعبہ کے مال خانہ کا انچارج تھا، لوگ خانہ کعبہ کے اندر قیمتی چیزیں رکھ دیتے، ابولہب نے ایک دفعہ خانہ کعبہ کے اندر سے سونے کا ایک ہرن چوری کر لیا ایک روایت کے مطابق اس کے پاس تین سو تولہ سونا تھا۔

کنجوس:

اس کی کنجوسی کا یہ عالم تھا کہ اس نے ایک شخص عاص سے قرض لینا تھا۔ غزوہ بدر میں یہ خود نہیں گیا بلکہ اس نے قرضہ کے بدلہ میں قرض دار عاص کو بھیج دیا کیونکہ ویسے وہ قرضہ نہ دیتا تھا۔

ابولہب کی موت:

پیر کرم شاہ صاحب نے یہ واقعہ ضیاء القرآن میں لکھا ہے کہ غزوہ بدر میں کافروں کی شکست کا سن کر ابولہب کو سخت صدمہ ہوا، اس کے ایک ہفتہ بعد ہی ایک کے جسم پر ایک زہریلا چھالا نمودار ہوا۔ جو اس کے سارے جسم میں پھیل گیا، ہر جگہ سے بدبودار پیپ بہنے لگی اور جسم کا گوشت گل کر گرنے لگا، اس کے بیٹوں نے دیکھا کہ اس کو متعدی بیماری لگ گئی ہے تو انہوں نے اس کو گھر سے نکال دیا۔ اسی حالت میں وہ باہر ہی مر گیا۔ اس کی نعش کو دفنانے کے لیے کوئی نہ گیا اور تین دن تک اس کی نعش ایسے ہی پڑی رہی جس سے سارے علاقہ میں بدبو پھیل گئی، اس پر لوگوں نے اس کے بیٹوں کو لعن طعن کی تو انہوں نے حبشی غلاموں کو اجرت دے کر بھیجا جنہوں نے ایک گڑھا کو کھودا اور لکڑیوں کی مدد سے لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔ یوں دنیا نے دیکھ لیا کہ حضور ﷺ سے عداوت رکھنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تعارف

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (سورۃ الاخلاص ۱)

''کہو اللہ ایک ہے۔''

﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ (سورۃ الاخلاص ۲)

''اللہ بے نیاز ہے۔''

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ (سورۃ الاخلاص ۳)

''اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ کسی کی اولاد۔''

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (سورۃ الاخلاص ۴)

''کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔''

وجہ نزول

یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے حضور ﷺ سے یہ سوالات کئے۔

۱۔ آپ کا رب کس چیز سے بنا ہے۔

۲۔ اس کا نسب کیا ہے۔

۳۔ وہ کس جنس سے ہے۔

۴۔ تمہارے رب نے کس ہستی سے دنیا کی میراث پائی ہے۔

۵۔ اس کے بعد اس کا وارث کون ہوگا۔

۶۔ آپ کا رب کون ہے اور کیا ہے۔

واقعہ:

حضرت عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سوالات کیے، یہ سوالات کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مکہ کے کفار نے بے شمار بت بنا رکھے تھے۔ ان بتوں میں کوئی سونے کا کوئی چاندی کا اور کوئی دھات کا بنا ہوا ہوتا تھا، کفار کا یہی تصور تھا کہ جس طرح ہم نے مختلف چیزوں سے بت بنا رکھے ہیں حضور ﷺ کا رب بھی کسی چیز سے بنا ہوا ہوگا۔

۲۔ عیسائی یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اسی

وجہ سے حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہیں اور وہ یہ بھی تصور کرتے ہیں یہ تینوں مل کر کائنات کا نظام چلاتے ہیں۔ ایک اللہ یہ تمام فیصلے نہیں کر سکتا اسی تصور کے تحت انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کے نظام چلانے میں شریک کہا ہے۔ اس تصور کی نفی اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم میں کر دی۔

۳۔ یہودی بھی اپنے پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاتے ہیں۔ ان کا یہ تصور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کشتی لڑی، یہ کشتی تین دن تک ہوتی رہی جو برابر رہی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے کاروبار چلانے میں حضرت یعقوب کو شامل کر لیا، ان یہودیوں کا یہ بھی تصور ہے کہ حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہیں (نعوذ باللہ)

۴۔ کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کو زمین پر اس کائنات کا نظام چلانے کے لئے اپنے نائب مقرر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو مانتے ہیں۔

۵۔ مجوسی سورج، چاند اور آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ اسی کو وہ خدا مانتے ہیں۔

لہٰذا یہ تمام لوگ اپنے اپنے نظریہ کے مطابق حضور e سے سوالات کرتے تھے۔

کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب:

یہ دونوں یہودی سردار تھے ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمیں بتایئے آپ کا رب کیا ہے جس نے آپ کو بھیجا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر سے کچھ یہودی آپ کے پاس آئے انہوں نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو نورِ حجاب سے پیدا کیا آدم کو سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ ابلیس کو آگ کے شعلے سے، آسمان کو دھواں سے اور زمین کو پانی کی جھاگ سے اب آپ فرمائیں کہ آپ کا رب کس چیز سے بنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام سوالات کے جواب میں یہ سورت اخلاص نازل فرمائی۔

سورت اخلاص کی فضیلت:

۱۔ جو شخص اس کو پڑھ کر ایمان لے آئے، وہ شرک سے پاک ہے۔

۲۔ جو شخص اس کو ایک دفعہ پڑھ لے اس کو ایک تہائی قرآن کا ثواب ملتا ہے۔

۳۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو ایک مہم پر روانہ فرمایا اور اس میں ایک صحابی کو اس جماعت کا امیر مقرر کیا جب یہ جماعت واپس آئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہمارا امیر ہر نماز میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورہ الاخلاص لازمی پڑھتا رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پوچھو: وہ ہر رکعت میں سورۃ الاخاص کیوں پڑھتا تھا؟ جس اس سے پوچھا گیا تو اُس نے بتایا: مجھے اس سورت سے محبت ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سورت کے ساتھ محبت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے۔

۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو مسجد قبا میں امام بنا کر روانہ کیا اس انصاری امام کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر رکعت کے ساتھ سورۃ الاخلاص لازمی پڑھتا تھا اس کے بعد کوئی دوسری سورت پڑھتا تھا۔ جب نمازیوں نے امام سے اس کی وجہ پوچھی تو انصاری امام نے جواب دیا کہ یہ سورت لازمی پڑھوں گا۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو نمازیوں نے امام کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یہ شخص ہر رکعت میں سورہ اخلاص لازمی پڑھتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری امام سے وجہ پوچھی تو انصاری نے عرض کی کہ مجھے اس سورت سے بہت محبت ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری اس محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔

۵۔ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام موجود تھے کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ دور سے آتے ہوئے نظر آئے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابو ذر غفاری کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضرت ابو ذر غفاری علیہ السلام آ رہے ہیں اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے بھی ان کو جانتے ہیں اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اہلِ زمین کی نسبت آسمانوں کے فرشتے زیادہ جانتے ہیں کیونکہ یہ سورۃ الاخلاص کی بہت زیادہ تلاوت کرتے ہیں۔

۱۔ حدیث: بخاری شریف کی ایک حدیث میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم ایک رات میں ایک تہائی قرآن پڑھ لو، اس پر ایک صحابی نے عرض کی ہم میں یہ طاقت نہیں ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ الاخلاص پڑھ لیا کرو یہ تہائی

قرآن ہے۔

۲۔ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور میں ایک جگہ سے آرہے تھے کہ ایک شخص اپنے گھر میں قران پڑھ رہا تھا اور بار بار سورہ الاخلاص پڑھنے کی آواز آرہی تھی جس کو سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پر جنت واجب ہوگئی۔

۳۔ حدیث: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اس سورت کو دس مرتبہ پڑھ لیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں اس کے لیے ایک محل بنا دیا جاتا ہے۔

۴۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص کو چاہیے کہ رات کو سوتے وقت سورہ لاخلاص سورہ الفلق، اورسورہ الناس پڑھ کر اپنے جسم پر ہاتھ پھیر لے۔

معوذتین کی فضیلت

سورۃ الفلق:

﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ (سورة الفلق:١)

"کہو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی۔"

﴿وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ﴾ (سورة الفلق:٣)

"اور رات کی تاریکی کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے۔"

﴿مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ (سورة الفلق:٢)

"ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔"

﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾ (سورة الفلق:٤)

"اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔"

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (سورة الفلق:٥)

"اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔"

سورۃ الناس:

﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ (سورة الناس:١)

"کہو میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب کی۔"

﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ (سورة الناس:٢)

"انسانوں کے بادشاہ کی۔"

﴿إِلٰهِ النَّاسِ﴾ (سورة الناس:٣)

"انسانوں کے حقیقی معبود کی۔"

﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ﴾ (سورة الناس:٤)

"اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار کر پلٹ کر آتا ہے۔"

﴿الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ﴾ (سورة الناس:٥)

"جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔"

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ (سورة الناس ٦)

"خواہ وہ جنوں میں ہو یا انسانوں میں۔"

وجہ نزول

یہ سورتیں اللہ تعالیٰ نے اس وقت نازل فرمائیں جب لبید بن اعصم یہودی نے آپ ﷺ پر جادو کیا تھا تب اللہ کے حکم سے آپ ﷺ نے یہ سورتیں پڑھیں تو جادو کا اثر ختم ہو گیا۔

واقعہ:

رسول اللہ ﷺ نے جب تبلیغ کا کام شروع کیا تو کفار کی طرف سے آپ ﷺ کو ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کی گئی۔ مختلف انداز سے آپ کو لالچ دیا گیا۔ کبھی دولت دینے کی کوشش کی گئی، کبھی بادشاہت کا لالچ دیا اور کبھی کسی خوبصورت عورت سے شادی کی پیشکش کی مگر آپ ﷺ ہمہ تن تبلیغ کی طرف متوجہ رہے۔

جب لوگ مسلمان ہونے شروع ہو گئے اور کافروں کا کوئی ایسا خاندان نہ تھا جس میں کوئی مرد یا عورت مسلمان نہ ہوا ہو، ان حالات میں کافروں میں گھبراہٹ کی لہر شدت سے دوڑی اور انہوں نے آپ کے خلاف منصوبہ بنایا کہ آپ کو شہید کر دیا جائے، مگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا سایہ تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ آخر کار کفار نے آپ پر جادو کرنے کی بھی کوشش کی مگر آپ محفوظ رہے۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب آپ حضور ﷺ عمرہ کیے بغیر واپس مدینہ تشریف لے گئے تو خیبر کے یہودیوں کا ایک وفد مدینہ آیا اور یہ وفد مدینہ میں بنو زریق قبیلہ سے تعلق رکھنے والے لبید بن اعصم سے ملا اور یہ شخص ایک مشہور جادوگر تھا اس کی بہنیں اس سے بھی زیادہ ماہر جادوگر تھیں اور اس کو کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ ہم نے ہر ممکن کوشش کی آپ کو نقصان پہنچانے کی مگر ہم ہر بار ناکام رہے۔ ہم نے اُن پر جادو بھی کیے مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ہم تمہارا نام سن کر آئے ہیں۔ کہ تم ایک بہت بڑے جادوگر ہو۔ اگر تم ہمارا کام کر دو تو ہم تمہیں بہت انعام دیں گے۔ انعام کا سن کر وہ جادوگر لالچ میں آ گیا۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ایک یہودی خدمت گار تھا جو ابھی بچہ تھا۔ انہوں نے اس کی

خدمات حاصل کیں اور اس بچے کو کہا کہ تم حضور ﷺ کی کنگھی جس سے آپ اپنے سر مبارک کے بال سنوارتے ہیں۔ وہ لے کر آؤ اور اس میں چند بال بھی ہوں۔ چنانچہ اس بچے نے نادانی میں حضور ﷺ کی کنگھی جس میں آپ کے بال تھے اس جادوگر کو دے دی، جادوگر اور اس کی بیٹیوں نے مل کر ان بالوں پر جادو کیا اور ان کو کھجور کے گوشہ میں رکھا اور اس کو ایک غلاف کے اندر بند کر کے رکھا۔ اس جادوگر نے اس غلاف کو بنی زریق کے ایک کنواں کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا۔ حضور ﷺ پر جادو ہوتے ہوتے ایک سال لگ گیا۔ جب آپ پر جادو ہوا تو آپ کی ذاتی زندگی پر تو اس کا اثر ہوا مگر رسالت کے کاموں میں کوئی فرق نہ پڑا چنانچہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے اس مرض سے صحت عطا فرما۔

اس دعا کے بعد حضور ﷺ کو نیند آ گئی، آپ نے دیکھا کہ ایک شخص آپ کے سرہانے کھڑا ہے اور ایک دوسرا شخص آپ کے پاؤں کی جانب کھڑا ہے مفسرین کے مطابق ان میں ایک فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور دوسرے حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے ایک کہنے لگا کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے اور اس نے حضور ﷺ کو تمام باتیں بتا دیں کہ کس طرح جادو کیا ہے اور کس نے جادو کیا اور اب اس کا کیا حل ہے اور فرشتہ نے یہ بھی کہا کہ اگر یہ دو سورتیں پڑھ کر اس کی گرہیں کھولی جائیں گی تو جادو کا اثر ختم ہو جائے گا۔

چنانچہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمار اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو اس کنواں کی طرف روانہ کیا جس کی نشاندہی کی گئی تھی اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ وہ جادو والے بال کنویں میں ایک پتھر کے نیچے رکھے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کنویں پر گئے اور اس کنویں کا پانی ختم کیا اور اس پتھر کے نیچے سے وہ جادو والے بال نکال کر لے آئے جن پر گیارہ (11) گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ یہ دونوں سورتیں پڑھتے گئے اور اس جادو کی گرہیں کھلتی گئیں۔ جب تمام گرہیں کھل گئیں تو جادو کا اثر بھی ختم ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جادوگر سے پوچھا تو اس نے تسلیم کر لیا مگر حضور ﷺ نے اس جادوگر کو معاف کر دیا۔

یہودی بچہ

یہ یہودی بچہ کافی دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا تو حضور ﷺ نے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ بچہ کافی بیمار ہے۔ آپ اس کی خیریت معلوم کرنے کے لئے اس کے گھر گئے تو بچہ بیمار تھا اور اس کا والد اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا کہ اب یہ بچہ صحت یاب نہیں ہوسکتا اور یہ اس کا آخری وقت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے سے فرمایا کہ بیٹا کلمہ پڑھ لو، یہ سن کر بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جس پر باپ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ویسے ہی عمل کرو۔ یہ سن کر اس یہودی بچے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی بندہ کو دوزخ میں جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے اور کوشش فرماتے تھے کہ یہ شرک چھوڑ کر جنت میں چلا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت للعالمین بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔

ان دوسورتوں کی فضیلت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر کسی کو کوئی موذی جانور یا سانپ اور بچھو کاٹ لے تو یہ سورتیں پڑھ کر اس پر دم کریں۔ زہر کا اثر ختم ہو جائے گا۔

۲۔ آپ یہ سورتیں اکثر پڑھ کر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما پر دم کرتے تھے۔ ان سورتوں کو معوذتین بھی کہا جاتا ہے۔

سورۃ الفلق:

انسان کو بیرونی آفتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

سورۃ الناس:

انسان کو اندرونی آفتوں اور شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

اُمت کے لیے وصیت

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحدید: 25)

"اور یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا تا کہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔"

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا هَالِكٌ، مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (سنن ابن ماجة :43) صححه الالبانی

"میں تمہیں ایک روشن اور واضح راہ پر چھوڑ کر جا رہا ہوں، جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح روشن ہے۔ میرے بعد اس راستے سے ہلاک ہونے والے کے سوا کوئی نہیں ہٹ سکتا اور تم میں سے جو کوئی زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ تم پر واجب ہے کہ تم میری جس سنت کو پہچان لو اور میرے ہدایت یافتہ و تربیت یافتہ خلفاء کی سنت کو پہچان لو (تو اس کی اتباع اپنے اوپر لازم کر لو) اور اسے اپنی داڑھوں سے مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔"

دعوتِ فکر:

ہم سب کے لیے مقامِ تفکر ہے کہ ایک ہم سب تمام تر اختلافات اور گروہ بندیوں کو چھوڑ کر قرآن وحدیث کی طرف پلٹ آئیں۔ اسی میں ہماری نجات وفلاح ہے۔

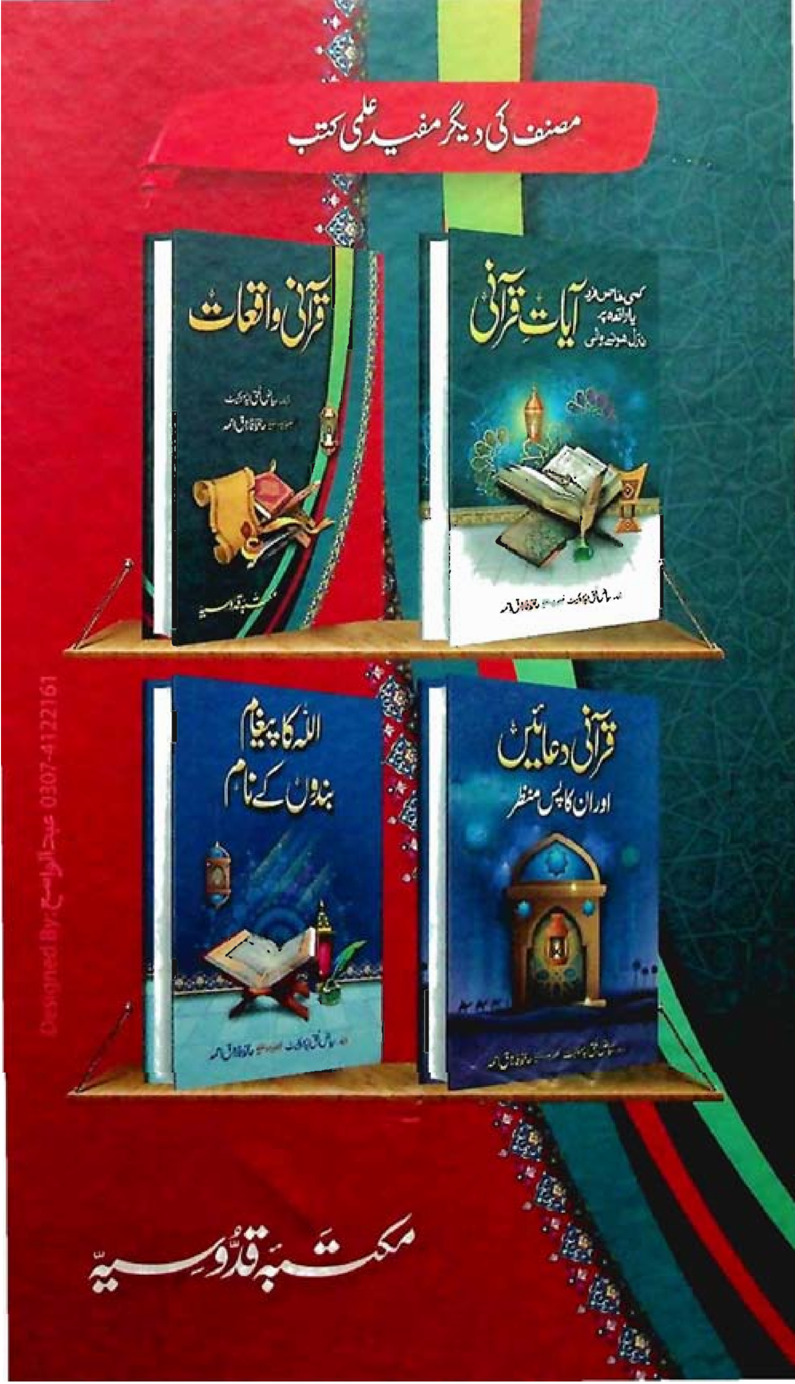
قرآن سے اعراض کی سزا:

بصورت دیگر قرآنِ مجید سے اعراض وروگردانی کرنے والوں کے لیے ایک سزا یہ ہوگی کہ خود قرآنِ مجید ایسے لوگوں کے خلاف اللہ کے بارگاہ گواہی دے گا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ (صحیح مسلم:223)

"روزِ قیامت قرآنِ مجید تیرے حق میں گواہی دے گا یا تیرے خلاف گواہی دے گا۔"

یادداشت


مصنف کی دیگر مفید علمی کتب
قرآنی واقعات
آیاتِ قرآنی
کسی خاص فرد یا واقعہ پر نازل ہونے والی
اللہ کا پیغام
بندوں کے نام
قرآنی دعائیں
اور ان کا پس منظر
مکتبہ قدوسیہ
Designed By: عبدالواسع 0307-4122161